# تاریخ ہندوستان

سلطنت اسلامیہ کا بیان

جلد نہم



زوال سلطنت تیموریہ

جلد دہم

مضامین مختلفہ

مصنفہ

خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی مرحوم

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مطبع انسٹی ٹیوٹ علی گڈھ کالج میں طبع ہوئی ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۹ء

(جملہ حقوق بحق بک ڈپو کالج علیگڈھ محفوظ ہیں)

قیمت فی جلد (؟)

بارسوم ایک ہزار جلد

# فہرست کتب موجودہ بک ڈپو

## مدرستہ العلوم علی گڑھ

**تاریخ ہندوستان** (مصنفہ خان بہادر مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب شمس العلماء مرحوم دہلوی) یعنی مسلمانوں کے عہد سلطنت کی تاریخ۔ ۱۰ جلدوں میں (جن میں سے جلد نہم و دہم کتاب ہذا قیمتی ۶ عہ ہے) بہ تفصیل ذیل۔

**جلد اوّل** (صفحہ ۴۱۲) جس میں یہ مضامین ہیں (۱) تمہید (۲) مقدمہ تاریخ کے باب میں (۳) عرب جاہلیت (۴) ایک سو اٹھارہ خاندان اسلامیہ کا بیان (۵) تاریخ سندھ (۶) خاندان غزنی (۷) خاندان غوری قیمت ۸ عہ

**جلد دوم** (۴۰۶) صفحات ہیں اور مضامین یہ ہیں (۱) خاندان خلجیہ کی تاریخ (۲) خاندان تغلق کی تاریخ (۳) سلاطین سادات اور لودھی کی تاریخ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴ عہ

**جلد سوم**۔ اس جلد کے تین حصے ہیں جن کے نام یہ ہیں (۱) بابر نامہ اس میں خاندان تیموریہ کے انساب تیمور کا بالاجمال حال اور ہندوستان کے فتح کرنے کا ذکر بالتفصیل اور ظہیر الدین محمد بابر شاہ غازی فردوس مکانی بیان ہے (۲) شگرف نامہ ہمایوں اس میں نصیر الدین محمد ہمایوں جنت آشیانی کا حال روز ولادت سے ایران کے جانے تک ہے (۳) رزم نامہ شیر شاہی اس میں شیر شاہ کا حال از ابتدا تا انتہا اور خاندان سور کے تمام بادشاہوں کا اور ہمایوں کے دوبارہ سلطنت کرنے کا بیان ہے قیمت ۱۲ عہ

**جلد چہارم**۔ اس کے دو حصے ہیں حصہ اوّل میں (۱) تاریخ سندھ (۲) تاریخ کشمیر (۳) تاریخ گجرات (۴) تاریخ مالوہ (۵) تاریخ خاندیس (۶) تاریخ سلاطین بنگال (۷) تاریخ سلاطین جونپور۔ حصہ دوم میں (۱) تاریخ سلاطین بہمنیہ دکن (۲) تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور (۳) تاریخ سلاطین نظام شاہیہ گولکنڈہ (۴) تاریخ سلاطین عمادیہ ملک برار (۵) تاریخ سلاطین برید شاہیہ ملک بیدر (۶) ضمیمہ تاریخ دکن و پرتگیز کی تاریخ (۷) تاریخ دکن کا ریویو قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳ ر

**جلد پنجم**۔ (۱۰۵۶) صفحات اقبال نامہ اکبری جس میں شہنشاہ اکبر کا حال تمام و کمال لکھا ہے قیمت ۔ ۳ ر

(پتہ کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ ج)

# شامِ سلطنتِ تیموریہ

یعنی

# زوالِ سلطنتِ تیموریہ

## دیباچہ

# فہرست مضامین جلد دہم

## مضامین مختلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# شامِ سلطنتِ تیموریہ

یعنی

# زوال سلطنت تیموریہ

## دیباچہ

تم روز دیکھتے ہو کہ صبح۔ دوپہر۔ شام ہوتی ہی کچھ وقت فجر اور دوپہر کے درمیان اور
کچھ وقت دوپہر اور شام کے مابین گزرتا ہی۔ اسی طرح سلطنت تیموریہ کی صبح و دوپہر و شام ہوئی
یگانہ روزگار دانشور فرزانہ شہریار بابر فرغانہ سے ہندوستان میں آیا یہ سلطنتِ تیموریہ کی صبح ہوئی
یعنی آفتاب اُس کا مشرق سے طلوع ہوا۔ اور اونچا ہوتا گیا اور اپنی گرمی کو بڑھاتا اور روشنی
کو پھیلاتا گیا۔ اہلِ فرنگ کے نزدیک شاہ جہاں کے عہد میں اور اہل اسلام کے نزدیک اورنگ زیب
کے عہد میں وہ اپنے نصف النہار پر پہنچا اور پھر وہ مغرب کی طرف ڈھلنا شروع ہوا اپنی تیزی
اور روشنی کو کم کرتا گیا۔ یہاں تک کہ نابینا شہنشاہ شاہ عالم کے زمانہ میں شام ہوگئی وہ غروب
ہوگیا اُس کی روشنی باقی نہیں رہی ایک زمانہ اُس کا ابتدا سے انتہاء عروج تک گزرا جس کا حال کئی
جلدوں میں مرقوم ہوا۔ دوسرا زمانہ انتہاء عروج سے انتہاء زوال تک گزرا حال اس جلد میں تحریر ہوتا ہی
زمانہ کا دستور چلا آتا ہی کہ جن اقوام اور سلطنتوں کی ترقی ہوئی اُن کا تنزل ہوا۔ اِس

اقبال اور زوال کے اسباب کو مُسبّب الاسباب ہی خوب جانتا ہی۔ مُسلمان یہ یقین کرتے ہیں کہ یہ خدائی کارخانے ہیں ان کو کون سمجھ اور جان سکتا ہی یہ محض خدا کی مرضی پر موقوف ہی کہ قوموں کی ترقی و تنزّل کا تار بندھا رہتا ہی کہ ایک دوسرے کے آگے پیچھے آتے جاتے رہتے ہیں حالیؔ

یہاں ہر ترقی کی غایت یہی ہی ۔۔۔ سرانجام ہر قوم و ملّت یہی ہی

سدا سے زمانہ کی عادت یہی ہی ۔۔۔ طلسم جہاں کی حقیقت یہی ہی

بہت یہاں ہوئے خشک چشمے اُبل کر

بہت باغ چھانٹے گئے پھُول پھل کر

ابھی بشر کی عقل و دانش کی ایسی ترقی نہیں ہوئی کہ وہ ان اسباب کو بالکل صحیح صحیح دریافت کرلے۔ مگر دانشمند ارباب الرّائے اِن اسباب کی عالمانہ تحقیق اور حکیمانہ تدقیق کرتے ہیں اور دلچسپ خرد فروز مباحثے اور دل آویز دانش آموز گفتگوئیں ارقام فرماتے ہیں۔ اس لیے میں اُن کو باقی شاہان تیموریہ کے عہدوں میں بیان کرونگا کہ کیوں ہند کی سلطنت مغلیہ کے کاخ بلندکی رخنیں اندر ہی اندر ایسی ہل گئیں کہ وہ دھڑام سے گرپڑا جس کے بُرج و مینار آسمان سے باتیں کرتے تھے اور اُس کے سونے اور چاندی کے روپہلی سُنہری کلس اپنی چمک دمک ایک عالم کو دکھلاتے تھے اوس کے ستونوں میں ساری دنیا کے جواہر جڑے جاتے تھے گو اس کے کلس اور جواہر اِس خاک کے ملنے پر بھی کہیں کہیں اپنی درخشانی دکھاتے رہے اور کیوں اورنگ زیب کے مرنے کے بعد سلطنتِ مغلیہ کی آنکھیں اندھی، کان بہرے دانت ٹوٹے پوپلے، ٹانگیں لنگڑی کمر ٹوٹی، ہاتھ لنجے ہوگئے کوئی کَل سیدھی نہ رہی جیتے جی مرگئی۔ کیوں اس کا حال یہ ہوگیا جیسے کوئی مُردہ زمین سے نکل آئے کہ زیور پہنے ہوئے اور ہتیار لگائے ہوئے ہو مگر اس کا حال یہ ہو کہ اُس پر پھونک مارو تو اُس کی خاک اُڑنے لگے۔ اگرچہ شہنشاہی کا سرچشمہ بزرگی دہلی بنی رہی مگر اُسے میلا گدلا پانی ان باغوں میں جاری رہا جو خس و خاشاک سے پر تھے۔ سلطنت مغلیہ کے زمانہ تنزّل کی ابتدا مقرر کرنی بڑی مشکل بات ہی جو مورّخ کہ اورنگ زیب کے عہد کو اُسکی

ابتدا ٹھیراتے ہیں وہ اپنے فرض کو نہیں ادا کرتے بہت سی تہمتیں اورنگ زیب پر بغیر تحقیق و تفتیش کے تھوپتے ہیں میں اس بادشاہ کی ان باتوں کو بہ ترتیب بیان کرتا ہوں جن کو اسباب تنزّل سلطنتِ مُغلیہ ٹھیراتے ہیں بتاتا ہوں کہ وہ کیسی بے اصل ہیں اوّل سلطنت مُغلیہ کے تنزل کا سبب سوا مُسلمانوں کے اور سب اورنگ زیب کے تعصب مذہبی کو بتاتے ہیں۔ اورنگ زیب نہایت متشرع بادشاہ تھا وہ ساری عمر میں ایک کام بھی ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا جسکو شریعت مصطفوی عدالت کے خلاف تبلائے وہ شریعت اسلام کا پورا پابند تھا۔ بہت سے عیسائی جو اپنے مذہب کے تعصّب کی بلا میں گرفتار ہیں وہ شریعت مُصطفوی کی نسبت یہ رائے رکھتے ہیں کہ اس میں یہ صلاحیت و قابلیت ہی نہیں ہو کہ اس کی پابندی سے کوئی قوم مہذّب و شائستہ ہو یا کوئی سلطنت اس پر عمل کر کے ظلم و ستم سے خالی ہو سکے مُسلمانوں میں اُنھیں بادشاہوں کی سلطنت کا عروج ہوا جنھوں نے اپنی شریعت اسلام کو بالائے طاق رکھا۔ اکبر اور عالمگیر کا مقابلہ اس طرح کر کے اپنے دعوی کی دلیل پیش کرتے ہیں۔ اکبر شریعتِ اسلام کا پابند نہ تھا اِس کے عہد میں سلطنت کا عروج ہوا۔ اورنگ زیب شریعت اسلام کا پابند تھا اُس کی سلطنت کا زوال شروع ہوا۔ اکبر نے شریعت کے برخلاف جزیہ ہندؤں کو معاف کیا۔ عالمگیر نے شریعت کے موافق جزیہ غیر اسلام قوموں پر مقرر کیا۔ اس جزیہ کے باب میں ٹوڈ راجستان میں اورنگ زیب کے نام کے خط کا ذکر ہی جس کو اورم صاحب نے تو یہ تحقیق کیا تھا کہ وہ مارواڑ کے راجہ جے سنگھ نے اورنگ زیب کو لکھا ہی مگر یہ راجہ جزیہ کے حکم سے پہلی مر چکا تھا تو ٹوڈ صاحب نے یہ تحقیق کیا کہ وہ رانا راج سنگھ نے اورنگ زیب کو لکھا تھا۔ اُدے پور سے اِن کا منشی اصل کی نقل اُن پاس لایا تھا اُنھوں نے اس کا ترجمۂ انگریزی لکھا ہی میں اس انگریزی ترجمہ کا ماحصل ترجمہ کر کے لکھتا ہوں۔

## رانا راج سنگھ کا خط اورنگ زیب کے نام

ساری حمد قادرِ مُطلق کے لیے ہی اور تمام ستایش بادشاہ کے لیے ہی جو شمس و قمر کی طرح تاباں

و درخشاں ہی۔ بندہ گو حضور پُرنور سے دُور ہے مگر دل سے خیر خواہ ہی۔ اطاعت اور دولت خواہی کے کاموں کے کرنے میں ساعی اور مصروف ہی میری عین تمنّا دلی یہ ہی کہ میں ایسی خدمات بجا لاؤں کہ جنسے بادشاہوں امیروں مرزاؤں راجاؤں راویوں اور ایران توران شام کے امیروں اور ہفت اقلیم کے باشندوں اور تری و خشکی کے مسافروں کی بہبودی اور فلاح ہو۔ یہ میرا میلان خاطر مشہور ہی۔ حضور کو بھی اس میں فراشنک نہوگا۔ میں اپنی خدماتِ سابقہ پر اور حضور کے تحمل پر نظر کرکے جنابِ عالی کی خدمتِ مبارک میں حضور کے اور خاص و عام کی صلاح و فلاح کے لیے چند التماسیں کرتا ہوں۔

مجھے اطّلاع ہوئی ہی کہ اِس بندۂ خیر خواہ کے استیصال کے لیے اتنی دولت خرچ ہو چکی ہی کہ خزانۂ شاہی خالی ہو گیا ہی اُس کے معمور کرنے کے لیے جزیہ لینا قرار پایا ہی۔

حضور کے جدّ اعلیٰ محمد جلال الدین اکبر عرش آشیانی نے باون برس سلطنت عدالت اور شفقت کے ساتھ کی جس سے رعیت نے آسایش اور آرام پایا اور وہ خوش خرّم رہی اُس نے عیسائی موسوی۔ داؤدی۔ محمدی۔ برہمن۔ لا مذہب۔ دہریہ کو ایک ہی نگاہ سے دیکھا سب پر دیا مہربانی شفقت عاطفت فرمائی۔ اِس لطف و کرم کا معاوضہ یہ ملا کہ جگت گرو اُس کا خطاب و لقب ہوا اسی طرح نور الدین جہانگیر جنت مکانی نے بائیس برس تک شاہنشاہی کی اور رعیّت کو اپنے ظلِ عاطفت میں رکھا اور اپنے دوستوں کی نیک خواہی اور خیر خواہی کی وجہ سے فتحمند رہا۔

شاہجہاں نے بھی اپنی ۳۲ برس کی فرمانروائی میں کچھ پہلے بادشاہوں سے نیک نامی کم نہیں حاصل کی رحم دلی اور نکو کاری سے نیک نامی دوام پائی۔

یہ حضور کے باپ دادا کے رافت و کرم و عدالت کا حال تھا۔ جب وہ اِن اُصولِ عدالت و بزرگی کے پیرو ہوئے تو جہاں اُنھوں نے قدم رکھا وہاں فتح و ظفر ہمرکاب رہیں۔ بہت قلعے اور ملک اُن قبضہ و تصرّف میں آئے۔ مگر حضور عالی کے مملکت میں سے بہت سا ملک نکل گیا اور آیندہ نکلنے والا ہی۔ سارے مُلک میں تباہی اور غارت گری و قزّاقی کا بازار گرم ہی اور کوئی اُسکی

روک ٹوک نہیں۔ رعایا ویران و برباد ہو گئی۔ سارا ملک بھوکا مرتا ہی۔ روز بروز دشواریاں اور مشکلات جمع ہوتی جاتی ہیں۔ جب بادشاہ اور بادشاہزادوں کے گھروں میں افلاس آگیا ہو تو وائے برحال امیراں۔ سپاہ واویلا مچا رہی ہی سودا اگر شکایت کر رہے ہیں، مُسلمان ناراض بیٹھے ہیں۔ ہندو بے نوا بے دست وپا ہو رہے ہیں۔ بدنصیب خلقت کو رات کو روٹی میّسر نہیں ہوتی۔ دن کو وہ غصّہ کھاتے ہیں اور رنج کے مارے سر کو دے دے مارتے ہیں۔

کس طرح اِس بادشاہ کا جاہ وحشم باقی رہ سکتا ہی کہ وہ ایسی رعایا سے جس کا اِفلاس حدّ ِغایت کو پہنچ گیا ہی۔ سخت محصول وصول کرے۔ اِس زمانہ میں مشرق سے مغرب تک یہ شہرت ہو رہی ہی کہ بادشاہ ہندوُں سے جلکر برہمنوں۔ سُناروں جوگیوں۔ براگیوں سناسیوں سے جزیہ لیگا۔ اپنے خاندان تیموریہ کے ننگ و نام و عزّت و احتشام کا خیال کچھ نہیں کریگا بے گناہ تارک الدنیا آدمیوں پر زبردستی کریگا۔ جناب عالی کو کتب الہامی پر ایمان و اعتقاد ہو تو آپ کو یہ ہدایت ہو سکتی ہی کہ خدا ربّ العالمین ہی فقط ربّ المسلمین نہیں ہی۔ ہندو مسلمان خدا کے نزدیک سب برابر ہیں اُس نے اُن کے رنگ اپنے حکم سے مختلف بنائے ہیں۔ وہی سب کو پیدا کرتا ہی۔ مساجد میں اذان ہوتی ہی بُت خانوں میں گھنٹہ بجتا ہی مگر دونوں جگہ ایک ہی خدا کی عبادت ہوتی ہی۔ کسی غیر مذہب و رسم و رواج میں دست اندازی کرنا اور اُس کو بے عزت کرنا خدا کو ناراض کرنا ہی۔ اگر کسی تصویر کو بگاڑیے تو مصوّر کے دل میں کینہ خود بخود بے اختیار پیدا ہوتا ہی کسی شاعر نے سچ کہا ہی کہ قدرت کے مختلف کاموں کی عیب جوئی نہ کرد۔

القصہ جو ہندوُں سے جزیہ مانگا جاتا ہی وہ عدالت کے برخلاف ہی اور حضور کی صلاح دولت کے لیے مُضر ہی۔ وہ مُلک کو مُفلس بنائیگا وہ ایک بدعت ہی اور ہندوستان کے قوانین و آئین کے خلاف اگر حضور کو اپنی شریعت کی پابندی اس جزیہ لینے پر مجبور کرتی تھی تو عدالت کا مقتضا یہ تھا کہ اوّل رام سنگھ ہی سے جو سائے ہندوُں کا منڈ ہی جزیہ طلب کرتے۔ بعد اس کے اِس خیرخواہ سے مانگتے جس کا مقابلہ حضور آسانی سے کر سکتے ہیں۔ بہادر جوانمردوں کو چیونٹیوں اور مکھیوں کا ستانا زیبا نہیں

یہ تعجب کی بات ہو کہ ارا کینِ سلطنت نے غفلت کی کہ حضور کو ثواب و بزرگی کے قواعد پر ہدایت نہیں کی۔

کوئی تاریخ اور سنہ اس خط پر نہیں لکھا معلوم نہیں کہ اورنگ زیب کی زندگی میں وہ لکھا گیا یا اُس کے مرنے کے بعد اگر مان لیا جائے کہ وہ اُس کی زندگی میں تحریر ہوا تو یقینی اس پاس نہیں بھیجا گیا۔ اگر یہ عرضداشت اس پاس آتی تو اس کا جواب ضرور دیتا۔ اِس کے فرامین و خطوط و رقعات میں کہیں اس کا جواب نہیں۔ اور مُسلمانوں کی تاریخوں میں مذکور نہیں۔ ہندوستان میں قاعدہ ہو کہ کسی معزز و محترم انگریز کو کسی چیز کا شوق ہوتا ہو تو بہت سا ہندوستانی اسباب اصلی اور غیر اصلی اس کے میلان خاطر کے موافق جمع کر دیتے ہیں مثلاً بعض انگریزوں کو قدیم سکون کے جمع کرنے کا شوق ہوا۔ ہزاروں جعلی سکّے بنا کر اس کو لائے۔ ایسے ہی صالوڈ صاحب کو یہ خط اور بہت سے نوشتے ہندوستانیوں نے جعلی بنا بنا کے دے دیے ہونگے وہ راجپوتوں کے بڑے سرپرست تھے۔ جب تک کسی نوشتہ کی سند معتبر نہو وہ پایہ اعتبار سے ساقط ہوتا ہی۔

مُسلمانوں کا جزیہ۔ مہذب قوموں میں ایک وحشیانہ ٹکیس سمجھی جاتی ہی اُن کو اور غیر قوموں کو یہ خیال ہی کہ اسلام یہ ٹکیس متعصبانہ اِس لیے مقرر کرتا ہی کہ مسلمانوں کی عزت عظمت اور تسلّط غیر قوموں پر ظاہر ہو اور یہ بھی وہ خیال کرتے ہیں کہ جزیہ مُسلمان بنانے کا ذریعہ جبراً ہی۔ جب جزیہ دینے والا جانتا ہی کہ اگر میں مُسلمان ہو جاؤنگا تو اِس محصول سے بچ جاؤنگا۔ وہ لالچ میں آن کر مُسلمان ہو جاتا ہی۔ مگر اس جزیہ کو ایسا خیال کرنا اور شریعت مصطفوی کو ایسا سمجھنا جیسا اوپر میں نے بیان کیا فقط غیر قوموں کا تعصّب مذہبی ہی۔ میں ان مباحثوں کو یہاں نہیں لکھتا جس کو اُن کو دیکھنا ہو تو سر ڈاکٹر سیّد احمد خاں اور مولوی چراغ علی مرحوم اور نواب محسن الملک اور شمس العلما مولوی شبلی اور شمس العلماء حافظ مولوی نذیر احمد کی تصنیفات میں دیکھے کہ کن براہین متین سے عیسائی متعصّبین کے اِن خیالات کا غلط و باطل ثابت کیا ہی عالمگیر نامہ میں لکھا ہی کہ جب شریعت اِسلام کے موافق ہندوُں پر جزیہ لگایا ہی تو مُسلمانوں پر زکوٰۃ بھی لگائی تھی۔ شہاب الدین طالش

تاریخِ آشام میں لکھا ہی کہ بنگالہ میں قحط میں اس زکوٰۃ نے افلاس کی مُصیبت کو اور بڑھا دیا تھا۔ دُنیا میں یہ قاعدہ ہی کہ جب بادشاہ کوئی نئی ٹیکس رعایا پر لگاتا ہی تو وہ ناراض ہوتی ہی اور واویلا مچاتی ہی کہ ہم پہلے ہی بھوکے مرے جاتے تھے یہ ٹیکس کس گھر سے دینگے۔ اِس سے سارے ملک میں فتور برپا ہوگا۔ خلقت برباد ہوجائیگی، اورنگ زیب نے جب یہ جزیہ لگایا تو ہندو اُس کے پاس واویلا کرتے ہوئے جیسے ایسے موقعوں پر بادشاہوں پاس جایا کرتے ہیں دہلی میں قلعہ کے نیچے گئے۔ بادشاہ کو گھیر لیا۔ بھیڑ بھاڑ میں دو ایک آدمی بھی پس گئے۔ یہ ایسا واقعہ عظیم نہ تھا جیسا کہ ڈرانونا دکھایا جاتا ہے۔

دوم بعض مؤرّخ مُسلمانوں کی تذلیل کے لیئے اِس بات کے دکھانے کا قصد کرتے ہیں کہ سلطنتِ مُغلیہ کا تختِ سلطنت راجپوتوں کے کندھے پر قایم تھا۔ اکبر نے راجپوتوں سے ناتے رشتے پیدا کرکے ان کے دل میں وہ مُسلمانوں کی محبّت و موانست پیدا کی کہ اِس خاندان کے بادشاہوں پر راجپوت جان و مال اور اولاد کو قربان کرنے لگے۔ اِن کے ساتھ ہو کر اپنی قوم سے لڑنے لگے عالمگیر نے اس کے برخلاف عمل یہ کیا تو وہ اُس کے دشمنوں کے مُعاون ہوگئے اس لیے سلطنت کا زوال ہوا۔ یہ بیان غلط ہی۔ اوّل تو خود عالمگیر نے راجپوتوں سے رشتے کیئے اپنے بیٹے کو راجپوتوں میں بیاہا۔ دوم مُسلمان اس قسم کی رشتہ مندی کو اپنے حق میں سمجھتے تھے کہ کیا راجپوت محکوم تھے یا اس رشتہ مندی کے سبب سے برابری کا دعویٰ کرنے لگے اور گستاخ ہوگئے۔ وہ ان راجپوتوں کی معاونت کو اپنی سلطنت کا استحکام نہیں جانتے۔ اور اکبر کی رشتہ مندی کو پسند نہیں کرتے۔

ٹوڈ صاحب لکھتے ہیں کہ عالمگیر نے جودھ پور میں آدمی بھیجکر بت خانہ ڈھوائے اور بُت تڑوا کر منگا دیے اودے پور میں بتیس پجاریوں کا خون کیا۔ غرض سارے راجپوتانہ میں، تین سو بت خانے و مندر عالمگیر نے مسمار کرائے۔ یہ تعداد کا تعین تو صاحب ممدوح کی تحقیق کا نتیجہ ہوگا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ اُس نے راجپوتانہ میں بُت خانے ڈھوائے اور اِن کے سوائے ہندوؤں کے مقدّس شہر بنارس میں بشیشور اور بندماوھو کے مندر توڑے۔ متھرا کا مندر کیشو رائے کو مسمار کرایا اور اُس کی جگہ مسجد بنوائی۔ ملتان میں بھی ایک مندر توڑا۔ ہند میں تین دریا۔ جمنا۔ گنگا۔ سندھ

ہندؤں کی بڑی پرستش گاہیں ہیں جن کے کناروں پر یہ مندر اس نے مسمار کرائے۔ دنیا کا یہ دستور چلا آتا ہے کہ جب کوئی فاتح کسی شہر اور ملک کو اپنی جان پر کھیل کر تسخیر کرتا ہے تو وہ اُس کی جان و مال کا مالک ہوتا ہے وہ انتقام کو اس طرح بھی دکھاتا ہے کہ مفتوح جن چیزوں کو مقدس جان کر اُن کے آگے سر جھکاتا ہے وہ اُن کو ناپاک و نجس سمجھکر پامال کرتا ہے۔ ان بتوں کا توڑنا بت خانوں کا ڈھانا ہندؤں کی سرکشی کی سزا تھی۔ قاعدہ ہے کہ رعایا کے دل میں بادشاہ کے سو ظلم و ستم وہ نفرت و عداوت پیدا نہیں کرتے جو ذرا سا مذہبی بغض قلبی عداوت اور دلی نفرت پیدا کرتا ہے۔ اس لیے ہندو راجپوتوں کے دل ناراض ہوئے مگر یہ لکھنا کہ راجپوتوں کی اس ناراضی سے مسلمانوں کی سلطنت میں زوال آیا غلط ہے۔ کوئی مہم اس کی ایسی نہ تھی جس میں راجپوت اس کے ساتھ شریک نہوں۔ مآثر عالمگیری میں ہر سال کے جشن میں دیکھ لو کہ کتنے راجپوت راجہ و رائے اور منصب دار بنائے جاتے تھے۔ رقعات عالمگیری کو پڑھو کہ اُس نے اپنے بیٹوں سے کتنے ہندؤں کی سفارش کی۔ اصل حال یہ ہے کہ اورنگ زیب کی یہ پابندی مذہبی تھی جس نے اُس کے سر پر تاج رکھا اور پاؤں تلے تخت سلطنت بچھایا۔ اُس کی کئی پیڑھی سے سلطنت میں ہندؤں کا عروج ہوتا جاتا تھا۔ تورانی، ایرانی، افغانی، ماورالنہری اور غیر ملکوں کے مسلمان اپنے تنزل سے اور ہندؤں کی ترقی سے زہر کھائے ہوئے بیٹھے تھے۔ اُنھوں نے اورنگ زیب کو دیکھا کہ وہ سچا دیندار مسلمان ہے۔ سارے مسلمان اُمرا اُس کے دلی خیر خواہ بنے اُس کو بادشاہ بنایا۔ شاہجہاں جیسا بادشاہ سات برس تک قیدخانہ میں پڑا رہا کسی نے اُس کی رہائی کی پیروی نہ کی۔ دارا۔ شجاع مراد برابر کے مدعیان سلطنت کو خاک میں ملا دیا وہ سچا دیندار تھا۔ اپنے دین کی پابندی سے خواہ اُس کا دنیا کا نقصان کیسا ہی ہو اُس کو وہ فائدہ سمجھتا تھا وہ مسلمانوں کی خاطرداری کے لیے جن کی عنایت سے اُس کو بادشاہی میسر ہوئی تھی ایسے احکام جاری کرتا تھا کہ ہندو اہل قلم موقوف ہوں اور اُن کی جگہ مسلمان مقرر ہوں۔ گو ایسے احکام پر اُس کی تعمیل نہیں ہوتی تھی مگر مسلمان خوش اور ہندو ناخوش ہوتے تھے۔ عیسائی

مورخ اُس کو متعصب کہتے ہیں اور جو کام اُس کے ایسے ہیں کہ بالکل تعصب سے خالی ہیں اُن کو مکرو ریا سے منسوب کرتے ہیں۔ اور شیعہ مورّخ عالمگیر کو سراپا مکر و تزویر و با تدبیر بتاتے ہیں اور عیسائی مورّخ بھی اُن کی اس تحریر کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور یہی جانتے ہیں

عیسائی مورّخوں کو سُنی مسلمانوں کی تذلیل و تضحیک کے واسطے ہمیشہ شیعہ مورّخوں کی تاریخوں سے بہت دلائل و شہادتیں ملجاتی ہیں وہ محض بے اصل ہوتی ہیں وہ صرف باہمی عداوت مذہبی کی وجہ سے گھڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اورنگ زیب جو لمبی چوڑی نمازیں پڑھتا تھا اور رمضان میں روزے رکھتا تھا تراویح پڑھتا تھا اور اعتکاف میں بیٹھتا تھا اس کا سبب یہ نہ تھا کہ وہ عابد تھا جو عبادت الٰہی کرتا تھا بلکہ وہ اِس مذہب کی آڑ میں شکار کھیلنا چاہتا تھا۔ بھائیوں کے خون کو اور باپ کی قید کو مذہبی چادر میں چھپانا چاہتا تھا۔ دنیا پرستوں کے نزدیک تو نماز پنجگانہ ہی ایک ہنسی کی بات ہے وہ اورنگ زیب کی حق پرستی اور خدا شناسی کو ریاکاری سے کب خالی سمجھتے ہیں۔ وہ اس زاہد بادشاہی کو زہد کے سبب سلطنت کی قابلیت سے خالی سمجھتے ہیں۔ اہلِ فرنگ جو اس بادشاہ کی نسبت برے خیالات ظاہر کرتے ہیں اس کے کئی سبب ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ یہاں کے عیب و صواب و نیک و بد کو اپنے ملک کے عیب و صواب کے پیمانے سے ناپتے ہیں۔ مثلاً وہ اورنگ زیب کو غاصب سلطنت کہتے ہیں کیونکہ اُن کے دستور کے موافق پسر اکبر مستحق سلطنت ہوتا ہے۔ یہاں کچھ پسر اکبر کی قید نہیں باپ کے مرنے کے بعد جو بیٹا لڑ بھڑ کر کامیاب ہوا وہ سلطنت کا مستحق سمجھا گیا۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ وہ یہاں کی بعض تحریروں کی طرز کو پوری طرح سمجھتے نہیں اور جو سمجھتے ہیں وہ غلط سمجھتے ہیں اورنگ زیب نے جو اپنے آخری وقت میں شاہزادوں اعظم اور کام بخش و معظم شاہ کو خطوط لکھے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اورنگ زیب ایسی حالت میں مرا جیسے کہ بدآدمی مرا کرتے ہیں۔

مگر جو اُن کو سمجھتے ہیں وہ اُن ہی سے جانتے ہیں کہ اورنگ زیب خدا پرست و ولی اللہ کی موت مرا۔ وہ اپنے افعال پر بھروسہ نہیں رکھتا تھا بلکہ خدا کے لطف و کرم پر۔ اِس کو کہتے ہیں کہ وہ

ہردل عزیز نہ تھا دنیا میں نیک نیت بادشاہ تھوڑے ہوتے ہیں اور اُن میں بھی جو سب سے زیادہ نیک ہوتے ہوں کچھ ضرور نہیں کہ ہردل عزیز بھی ہوں یعنی یہ کہ بادشاہ جن کاموں کو حق جانتا ہی اُنکو رعایا بھی اِس لیے حق جانے کہ بادشاہ اُن کو حق جانتا ہی۔ اورنگ زیب جس کام کو اپنے مذہب کے موافق حق جانتا تھا اُس کو کرتا تھا خواہ اِس سے کسی کا دل دُکھے یا خوش ہو۔ گو بادشاہ کو یہ بات کرنی لازم نہیں ہی اُس کو جیسا کہ ملک پر حکومت کرنے کا خیال ہوا ایسا ہی اُس کو رعایا کے دل میں محبّت پیدا کرنے کا بھی خیال ہونا چاہیئے۔ یہ سچ ہی اُس نے اپنے مذہب کی پیروی کر کے ملک پر سلطنت کی لیکن دلوں پر حکمرانی کرنے کی پرواہ نہیں کی۔ جو مورّخ اُس کو یہ کہتے ہیں کہ وہ زبردستی مُسلمان کرتا تھا بڑا جھوٹ بولتے ہیں۔

پروفیسر ارنلڈ نے اپنی کتاب دعوتِ اسلام میں لکھا ہی کہ اورنگ زیب کے فرامین اور خطوط اور رقعات کا مجموعہ جو طبع نہیں ہوا ایک صاحب کے پاس موجود ہی، اِس مجموعہ کو میں نے دیکھا ہی اور اُس میں ایک فرمان میں مذہبی آزادی کا وہ جامع اُصول درج ہی جو ہر بادشاہ کو غیر مذہب رعایا کے ساتھ برتنا لازم ہی واقعہ یہ تھا کہ ایک دفعہ ایک شخص نے بادشاہ کو اِس مضمون کی عرضی دی کہ دو شاہی ملازم جو تنخواہ تقسیم کرنے پر مقرر ہیں بادشاہ اِس بنا پر برخاست کر دے کہ وہ کافر آتش پرست پارسی ہیں اور اُن کی جگہ تجربہ کار معتمد مُسلمانوں کو مقرر کر دے کیونکہ قرآنِ شریف میں آیا ہی۔ یَا اَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاءَ (اے مومنو! مت سمجھو میرے اور اپنے دشمن کو دوست) عالمگیر نے جواب لکھا کہ مذہب کو دُنیا کے کاروبار میں دخل نہ دینا چاہیئے اور اِن میں معاملاتِ تعصّب کو جگہ نہیں مل سکتی۔ اور میں اپنی قول کی تائید میں۔ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ (تمکو تمھاری راہ اور مجھکو میری راہ)۔ نقل کرتا ہوں اور لکھتا ہوں کہ جو آیت عرضی نویس نے نقل کی ہی اگر وہی سلطنت کا دستور العمل بنایا جائے تو ہم کو اِس مِلّت کے سب اجاڑوں اور اُن کی رعیّت کو غارت کر دینا چاہیئے تھا۔ لیکن یہ کب ہو سکتا ہی۔ بادشاہی نوکریاں لوگوں کو ان کی لیاقت اور قابلیت کے موافق ملینگی اور کسی طرح کا لحاظ نہیں ہو سکتا فقط اِس کی نسبت یہ کہا جاتا ہی کہ وہ اِس شریعت

پر عمل کر کے رعیّت کا انصاف کرتا تھا جس کو رعایا مانتی نہ تھی۔ ایسی عدالت کو رعیّت اپنے حق میں ظلم و ستم سمجھتی ہی۔ یہ بات بھی اُس کی عدالت کے بیان میں دیکھ لو کہ وہ بعض معاملات کو شریعت کے موافق اور بعض کو آئین و قوانین سلطنت کے موافق فیصلہ کیا کرتا تھا۔

اِس کی ساری تاریخ شہادت دیتی ہی کہ کبھی اُس نے یہ نہیں کیا کہ کسی ہندو کو اس کے مذہب کی وجہ سے مارا ہو یا پکڑا، جکڑا، لوٹا، کھسوٹا ہو، کسی اِس کی آبائی رسوم علانیہ عبادت کی روک ٹوک کی ہو۔ اِس کا سبب بد بین کہتے ہیں کہ اُسکی دادی ہندنی تھی اُس کا اثر یہ تھا کہ کسی ہندو کو نہیں مارا مار اگھونٹا بھوئی ٹا نکہ۔ وہ اپنے اِس اُصول کا پابند تھا جس کو فرمان مذکور میں خود اُس نے بیان کیا۔

اِس کے ذمہ یہ بھی الزام لگایا جاتا ہی کہ اُس کی سلطنت بدگمانیوں کا ایک متواتر سلسلہ تھا۔ ہر عہدہ دار کے پیچھے جاسوس لگے رہتے تھے۔ ایک مُہم میں کئی شریک کیئے جاتے تھے۔ یہ اُسکی بدظنی نہ تھی بلکہ یہ اُسکے پردادا اکبر کا ضابطہ تھا کہ ایک مہم میں دو مہتمم کار اِس سبب سے جایا کریں کہ اگر ایک مرجائے یا بیمار ہو جائے تو اُس کی جگہ دوسرا مہتمم موجود ہو۔ اور یہ بھی کہ اگر ایک کی نیت میں فساد آئے تو دوسرا اُس کا علاج کر دے۔ اس پر اس کا عمل تھا۔

عالمگیر میں ایک ملکہ خداداد تھا کہ وہ مردم شناس بڑا تھا وہ خوب سمجھتا تھا کہ سیمائے آدم آئینہ حال باطن ست۔ جب وہ کسی نوکر کی نیت بگڑتی ہوئی دیکھتا اُسی وقت تاڑ جاتا اور اِس کا علاج کرتا۔ وہ معتمد آدمیوں کا قدر شناس بڑا تھا۔ عبدالرزاق لاری کی کیسی خاطرداری فقط اِس سبب سے کی کہ وہ قابلِ اعتماد تھا۔ جو مورخ یہ کہتا ہی کہ نوکروں نے اِس سبب سے کہ اورنگ زیب پورا اعتبار کسی پر نہیں کرتا تھا۔ اُس کی بُری طرح خدمت گزاری کی وہ اپنے اوپر ہنسوا تا ہی اگر اُس کے نوکر خدمت گزار نہ ہوتے تو کیسے اُس کو بادشاہ بناتے اور سلطنت کی وسعت ایسی بڑھاتے جو کسی بادشاہ کو میسّر نہیں ہوئی۔ انسان کے اعتماد اور اعتبار کی تکمیل کا اندازہ پیمانہ عالمگیر کے ذہن میں تھا اُس سے وہ آدمیوں کے اعتبار کو ناپتا تھا۔ اِسلیئے وہ اُن کو بتاتا تھا اور لکھتا تھا۔

آدم خوب الناس درکا لمعدوم ۵

انچہ بر جستیم و کم دیدیم و بسیار رست و نیست          نیست جز انسان دریں عالم کہ بسیار رست و نیست

اُس نے لکھا ہی کہ ہر چند جوہر دیانت و امانت در خلقت انسانی جبلی ست بہر کہ حق تعالی کرامت کردہ باشد اما ہمت و انصاف آثار را نیز دخلے ہست کہ نوکر را مرفہ الحال و از وجہ معاش بمقدار احوال فارغ البال دارد تا ضروریات عالم تعلق خلل انداز اعتقاد او نشود۔ ع

کہ مزدور خوش دل کند کار بیش

اونگ ٹن صاحب لکھتا ہی کہ اورنگ زیب عدالت کا سمندر تھا۔ ذلیل سے ذلیل آدمی کی فریاد اِس طرح سنتا جسطرح کہ ایک بڑے امیر کی۔ سب امیر اُس سے خایف رہتے ہیں کہ وہ اپنے کاموں کو احتیاط سے کرتے ہیں اور اُن کو جس کسی کا دینا ہو ادا کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہی کہ مسلمانونکے نزدیک تو اورنگ زیب بادشاہ کے افعال زوال سلطنت مغلیہ کا سبب نہیں ہو سکتے۔ وہ تو اسکو سب بادشاہوں میں اعلیٰ اور اکبر سے بہتر جانتے ہیں۔ ولی سمجھتے ہیں اب بھی وہ خلد آباد اورنگ آباد میں قبر میں ایسا پڑا ہی جیسا کہ تخت سلطنت پر بیٹھا ہی اُسکی زندگی میں جو لوازم تسلیم و کورنش تخت کے آگے ادا کیے جاتے تھے اب اُسکی قبر پر ادا کیے جاتے ہیں باقی انگریزی و شیعہ مورّخ اپنے خیال کے موافق اُسکی نسبت جو باتیں بیان کرتے ہیں وہ اوپر کے بیان سے ثابت ہوا ہو گا کہ صحیح استناد و استشہاد پر مبنی نہیں ہیں اصل سبب سلطنت مغلیہ کے زوال کا یہ تھا کہ کوئی بادشاہ خاندان تیموریہ کا اُسکے بعد سلطنت کے لائق نہیں پیدا ہوا۔ اس کے بعد جو شاہ عالم جانشین ہوا اوّل تو تعجب یہ ہی کہ ایسے سُنّی باپ کا بیٹا شیعہ ہو۔ پھر اُسکی عقل و لیاقت باوجودیکہ اُس نے باپ دادا کی سلطنت کا زمانہ دیکھا تھا ایسی نہ تھی کہ وہ اس سلطنت وسیع کا انتظام کرتا جسکو اکبر، جہانگیر، شاہجہان، عالمگیر جیسے دانشمند بادشاہوں اور اُسکے عاقل فرزانہ امیروں و وزیروں نے قایم کیا ہو۔ سلطنت عالمگیری کا انتظام تو وہی بادشاہ کر سکتا تھا جو دوسرا عالمگیر ہوتا۔ اُسکے نالایق و دیوانے بیٹوں سے سلطنت نہ سنبھل سکی جسکا ناحق الزام باپ پر لوگ لگانے لگے عالمگیر کے مرنے کے بعد خاندان تیموریہ میں ایک متنفس بھی ایسا پیدا نہوا کہ اُسکی طبیعت امور سلطنت سے مناسبت رکھتی اور دل و دماغ شاہانہ رکھتا شاہی کے اعتبار سے وہ بالکل بانجھ ہو گیا۔

# محمد اعظم شاہ کا سکہ لگانا اور خطبہ پڑھوانا اور دل کی مراد پر پہنچنا اور شاہ عالم کا بادشاہ ہونا

ہم نے بیان کیا ہی کہ محمد اعظم شاہ مالوہ کی صوبہ داری پر بادشاہ سے رخصت لیکر گیا تھا وہ بیس کوس پر پہنچا تھا کہ باپ کا انتقال ہوا اسکی سگی بہن زیب النسا نے قاصد کو دوڑا کر شاہزادہ کو بادشاہ کے انتقال کی خبر دی شاہزادہ یہ خبر سنتے ہی راتوں رات لشکر میں آیا۔ اُمرا نے مراسم تہنیت و تعزیت کو ادا کیا جب کفن دفن سے فراغت ہوئی تو شاہزادہ نے امرا حاضرین و خدمۂ محل کی تسلی اور تالیف قلوب کی اور کمیت خزانہ و جواہر خانہ و توپخانہ اور اور کارخانجات کی خبر کی۔ باربردار اور مایحتاج سفر کے سرانجام کرنے کا حکم دیا۔ منجموں کے کہنے سے جلوس کے لیے۔ دہم ذی الحجہ ۱۱۱۸ھ مقرر ہوئی۔ شاہزادہ بیدار بخت جو احمد آباد میں تھا اُسکو اپنی نیابت میں مقرر کیا۔ اور جب ابراہیم خاں صوبہ دار گجرات آگیا تو شاہزادہ کو یہ حکم ہوا کہ سرحد مالوہ پر پہنچکر حکم کا منتظر رہے۔ ابراہیم خاں نے احمد آباد میں پہنچکر مراد خاں کی معرفت محمد اعظم کا حکم بیدار بخت پاس پہنچایا تو اُس نے کہا کہ محمد مراد خاں تم تحقیق جانو کہ ہندوستان کی سلطنت کا کام ابتر ہوگیا عالمگیر بادشاہ کی قدر خلقت نہیں جانتی تھی اب اُس سے زیادہ کچھ نہیں ہی کہ چند روز میرے باپ کو سلطنت نصیب ہو اور خوں ریزی ہو۔ اب عید الضحےٰ آئی ابراہیم خان ناظم کو یہ فکر ہوئی کہ خطبہ کس کے نام کا پڑھوایا جائے۔ مگر آخر کو یہ فیصلہ ہوا کہ اس سبب سے کہ عالمگیر کے واقعہ کی خبر عالمگیر نہیں اِسی کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ ابراہیم خاں اعظم خانی کہلاتا تھا وہ چاہتا تھا کہ بیدار بخت کو حکم ہو کہ وہ آگرہ جائے تو میں اُس کے ساتھ جاؤں۔ اگر اعظم شاہ کو بیدار بخت سے دل میں دوست نہوتا اور اُسکو اکبر آباد بھیجتا جہاں بیدار بخت کا خسر ممتاز خاں صوبہ دار تھا اور وہاں نو کڑوڑ روپیہ سوا اشرفی و روپیہ غریب نواز کے کہ پانسو تولہ وزن میں تھا و طلا و نقرہ آلات غیر مسکوک کے موجود تھا وہ ہاتھ آتا۔ قلعہ دار منتظر تھا کہ دارثان ملک میں سے جو پیشتر آئے اُسکو خزانہ و قلعہ حوالہ کرے۔ یہ کام مصلحت عقل اور رائے صائب کے موافق تھا مگر تقدیر الٰہی میں کچھ اور تھا+

کام بخش باپ سے رخصت ہو کر قلعہ پرینڈہ میں کہ چالیس پچاس کوس کی مسافت پر تھا پہنچا کہ بادشاہ کے واقعہ ناگزیر کی خبر اُسکو ہوئی۔ محمد امین خاں ایک جماعت کو ہمراہ لیکر اعظم شاہ کی خدمت میں آیا۔ اُس سے کام بخش کے لشکر میں تفرقہ و فساد پیدا ہوا۔ احسن خاں باقی ہمراہی لشکر کو تسلی دے کر قلعہ بیجاپور پر تصرف کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ جب قلعہ کے پاس آیا تو نیاز خاں قلعہ دار نے احسن خاں کی حسن سعی و تدبیر سے قلعہ کی کنجیاں بھیجدیں اور کام بخش کی خدمت میں آیا۔ دو مہینے بعد یہاں کے بندوبست سے خاطر جمع کر کے احسن خاں کو منصب پنجہزاری سے سربلند کیا اور بخشگری پر مستقل اور حکیم محمد محسن کو قلمدان وزارت عطا کیا اور تقرب خاں کا خطاب دیا اور اُمرا کو خطاب و منصب عطا کیے اور جشن جلوس کیا۔ خطبہ میں اپنا لقب دین پناہ پڑھوایا اور سکہ میں یہ شعر مشکوک کرایا ؎

در دکن زد سکہ برخورشید و ماہ ۔ بادشاہِ کام بخشِ دیں پناہ

جب سات آٹھ ہزار سوار جمع ہو گئے تو قلعہ واکنکیرہ کی تسخیر کی طرف کام بخش متوجہ ہوا۔ سید نیاز خاں ایک دو منزل ساتھ گیا اور بعد ازاں وہ اعظم شاہ کی خدمت میں چلا گیا تو کام بخش گلبرگہ میں آیا اور قلعہ پر تصرف کیا گیا اور سید جعفر کو قلعہ دار کیا۔ اور پھر قلعہ واکنکیرہ پر متوجہ ہوا جو عالمگیر کی وفات کے بعد پریا نایک کے قبضہ میں آ گیا تھا۔ احسن خاں نے قلعہ کا چند روز تک محاصرہ رکھا اور اُسکو تسخیر کر لیا قلعہ دار قلعہ چھوڑ کر ملک گیری میں مصروف ہوا، تقرب خاں اور احسن خاں میں ہمچشمی کے سبب سوء مزاج باہم ہوا تقرب خاں نے گلبرگہ کی قلعہ داری پر سید جعفر کی جگہ جو احسن خاں کی تجویز سے ہوا تھا دوسرا آدمی بھیجا اُس نے عمل دخل نہ دیا۔ کام بخش یہاں گلبرگہ میں آیا تو جعفر خاں نے قلعہ کے حوالہ کرنے میں چند روز ایستادگی کی جسکے سبب سے احسن خاں کی بدنامی ہوئی۔ گنج احسن خاں ایک بازار تھا جس میں محصول کی معافی کا قول دیکر رسید جمع ہوتی تھی تقرب خاں نے کام بخش سے کہا کہ بازار گنج احسن خاں سے بازار گنج بادشاہی کی کساد بازاری ہوتی ہے تو کام بخش بازار احسن خاں کی آبادی کا مانع ہوا تو احسن خاں نے اپنے بازار کا جھنڈ توڑ کے تقرب خاں پاس بھیجدیا۔ پھر کام بخش نے احسن خاں کی تسلی کر کے قلعہ کرنول کی تسخیر کے لیے معین کیا۔ یہاں یوسف خاں فوجدار اور قلعہ دار

کام بخش کا جلوس و احوال

تھا اور اپنے چھوٹے بیٹے کو بطور تورہ کے اُس کے ہمراہ کیا۔ یوسُف خاں نے احسن خاں کو سرکار کے لیے تین لاکھ روپیہ دیے کر راضی کیا۔ اور بلا کو سر پر سے ٹالا۔ پھر وہ ارکاٹ کی طرف ملک ملک گیری کے لیے تعین ہوا اِس ضلع کا داؤد خاں افغان فوجدار تھا مگر احسن خاں نے یہاں بڑی جانفشانی کی گو لشکر پر عسرت کے سبب فاقہ کی نوبت تھی۔ باقی حال کام بخش کا اپنے محل پر بیان ہوگا

اعظم شاہ نے تخت پر جلوس کیا اور سکہ کو اِس شعر سے رونق دی ؎

سِکّہ زد در جہاں بدولت و جاہ ⁂ بادشاہ ممالک اعظم شاہ

اُمرائے بادشاہی اور اکثر امیرانِ ہمرکاب کی خلعت و جواہر و اضافہ و وعدہ وعید لطف آمیز سے نوازش کی گئی۔ وسط ذی الحجہ میں جمدۃ الملک امیر الامرا اسداللہ خاں و ذوالفقار خاں بہادر نصرت جنگ اور اور اُمرائے نامی جو بادشاہ مغفور کے رکاب میں تھے اِن سب کو اعظم شاہ ہمراہ لیکر شاہ عالم کے مقابلہ کے قصد سے چلا۔ محمد امین خاں اور چین قلیچ خاں مخاطب بہ خاندوران خاں نے اعظم شاہ کے بعض وضع و سلوک سے افسردہ خاطر ہو کر ترک رفاقت کی اور اورنگ آباد میں وہ آئے اور اکثر پرگنات میں قابض و متصرف ہوئے۔

اعظم شاہ کا کوچ

شاہ عالم بہادر شاہ کا حال

شاہ عالم پاس مُنعم خاں کو بادشاہ مرحوم نے بھیجا تھا اُس نے شاہزادہ کی خدمت میں ایسی رسوخ خدمت بہم پہنچائی کہ شاہزادہ نے لاہور میں اپنی جاگیرات کی دیوانی بھی اُسکو عنایت کی جب عالمگیر کی علالت کے امتداد کی خبر مُنعم خاں کو معلوم ہوئی تو اُس نے باربردار و اسباب سفر مہیا کیا اور جنگ سلطانی کے لیے اونٹوں کی قطاریں اور توپ کشی کے لیے بیل اور ضروری مایحتاج براہ لاہور او پشاور میں چھپے چھپے جمع کیے کہ بروقت کام آئیں پشاور میں ۲۷۔ ذی الحجہ کو بادشاہ کے مرنے کی خبر شاہ عالم کو معلوم ہوئی۔ وہ اُسی روز کوچ کی فکر میں ہوا۔ اور امیروں تابعوں کی طلب میں فرمان جاری کیئے اور کوچ کیا۔ لاہور کے نزدیک مُنعم خاں چالیس لاکھ روپیہ لے کر شاہ عالم کی خدمت میں آیا۔ اور تسلیمات سلطنت بجا لایا۔ شاہ عالم نے بھی اُس کو وزارت کی مبارکباد دی۔ سلخ محرم یا غرّہ صفر کو نواح لاہور میں مقام کر کے اپنے خطبہ اور سکّہ کا حکم دیا اور اُمرا نذر نیاز کے ساتھ

تسلیمات مبارکباد بجالائے۔ شاہ عالم نے حکم دیا کہ روپئے کے وزن میں نیم ماشہ بڑھا کر میرے نام کا سکّہ لگایا جائے۔ مگر ارباب طلب کی تنخواہ میں دادوستد پہلے ہی سکّے کے وزن کے موافق ہوتی اِس لیے یہ سِکّہ رائج نہ ہوا۔ یہاں اِس کا بیٹا محمد معزالدین صوبہ دار ملتان بھی آگیا اور اسکو بست پنجہزاری پانزدہ سوار کا منصب عنایت ہوا۔ اور محمد عظیم کی ہیجدہ ہزاری پانزدہ سوار کا منصب غائبانہ عطا کیا اور اُس کو حکم دیا کہ وہ اکبرآباد میں بنگالہ سے آئے۔ بہت امیروں کو منصب عنایت کیے اور خزانہ لاہور سے چالیس لاکھ روپیہ لیکر کوچ کیا سہرند میں اٹھائیس لاکھ روپیہ وزیر خاں صاحب مدار سہرند نے پیشکش میں دئیے۔ شاہ عالم اواخر صفر میں شاہجہان آباد کے حوالی میں آیا۔ بادشاہزادہ محمد عظیم عظیم الشان بیس ہزار سوار لے کر محمد بیدار بخت کے پہنچنے سے پہلے اکبرآباد میں آگیا۔ اُس نے مختار خاں صُوبہ دار کو مغلوب بے دخل و محصور کرکے اِس کا مال ضبط کیا۔ باقی خاں قلعہ دار کو خزانوں کی کنجیاں کے سپرد کرنے کا حکم دیا۔ قلعہ دار نے خزانے کے سپرد کرنے میں یہ عُذر کیا کہ اگرچہ قلعہ اور خزانے دونوں وارث تاج و تخت سے تعلق رکھتے ہیں لیکن جو پہلے آجائیگا اُس کو خزانے کی کنجیاں اور قلعہ سپرد کردونگا۔

جب شاہزادہ کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ مختار خاں قید ہوا اور باقی خاں مطیع اور اکبرآباد تسخیر تو شاہ عالم نے شادیانے بجانے کا حکم دیا۔ شاہجہان آباد سے تیس لاکھ روپیہ لے کر اوائل ربیع الاوّل میں اکبرآباد کی طرف کوچ کیا اور وسط ماہ مذکور میں وہ باغ دہرہ نواح اکبرآباد میں آگیا۔ باقی خاں قلعہ دار نے قلعہ اور خزانوں کی کنجیاں۔ بادشاہ کی خدمت میں بھیجدیں شاہجہان نے خزانہ میں یہاں چوبیس کڑوڑ روپیہ جمع کیا تھا۔ جس میں سے مُہم دکن میں اورنگزیب نے بہت روپیہ خرچ کیا بعد اِس خرچ کے نو کڑوڑ روپیہ سوائے طلا آلات و نقرہ غیر مسکوک کے باقی تھا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ تیرہ کڑوڑ روپیہ تھا اس میں اشرفی و روپیہ غریب نواز کہ سو تولہ سے پانچ سو تولہ تک مخصوص انعام مسکوک سے تھا اور بارہ و تیرہ ماشے اشرفیاں محمد اکبر شاہ کی بھی موجود تھیں۔ شاہ عالم نے حکم دیا کہ چار کڑوڑ کے

روپئے اشرفیاں خزانہ سے نکالی جائیں۔ تین شاہزادوں میں سے ہر ایک کو جو ہمرکاب ہیں تین تین لاکھ روپیہ دیا جائے۔ تین لاکھ روپیہ خاں زمان بہادر کو مع پسروں کے اور ایک لاکھ روپیہ سادات بارہ کو اور ایک لاکھ روپیہ آغر خاں اور اُس کے ہمراہی مغلوں کو اور اسی طرح اور بندہ ہائے بادشاہی کو جو ہمرکاب ہیں اور نوکران سابق کو آٹھ نو مہینے کی طلب اور نئے ملازموں کو دو ماہہ اور توپ خانہ اور تمام کارخانوں کے ملازموں اور خدمۃ محل کو سہ ماہہ دیا جائے۔ اور ایسے ارباب طلب اور صاحب ریاضت درویشوں کو بہت روپیہ دیا گیا۔ یوں دو کروڑ روپیہ تقسیم کیا گیا۔ خاں زماں کو پنج ہزاری پنج ہزار سوار کا منصب ملا اور وزارت حوالہ کی اور صاحب السیف والقلم وزیر با فرہنگ جملۃ الملک بہادر ظفر جنگ کا خطاب دیا۔ فوج کا ہراول مقرر کیا اور فوج بندی کی ترتیب دی۔ جرانغار و برانغار و التمش و قول و چنداول میں امرائے کارزار نامور مقرر ہوگئے۔ آغر خاں کو قراول مقرر کیا۔ بادشاہزادہ محمد عظیم آٹھ نو کروڑ روپیہ اور ایک قول کے موافق گیارہ کروڑ روپیہ صوبہ بنگالہ کا زر فراہم شدہ ساتھ لایا تھا اُس نے تیس ہزار سوار کی موجودات باپ کو دکھائی۔ قیاساً اسی ہزار سوار تھے۔

محمد اعظم شاہ توپخانہ اور پینتیس ہزار سوار موجودی کو بحساب فوج بندی اسی نوے ہزار سوار ہوتے ہیں ہمراہ لے کر بھائی سے لڑنے چلا۔ اگرچہ وہ عطائے اضافہ و ترقی مراتب اور عنایات سے امرا کا جذب قلوب کرتا تھا لیکن تقسیم دادنی و طلب سپاہ و عطائے مساعدہ و انعام نقد میں بہ سبب خزانہ کی قلت کے امساک کو کار فرما ہوتا۔ اُس کو اپنی تہوری کا غرور اتنا تھا کہ وہ عدم احتیاج لشکر اور طرف ثانی کی نامردی کے باب میں کلمات درشت زبان پر لاتا۔ فی الحقیقت اس قدر خزانہ بھی اُس پاس نہ تھا کہ وہ کشادہ پیشانی سے خرچ کرتا۔ علاوہ اس کے درشت گوئی اور کج خلقی کا رویہ اس کا ایسا تھا کہ جس سے ہمراہیوں کی خراش خاطر اور دل افسردگی ہوتی۔ محمد اعظم گوالیار میں آیا۔ یہاں اُس کو معلوم ہوا کہ شاہ عالم اور محمد عظیم بڑے لشکر کے ساتھ اکبر آباد میں موجود ہیں۔ اپنی سگی بہن زیب النسا بیگم اور فضول اسباب کو قلعہ گوالیار میں چھوڑا۔ کچھ روپیہ سپاہ میں تقسیم کیا اور شاہزادہ بیدار بخت کو ہراول کیا۔ اور پچیس ہزار سوار لے کر اکبر آباد کی طرف متوجہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ محمد اعظم کے ساتھ پچاس ہزار

سوار تھے لیکن یہاں خزانہ کی تنگی کے سبب سے سپاہیوں کے زر دینے میں امساک ہوتا تھا اور طرف ثانی میں زرپاشی اور گنج بخشی کی شہرت تھی۔ اکثر سپاہ اور تمن دار با نام و نشان متفرق ہو کر شاہزادہ محمد عظیم الشان کی طرف چلے گئے۔

کہتے ہیں کہ محمد اعظم شاہ کے گوالیار میں آنے کی خبر جب شاہ عالم کو ہوئی۔ اُس نے بھائی پاس یہ نامہ نصیحت آمیز بھیجا کہ پدر بزرگوار نے اپنے خط مبارک سے وصیت نامہ تقسیم ملک کے باب میں لکھا ہے کہ دکن کے کُل چھ صوبوں میں چار صوبے مع صوبہ احمد آباد کے تم کو دیئے جائیں۔ اِن کے سوا میں ایک دو اور صوبے تمہاری تواضع کرتا ہوں اور یہ نہیں چاہتا کہ مسلمانوں کی خوں ریزی ہو۔ اہل اسلام کے نزدیک ایک ایک مسلمان کے ناحق خون کے کفارہ میں خراج ملکی دیں تو اُس کی تلافی نہیں ہو سکتی باپ کی وصیت کے موافق راضی ہو کر فساد و آشوب کے دفع میں کوشش کرو اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اُس نے یہ پیغام دیا کہ اگر زیادہ طلبی اور بے انصافی سے ہاتھ نہ اُٹھاؤ گے اور باپ کے ارشاد کے موافق جو خداوند مجازی ہے اور جس نے خداوند حقیقی کے حکم کے موافق وصیت کی ہے اس پر راضی نہو گے اور اپنی شجاعت و تہوری کے اظہار کے لئے شمشیر خلاف غلاف سے نکالو گے تو کیا لازم ہے کہ ملک فانی کے لئے جس پر باہم نزاع ہے ہم تم اپنی شامت سے ایک عالم کو زیر تیغ لائیں۔ بہتر یہ ہے کہ ہم تم بہ نفس واحد میدان معین میں مقابلے میں آئیں ؎

بہ بینیم کز ما بلندی کراست

بادشاہ حقیقی کس کی اعانت کرتا ہے۔ تم اپنی تلوار کے مقابل میں کسی دوسرے کی حقیقت نہیں سمجھتے تمہارے لئے اس کارزار میں فائدہ ہے۔ پھر دیکھئے واہب بے منت کس کی یاوری کرے۔

محمد اعظم کی شجاعت مشہور تھی۔ شاہ عالم تا بمقدور جنگ میں اقدام نہیں کرتا تھا اور مسلمانوں کی خوں ریزی پر راضی نہیں ہوتا تھا۔ لیکن دشمن کے ساتھ کارزار اور مقابلے میں اُس کی استقامت اور حوصلہ میں خلل نہیں پڑتا تھا۔ کبھی کبھی وہ یہ کہا کرتا تھا کہ ہمارا بھائی شجاعت، و پر دلی میں ایسا غرہ رکھتا ہے کہ شاید حملہ اول میں تیز جلوی سے اپنے تئیں تہلکہ میں ڈالے اور اغلب ہے کہ اپنے

غرور کی وجہ سے آرزو ہے سلطنت اپنے ساتھ لے جائے۔

غرض جب بڑے بھائی کا یہ نامہ وپیغام اعظم شاہ پاس پہنچا تو برآشفتہ ہو کر اُس نے کہا کہ اس عقل و ہوش باختہ نے گلستاں بھی نہیں پڑھی جس میں شیخ سعدی شیرازی نے لکھا ہے کہ دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجند و دہ درویش در گلیمے بخسپند۔ اور آستین چڑھا کر یہ شعر پڑھا ؎

چو فردا برآید بلند آفتاب
من و گرز و میدان و افراسیاب

جب بہادر شاہ کے جاسوسوں نے خبر دی کہ محمد اعظم شاہ کی فوج کا ہراول آب چنبل پر جو اکبر آباد سے اٹھارہ کوس ہے آگیا ہے اور وہ اس دریا پر تصرف کرنا چاہتا ہے تو اُس نے حکم دیا کہ خانہ زاد خاں وصف شکن خاں داروغہ توپ خانہ اور آغر خاں قراول جاکر معبر آب پر تصرف کریں اور دشمن کی فوج کو دریا سے نہ اُترنے دیں۔ ان دنوں میں شاہ عالم سے عرض ہوا کہ محمد اعظم شاہ چاہتا ہے کہ سموگڈھ کی طرف کے گھاٹ سے اُتر کر آئے اور اکبر آباد کو پشت کی طرف چھوڑ کر مقابلہ کرے شاہ عالم نے حکم دیا کہ سرائے جاجو کے نزدیک پیش خیمہ کھڑا کیا جائے۔ رستم دل خاں اور دو تین امیروں کو مقرر کیا کہ غنیم کی فوج کی خبر متواتر پہنچاتے رہیں اور آپ شکار کے لئے سوار ہوا۔ شاہزادہ محمد عظیم کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ مستعد جنگ رہے اور فوج خصم کے ساتھ مقابلہ میں مشغول ہو۔ خان زمان کو مامور کیا کہ فوج بندی میں مشغول ہو اور ہر وقت محمد عظیم کی کمک کرے اور اپنی باقی تین شاہزادوں کو جرانغار و برانغار و التمش مقرر کیا۔ اور ہر ایک کو ایک ایک طرف بھیجدیا کہ وہ فوج خصم سے کارزار کے لئے مستعد رہے۔

محمد اعظم خاں نے اپنی فوج کی آرائش کی اور از راہ تہوری جیسے شیر غراں گوسفندوں کے گلہ کی طرف جاتا ہے وہ شاہ عالم کی فوج کی طرف چلا۔ شاہزادہ بیدار بخت نے سبقت کر کے پیش خانہ بہادر شاہی پر حملہ کیا اور اُس کو آگ لگا کے جلا دیا۔ تھوڑی سی فوج جو مقابل آئی اُسکو ہزیمت دی عظیم الشان کہ مقدمۃ الجیش پر تھا وہ کچھ آگے چلا اور باپ کا انتظار کیا جو شکار گئی

میں مشغول تھا۔ جب باپ کو یہ خبر ہوئی تو وہ مع شاہزادہ محمد معزالدین اور تمام ارکانِ دولت کے ساتھ اپنے فرزند کی مدد کو آیا۔ مخالفوں کے دفع کرنے میں جرأت کی۔ اعظم شاہ نے بڑے بیٹے بیدار بخت کو مقدمۃ الجیش بنایا اور بادشاہزادہ والاجاہ کو دست راست پر تعین کیا۔ شاہزادہ عالی تبار کو کہ خردسال تھا اپنے ساتھ ہاتھی پر بٹھایا۔ مقدر یہی تھا کہ ہندوستان کی سلطنت بہادر شاہ کو نصیب ہو اس اثنا میں ایسی تند ہوا اعظم شاہ کی فوج کے منہ پر اور مخالف کی پشت پر چلنی شروع ہوئی کہ بادِ عاد کو یاد دلاتی تھی۔ ذوالفقار خاں نصرت جنگ نے ازراہِ دولت خواہی عرض کیا کہ اب دوپہر ہوگئی اور ہوا ابھی تند چل رہی ہے اور آصف الدولہ اسد خاں اور آتش خانۂ گراں گوالیار میں ہیں اس صورت میں جنگ میں قدم رکھنا صلاح وقت نہیں ہے اور اسی قدر غلبہ کو کہ خصم کے پیش خیمے کو جلا دیا ہے اور آدمی کو منہزم کیا ہے۔ فتح سمجھ کر اپنے خیمے میں نزول فرمائیں۔ کہ کل لشکر اور اسباب آجائے گا خاطر جمع سے مخالف پر تاخت کرینگے۔ اعظم شاہ کو شجاعت اور رفقاے قدیم پر ایسا تکیہ تھا کہ وہ اُس کے جواب پر ملتفت نہیں ہوا۔ اور جب دوبارہ اُس نے کہا تو خشونت سے یہ جواب دیا کہ بہادر جی تم اپنی جان بچا کر جہاں چاہو چلے جاؤ۔ ہم تو اس گل زمین سے ہل نہیں سکتے۔ بادشاہوں کے لئے تخت ہے یا تختہ۔ سپہ سالار نے کہا کہ جب حضور بندہ کی سنتے نہیں تو میں رخصت ہوتا ہوں۔ اعظم شاہ نے اُس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ ذوالفقار خاں اپنے باپ آصف الدولہ اسد خاں پاس جو بنگاہ میں پیچھے تھا چلا گیا۔ اعظم شاہ نے اپنی پہلی طرح ستیز و آویز میں اصرار کیا۔ دوڑتا ہوا دشمن پر چڑھا۔ مقابلہ سے مقاتلہ پر نوبت آئی۔ طرفین کے پُردلوں نے مردی اور مردانگی کی داد دی لیکن مقابل کی ہوا کی شدت نے اور گرد و غبار کی کثرت نے عرصۂ کارزار کو آدمیوں کی آنکھوں میں ایسا تیرہ و تاریک کیا کہ قریب سے بھی حریف و رفیق میں تمیز نہیں ہوتی تھی۔ جو تیر اعظم شاہ کے لشکر سے آتا تھا وہ ہوا کی مدد سے محمد اعظم کے لشکر کے زرہ و بکتر کے پار جاتا تھا۔ اور سنگ ریزہ جو باد صرصر سے اُڑ کر اس لشکر میں آتا تھا وہ چھرّہ کی طرح چہرہ پر لگتا تھا۔ اور برخلاف اس کے بان و تیر و گولہ لشکر محمد اعظم شاہ سے پھینکا جاتا تھا ہوا کی مخالفت سے فوج خصم میں پہنچتا ہی نہ تھا۔ چند قدم چل کر

زمین پر گر پڑتا تھا۔ اس گرد و باد نے اعظم شاہ کے لشکر کی آنکھوں کے آگے جہان کو سیاہ کر دیا تھا۔ باوجود شاہ عالم کی فوج کے غلبہ کے اولاد مغلیہ میں محمد اعظم شاہ کے حملہائے رستمانہ نے کارنامۂ بہادری پر زخمہائے کاری سے سکہ و مہر ختم بہادری کو لگایا۔ ایسی کوشش کی کہ آج کے دن تک یہ جنگ ہندوستان میں بہت عظمت کے ساتھ مشہور ہے۔ اس اثنا میں منور خاں بہادر اور خان عالم بہادر دکھنی نے کہ اپنے قوم کے رئیس اور شجاعت و قوت میں جمہور میں مشہور تھے یہ کہا کہ ہم میدانِ رزم کو مجلسِ شادی اور بزم کتخدائی جانتے ہیں اور لباس زرتار پہنتے ہیں ہمارے پانچ ہزار سوار اپنے سرداروں کے اتباع سے دستار زرتار بادلہ سر پر پہنے ہوئے اپنی خوں فشانی پر اور اعدا کی جاں ستانی پر مستعد ہو رہے ہیں۔ اعظم شاہ پاس آن کر انہوں نے عرض کیا کہ ہم کو سواری اسپ کا حکم ہو کہ ہم اپنے ہمراہیوں کو لے جا کر میدان داری کی راہ و رسم اور گھوڑوں کی جولانی اور اعدا کی جاں ستانی اور ولی نعمت کی راہ میں سربازی دوست دشمن کو دکھلائیں۔ اعظم شاہ اُن کے مخالفوں کی بدگوئی کے سبب سے اُن کی طرف بدگمان تھا۔ اُس نے قبول نہیں کیا۔ اُس نے اُن کو ہاتھیوں پر جن کے فیل بان سرکاری مقرر تھے بٹھلائے رکھا۔ مجبور لسواری فیل مع ہمراہیوں کے لشکر محمد عظیم کے ہراول سے لڑے۔ حسین علی خاں وغیرہ اولاد سید میاں مخاطب عبداللہ خاں اپنی جمعیت کے ساتھ اُن کے روبرو آئے۔ خان عالم کے بہت رفیق کشتہ و زخمی ہوئے۔ حسن علی خاں اور اُس کے بھائی اور اکثر ملازم زخمہائے کاری اُٹھا کر خاک و خوں میں غلطاں ہوئے۔ خان عالم چند آدمیوں کے ساتھ عظیم الشان کے ہاتھی کے مقابل پہنچا اور نیزہ جس کو ہندی میں بلّم کہتے ہیں ایسا مارا کہ اُس کی اَنی ہاتھی کے ہودہ کے پیچھے کے تختہ کے پار ہوئی۔ عظیم الشان پہلو تہی کر کے بچ گیا۔ خان عالم کو عظیم الشان کے رفقا نے مار ڈالا۔ اس حال میں بیدار بخت جو اعظم شاہ کا مقدمۃ الجیش تھا اس جہان فانی سے گزرا اور اُس کے بعد والا جاہ بھی عالم جاودانی کو دوڑا۔ اعظم شاہ نے اپنے بیٹوں کے مرنے کی خبر سن کر علی الخصوص بیدار بخت کی جس کو وہ بہت ہی عزیز رکھتا تھا آہِ سرد دل پُر درد سے کھینچی اور کہا کہ اب مجھے زندگی و فتح در کار نہیں ہے۔ میرے ہاتھی کو بھائی کے ہاتھی کے مقابل لاؤ۔ دوسری طرف سے کمانداز اعظم شاہ پر تیر اندازی

کیا کرتے تھے۔ بلنہ برساتے تھے۔ اس سبب سے اعظم شاہ کے اکثر ملازم مقتول و مجروح ہوئے۔ باوجود اس کے اعظم شاہ اپنی شجاعت و استقلال کو نہیں چھوڑتا تھا۔ مخالف کے سر پر حملہ آور تھا۔ اور بڑی جرأت سے تیر چھوڑتا تھا۔ اور شاہزادۂ عالی تبار کو کہ ہمراہ تھا شفقت اور مہر پدری سے سپر کے نیچے سلا رکھا تھا۔ ڈیڑھ گھنٹہ دن سے کم دن باقی تھا کہ اعظم شاہ کے رفقائے معتبر مثل امان اللہ خاں و قطب خاں و تربیت خاں و منور خاں و راجہ رام سنگھ و راجہ دلیپ سنگھ وغیرہ کشتہ ہوئے اور اعظم شاہ کے لشکر کو شکستِ فاش ہوئی اور وہ خود بھی زخموں سے چور ہوا سکرات کی حالت میں گرفتار تھا کہ رستم دل خاں نے اعظم شاہ کے ہاتھی پر سوار ہو کر اس کا سر جدا کیا۔

جب رستم دل خاں محمد اعظم کا سر بہادر شاہ پاس لایا تو اس کو اپنے دامن سے نکال کر اس کے رخسارہ خون آلود پر غضب سے چکتہ بھرا۔ اور شاہ عالم کے ہاتھی کے پاؤں تلے ڈال دیا۔ اور مبارک باد دی۔ بہادر شاہ نے اس کی طرف تند نگاہ سے دیکھا اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے پیچھے چاروں شاہزادے و خان خانان مع بیٹوں اور امیروں کے دست و زبان سے تہنیت فتح بجالائے۔ آصف الدولہ اور اس کے بیٹے ذوالفقار خاں کے ہاتھ دستمال سے بندھے ہوئے تھے۔ بہادر شاہ نے مہربانی کر کے آگے بلایا اور خود اپنی جگہ سے اٹھ کر آصف الدولہ کے دست بستہ اپنے ہاتھ سے کھولے اور ذوالفقار کے ہاتھ اپنے بیٹے معز الدین سے کھلوائے۔ پدر اور پسر کی تسلی خاطر کی خلعت ملبوس خاص عنایت کیا۔ آصف الدولہ اسد خاں سے معانقہ کیا بیٹھنے کی اجازت دی منصب نہ ہزاری ہفت ہزار سوار دیا۔ اور اجازت دی کہ اس کی سواری کی پالکی غسل خانہ کے دروازہ تک وہاں آیا کرے جہاں شاہزادہ کی نالکی آتی ہے اور حضور کے روبرو وہ اپنی نوبت بجوائے۔ اور وکالت کل کا عہدۂ جلیل القدر عنایت کیا۔ منعم خاں نے خطاب جملۃ الملک اور وزارتِ اعظم کا عہدہ پایا۔ اور اکبر آباد کی صوبہ داری ضمیمۂ وزارت ہوئی۔ اور حکم ہوا کہ وہ کچہری میں آصف الدولہ کے دائیں طرف بیٹھا کرے اور کاغذات میں اپنی مہر آصف الدولہ کی مہر کے نیچے لگایا کرے۔

بہادر شاہ کی سلطنت کا استقلال

شاہزادہ عالی تبار پر ترحم کیا۔ اور مادام الحیات اپنے بیٹوں کی طرح رکھا۔ اور عزت واحترام کے ساتھ مطلق العنان کیا۔ بیٹوں نے مصلحتاً ممانعت کی تو جواب دیا کہ اگر سلطنت کے لئے اندیشہ دشمنی ہے تو تم میرے بڑے دشمن ہو۔ اور وہ میری سلامتی کا خواہاں ہے۔

شاہ عالم نے ایک مختصر سا خیمہ کھڑا کیا۔ اور دو رکعت نماز شکر ادا کی۔ پھر عالی تبار اور محمد بیدار بخت کے بیٹوں بیدار دل وغیرہ کو بلایا اور سب کو گلے لگایا پدرانہ دست شفقت اُن کے سر پر رکھا اور فرزندوں کی طرح پالنے کا مژدہ اُن کو سنایا۔ پردگیان مغموم کو پیغام تسلی دیا و پرسہ ماتم کیا۔ خانخانان کو گلے لگایا اور فرمایا کہ جو کچھ مجھکو ملا وہ آپ کی سعی و تردد و جانفشانی سے ہاتھ آیا۔ حکم دیا کہ محمد اعظم اور بیدار بخت والاجاہ کی لاشوں کو غسل وکفن کے بعد ہمایوں کے مقبرہ میں مدفون کریں۔ دوسرے روز خان خانان کی عیادت کو جس کے زخم لگا تھا تشریف لے گیا اور اُس کو خان خانان بہادر ظفر جنگ و یار وفادار سے مخاطب کیا۔ ایک کروڑ روپیہ نقد وجنس انعام دیا کہ ابتدا، عہد تیموریہ سے کسی بادشاہ نے کسی امیر کے ساتھ ایسی رعایت وبخشش نہیں کی اور ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار کا منصب دیا خانخانان نے جو دس لاکھ روپیہ کی پیش کش دی تھی اس میں سے ایک لاکھ روپیہ نقد وجنس قبول کیا اور منعم خاں پسر کلاں خانخانان کو خان زمان بہادر سے مخاطب کیا۔ پنج ہزاری پنج ہزار سوار کا منصب اور بخشی سوم کا خلعت دیا۔ اور چھوٹے بیٹے کو خانہ زاد خاں بہادر کا خطاب دیا اور چار ہزاری سہ ہزار سوار کا منصب دیا۔ اور چاروں شاہزادوں میں سے ہر ایک کو سی ہزاری ہشت ہزار سوار کا منصب دیا۔ محمد معزالدین سب سے بڑے بیٹے کو جہاندار شاہ کا اور محمد عظیم کو عظیم الشان بہادر، اور رفیع القدر کو رفیع الشان اور خجستہ اختر کو جہان شاہ بہادر کا خطاب دیا۔

بہادر شاہ کی فتح کی اور محمد اعظم شاہ کے کشتہ ہونے کی خبر جب گوالیار میں آئی تو خیمے خیمے میں ایک ماتم حشر برپا ہوا۔ امیر الامرا اسد خاں نے اعظم شاہ کی سگی بہن زیب النسا بیگم کی خدمت میں جاکر تعزیت کی مراسم ادا کیں۔ اور اُس کو اور سب کارخانوں کو لے کر گوالیار سے بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ زیب النسا بھائی کے ماتم کا لباس پہنے رہی اور آداب تہنیت نہیں بجا لائی۔ یہ امر بادشاہ

کو ناگوار تو ہوا مگر چشم پوشی کی اور بیگم کا سالیانہ مقررہ مضاعف کیا اور خدمہ محل محمد اعظم میں سے ہر ایک کے فراخور حال یومیہ مقرر رہوا۔ اور شاہجہان آباد روانہ کیا۔

بہادر شاہ نے عہد کیا تھا کہ اگر خدا اُس کو بادشاہی دے گا تو وہ کسی سائل کا سوال نہیں رد کرے گا۔ اُس نے چھوٹے بڑوں کو لاکھوں روپیوں کے انعام سے اور بڑے بڑے وظیفوں سے اور مراتب کے سہ چند و چہار چند کرنے سے اور جواہر و فیل کے عطا سے کام روا کیا۔ اُس نے منعم خاں کو مامور اور مختار کیا تھا کہ ہر کام کے حسن و قبح کو سمجھ کر انتظام سلطنت کے لئے جو بہتر جانے وہ عمل میں لائے۔ اُس کے عہد میں عمدہ خطاب و مناصب عظیمہ مبتذل ہو گئے۔ اور ہر کس و ناکس کو ملنے لگے اُن کا اعتبار جاتا رہا۔

ایک نقل دل لگی کی مشہور ہے کہ کسی پینکار نے داروغہ کی معرفت راے کی درخواست کی عظیم الشان باپ کی طرف سے صاحب دستخط تھا اُس نے توقیع کیا کہ خانہ بہ ہر خانہ رائی در ہر بازار بپاس خاطر شما ایں گیدی ہم راے باشد۔ اس کا خطاب گیدی راے مشہور ہو گیا جس کے سبب سے وہ بڑا جز بز ہوا پیش کش میں روپیہ دے کر اس فضیحت سے رستگاری چاہتا تھا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا مرتے دم تک یہی خطاب رہا۔

امیر الامرا اسد خاں اور دو آب کا تاج

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ بادشاہ نے اسد خاں کو وکیل مطلق اور منعم خاں کو وزیر مقرر کیا پہلے بادشاہوں کے زمانہ میں وکیل مطلق کو وزیر کے عزل و نصب کا اختیار رہتا تھا اور ارکان سلطنت وکیل کے قبضۂ اقتدار میں ہوتے تھے۔ بعض مقربوں نے خلوت میں بادشاہ کی خاطر نشان کیا کہ اعظم شاہ کا رفیق شفیق اور مصلحت میں شریک امیر الامرا تھا تو اُس کے جواب میں بادشاہ نے فرمایا کہ اگر دکن میں میرے بیٹے بھی ہوتے تو تقاضائے مصلحت یہ تھا کہ اپنے عمو کی رفاقت کرتے۔

گو اسد خاں وکیل اور منعم خاں وزیر تھا مگر ان دونوں میں مراتب وکالت اور وزارت کے تعلقات نبھے نہیں۔ چاہیئے تھا کہ آصف الدولہ جب دیوان کرتا تو خان خانان اور امرا کے دستور کے

موافق آنکر مجرا کرتا اور کھڑے ہو کر کاغذوں پر دستخط کراتا۔ ایسا کرنا منعم خاں کو ناگوار تھا۔ آصف الدولہ عیش و آرام طلب تھا۔ اور عالمگیر کے سفر دائمی سے زندگانی کی لذات سے متمتع نہیں ہوتا تھا تو مصلحت یہ ٹھہری کہ پدر کی نیابت وکالت صمصام الدولہ سر انجام دے اور آصف الدولہ نواب بادشاہ بیگم کو اپنے ساتھ لے کر دار الخلافہ شاہجہاں آباد کو آجائے اور ایام پیرانہ سالی کو بغیر سفر دائمی کے خرچ کے فراغ خاطر سے بسر کرے۔ آصف الدولہ کی مہر پروانوں واسناد مالی و ملکی پر مہر وزارت کے بعد لگتی تھی۔ مگر اس کے سوا کوئی اور دخل امور سلطنت میں اُس کو اصلا نہ تھا۔ خان خانان نے خدمت وزارت کو بہت نیک نامی اور نیک نفسی و بے طمعی واستقلال سے سر انجام دیا۔ اجرائے کار خلق میں اس درجہ کوشش کی کہ دیوان میں بیٹھنے کے وقت سزاول تعین کئے کہ آج کے ارباب حاجت کے کاغذ اور دستخط دوسرے روز کے لئے باقی نہ رہیں اُس نے بڑی نیک نامی اور ثواب عظیم یہ حاصل کیا کہ اورنگ زیب کے عہد میں اختہ بیگی اور متصدیوں نے یہ مقرر کر رکھا تھا کہ خوراک دواب کا سرانجام کرنا منصب داروں کے ذمے لازمی تھا۔ منصب داروں کا یہ حال تھا کہ مشکل سے اُن کو روٹی ملتی تھی۔ یک انار صد بیمار۔ بادشاہ نے خود اُن کے لئے دستخط کئے تھے۔ جب اُن کے وکیلوں کو مقید کر کے خرچ دوآب طلب کرتے تھے تو وہ بادشاہ سے فریاد کرتے تھے تو داروغہ فیل خانہ اور اختہ بیگی بادشاہ سے ایسی باتیں لگا دیتے تھے کہ وہ اُن کی سنتا نہ تھا۔ اس بدعت سے یہاں تک نوبت آئی کہ وکیل وکالت سے استعفا دینے لگے۔ شاہ عالم کے عہد میں خانخانان نے یہ مقرر کیا کہ تنخواہ (نقد) جاگیر کے منصب داروں کو دی جائے اور دوآب کی خوراک کے دام جاگیر کی کل آمدنی میں سے منہا کئے جائیں اور باقی کو تنخواہ میں محسوب کریں۔ اس صورت میں دوآب کا کسالہ منصب داروں کے سر سے اُٹھ گیا۔ فی الحقیقت خوراک دواب کے معاف ہونے کا حکم ہو گیا۔

خان خانان کے مزاج میں تصوف غالب تھا۔ علم سے بھی بہرہ تھا اُس نے ایک کتاب علم سلوک اور تصوف میں تالیف کی اُس کا نام الہامیہ رکھا۔ بعض مقدمات و فقرات اُس کے

متکلین کے نزدیک شرع کے خلاف تھے۔

خافی خاں لکھتا ہے کہ بادشاہ نے حکم دیا کہ روپیہ و اشرفی کے سکہ میں نظم نہ ہو نثر عبارت میں شاہ عالم بادشاہ اور نام بلدہ لکھا جاے اور خطبہ میں حکم دیا کہ نام نامی شاہ عالم لفظ سید کے ساتھ پڑھا جائے۔ اگرچہ از روے تاریخ ابتدا ر سلسلہ صاحبقران سے بلکہ شروع سلطنت غوریوں سے اسم سیادت بادشاہانِ سلف میں سے کسی کے نام کے ساتھ خطبہ میں اور حسب و نسب کے ذکر میں ثابت نہیں ہوا۔ ہاں خضر خاں جب وہ دہلی کی سلطنت پر کام روا ہوا تو روایت ضعیف کی دلیل سے اُس کے عہد کے مورخوں نے اُس کو سید بنایا۔ مگر اُس کے جد و آباے کی اصل اور اُن کے اسم ملک سے اُس کی قوم افغان معلوم ہوتی ہے۔ اس مورخ کے نزدیک خضر خاں سید نہ تھا۔ لیکن بہادر شاہ نے ایک اور ہی دلیل سے اپنے تئیں سید بنایا۔ اگرچہ اِس میں اختلاف اقوال سُنا گیا۔ لیکن حاصل کلام مجمل خامہ صدق بیان کرتا ہے کہ سید میر حضرت غوث الاعظم کی اولاد میں تھا اور جد مادری کے ملک اور پہاڑوں میں جو توابع کشمیر سے تھے گوشہ نشین ہوا تھا۔ راجہ کشمیر اُس کا مرید و معتقد ہوا۔ اپنی بیٹی کو سید شاہ میر کی خدمت میں بھیجا۔ سید نے اُس کو مسلمان کر کے نکاح کیا۔ اُس سے ایک بیٹی اور ایک بیٹا پیدا ہوا۔ سید بیت اللہ چلا گیا۔ پھر اُس کا پتا نہ لگا کہ کیا ہوا۔ اسی پہاڑ میں اُس کی اولاد کی پرورش میں راجہ نے بھی کوشش کی۔ اہل اسلام سے اُن کو پیوند نہ دیا۔ جب شاہجہاں نے راجہ سے اُس کی لڑکی کی باج و خراج کے ساتھ درخواست کی تو راجہ نے اُسی سید کی دختر کو کہ حسن صورت و سیرت و ذکا میں موصوف تھی تحف و پیش کش کو اُس کا جہیز بنا کے روانہ کیا۔ شاہجہان نے معلم اور ادب دان مغلانیاں اُس کے واسطے مقرر کیں اور زبانوں سے آشنا کیا۔ اور شاہزادہ اورنگ زیب سے اُس کا نکاح کیا۔ نواب بائی بیگم اُس کا خطاب ہوا۔ اُس کے بطن سے شاہ عالم بہادر شاہ پیدا ہوا۔ اس بیگم میں طرح طرح کی خوبیاں اور وصف تھے اور سرائے فردا پور وسط سرحد خاندیس میں کہ پاسے گھٹل میں واقع ہے اُس کو جاگیر ملی تھی۔ اورنگ آباد میں بائی جی پورہ اُس کا آباد کیا ہوا ہے۔ پس اس صورت سے شاہ عالم کی سیادت ماں کی طرف سے ثابت ہوتی ہے۔

اجیت سنگھ اور راجپوت - سن جلوس سال اول ۱۱۱۹ھ

اکبرآباد میں ۱۱۱۹ھ میں سلخ رجب کو بادشاہ کا وزن قمری ہوا۔

بادشاہ نے اودے پور و جودھ پور کی طرف کوچ کیا۔ صوبۂ اجمیر و پرگنات و اطراف جودھ پور کے اخبار نویسوں کی تحریر سے معلوم ہوا کہ راجہ اجیت سنگھ پسر راجہ جسونت سنگھ جو درگاداس کے بہکانے سے اورنگ زیب سے برگشتہ ہوگیا تھا اُس نے بادشاہ کے مرنے کے بعد از سرِ نو نافرمانی اور سرکشی کا طریقہ اختیار کیا۔ مسلمانوں کو ایذا پہنچائی اور گاؤکشی کو منع کیا اذان دینے کی ممانعت کی۔ اُن مساجد کو ڈھایا جو اورنگ زیب کے عہد میں بت خانوں کو مسمار کر کے بنی تھیں اور اپنے نئے نئے معبد خانے بنانے شروع کئے۔ رانائے اودے پور کی فوج اور اپنے خسر جے سنگھ راجہ کی رفاقت کے زوروں سے ایسا مغرور رہوا کہ قبل از فتح اور بعد از جلوس بادشاہ نہ آیا۔ اس لئے ۷ شعبان ۱۱۱۹ھ راجپوتوں کی گوشمالی پر بادشاہ متوجہ ہوا۔ اور انبیر وطن جے سنگھ کی راہ سے منزل پیما ہوا۔ اجمیر اور چیتوڑ کے درمیان خیمہ زن ہوا کہ رمضان شریف آگیا۔ مقامات کا حکم دیا۔ راجپوتانہ پائمال و غارت کرنے کے لئے فوج کو بسر فوجی شاہزادہ عظیم الشان اور ہراول جملۃ الملک خانخانان بہادر و صمصام الدولہ مقرر کیا۔ جب لشکر شاہی نے ملک و مال و جان و عیال کی خرابی بہت کی اور راجپوتوں اور رعایا کے زن و فرزند کو اسیر کیا اور آباد قصبات و دہات کو جلایا لوٹا کھسوٹا تو راجپوتوں کے صاحب فوج سردار مال و عیال و اطفال کے ساتھ دشوار گزار پہاڑوں میں داخل ہوئے جو اشجار خاردار سے پُر تھے۔ اجیت سنگھ اور اُس کے معاونوں نے جانا کہ جان کی سلامتی اور مال و عیال امان انقیاد اور اطاعت میں ہے تو اُنہوں نے خان خانان اور اُسکے بیٹے خان زمان کی طرف رجوع کی اپنی عاجزی ظاہر کر کے امان چاہی اور عبودیت قبول کی اور پیغام دیا کہ خان زمان و قاضی القضات قاضی خاں جودھپور میں آکر مساجد کی تعمیر اور بت خانوں کی تخریب اور احکام شرعی کا اجرا کریں نمازیں پڑھیں۔ اذانیں دیں گائیں ذبح کریں۔ ارباب عدالت کو تعین کریں جزیہ کے احکام مقرر کریں اور ہمارے اعمال کو معاف کریں اور جودھپور اور اُس کے اطراف کے معموروں میں ارباب عدالت قاضی و مفتی اور مساجد میں امام و موذن مقرر کریں

اجیت سنگھ وجے سنگھ باتفاق درگا داس بادشاہ پاس آئے اُن کے قصور معاف ہوئے۔ خلعت و فیل و شمشیر و پدم عنایت ہوئے۔

جشن سال دوم ۱۸ ذی الحجہ ۱۱۱۹ھ مراسلہ بنام کامبخش

۱۸ ذی الحجہ کو جلوس کے سال دوم کا جشن بڑی دھوم دھام سے ہوا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ محمد کام بخش کو نامۂ محبت افزا اور فرمان نصیحت و تسلی آمیز اس مضمون کا لکھا جائے کہ پدر بزرگوار نے صوبۂ بیجاپور کی حکومت تم کو دی تھی۔ ہم برادرانِ عالی قدر کو دونوں صوبوں بیجاپور اور حیدرآباد کو مع ان کے توابع و لواحق کے دیتے ہیں بشرطیکہ فرواپان سابق دکن کے دستور کے موافق ہمارا سکہ اور خطبہ جاری کرو اور زمان قدیم سے ان دونوں صوبوں کے حکام جو پیشکش سرکار شاہی میں داخل کرتے ہیں وہ بھی نور الابصار کو معاف کرتے ہیں چاہیئے کہ اس رعایت اور عنایت کا شکریہ دل اور زبان سے ادا کرو اور طریقہ سلوک و عدالت پروری و دادگستری اپنے باپ دادا کے رویہ کے موافق رعایا و ضعفا و کافۂ انام کے لئے جاری رکھو۔ اور سرکشوں کی تنبیہ اور راہ زنوں اور ظالموں کا استیصال پیش نہاد خاطر رکھو۔ حافظ محمد مفتی مخاطب بہ معتبر خاں کو یہ خط دیا گیا۔ بادشاہ اواخر ذی الحجہ میں اجمیر کو چلا گیا۔

کامبخش کا حال

کام بخش کا حال کچھ بیان کیا جاتا ہے کہ احسن خاں عرف میر مینگ نے حق میں مدعی بادشاہ بادشاہ سے باتیں لگاتے تھے جس سے بادشاہ کی توجہ اُس کی طرف کم ہوتی جاتی تھی اور وہ خفیف ہوتا جاتا تھا۔ مگر وہ سوائے طریقہ فدویت و خیر خواہی کے کوئی اور ارادہ نہ کرتا تھا۔ وہ گولکنڈہ اور حیدرآباد کی تسخیر کی طرف متوجہ ہوا۔ حیدرآباد سے تین چار منزل پر پہنچکر رستم دل خاں صوبہ دار حیدرآباد سے نامہ پیغام ابتسام افزائے اور قلعہ گولکنڈہ کے حوالہ کرنے میں رسل و رسائل بھیجے قلعہ دار نے بہادر شاہ کے فرمان کا عذر کرکے قلعہ نہ سپرد کیا مگر رستم دل خاں چار پانچ ہزار سوار سے کر کام بخش پاس آیا اور احسن خاں اور اُس نے اتفاق کرکے یہ ٹھیرائی کہ قلعہ کی تسخیر میں صرف اوقات نہ کی جائے۔ حکام و عمال مقرر کرکے ملک کا بندوبست و محصول اطراف کی گرداوری کی جائے اور داخل جاگیر کی راہ اور رسد غلہ قلعہ دار پر مسدود کی جائے۔ کام بخش کے تمام کاموں کا مدار

احسن خاں پر تھا حکیم محمد حسن وزیر اور امیر اُس کے اکھیڑنے کے درپے تھے مگر احسن خاں اپنے مدد طالع کے بھروسہ اور نشۂ جوانی اور آقا کے کار میں تردد و جانفشانی کی وجہ سے مدعیوں کے حسد کی اصلاح پر اصلا خیال نہ کرتا تھا۔ کبھی کبھی احسن خاں و یوسف خاں جو کام بخش کا تیر اندازی میں اُستاد تھا اور ارشد خاں و ناصر خاں و احمد خاں و رستم دل خاں ہم داستان اور ہمدم ہو کر کار سرکار کے مشورت کے لئے خلوت کرتے تھے اور آپس میں ضیافتیں اور تحفہ تحائف کی تواضع کرتے

محمد کام بخش کے مزاج میں ابتدا سے سودا کا اثر تھا۔ بدخواہوں کے افسوں کے پھونکنے سے اس قدر اُس کا سودا بڑھ گیا کہ اُس نے اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی ماری۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ تقرب خاں و اسد خاں و میر احمد نے محمد کام بخش کے دل نشین کر دیا کہ رستم دل خاں و احسن خاں و سیف خاں و احمد خاں اتفاق کر کے بادشاہ دین پناہ کو مسجد جامع میں جمعہ کے دن دستگیر کرینگے۔ آپ اُن کا علاج جلد کیجئے۔ محمد کام بخش نے صاحب عرض کی باتوں پر غور نہ کی کہ اُس کی تحقیقات کرتا۔ اپنے ہاتھ سے شقہ لکھ کر رستم دل خاں کو بلایا۔ وہ آیا تو اُس کو مع بیٹوں کے کام بخش کے آدمیوں نے قید کر لیا۔ تین روز قید رکھکر اُس کو مار ڈالا۔ اور اُس کی بیوی سیدہ منعومہ کو بھی جو لڑنے کو تیار ہوئی تھی ہلاک کیا اور سیف خاں کے ہاتھ کٹوائے جنہوں نے اُس کو تیر اندازی سکھائی تھی۔ احمد خاں کو لٹا کر اُس پر گھوڑے دوڑائے مظلومانہ اُس نے جان دی۔ ارشد خاں کی زبان کٹوائی اور مظلوموں کو مارا۔ احسن خاں کو لوگوں نے سمجھایا کہ بھاگ کر بہادر شاہ کی عملداری میں چلا جا مگر احسن خاں اپنے عقیدت اور فدویت کے سبب خواب غفلت سے نہ بیدار ہوا۔ کام بخش نے اُس کا گھر بار ضبط کیا۔ دو تین مہینے تک اُس کو طرح طرح سے شکنجۂ عذاب میں کھینچا۔ پاؤ سیر کھچڑی جس میں نمک زیادہ ہوتا کھانے کو دیتا وہ بھی مر گیا۔ اس کا غلبہ سودا اور وسوسہ سفاکی اور بڑھا جب بہادر شاہ کا ایلچی اُس پاس آیا تو بعض بدسرشت ہرزہ گو ہوا خواہوں نے اُس کی خاطر نشان کیا کہ معتبر خاں ایک جماعت سرہنگوں کی ساتھ لایا ہے اور قصد فاسد رکھتا ہے کہ اُن کو دین پناہ تک لائے۔ کام بخش نے بے سوچے سمجھے حکم دے دیا کہ ایلچی کے ساتھ جتنے ہمراہی

آئے ہیں اُن کے نام لکھ کر لائیں کہ میں ہر ایک کا یومیہ نقد و خوراک مقرر کردوں۔ اس یومیہ کی شہرت سے حافظوں اور طالب العلموں نے ایلچی پاس آمد و رفت کر کے اپنا نام ایلچی کے ہمراہیوں میں لکھا دیا۔ ان سب کو جو چھپتر آدمیوں کے قریب تھے دعوت میں بُلایا۔ اُن میں سے دس دس آدمیوں کی جماعت کو دست بستہ ہر محلہ اور بازار میں لے جاکر تیغ سے بے دریغ قتل کرایا۔ ہر چند لوگوں نے واویلا مچائی کہ ہم ایلچی کے ہمراہیوں میں سے نہیں ہیں لیکن کسی نے کچھ نہ سُنا۔ ملّا سعدالدین مفتی حیدرآباد سے جو ایک فاضل متدین تھا مظلوم مقتولوں کے باب میں فتوےٰ مانگا تو اس خداپرست حق گو نے بے باکانہ و بے محابا جواب میں کہا کہ موافق شرع محمدی محض از راہ سوءظن و گفتۂ مدعیان جرأت اقدام بر خون ریزی مسلمانان نمودن باعثِ ندامت باز خواست روزِ جزا ست۔

کام بخش کی خوں ریزی اور ظلم کے سبب سے اکثر فضلا و شرفا نے حیدرآباد کا رہنا چھوڑ دیا مال و عیال کو لے کر جہاں جان بچا سکے چلے گئے۔ جب کام بخش کو اُن کے فرار ہونے کی اطلاع ہوئی تو اطراف شہر میں چوکی مقرر کی۔ ایلچی کو ذلیل کر کے مقید کیا۔ بہادر شاہ کے نامۂ لطف آمیز کے جواب میں کلمات خصومت انگیز لکھے۔ جو بہادر شاہ نے اپنی مہربانی کا جواب نامہربانی سُنا تو وہ مہم کام بخش کے لئے چلا اور جب اجین کے قریب آیا تو راجہ جے سنگھ اور راجپوتیہ جو اکبرآباد میں آن کر بادشاہ کے ہمرکاب ہوئے تھے۔ بادشاہ کے قریب شکار کے بہانے سے سوار ہوئے اور جو اسباب اُٹھا سکے اُس کو اُٹھایا، پُرانے خیموں کو چھوڑا بعض خیموں کو آگ لگائی اور اپنے وطن کی راہ لی۔ بادشاہ نے اُن کے اس طرح چلے جانے پر کچھ خیال نہ کیا۔ اوائل جمادی الاولےٰ میں برہان پور میں آیا۔ تمام رات مینھ برستا رہا اور دریائے تاپتی کہ قلعہ کے نیچے بہتی ہے ایسی طغیانی میں آئی کہ تین چار روز مجبوری مقام کرنا پڑا۔ جب دریا کا پانی اُتر گیا کہ وہ پایاب ہوئی تو برہان پور سے ایک کوچ ایک مقام کر کے آخر شوال میں حیدرآباد سے دو تین منزل پر بہادر شاہ باوجودیکہ محمد کام بخش کا لشکر اُس کی سفاکی اور غلبۂ سودا سے متفرق ہو گیا تھا۔ اور پانچ چھ سو

سواروں سے زیادہ سپاہ اس پاس نہ تھی وہ بھی بدسلوکی و خوں ریزی اور گرسنگی سے اور ایک سال کی تنخواہ نہ ملنے سے نالاں اور رنجیدہ خاطر تھی۔ اور شاہ عالم بادشاہ کے ساتھ اسی ہزار سوار جمع تھے مگر اُن کے دل میں دشمن کے شب خوں مارنے کا خوف و ہراس ایسا آیا کہ رات بھر سوئے نہیں۔

ان ہی ایام میں سیف خاں عرف میر اسد اللہ کہ عالمگیر کے خانہ زادوں میں سے تھا اور ایسا جنون کا نشہ رکھتا تھا کہ بادشاہ نے اُس کو لشکر سے خارج کرکے کعبۃ اللہ بھجوا دیا تھا۔ وہاں سے وہ آنکر کل صوبجات ہندوستان کا میر بحری مقرر ہوا۔ ان دنوں میں پھر جنون کی شورش ہوئی۔ ذوالفقار نصرت جنگ و آصف الدولہ سے برہم ہو کر بادشاہ کے لشکر سے فرار ہوا اور راجہ جے سنگھ و جیت سنگھ پاس پہنچا اور با نام و نشان راجپوتوں سے موافقت کی اور محمد کام بخش کی وکالت و حجابت کرنے لگا۔ اور یہ عہد و پیمان ٹھہرائے کہ محمد کام بخش راہ برار سے سرحد متعینہ راجپوتوں میں آجائے تو پچیس ہزار سوار راجپوت اُس کو شاہجہان آباد میں اُس سے پہلے تخت پر بٹھا دیں کہ دکن سے بہادر شاہ مراجعت کرے اور ایک دست آویز پر اس جماعت کی مُہر لگوائی۔ جو بہادر شاہ سے غبار خاطر رکھتے تھے۔ حسن خدمت و فدویت کے اظہار کے لئے راہ گونڈوانہ و برار و چاندہ سے حیدرآباد میں وہ آیا اور محمد کام بخش کو پیغام دیا کہ جب راجپوتوں میں اُس کو بالا بالا پہنچا دینگا۔ اور سترہ اٹھارہ ہزار سوار راجپوتوں کے نربدا تک استقبال کو آئیں گے۔ پھر حضور راجپوتوں کی فوج سنگین کے ساتھ دار السلطنت میں پہنچکر سکہ و خطبہ جاری کیجے اور امرا غائب و حاضر کی تالیف قلوب فرمائیے۔ بہادر شاہ کو خبر بھی نہ ہوگی اور اُس کی مراجعت سے پہلے یہ کام ہو جائیں گے۔ پھر بہادر شاہ کے مقابلہ میں آ سیئے۔ کام بخش کو ہراس اور سودا اور وسواس نے مغلوب کر رکھا تھا اُس نے سیف اللہ خاں کے آنے کو اور پیغام کے اظہار کو محض بہادر شاہ کی تمہید اور ساختگی جانا اور اصلاً اُس کی بات پر کان نہ لگایا اور اُس کے احوال پر متوجہ نہ ہوا۔ اور اُس کو اپنے پاس نہ بلایا۔ اور پیغام کا جواب دیا کہ یہاں سوائے زبان کاٹنے اور اقسام سیاست سے مارنے کے تدبر حسن تردد و تحقیقات کا نتیجہ کوئی اور پھل نہ لائے گا۔ بار بار اُس نے درخواست کی کہ اُس کو کام بخش نے اپنے پاس نہ آنے دیا کچھ دیر

سیف خاں کی گستاخی

مقرر کردیا۔

باوجود اس بے بضاعت ہونے کے کہ اصلا لشکر و خزانہ پاس نہ تھا فقیروں اور منجموں کی فالوں نے اُس کی فتح مندی کی شہرت اڑا رکھی تھی وہ دو تین کوس حیدر آباد سے تین چار سو سواروں کے ساتھ بہادر شاہ کے لشکر کے انتظار میں بیٹھا۔ دہم ذی القعدہ ۱۱۲۰ھ کو بادشاہ کا خیمہ حیدر آباد سے تین کروہ پر لگا۔ بادشاہ نے رفیع الشان و جہان شاہ اور خان خاناں اور امیروں کو بھیجا اور فرمایا کہ تا مقدور جنگ میں سبقت نہ کریں اور کام بخش کو گھیر لیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ مارا جائے اور مسلمانوں کی خوں ریزی ہو غرض دونوں لشکروں میں محاربہ صعب ہوا۔ محمد کام بخش مغلوب ہوا اور میدان دار و گیر میں اکثر اُس کے معتبر و عمدہ رفیق کشتہ و زخمی ہوئے اور باقی ماندہ بھاگ گئے۔ محمد کام بخش ایسا مردانہ لڑا جیسا سلاطین تیموریہ و بابریہ کو سزاوار ہے اور زخمی ہو کر بیخود ہوا۔ ملازمان بہادر شاہی اُس کو جس حال میں تھا مع بیٹوں کے بادشاہ پاس لائے۔ بادشاہ اُس کو دیکھ کر رو دیا اور اُس کو اپنے خیمہ کے متصل احترام و اکرام کے ساتھ جگہ دی۔ اور یونانی اور فرنگی جراح اُس کے علاج کے لئے بھیجے مگر کام بخش علاج کا مانع ہوا۔ اُس کو کچھ ہوش آیا اور آنکھیں کھولیں۔ اُس کی حقیقت حال کو جب بادشاہ سے بیان کیا تو شاہزادہ جہان شاہ کو اُس نے عیادت کے لئے بھیجا۔ بھتیجے نے چچا سے کہا کہ ابا جان کا دل نہ چاہتا تھا کہ جناب ایسے زخمی ہوں۔ تو چچا نے آشفتہ ہو کر کہا کہ تم کو بھی باپ کے مرنے کے بعد یہی معاملہ بھائیوں سے پیش ہونے والا ہے تم اپنی فکر کرو۔ پھر بادشاہ خود بھائی کو دیکھنے آیا۔ اور اُس نے یہ کہا کہ نمی خواستم کہ بایں حالت شمارا بہ بینم۔ اما مقدر چنیں بود۔ محمد بخش نے اس بے طاقتی کی حالت میں کہا کہ آں قبلہ بکدام صورت مرامی خواستید کہ بہ بینید مارا تخت ست یا تختہ۔ بعض یہ لکھتے ہیں کہ اُس نے کہا کہ من ہم نمی خواستم کہ بشہرت بے جوہری و بے غرتی اولاد تیمور دستگیر گردد شاہ عالم نے اُس کو دو چمچے شوربہ پلایا اور وہ بہت رویا۔ کام بخش ایسا غصہ میں آیا کہ تمام زخموں کا بخیہ کھل گیا اور اسی تکلیف میں جان آفریں کو جاں سپرد کی۔ اس کا بیٹا فیروزمند بھی مرگیا۔ بادشاہ نے دونوں کی لاشوں کو شاہجہان آباد میں ہمایوں کے مقبرہ میں دفن کرنے کے لئے بھیجدیا۔ فرزندان

کام بخش محی السنہ وغیرہ کو مثل عالی تبار مطلق العنان رکھا اور تین روز تک مراسم تعزیت ادا کیں اور نوبت نہ بجوائی۔

ارادت خاں شاہزادہ کام بخش کا حال یہ لکھتا ہے کہ اُس کا حافظہ بڑا قوی تھا وہ عالم تھا اور خوش تحریر منشی تھا۔ ظاہری کمالات اعلیٰ درجہ کے رکھتا تھا۔ مگر اس کے مزاج میں وہم و وسوسہ ایسا تھا کہ اُس کی نوبت جنون پر پہنچ گئی تھی۔ بہت کم ایسا اتفاق ہوا کہ وہ اپنے باپ پاس ایک مہینہ رہا ہو۔ اور کوئی بداطواری ایسی نہ کی ہو کہ اُس پر لعنت ملامت نہ ہوئی ہو اور بے عزت یا مقید نہ کیا گیا ہو۔ بعض کام اُس نے ایسے بُرے کئے ہیں کہ میں اُن کو بیان کرنے کے لائق نہیں سمجھتا خیالات باطل اور جنون کے سبب سے کوئی حماقت ایسی نہ تھی جو اُس نے نہ کی ہو۔ اُس کے خوشامدیوں نے اُس سے کہا کہ کبھی نہ کبھی اُس کا بڑا بیٹا بھی شہنشاہ ہوگا۔ تو وہ حسد کے مارے اس معصوم بچّے کے مارنے کی فکر میں ہوا گو اس گناہ کو اورنگ زیب کے خوف سے نہ کرسکا۔ مگر بیٹے کو ہمیشہ قید میں رکھا۔ فقیروں کے بچّوں کی طرح اُس کو بُری خوراک کھلائی اور بُری پوشاک پہنائی۔ غرض اُس کو اس طرح رکھا کہ اُس کی زندگی موت سے بدتر تھی۔ اسی جنون کے سبب سے اُس نے ناحق بدگمانیاں کرکے حرم کی بیگموں کو بڑی بے رحمی سے بُری طرح مخفی مار ڈالا۔ اُس نے اپنے نوکروں اور مصاحبوں پر وہ ظلم وستم کئے جو پہلے نہ کبھی دیکھے تھے نہ سُنے تھے۔

مرہٹوں کے ساتھ اورنگ زیب کا تعلق

عالمگیر کے مرنے کے بعد سلطنت کے کاموں میں انقلاب عظیم ہوگئے تھے۔ اور تمام تعلقات کی صورت بدل گئی تھی اور مرہٹوں سے جو سلطنت تیموریہ کے تعلقات تھے وہ بالکل کایا پلٹ ہو گئے تھے۔ اُنہوں نے ایک نئی مستقل صورت پیدا کی۔ جب اورنگ زیب بیجاپور کی سلطنت فتح کر رہا تھا تو اُس وقت مرہٹے اُس کے جاں نثار خدمت گزار دست تھے۔ بعد اُس کے وہ ذات الجنب کی طرح بادشاہی اضلاع کے ہمسایہ بد ہوگئے۔ پھر اپنے مذہب و قوم کے آزاد کرنے والے اور مسلمانوں کی پیش قدمی کے پیچھے ہٹانے والے آخر کو سلطنت مغلیہ سے چوتھ لینے والے یا مالک ہو گئے سلطنت مغلیہ کمزور ہو کر قریب المرگ تھی مگر مرتے دم تک اپنی نخوت و تکبر سے ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ اور

مرہٹوں کو اپنے آگے کچھ نہ گنا۔

عالمگیر کے مرنے کے بعد کسی مسلمان بادشاہ نے اس قوم کے مطیع کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ مرہٹے بادشاہوں کی اولاد کو آپس میں لڑا لڑا کر اپنی قوت اور سلطنت کو بڑہاتے رہے۔ مرہٹوں کو خواہ لیٹرا سمجھو خواہ قزاق جانو اور کوئی بُرا نام رکھو۔ مگر جو اُنہوں نے اپنی قوم اور مذہب کے آزاد کرنے میں بہادرانہ اور مردانہ کوشش وسعی کی اور قومی ہمدردی کے جوش و ولولے ہندوؤں میں پیدا کئے وہ ایک کارنامہ اُن کا تاریخ میں ہمیشہ قابل ستائش و یادگار رہے گا۔ اب آیندہ حال جو مرہٹوں کو لکھا جائے گا وہ اس بیان کی تصدیق کرے گا۔

نیما سیندھیا (نیماجی سیندھیا) کہ مرہٹوں کے سرداروں میں نامور سر فوج تھا۔ اور اُس نے تاخت و تاراج سے صوبہ مالوہ تک خرابی پھیلائی تھی۔ اس زمانہ میں ذوالفقار خاں کی تجویز اور دستگیری سے اُس نے توبہ کی اور بادشاہ کی درگاہ میں آیا اور محمد کام بخش کی جنگ میں شریک ہوا۔ اور اس وسیلہ سے اُس کی مع بیٹوں اور اُس کی اقوام کے شفاعت ہوئی۔ اُس کو ہفت ہزاری پنج ہزار سوار کا منصب اور دو لاکھ روپیہ نقد اور خلعت وغیرہ مرحمت ہوا اور اُس کے بیٹوں اور پوتوں میں ہر ایک کو منصب پنج ہزاری اور چہار ہزاری عنایت کیا۔ جن کا مجموعہ چالیس ہزار اور پچیس ہزار سوار ہوتے ہیں۔ اور اُس کی درخواست اور بخشی الممالک کی التماس سے پہلے کہ اسناد منصب تیار ہوں بلکہ پہلے اس سے کہ عرض مکرر ہو حکم فرمایا کہ صوبہ اورنگ آباد اُس کی تنخواہ میں مقرر ہو جہاں ہزار کے قریب چھوٹے بڑے منصب دار بدلے گئے۔

راجہ ساہو نبیرۂ سیواجی کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اورنگ زیب اُس پر بہت عنایت کرتا تھا اور یہ نام بھی اُسی کا رکھا ہوا تھا۔ ذوالفقار خاں نصرت جنگ اُس سے رابطہ خاص رکھتا تھا اور قدیم سے اُس کے احوال پر متوجہ تھا۔ اُس نے اعظم شاہ سے جب وہ سرحد دور اہہ پر آیا۔ سفارش کر کے اُس کو مطلق العنان کرا دیا۔ وہ پچاس ساٹھ آدمیوں کے ساتھ جو اُس کی رفاقت کر سکے موہن سنگہ زمیندار پاس آیا۔ یہ زمیندار سرکار بیجا گڈہ و پرگنہ سلطان پور ندربار میں مشہور مفسد پیشہ تھا اُس نے راجہ ساہو

نیما جی سیندھیا

راجہ ساہو کا چھوٹنا

کا کچھ سرانجام کار کیا۔ اور اپنے تعلقہ اور سلطان پور سے عزت کے ساتھ باہر کر دیا۔ یہاں سے وہ انبو نام مرہٹہ معروف پانڈا پاس گیا وہ ایک مشہور مفسد پیشہ تھا۔ پرگنہ سلطان پور میں گڈھی کو کرمندہ اس کے تصرف میں تھی۔ بندر سورت سے وہ برہان پور تک تاخت و تاراج کرتا تھا سلطنت کی افراتفری میں اورنگ زیب کے فتح کئے ہوئے موروثی قلعے اُس کے ہاتھ آگئے تھے بعض مرہٹوں کے سردار راجہ ساہو کے ساتھ اس سبب سے متفق ہوئے کہ وہ راجا رام کی بیوی تارا بائی سے نفاق رکھتے تھے۔ راجہ ساہو نے فوج عظیم فراہم کی۔ اوّل نواح احمد نگر میں آیا۔ ایک روایت ہے کہ وطن کے چلنے کے وقت اس گل زمین کی جہاں اورنگ زیب کا واقعہ ہوا تھا جا کر زیارت کی نقد و طعام وافر فقرا کو تقسیم کیا۔ بیس ہزار سوار مرہٹہ فراہم ہوئے۔ اُس نے اورنگ زیب کی قبر کی زیارت کا ارادہ کیا۔ خلد آباد کی طرف چلا۔ جب اُس کی فوج پیش آہنگ اورنگ آباد کے قریب آئی ہر چند راجہ ساہو اور اُس کے ہمراہی بجائی بند تاخت و تاراج کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ لیکن مرہٹوں کو لوٹ کا چسکا ایسا منہ کو لگا ہوا تھا کہ وہ کب دست اندازی سے باز رہ سکتے تھے۔ اورنگ آباد سے منصور خاں اور اور متعینہ نکلے اور اُنھوں نے بُرج و بارہ کا بندوبست کیا اور اس جماعت کے رفع شر میں کوشش کی۔ اور راجہ ساہو نے اپنے آدمیوں کو منع کیا۔ راجہ ساہو بزرگوں کے مزاروں اور اورنگ زیب کی قبر کی زیارت کر کے اپنے قلعوں میں چلا گیا۔

ذوالفقار خاں بہادر نصرت جنگ کل دکن کا صوبہ دار تھا اور اُس کی میر بخشی گیری بھی اُس کو سپرد تھی۔ اُس کی وساطت سے راجہ ساہو کے وکیل نے درخواست کی کہ چھ صوبوں کی سردیسمکھی کا فرمان مجھ کو اس شرط سے مل جائے کہ وہ ویران ملک کو آباد کرے۔ اس سبب سے کہ جملۃ الملک معظم خان خاناں نے صوبہ برہان پور اور نصف صوبہ برار کو جو دفاتر میں برار پایاں گھاٹ کے نام سے موسوم تھا اور یہی نام اُس کا لوگ لیتے تھے موافق سر رشتہ قدیم فاروقی و محمد اکبر بادشاہ کے چھ صوبوں سے نکال کر شاہجہان آباد کے توابع صوبوں میں داخل کیا تھا جو اصل ہندوستان زبان زد خاص و عام ہے وہ چاہتا تھا کہ امور ملکی و مالی کا اختیار عزل و نصب حکام اپنے بڑے

بیٹے مہابت خاں کو سپرد کرے۔ اس سبب سے ذوالفقار خاں اور معظم خاں کے درمیان لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ آپس میں سوء مزاجی ہو گئی اور بخشی الملک یہ نہیں چاہتا تھا کہ کل مقدمات ملکی اور مالی دکن میں کوئی دوسرا شخص دخیل اور صاحب اقتدار ہو۔ راجہ رام عموی راجہ ساہو کی زوجہ تارا بائی تھی اُس کے بطن سے دو بیٹے راجہ رام کے خرد سال تھے۔ عالمگیر کے عہد میں لشکر کشی اور سرکشی دس تک رہی اُس کے بعد اُس نے صلح کی التماس اس شرط سے کی کہ نو روپیہ فی صدی سردیس مکھی اُس کو عطا کی جائے یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ عالمگیر نے بہ سبب بعض شرطوں کے اس درخواست کو قبول نہیں کیا تھا۔ ان دنوں میں اُس نے جملۃ الملک کی وساطت سے یہی درخواست پھر کی کہ نو روپیہ سردیس مکھی کا فرمان اُس کے بیٹے کے نام عطا ہو جس میں چوتھ کا کچھ نام نہ ہو۔ تاکہ وہ مفسدوں کو دفع کر کے ملک کا بندوبست کرے۔ اس سبب سے کہ صمصام الدولہ ذوالفقار خاں بہادر راجہ ساہو کا طرفدار تھا۔ اس بارہ میں گفتگو مخالفانہ دونوں مربیوں کے درمیان واقع ہوئی۔ بادشاہ نے اپنی وسعت خُلق سے دل میں یہ مقرر کر رکھا تھا کہ ادنیٰ اعلیٰ میں کسی ایک شخص کی التماس کو رد نہ کرے گا۔ چنانچہ مدعی و مدعا علیہ اپنے متضاد مدعا عرض کرتے جن میں صبح و شام کا سا تفاوت ہوتا۔ دونوں کی التماس قبول ہوتی حکم ناطق فرمایا جاتا۔ مقدمہ سردیس مکھی میں بھی جملۃ الملک اور میر بخشی دونوں کی درخواست کے موافق عطائے فرمان کا حکم دیا۔ مگر آپس کی پرخاش کے موافق مقدمہ سردیس مکھی دونوں کے نام ملتوی رہا

ابتدا سے عہد خاندان تیموریہ میں یہ مقرر تھا کہ ایک خطاب دو آدمیوں کو نہ عطا کیا جاتا تھا۔ ایک دو لفظ کا فرق اس میں کیا جاتا تھا۔ اس عہد میں صفدر خاں بابی متعینہ احمد آباد کا یہ خطاب موروثی تھا وہ دوسرے شخص کو عطا ہوا تو صفدر خاں بابی نے اپنے خطاب کی بحالی کے لئے عرضی بھیجی تو اُس کے اوپر یہ دستخط ہوئے کہ بحال بحال گو دیگرے ہم داشتہ باشد۔ اس روز سے ایک ایک خطاب کا دو تین آدمیوں کے ملنے کا عیب جاتا رہا۔ اور اسی طرح منصب و نوبت و نقارہ و فیل جیغہ و سرپیچ کے ملنے میں پایہ و مراتب کا اعتبار نہیں رہا۔ ان دنوں میں اخلاص خاں جدید الاسلام

خطابات و بہادر شاہ کی دریا دلی و نرمی

کہ حلیۂ فضیلت و دیانت سے آراستہ تھا اور متصدی گری میں اور حساب میں بڑی سختی کرنے میں مشہور تھا۔ وہ عرض مکرر کی خدمت میں معزز ہوا۔ بادشاہ دریا دل بدون مراتب کے ملاحظہ کے عطائے منصب و اضافہ میں آب سیل کی طرح ایسا رائگان ہوا تھا کہ اخلاص خاں اجرائے عرض مکرر کا متحمل نہ ہوا۔ اُس نے جملۃ الملک سے التماس کی کہ بادشاہ اقلیم بخش کی ہمت کے موافق دولت سلطنت ہفت اقلیم کا وفا کرنا خیال محال اور دُور از عقل ہے تمام عالم بخشش طلب ہے اس صورت میں بادشاہ عالم نواز کی شجر فیض بخشی کا ثمر یہ ہوگا کہ تمام منصب دار اور خانہ زاد بانام ونشان بے جاگیر ہونگے۔ اور قلمرو ہندوستان کی دولت عشر عشیر بادشاہ کی اس ہمت کے لئے وفا نہ کرے گی۔ صلاح دولت و تقاضائے مصلحت یہ ہے کہ اس بارہ میں تدبیر و بندوبست کیا جائے کہ آب سیل کا سد راہ ہو کہ وسعت ہندوستان کے مداخل کا سر بسر ہونا بخشش خرچ کے لئے کم و بیش ہو سکے۔ اگر اس سے کافۂ انام کے نزدیک اخلاص خاں کے بخل و شرارت و حسد کی شہرت ہوئی اور فے الواقع مانع خیر و نانی رزق خلق اللہ کا ہونا بدترین صفت مذموم ہے لیکن بعض نکتہ سنج منصف بینوں کے نزدیک اُس کا سخن راست تلخی آمیز تھا۔ اخلاص خاں چاہتا تھا کہ جس وقت یادداشت منصب وزیر کے نزدیک عرض مکرر کے دستخط کے واسطے آئے تو چاہئے کہ بعد تحقیق و غور اصل و نسل و پایہ مراتب صاحب منصب کے دستخط کرے۔ خان خاناں نے اس وقت اس رزق خلق کی اسناد کے بند کرنے کی بدنامی اپنے لئے پسند نہیں کی اور اخلاص خاں کو تحقیقات کی تکلیف دی۔ اخلاص خاں نے ملامت و طعنوں کے خیال سے اس بات کو قبول نہیں کیا اور خدمت سے استعفا دیا۔ اور اُس کی جگہ مستعد خاں عرف محمد ساقی مقرر ہوا۔ اور یہ انتظام ہوا کہ جس وقت یادداشت منصب عرض مکرر کے لئے آئے تو مستعد خاں کی طرف رجوع کی جائے کہ وہ تحقیق کرے کہ صاحب منصب ملازم بادشاہ کی بندگی کی قابلیت رکھتا ہے یا نہیں اور کس سبب اور وسیلہ سے اس نے منصب و اضافہ پایا ہے۔ کوئی شخص پایۂ مراتب سے زیادہ اور قبل از ایام میعاد مقرری کے اضافہ نہ پائے۔ اور اسی طرح یومیہ وجہ معاش

کی تحقیق کی جائے۔ ان امور کے تجسس و تفحص کے بعد جن میں بہت دیر لگے گی بلفظ صحیح کا نشان مستعد خاں یادداشت منصب و اضافہ و یومیہ و وجہ معاش پر کردے۔ زیادہ تر بادشاہ کے دو محل مہرپرور اور امتہ الحبیب اور مقربان حضور سزاول شدید مقرر کرتے کہ یادداشت پر تحقیق کی کاوش کے بدوں مستعد خاں کے دستخط ہو جاتے۔ مگر باضابطہ و بے ضابطہ اجرا کار میں فوراً تفاوت ہوتا اور بادشاہ کے دستخط کا اعتبار نہیں رہا۔ بادشاہ اپنے متصدیوں سے فرمایا کرتا کہ سب اہل کار آپس میں مل گئے ہیں جو بہتر جانتے ہیں عمل میں لاتے ہیں۔ ہمارا فقط اعتبار رہ گیا ہے ان خلق کے مطلب قبول کرنے کے سوائے ہم کو کوئی اور چارہ نہیں ہے وہ صائب کا شعر ورد زبان رکھتا تھا ؎

ہر کہ اینجا دست رو بر سینہ سائل زند
حاجتِ جنت گزار و چوب پیشش روز باد

ہر چند سخاوت و وسعتِ خلق و عیب پوشی خلق و خطا بخشی میں ایسا بادشاہ زمانۂ ماضی میں ازروئے تواریخ خصوص خاندان تیموریہ میں کمتر نظر آتا ہے مگر بے عیب خدا کی ذات ہے وہ کار و بار سلطنت اور ملک کی خبر گیری اور امور لابدی کے بندوبست میں مستغنی و بے خبر و بے پروا تھا کہ ظریف شوخ طبعوں نے اس کی تاریخ جلوس (شۂ بے خبر) کہی ہے۔ راتوں کو جاگتا دوپہر دن چڑھے تک سوتا جس کے سبب سے خلق اللہ سفر کے دن تکلیف ہوتی کہ ان کو اپنے خیموں کی منزل نہ ملتی اور دربار معلے کے نقار خانے اور کچہریوں اور بازاروں میں رات بسر کرتے۔

ارادت خاں نے بادشاہ کی خصائل اور اس کے دربار کا حال یہ لکھا ہے۔

شاہ عالم سخی، رحم دل۔ عالی دماغ۔ خوش اخلاق و جوہر شناس تھا۔ وہ اپنے باپ دادا کی سلطنتوں کو دیکھ چکا تھا کہ سیاست و قدرت شاہانہ کس طرح صحیح صحیح طور پر استعمال میں لانی چاہئے۔ آخر پچاس سال سے وہ خود بھی حکومت کرتا تھا۔ جب وہ بادشاہ ہوا تو زمانہ نے ایک نئی

بادشاہ کے خصائل اور دربار کا حال

رونق پائی۔ سب درجے کے آدمی علی قدر حال اُس کی مہربانی سے مستفید ہوئے۔ اُس کی فیاضی اور دریا دلی نے خلقت کے دل سے اورنگ زیب کی ساری خوبیوں کو محو کر دیا۔ بعض تنگ دل بخیل حسد اور احسان فراموشی کے سبب سے اُس کی سخاوت و دریا دلی کو کہتے ہیں وہ بے جا اسراف اور دولت کو رائگاں کرتا تھا۔ لیکن حقیقت میں ہر فرقہ اور سب درجہ کی لیاقت کے آدمیوں اور وضیع و شریف و عالم و سخنور نے بادشاہ کے تخت سے ایسا فیض پایا جو اس عہد سے پہلے زمانہ کی آنکھ نے نہ دیکھا تھا اور نہ کان نے سُنا تھا۔ جو کمالات و صفات اُس کی ذات میں تھے وہ بیان نہیں ہو سکتے بہادر ایسا تھا کہ جنگ میں اعظم شاہ سے جس کی شجاعت کی دھاک تھی تن تنہا لڑنے کو مستعد تھا۔ اس کے چاروں بیٹے بڑے صاحب قدرت تھے اور بہت فوج اپنے پاس رکھتے تھے وہ اُن کو اپنے پاس رکھتا تھا۔ ایک لمحہ اُن پر بدظن نہ ہوا۔ اور اُن کو وزراء اعظم سے اختلاط و تعلقات پیدا کرنے سے منع نہیں کیا۔ خاکسار جیسا کہ اورنگ زیب سے اپنا فرض سمجھ کر عرض کیا کرتا تھا۔ بادشاہ سے بھی معروض کیا کہ ان صاحب زادوں سے احتیاط کرنی اور خبردار رہنا ضروری ہے تو اُس نے مجھے جواب باصواب یہ دیا کہ میں نے ان شاہزادوں کے بیٹوں کو جو اُس کے ساتھ معرکہ جنگ میں مقتول ہوئے اجازت دی کہ وہ اُس کے حضور میں مکمل مسلح حاضر ہوا کریں۔ چھوٹے بچوں کو میں نے اُن کے ماؤں پاس رکھا اور اُن کو کچھ نہیں ستایا اور جب وہ بالغ ہوئے تو میرے ساتھ شکار میں اور میری سیر و تفریح میں بے روک ٹوک شریک جب اوروں کی اولاد کے ساتھ میرا یہ نیک سلوک تھا تو اپنی اولاد کے ساتھ کیوں نہ ہو۔ شاہ عالم کا دربار شاہجہاں کے دربار سے بھی ایک درجہ بڑھا ہوا تھا۔ سترہ شاہزادے جن میں اُس کے بیٹے پوتے بھتیجے ہوتے اُس کے تخت کے گرد اس طرح بیٹھتے۔ اُس کے دائیں طرف بڑا بیٹا جہاندار شاہ مع اپنے تین بیٹوں کے اور اُس کا تیسرا بیٹا رفیع الشان مع اپنے تین بیٹوں کے اور بیدار دل جو اُس کے بھتیجے تھے بیدار بخت کا بیٹا تھا اُس کے بائیں طرف عظیم الشان مع اپنے دونوں بیٹوں کے۔ جہاں شاہ مع اپنے بیٹے کے اور اعظم شاہ کا صرف ایک بیٹا عالی تبار

جو زندہ رہا تھا وہ عظیم الشان کے بائیں طرف اور کچھ دائیں طرف سے آگے کام بخش کے دو بیٹے ان شاہزادوں کے پیچھے سکندر عادل شاہ بیجاپور اور قطب شاہ گولکنڈہ کے بیٹے بیٹھتے۔ یہ بادشاہ وہ تھے جن کو اورنگ زیب نے مغلوب کیا تھا۔ چاندی کے کٹہرہ میں ہفت ہزاری سے سہ ہزاری تک امرا کھڑے ہوتے۔ اس کے دربار کی شان و شکوہ بیان میں نہیں آسکتی۔ عیدین اور اور جشنوں میں بادشاہ اپنے ہاتھ سے امیروں کو اُن کے درجے کے موافق عطر و پان دیتا۔ اُس کے عطیات و انعامات شاہانہ ہوتے۔ جب وہ اپنے گھر میں ہوتا تو دینداروں کی طرح سادہ لباس میں ہوتا۔ اور جماعت کے ساتھ نماز کبھی قضا نہ کرتا۔ سفر کے اندر اکثر تعطیلوں اور جمعوں میں وہ خود نماز دربار کے خیمہ میں پڑھاتا۔ اور قرآن مجید کی سورتیں ایسے خوش لہجے اور قرأت میں پڑھتا کہ بڑے فصیح اہل عرب بھی اُس پر فریفتہ ہو جاتے۔ وہ آخر شب کی عبادت کو کبھی ترک نہیں کرتا اور بعض دفعہ ساری رات نمازیں پڑھا کرتا اور دعائیں مانگتا۔ اوّل شب میں اُس کے پاس فضلا و علماء دینی کی ایک جماعت جمع ہوتی۔ وہ حدیثوں کو خود بیان کرتا اُس کو بہت حدیثیں یاد تھیں اور علم فقہ خوب جانتا تھا۔ اُس نے تمام فرقوں کے مذہبوں کی تحقیقات کی تھی اور آزاد خیالوں کی کتابیں پڑھی تھیں اور ہر ایک فرقہ کے عقائد سے واقف تھا۔ اُس سبب سے متعصب دینداروں نے اُس کے مذہبی رایوں پر بدعتی ہونے کا الزام لگایا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اُس کی قابلیت پر وہ حسد کرتے تھے۔ اُس کے اوصاف لکھنے کے لئے تو کتابیں چاہئیں۔ اس لئے میں نے اُس کا ایک جزو بیان کر دیا۔

پاپ رائے لٹیرے کا ذکر

پاپ راے سیندھی فروشوں کی نسل میں تھا۔ اُس کی بہن بیوہ صاحب مایہ تھی اُس سے ملنے وہ گیا۔ پانچ چار روز اُس کے گھر میں رہا۔ اُس کی نقد و جنس کی مالیت کو تاکا۔ چند پیادے اپنے رفیق کئے اور اپنی بہن کو پکڑ کر طرح طرح کے ظلم و سیاست سے اُس کے تمام اعضا کو جلا کر جو نقد و زیور اُس پاس تھا لے لیا اور بہت سے پیادے نوکر رکھ لئے اور ایک پارچہ کوہ پر جا کر اُس کو اپنا ملجا و پناہ بنایا اور مسافروں اور رعایائے اطراف پر رہزنی و دست اندازی

شروع کی۔

فوجدار اور زمیندار اُس کے پکڑنے کی فکر میں ہوئے۔ پاپ رائے کو اُس کی خبر ہوئی تو وہ ونکٹ رائے زمیندار پرگنہ کولاس سرکار ایلکنڈل پاس چلا گیا اور جماعہ داری کی نوکری اُس کی کرلی۔ چند روز بعد وہ چیا ہنونت ایک اور زمیندار کے جماعہ دار کا ہم مصلحت ہوا اور اُس کو اپنا شفیق رفیق بنایا۔ پھر اِن دونوں نے اس ضلع کے مسافروں پر دست اندازی شروع کی ونکٹ راؤ کو جب اُس کی خبر ہوئی تو اُس نے دونوں کو مقید کرکے شکنجۂ سیاست میں رکھا۔ ایک دو مہینے کے بعد ونکٹ راؤ کا بیٹا بیمار ہوا۔ اُس کی بیوی نے اپنے بیٹے کی شفا کے لئے تمام قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ پاپ رائے بھی قید سے خلاص ہوا۔ موضع شاہ پور پرگنہ برکنڈا سرکار بھونگری (بھونگری اس خط پر واقع ہے جو حیدر آباد اور ورنگل کے درمیان کھینچا جائے اور اور مقامات جن کا ذکر آئے گا وہ اس خط کے شمال میں واقع ہیں) میں چلا گیا اور یہاں ایک بڑے مشہور مفسد سردار کے ساتھ ابناز دومساز ہوا اور اپنے پاس بڑی جمعیت فراہم کی اور شاہ پور میں ایک پارچہ زمین سنگلاخ پر گڈھی بنائی اور اطراف کو تاخت و تاراج کیا۔ جہاں کسی زن مقبول و مال ہنود و مسلمین کو سنتا اُن پر تعدی کرکے متصرف ہوتا۔ اشرافوں اور بیوپاریوں کی ایک جماعت بادشاہ پاس استغاثہ کے لئے آئی اور رستم دل خاں پاس اُس کی تنبیہ کا حکم لائی۔ حکم پہنچنے کے بعد پرگنہ کلپاک میں جو شاہ پور سے سات آٹھ کوس تھا رستم دل خاں فوجدار نے قاسم خاں افغان کو شائستہ جمعیت کے ساتھ بھیجا کہ پاپ رائے کو پکڑے۔ وہ پاپ رائے کی تادیب اور استیصال کی فکر میں رہتا تھا۔ وہ اُس کے ساتھ کبھی کبھی شوخی کرتا تھا۔ ایک دن اُس نے پرگنہ کلپاک کے ایک موضع پر تاخت کی۔ قاسم خاں اُس کی تنبیہ کو آیا اور ان دونوں کے درمیان ایک جنگ واقع ہوئی۔ جب پاپ رائے کے بہت آدمی مارے گئے تو وہ بھاگ گیا اور پارچہ کوہ قلب میں چلا گیا۔ قاسم خاں اُس کے پیچھے گیا کہ ایک گولی اُس کے ایسی لگی کہ وہ مرگیا۔ باقی فوج نے ہزیمت پائی۔ پھر رستم دل خاں نے ایک فوج بھیجی مگر فائدہ مترتب نہ ہوا۔ تو خود اُس نے آکر شاہ پور کا محاصرہ کیا

پاپ رائے اور سردا دو مہینے محاصرہ میں رہے اور جنگ کرتے رہے آخر کو بھاگ گئے۔ رستم دل خاں نے گڑھی کو مسمار کیا اور مراجعت کی تو پاپ رائے اور سردا نے آنکر خام گڑھی کی جگہ پختہ گڑھی بنالی اور اس میں مصالح جنگ فراہم کیا۔ اس گڑھی کے بننے سے عوام میں یہ مشہور ہوا کہ رستم دل خاں اپنی گرمی بازار کے لئے پاپ رائے کی تنبیہ و استیصال میں واقعی تن دہی نہیں کرتا۔ غرض مقدمۂ فساد کو طول ہوا اور نوبت یہ آئی کہ شاہ پور سے پندرہ بیس کوس تک کوئی شخص رات کو آرام سے نہیں سوتا تھا۔ سردا اور پردل خاں جماعہ دار میں سے ہر ایک کو فن سپہ گری کا دعویٰ تھا اُن میں بیلگی ہوئی اور اُس کا انجام یہ ہوا کہ دونوں آپس میں لڑ کر فنا ہوئے۔ سردا کے مرنے کے بعد پاپ رائے کو اور زیادہ استقلال ہوا۔ فوج اور ذخیرہ کو بڑھایا اور اطراف کے قلعوں کی تسخیر میں کوشش کی رستم دل خاں نے اس پر چڑھائی کی اور شاہ پور کا محاصرہ کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ دار و مدار کر کے کچھ روپیہ لیا اور مراجعت کی۔ اب پاپ رائے قلعہ ورنگل کی تسخیر کے فکر میں ہوا وہ شاہ پور سے سولہ سترہ کروہ تھا۔ قصبۂ مذکور میں بہت تجار مایہ دار رہتے تھے لاکھوں روپیہ کے اقمشہ اور بیش بہا قالین بنتیں۔ بست و دوہم محرم سنہ ۱۱۲۰ھ کو مسلمان اور ہنود تابوتوں کے گشت میں مصروف تھے کہ پاپ رائے دو تین ہزار پیادے اور چار پانسو سوار لے کر قلعہ ورنگل پہنچا اور سنگین بیش بہا قالینوں کو کاٹ کر دست بدست لٹیرے لے گئے۔ بارہ پندرہ ہزار مرد و زن و اطفال اُس نے قید کئے۔ اور قصبہ کو ایسا لوٹ لیا کہ اس میں آدمیوں کو خاک پر بٹھا دیا۔ قاضی کی بیوی کو اپنی بیوی بنایا اور اور اُس کی بیٹی کو رقاصوں کو تعلیم کے لئے دیا۔ قاضی کو کچھ دنوں قید رکھ کے چھوڑ دیا اب اُس کی سواری کے ساتھ سات سو بندوقچی چلتے تھے اور بندوق میں دو خزانے تھے دس بارہ ہزار بیل غلہ کے بنجاروں کے پکڑ کر قلعہ میں اُن کا غلہ ذخیرہ کیا اور بیلوں کو قلبہ رانی کے لئے بھیجدیا کہ اُس کے واسطے زراعت کو سرسبز کریں پھر اُس نے قلعہ بھونگری پر جو حیدرآباد سے سولہ کروہ پر ہے ۱۲ ربیع الاوّل کو کہ لوگ فاتحہ درود میں مشغول تھے حملہ کیا اور اُس کو فتح کر لیا ہوتا مگر وہ ہاتھ نہ آیا قصبہ اور پینٹھ کو لوٹ لیا اور دو تین ہزار عورت مرد کو پکڑ کر لے گیا اور اُس نے یہ مقرر کیا تھا کہ جو کوئی مسلمان عورت

کو پکڑ کر لائے تو پانچ روپیہ انعام پائے اور کسی مشہور خاندان قضات و مشائخ کی عورت کو گرفتار کر کے لائے تو پانچ ہون انعام پائے۔ مارکنڈا کے قریب شاہ پور سے چار کوس پر ایک قلعہ بنایا اور ذخیرہ وافر اور مایحتاج اُس میں جمع کیا۔ جب اُس کے فساد کو امتداد ہوا۔ اس ضلع کے پاس اور دُور کے رہنے والوں کو خواب و خور کا آرام حرام ہوا اور عروس و شادی کی رسم اُٹھ گئی۔ جہاں وہ کسی بالغ نابالغ دلھن کو سنتا تو اُس کو راہ میں میانہ سے یا خانہ سے بُلوا لیتا۔

قاضی جن کی جورو اُس نے چھین لی تھی اور اور مظلوم بہادر شاہ پاس آئے روزانہ مشعلیں روشن کر کے عرض کیا کہ بادشاہ خود جا کر اس کافر کا استیصال کرے بادشاہ نے فرمایا کہ مناسب نہیں ہے کہ میں ایک سیندھی فروش کی تنبیہ کے لئے جاؤں۔ یوسف خاں صوبہ دار مقرر ہوا کہ اس مفسد کا استیصال کرے۔ پاپ رائے نے فوج آنے سے پہلے قصبہ کلپاک کا محاصرہ کیا جو شاہ پور سے آٹھ کوس تھا۔ جب سپاہ آئی تو وہ شاہ پور کو بھاگ گیا اور اُس کے بہت آدمی مارے گئے۔ قلعہ شاہ پور میں اس کا خسر مقید تھا۔ فقط اُس کی بیوی کو اجازت تھی کہ آٹھ پہر میں اُس کو ایک دفعہ کھانا کھلائے۔ اُس نے اپنی بیوی سے تین چار سوہن کھانے میں چھپوا کر منگائے اور اُن سے اپنی اور چند اور قیدیوں کی بیڑیاں کاٹیں۔ پاپ رائے مچھلی کے شکار کو دو کوس پر گیا تھا کہ ان قیدیوں نے قلعہ کے نگھبانوں کو مارا اور کلپاک کے زمیندار کو پہلے سے کہلا بھجوایا تھا کہ جب ہم توپ چھوڑیں تو تم آ جانا۔ پاپ رائے یہ خبر سُن کر شاہ پور کے دروازہ پر آیا اور اُس کو جلایا مگر دروازہ اس حکمت سے بنایا گیا تھا کہ دروازہ چوبی جل جائے تو ایک پارچہ تختہ آہن و سنگ اوپر سے گر کر اُس کا قائم مقام ہو جائے اس لئے دروازہ کے جلانے سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس عرصہ میں دلاور خاں کلپاک سے سپاہ لے کر آیا۔ پاپ رائے سے لڑائی ہوئی۔ دلاور خاں قلعہ میں داخل ہوا۔ پاپ رائے کی فوج متفرق ہوئی وہ قلعہ کے ریکنڈا میں آیا۔ نو مہینے اس قلعہ کا محاصرہ لشکر شاہی نے کیا۔ یوسف خاں نے قلعہ کے اندر پاپ رائے کے آدمیوں کے ساتھ سازش کی۔ وہ جوق جوق قلعہ سے نکل کر یوسف خاں کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوئے۔ یوسف خاں ہیٹہ و پرکوٹہ وبارہ بُرج اطراف قلعہ کو اپنے تصرف

میں لایا۔ پاپ راے قلعہ سے باہر موضع حسن آباد میں جو اس کا آباد کیا ہوا تھا چلا گیا۔ وہاں ایک تاڑی فروش نے پہچان کر اُس کو پکڑوا دیا۔ وہ یوسف خاں کے روبرو لایا۔ اُس کے بند بند جدا کئے گئے۔ اُس کے اعضا حیدر آباد کے دروازہ پر لٹکائے گئے اور سر اُس کا بادشاہ پاس بھیجا گیا۔ ؎

دہقانِ سال خوردہ چہ خوش گفت با پسر
کاے نورِ چشمِ من بجز از کشتہ نہ دروی

قندھار کا معاملہ

اس سال کا آخر سانحہ یہ ہے کہ قلعہ قندہار کا قلعہ دار ضابطہ سلطان حسین شاہ ایران کی طرف سے گرگین خاں تھا۔ اس کا نہایت معتمد نوکر میر اویس افغان تھا قلعے کے ایک دروازہ کا بندوبست اُس کے سپرد تھا۔ کبھی کبھی قلعہ دار اور میر اویس کے درمیان ناخوشی ملال افزا ہوتی تھی پھر بحسب ظاہر رفع کدورت ہو جاتی تھی۔ اس کا ذخیرہ افغان کے دل میں جمع ہوتا جاتا تھا اس لیے دغا دے کر گرگین خاں کو مار ڈالا اور قلعہ پر اپنا عمل دخل کر لیا۔ مصلحۃً خطبہ بہادر شاہ کے نام کا پڑھوا دیا کہ بدنامی رفع ہو اور بندوبست کا استحکام ہو۔ اور کلید طلائی اور عرضداشت بادشاہ پاس بھیجدی۔ بہادر شاہ نے شاہ ایران کے ساتھ نامہ و پیغام و تحفہ تحائف بھیج کر مودت و اتحاد از سر نو پیدا کر لیا تھا۔ فی الحال تقاضاء مصلحت وقت یہ جانا کہ خلعت و فرمان آفرین باد اور سند قلعہ داری مع عطاے منصب پنج ہزاری میر اویس پاس ارسال کیا اور خفیہ تجار کی زبانی پیغام حسین شاہ ایران کو کہلا بھیجا کہ افغان نے جو نمک حرامی پر جرأت کی ہے اُس سے مجھے ملال خاطر ہوا اور اس نے بہت بُرا کیا۔ آپ کو اس کے فساد کے رفع کرنے کے لئے جلد کوشش کرنی چاہیئے۔ ہم اُس کی کمک نہیں کرینگے۔ اس سے آپ خاطر جمع رکھئے۔ شاہ ایران بھی بندوبست سلطنت سے بے خبر تھا۔ اصلا فوج کشی و تعین لشکر و مردم کشی پر راضی نہ ہوا۔ قلعہ قندہار کی تسخیر کی کچھ تلافی نہ ہوئی۔ دو برس بعد لشکر بھیجا جس کا نتیجہ کچھ نہ ہوا۔ محمد شاہ کی تاریخ میں اس کا بیان ہوگا۔

# سوانح سال سوم ۱۱۲۰ھ

جشن سال سوم

۱۸ ماہ ذی الحجہ کو سال سوم جلوس کا آغاز ہوا جس کے انعامات کی تفصیل بیان نہیں ہو سکتی شاہزادوں کو فرمایا کہ نالکیوں میں جو تخت رواں کی طرح مرتب ہوئی تھیں سوار ہوں اور محمد اعظم شاہ بیدار بخت و کام بخش کے بیٹوں کو خلعت دیئے اور دربار میں بیٹھنے کا اور سواری میں گھوڑوں پر سوار ہو کر ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ جملۃ الملک خان خانان اور بخشی الملک ذوالفقار خاں کو حکم دیا کہ وہ حضور میں اپنے آگے نوبت بجوائیں۔ ذوالفقار خاں نے عرض کیا کہ ہم خانہ زادوں اور شاہزادوں میں یہی فرق نقارہ بجانے کا ولی نعمت کی رکاب میں ہے اس لئے میں اس کے قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ خان خانان کو حضور میں نقارہ بجوانے کی آرزو تھی اور اس کی جملۃ الملک سے سوء مزاجی تھی اس لئے یہ انکار ہوا۔

بادشاہ ۶۵ سال

بادشاہ نے اول ربیع الاول ۱۱۲۱ھ میں دار الخلافہ کے قصد سے کوچ کیا۔ وسط جمادی الاول کو اورنگ آباد میں آیا اور آخر مہینے میں یہاں سے کوچ کیا۔ آخر رجب میں بادشاہ برہان پور میں آیا۔ یہ مشہور شکارگاہ اور سیرگاہ ہے یہاں رہنے کا ارادہ تھا کہ راجپوتوں کے فساد کی خبر آئی کہ جب وہ کام بخش کی مہم میں مصروف ہوا تو نواح اجمیر میں راجپوت جمع ہو گئے اور انہوں نے شورش کی اور صوبہ اجمیر سے تھانوں اور فوجداروں کو اٹھا دیا سید حسین خاں بارہ صوبہ دار اجمیر ان کی تادیب میں مشغول ہوا۔ رجپوتوں نے اطراف سے ہجوم کر کے مقابلہ کیا۔ سید حسین خاں نے کارزار صعب کے بعد بہت رجپوتوں کو مارا اور کئی ہزار زن و فرزند راجپوتوں کے پکڑ لئے۔ بت خانے مسمار کئے۔ چاروں طرف سے راجپوت مور و ملخ کی طرح جمع ہوئے۔ سید حسین خاں مع احمد سعید خاں فوجدار میرٹھ سنگھلانہ و غیرت خاں و فوجدار نارنول جو حسین خاں کے برادر حقیقی تھے اور اور فرزندوں و خویشوں و ہمراہیوں اور بندہ ہائے بادشاہی میں سے مارے گئے۔ جب بہادر شاہ نے یہ سنا تو برہان پور میں اس نے توقف مناسب نہ جانا۔ اوائل شعبان ۱۱۲۱ھ کو یہاں سے کوچ کیا۔ آب نربدا پر

ماہ رمضان میں آیا۔ گزرا کبر پور پر مقام کیا عید فطر کے بعد آب نربدا سے عبور کیا۔ جب سرحد اجین پر پہنچا تو اُس نے خبر سُنی کہ اطراف نواح دار الخلافہ اور پنجاب میں سکھوں نے فساد مچایا ہے۔

میں نے التزام کیا کہ اگر کوئی شاذ و نادر ہندوؤں کی تصنیف کی ہوئی تاریخ ہاتھ آجائے تو اس میں سے بعض واقعات تاریخی کو نقل کرتا ہوں کہ جس سے مسلمانوں کے بیان سے اُن کا مقابلہ ہو جائے۔ اختلاف و اتفاق اُن کا کُھل جائے۔ سکھوں کی کتابیں بہت سی ہیں جن میں اُنہوں نے مسلمانوں سے اپنی لڑائیوں کا حال لکھا ہے۔ شمشیر خالصہ ان سب کی جامع ہے۔ مصنف بھائی گیانی سنگھ گیانی نے مسلمانوں کے ساتھ جو سکھوں کو معاملات پیش آئے مذہبی پیرایہ میں بیان کئے ہیں اور کشف خرق عادت کو دخل دیا ہے جن کو مذہب سے تعلق ہے تاریخ سے تعلق نہیں ہے۔ غرض اس میں سے بعض مضامین چند صفحوں میں گھٹا بڑھا کر لکھتا ہوں۔

## سِکھوں کا بیان

گورونانک شاہ

سلطان بہلول لودھی کے زمانہ میں کاتک سدی پورنماشی سمت ۱۵۲۶ مطابق ۱۴۶۹ء کو موضع تلونڈی تحصیل شرقپور ضلع لاہور میں گورونانک پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش کی جگہ ایک پختہ عمارت نانکانہ بنی ہوئی ہے جہاں میلا ہوتا ہے اُن کے باپ کا نام کالوچند بیدی تھا جو قوم کا کھتری تھا۔ اس کے حسب نسب کو راجہ رام چندرجی سے سکھ ملاتے ہیں۔ اُن کے لڑکپن کی حکایات معجزات اور کرامات سکھ بہت بیان کرتے ہیں اور اُن کو اوتار مانتے ہیں۔ یہ باتیں تو اعتقادات کی ہیں مگر یہ سب مانتے ہیں کہ وہ لڑکپن میں وجاہت اور لیاقت رکھتے تھے۔ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات۔ مسلمان یہ کہتے ہیں کہ سید حسن درویش نے کہ صاحب کشف و کرامات تھے گورو پر نظر توجہ کی اور اُن کی صحبت کی برکت سے گورو جی باپ داداکے آئین و مذہب سے برگشتہ ہوئے اور فقرا صوفیہ کے زمرہ میں آئے۔ اور مسلمان فقرا کے اقوال سے اپنی پنجابی زبان میں گرنتھ کتاب بنائی۔ سکھ یہ کہتے ہیں کہ وہ ہندو مسلمان فقرا کی صحبت میں رہے اور

بعض سے وہ خود مستفیض ہوئے اور بعض کو اپنے سے مستفید کیا۔ گرو نانک موحد صوفی تھے اور فرقۂ صوفیہ میں مسلمان و ہندو کی باہم کچھ تمیز نہیں اُس میں دونوں ایک ہیں۔ ان کا مذہب ایسا ہی تھا جیسا کہ سائیں کبیر کا۔ اُن کے مذہب کا خاص مطلب صلح کل تھا۔ وہ دونوں ہند و مسلمانوں کو متحد کرنا چاہتے تھے۔ وہ توحید کے معتقد تھے۔ اُن کے نزدیک جیسا کہ وید و پران ایسا ہی قرآن۔ وہ کسی مذہب سے پرخاش کرنا اپنے مذہب میں کفر جانتے تھے۔ ان کا یہ قول تھا کہ انسان پر خدا کی پرستش فرض ہے مگر پرستش الٰہی کی ظاہری صورت کی پابندی کی چنداں ضرورت نہیں۔ ان فقرا کے کلمات خواہ ہندو ہوں یا مسلمان ہوں ایسے ہوتے ہیں کہ مذہبی عناد و فساد کو بالکل دُور کرتے ہیں۔ معراج کے باب میں گورو کا یہ دوہرہ ہے ؎

نانک تنھ میں در نہیں نبی گیو کس بار

جیسے چھچھ سے اچھچھ نکس جات ہے پار

(ترجمہ) اے نانک آسمان میں دروازہ نہیں نبی کیونکر چلا گیا۔ جیسے عینک سے نگاہ پار جاتی ہے۔ نانک نے مذہب میں کوئی حصہ مسلمانوں کے مذہب سے اخذ کیا ہے۔ کوئی ہندوؤں کے مذہب سے مسائل توحید قرآن و وید سے اخذ کئے ہیں۔ اور گائے کی تعظیم اور بتوں کی تکریم یہ ہندوؤں کے پرانوں سے استنباط کی۔ مذہب میں کوئی بات ایجاد نہیں ہوئی۔

گرو نانک نے چار بڑے بڑے سفر کئے ہیں اور اُن میں فقرا صوفیہ سے تحقیقات مذہب کی ہے ۹۹ برس ۱۰ مہینے ۱۰ دن کی عمر میں اسوج بدی دسمی سمت ۱۵۹۶ بکرمی مطابق ۹۹۳ھ ۱۵۳۹ء کو اُنہوں نے دنیا سے سفر کیا۔ اُن کی پاکبازی اور راستبازی میں دونوں ہند و مسلمانوں کو اتفاق ہے۔ شمشیر خالصہ میں لکھا ہے کہ جب بابر سے گرو نانک ملے تو اُنہوں نے اُس کو ہندوستان کے فتح کرنے کی اور اُس کی سات پشت تک ہندوستان میں فرمانروائی رہنے کی دعا دی تھی۔ بابر نے اُن کی بھنگ کے قدح اور جواہر وغیرہ کی تواضع کی ان کے قبول کرنے میں اُنہوں نے انکار کیا۔ بابر نے اُن کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔

نانک شاہ کے دو بیٹے تھے ایک سری چند جس نے اپنی زندگی درویشی میں گزاری اور نہ جورو کی نہ باپ کی جانشینی کی۔ دوسرا لکھمی چند تھا وہ دنیا کے مال و عزت کو عزیز رکھتا تھا۔ کرتارپور اُس کی زمینداری تھی۔ ہمیشہ حکمرانی و شکار افگنی اور باغ و راغ کی سیر میں مشغول رہتا۔ اب تک اُس کی اولاد کو صاحب زادہ کہتے ہیں۔

### گورو انگد

گورو نانک کے جانشین گورو انگد ہوئے۔ وہ سکندر لودھی کے زمانہ میں ۱۵۰۴ء میں ضلع فیروزپور میں پیدا ہوئے۔ سمت ۱۵۸۸ میں گورو نانک کے چیلے ہوئے۔ اُنہوں نے اپنے گورو کی پوری پیروی کی۔ گورمکھی حرفوں کو ایجاد کیا اور جنم ساکھی کتاب لکھی۔ ہمایوں بادشاہ جب شیرشاہ سے شکست پاکر بھاگا ہے تو وہ اس گورو سے ملنے گیا۔ اس نے تعظیم نہ کی تو ہمایوں نے اُس کے تلوار مارنے کا ارادہ کیا۔ تو گورو نے کہا کہ یہ شمشیر شیرشاہ پر کیوں نہ چلائی۔ وہاں سے بھاگ آئے۔ اب فقیروں پر تلوار چلاتے ہو۔ تو بادشاہ نے اُن سے معافی مانگی تو گورو نے کہا کہ چند سال بعد پھر تم ہندوستان کے بادشاہ ہو جاؤ گے۔ اور اکبر کے پیدا ہونے کا مژدہ سُنایا۔

یہ گرو سمت ۱۶۰۹ مطابق ۱۵۵۲ء میں بمقام کھنڈورے ۳۵ سال ۲ ماہ ۹ یوم کی عمر میں گدی نشین ہوا۔ ۱۲ سال ۹ ماہ ۶ یوم گدی نشینی کی اور ۴۷ سال ۱۱ ماہ ۱۵ یوم کی عمر میں سفر آخرت کیا۔

### گورو امرداس صاحب بادشاہی سوم

یہ گُرو سکندر لودھی کے وقت میں ۹ بلیاکھ بدی سمت ۱۵۳۶ مطابق ۸۹۸ھ ۱۴۷۹ء کو موضع باصر پرگنہ امرت سر میں تیج بھان بھلے کھتری کے گھر میں پیدا ہوا۔ سمت ۱۶۰۹ میں گورو انگد نے امرداس کو گوریائی کی گدی پر سرفراز کیا۔ اس گورو نے قصبۂ گوبندوال کو آباد کیا۔

ایک دفعہ گوبند امردائے کھتری کے بیٹے نے حاکم لاہور کے روبرو گوروجی پر یہ نالش کی کہ گورو فقیر سمجھ کر اس گانوں میں ٹھیرنے کو مکان دیا تھا مگر اب وہ مالک بن کر بیٹھا ہے اور نکالنے سے نکلتا نہیں۔ گوروجی نے اپنے داماد کو جواب دہی کے لئے بھیجا۔ مرزا جعفر بیگ حاکم نے گورو کو لاہور میں طلب کر کے ثبوت طلب کیا۔ گورو نے غصہ میں آ کر کہا کہ گردن لوٹے زمین سے گواہی لے۔ حاکم گوبندوال گیا اور تحقیق سے مدعی کا دعویٰ باطل ٹھیرا۔ وہ اُلٹا جاتا تھا کہ گھوڑے سے

گر کر گردن ٹوٹ گئی۔ اس کا بیٹا مرزا طاہر بیگ اس واقعہ کو گرو کی بد دعا سمجھ کر اس پاس گیا اور عرض کیا کہ میں آپ کا خادم ہوں مجھ پر نظر کرم رکھئے۔ گورو جو گوبندوال میں باولی کھدواتے تھے اس میں طاہر بیگ نے بڑی مدد دی اور جب وہ قلعہ چتوڑ کے محاصرہ میں گیا تو اکبر کو صلاح دی کہ آپ گورو کی منت مانیں گے تو قلعہ فتح ہو جائیگا۔ اکبر بادشاہ نے جیسے بائیس صوبے مقرر کئے تھے۔ گوروجی نے بائیس منجے یعنی گدیاں مقرر کیں۔ سمت ۱۶۰۱ میں گنگا اشنان کے لئے جمنا کے عبور کرنے پر گورو سے محصل نے حسب دستور سوا روپیہ فی کس محصول مانگا۔ گوروجی نے محصول دینے سے انکار کیا۔ اور کہا کہ ہم فقرا سے تو دھرم راج بھی محصول نہیں مانگتا تم کیوں کرے سکتے ہو۔ جب اس کی خبر اکبر بادشاہ کو ہوئی تو اُس نے فوراً معافی محصول کا حکم بھیجدیا۔ جاتری ہر دوار کا اشنان کر کے چلے گئے نہ آنے میں محصول دیا نہ جانے میں۔ بہت لوگ اُن کے ساتھ سکھ بن کر بے محصول چلے گئے۔ اکبر بادشاہ نے بھگوانداس کھتری کو گوروجی پاس چتوڑ کی دعا کے لئے بھیجا۔ اُنھوں نے کہا کہ جب ہماری باولی کا کڑہ پھوٹے گا تو قلعہ چتوڑ گڈھ ٹوٹے گا۔ اکبر نے کاریگروں کو بھیج کر ۱۶۱۶ء میں باولی کا کڑہ توڑوا دیا تو اُسی وقت چتوڑ فتح ہو گیا۔ تو بادشاہ نے اس پاس تحائف اور نذر نیاز بھیجی۔

جب اکبر بادشاہ سمت ۱۶۲۲ میں لاہور آیا تو قصبہ گوبندوال میں گورو امرداس جی پاس گیا بلکہ پرگنہ جھبال کے بارہ دیہات کی آمدنی گوروجی کو دینی چاہیئے مگر وہ اُنھوں نے لینی نامنظور کی۔ یہ گورو ۶۲ برس کی عمر میں گورو انگد کی خدمت میں آئے۔ بارہ برس اُن کی خدمت کی پھر اُن کے انتقال کے بعد ۲۲ برس گدی نشین رہے۔ ۹۵ سال ۳ ماہ ۱۲ یوم کی عمر میں انتقال کیا۔

گورو رام داس جی پاتشاہی چہارم

گورو رام داس ۲۲ کاتک بدی دوج سمت ۱۵۹۱ مطابق ۱۵۳۳ء میں لاہور میں شیر شاہ کے زمانہ میں ہرداس سوڈہی کے گھر میں پیدا ہوئے۔ گورو امرداس نے اپنی بیٹی کا بیاہ اُن سے کیا سمت ۱۶۳۳ میں جب اکبر بادشاہ لاہور کو جاتا تھا تو گورو سے ملنے آیا۔ اور موضع سلطان ونڈ و تونگ وغیرہ قصبات گرد و نواح کی زمین گورو چک کے ساتھ شامل کر کے گوروجی کو دیدی اور

سند معافی لکھ دی۔ امرت سر اسی زمین پر گورو جی نے آباد کیا۔

گورو رام داس کے تین بیٹے پرتھی چند ومہا دیو اور ارجن تھے۔ گورو جی ارجن کو گدی پر بٹھا کے ساون سمت ۱۳۳۸ میں دنیا سے چل بسے۔ عمر ۴۹ برس ۱۱ ماہ ۱۸ دن کی تھی۔

گورو ارجن بیساکھ سدی ستمی سمت ۱۶۲۰ مطابق ۱۵۶۳ء کو اکبر بادشاہ کے عہد میں موضع گوبند وال میں گورو رام داس کے گھر میں پیدا ہوئے۔

گورو ارجن بادشاہی پنجم

سمت ۱۶۳۸ کو گوروائی کی گدی میں انہوں نے اپنے فرقہ کو بہت ترقی دی اور ہزارہا لوگوں کو اپنے فرقہ میں شامل کیا۔ اس گورو کے عہد سے سکھوں میں فقیری کے ساتھ دنیا داری شروع ہوئی۔ گورو رام داس کی اولاد میں مسند گوروائی کے لئے ہمیشہ جھگڑے فساد ہوتے رہے۔ دولت کی محبت بھی پیدا ہو گئی۔ سکھوں کی پوتھیوں میں لکھا ہے کہ دنیا کی دولت گورو نانک سے بارہ کوس کے فاصلہ پر اور گورو انگد سے چھ کوس پر اور گورو امر داس کے دروازہ پر اور گورو رام داس کے قدموں پر اور گورو ارجن کے گھر میں تھی۔

گورو ارجن سے پہلے کسی گورو کے عہد میں گوروؤں کے خرچ کے لئے سالانہ یا ششماہی روپیہ وصول نہیں ہوتا تھا۔ گورو ارجن نے ہر تعلقہ میں ایک مسند یعنی کارکن مقرر کیا کہ وہ دسوندھ (دسواں حصہ) جمع کیا کرے جب سال ختم ہوتا تو یہ مسند (کارکن) اپنے اپنے علاقہ کے سکھوں سے کار بھیٹ (چندۂ مذہبی) لاکھوں روپیہ گورو ارجن پاس لاتے اور سکھوں کے گروہا گروہ ارجن کی زیارت کو آتے اور نقد وجنس نذریں دیتے اور گورو ان کو خلعت و دستار رخصت کے وقت دیتے۔ یہ طریقہ دسویں گورو تک جاری رہا۔

گورو ارجن نے امرت سر میں تالاب کے اندر جو مندر بنایا اس کی نبیاد میاں میر فقیر سے رکھوائی اسی مندر کو احمد شاہ بادشاہ کابل نے سمت ۱۸۱۸ میں ڈھایا تھا۔ شہر امرت سر کو اس گورو کے زمانہ میں بڑی رونق ہوئی۔ ساہلوجی نے ۲۲ ذاتوں کے آدمیوں کو لا کر اس میں بسایا۔ سمت ۱۶۴۹ میں قصبہ ترنتارن میں گورو ارجن نے ایک تالاب کھدوایا اس کی اینٹوں کے پزاوے پرتھی چند گورو کے بڑے بھائی کے بہکانے سے امیر الدین پسر نورالدین حاکم وقت اپنے مکان کے بنانے کے کام میں

لایا۔ گوروارجن لاہور میں آیا تو حسن خاں حاکم شہر اُس کی خدمت میں آیا اور معتقد ہوا۔ اُس نے اُس باؤلی کے کھدوانے میں بڑی امداد کی جو گورو جی نے لاہور میں دلی بازار میں کھدوائی تھی۔ پرتھی چند بڑا بیٹا گورو رام داس کا گدی کے نہ ملنے سے اپنے بھائی گوروارجن کا بڑا دشمن تھا۔ موضع ہیہر میں جا کر آباد ہوا۔ یہ موضع اُس کے دوست خلجی خاں نے آباد کیا تھا۔ یہاں اُس نے امرت سر کے تالاب کی نقل اُتاری اور کہا کہ یہی تیرتھ نجات دے گا۔ پرتھی چند نے خلجی خاں کو جو اس ملک کا حاکم تھا بہت کچھ رشوت دے کر اپنا مددگار بنایا اور گوروارجن پر دعوی دائر کیا۔ جس کا اکبر شہنشاہ نے یہ فیصلہ کیا کہ باپ جس کو جو رتبہ دے گیا وہ منسوخ نہیں ہو سکتا۔ پرتھی چند ہمیشہ خلجی خاں کی امداد سے گوروارجن کو ستاتا رہتا تھا۔ اس اثنا میں وزیر خاں حاکم لاہور جلندھر کے مرض میں مبتلا ہوا تو وہ حضرت میاں میر کے ارشاد سے گوروارجن پاس آیا اور اُن کے علاج سے وہ اچھا ہو گیا۔ اس سبب سے وہ ان کا معتقد ہو گیا۔

آخر میں خلجی خاں نے پرتھی چند و گوروارجن کا آپس میں یہ فیصلہ کیا کہ تمام سکھی سیوکوں کا مالک تو گوروارجن کو بنایا اور باقی گورو چک کے کل زمیندارہ وغیرہ کی وراثت مع کچھ حصہ اس شہر کے جو اکبر شاہ دے گیا تھا۔ پرتھی چند کو دیا۔ اس اکبر شاہ کی سند میں چودہ ہزار بیگہ غیر مزروعہ اراضی ستلج کے کنارہ پر مندرج تھی۔ پرتھی چند نے اپنی دشمنی نہ چھوڑی۔ وہ چندو لال قوم کھتری بادشاہی دیوان پاس گیا۔ اُس کی اور گوروارجن کی اس بات پر عداوت ہو گئی تھی کہ دیوان اپنی بیٹی کی سگائی گوروارجن کے بیٹے ہرگوبند سے چاہتا تھا اور گوروارجن نے کسی خاص وجہ سے اُس کو نامنظور کیا تھا۔ اس دیوان کے ذریعہ سے اکبر بادشاہ کو یہ شک دلایا کہ گوروارجن ڈاکوؤں اور رہزنوں کو اپنے پاس رکھتا ہے ہمیشہ ڈاکہ زنی کے مال سے گزارہ کرتا ہے جس کے سبب سے سمت ۱۶۵۷ میں صلحی خان تعینات کیا گیا۔ مگر اُس کو گوبند وال میں ایک نوکر نے مار ڈالا۔ تو دیوان چندو لال نے اکبر بادشاہ کو یہ سمجھایا کہ گوروارجن نے سازش کر کے اُس کو قتل کرایا ہے تو بادشاہ نے غصہ میں آ کر صلحی خاں حاکم لاہور کو گوروارجن کی تنبیہ کے لئے فرمان لکھا صلحی خاں نبھ میں پرتھی چند پاس آیا دونوں شکار کھیلنے گئے کہ صلحی خاں کا گھوڑا ایک جانور کے اُڑنے سے بھڑک کر جلتی آگ میں جا پڑا

اور صلہی خاں مرگیا۔

سمت ۱۶۶۱ میں اکبر بادشاہ لاہور میں آیا۔ تو قصبہ بٹالہ ضلع گورداس پور میں دیوان چندولال نے بادشاہ سے یہ کہا کہ گوروارجن نے گرنتھ کو مرتب کیا ہے اور اُس کو کہتا ہے کہ میں نے الہام الٰہی سے لکھا ہے۔ اس میں مذہب اسلام کی تحقیر کی ہے اور پیغمبران خدا کی تضحیک اور بت پرستی کی تعریف بادشاہ نے گوروارجن کو بلایا کہ وہ گرنتھ لے کر آئے مگر گورو کسی سبب سے خود نہ گئے مگر اپنے سیوکوں بھائی گورو داس جی اور بابا بڈھا کو گرنتھ کے ساتھ بھیجدیا۔ اکبر نے کئی جگہ سے گرنتھ کو سُنا اور چندولال کے بیان کو جھوٹا جانا اور اکیاون اشرفیاں گرنتھ پر چڑھائیں اور گوروارجن کے پاس جانے کا وعدہ کیا۔ اور اُس کو خلعت بھیجا۔

سمت ۱۶۶۲ میں تو وہ گوروارجن پاس گیا اور اُس کے کلام سے مستفید ہوا۔ گوروجی کی سفارش سے کل پنجاب کا لگان بوجہ قحط سالی اس سال کے لئے معاف کردیا۔ بلکہ بہت سا غلہ و کپڑا غریبوں کو تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔ شہنشاہ اکبر کی اس مہربانی سے گوروارجن کی بزرگی کا بڑا شہرہ ہوگیا

جب نورالدین جہانگیر بادشاہ ہوا اور اُس کا سرکش بیٹا خسرو ترن تارن میں آیا تو وہ گورو سے امداد کا خواہاں ہوا تو گورو نے پانچ ہزار روپیہ اُس کو دیا۔ جس کو دشمنوں نے پچاس ہزار روپیہ بنا کر بادشاہ سے شکایت کی۔ جب خسرو پکڑا آیا اور قتل ہوا تو دیوان چندولال نے گوروجی کو بھی اُس کے معاونوں میں بیان کیا۔ تو بادشاہ نے گوروجی کو بھی طلب کیا تو وہ اُس کو پیغام اجل سمجھ کر اپنے بیٹے گورو ہر گوبند کو گدی نشین کر کے لاہور آئے۔ اور چندولال نے گورو کو بادشاہ پاس پہنچایا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ تم نے خسرو کو پچاس ہزار روپیہ دیا تھا اس جرم کا جرمانہ دو لاکھ روپیہ خزانہ میں داخل کرو ورنہ جان سے مارے جاؤ گے۔ اُس کے جواب میں گورو نے کہا کہ ہم فقرا کے پاس سوائے خدا کے نام کے کوئی اور دولت نہیں ہے۔ اور نہ خسرو کو پچاس ہزار روپیہ میں نے دیا ہے۔ یہ کسی دشمن نے خلاف واقعہ بیان کیا ہے۔ بادشاہ نے گورو کو کوتوالی میں بھیجدیا۔ چندولال گرو کو اپنے گھر لے گیا اور کہا کہ میری لڑکی سے اپنے لڑکے کا بیاہ قبول کیجئے نہیں آپ

بُری طرح مارے جاؤ گے۔ گورو نے یہ رشتہ کرنا منظور نہ کیا۔ اُس نے گورو پر گرم ریت ڈلوایا اور دیگ آہنی میں بند کیا۔ پھر گائے کی کھال میں گورو کو سینا چاہا۔ گورو نے کہا کہ مجھے دریائے راوی اشنان کر آنے دے۔ پھر جو تو کہے گا میں قبول کرونگا۔ چندولال نے اپنے آدمیوں کی حوالات میں اشنان کو بھیجا۔ وہ اشنان کر کے جیٹھ سدی چوتھ سمت ۱۶۶۳ مطابق سنہ ۱۶۰۶ء ۱۰۲۵ھ پر لوک گون ہوئے ۴۳ برس کی عمر تھی۔

گورو ہرگوبند جی

گورو نانک کی ولادت سے ۱۲۶ برس بعد سمت ۱۶۵۳ مطابق سنہ ۱۵۹۰ء ۱۰۱۴ھ اساڑھ میں گورو ہرگوبند پیدا ہوئے۔ وہ گورو ارجن کے بیٹے تھے۔ وہ ۱۱ سال کی عمر میں سمت ۱۶۶۳ میں گدی پر بیٹھے اب گورو نے فقیرانہ طریقے کے خلاف کمر میں دوہری تلواریں باندھیں اور تمام سپاہیانہ کرتبوں میں مہارت پیدا کی۔ باپ کے مرتے ہی چندولال سے انتقام لینے کا ارادہ کیا۔ سکھوں کو فن سپہ گری کی طرف راغب کیا۔ عمدہ گھوڑوں اور ہتھیاروں کے نذریں آنے سے بہت خوش ہوتے تھے۔ غرض تھوڑے دنوں میں ظاہری اسباب درست کر کے اپنے تئیں فقیر سے راجہ بنا لیا۔ سمت ۱۶۶۵ میں دربار امرت سر کے سامنے ایک چبوترہ بنوا کے اس کا نام اکال بنگاہ رکھا۔ دونوں وقت اُس پر دربار کرنا شروع کیا۔ اور یہیں بیٹھ کر دینی و دنیاوی مواعظ سکھوں کو سُناتے اور سکھوں کے مقدمات کا فیصلہ کرتے۔ ان کا خطاب سچا بادشاہ ہوا۔ گوروجی کی شاہانہ شان دیکھ کر پرتھی چند سودی کا بڑا بیٹا مہربان چندولال پاس دہلی گیا۔ اور اُس کے توسل سے بادشاہ کے گوش گزار کیا کہ گورو ہرگوبند پاس رہزنوں اور ڈاکوؤں کا جمگھٹ لگا رہتا ہے اور سکھوں کو سپہ گری سکھاتا ہے کہ بادشاہی ملک میں فساد پیدا کریں۔ وزیر خاں کو حکم ہوا کہ وہ گورو کو حاضر کرے۔ وہ گورو گوبند کے پاس امرت سر میں آیا۔ اور گورو اُس کے ساتھ دہلی گیا۔ ایک سو سوار و پیادے سکھوں کے اس کے ہمراہ تھے۔ بادشاہ اُن سے باخلاق پیش آیا۔ پانسو روپیہ ان کا یومیہ مقرر کر دیا۔ دیوان چندولال نے جہانگیر بادشاہ کو دو لاکھ روپیہ جرمانہ جو گورو ارجن پر ہوا تھا اور اب تک ادا نہیں ہوا تھا یاد دلایا۔ گوروجی سے وہ طلب ہوا اس کے ادا کرنے سے انکار کیا تو قلعہ گوالیار میں بادشاہ نے گورو کو مقید کیا۔ پھر

بادشاہ نے اُس کو چھوڑ دیا اور اُس کی سپاہیانہ لیاقتیں دیکھ کر سات توپیں اور ایک ہزار سپاہ پیادہ و پانسو سواروں کے رکھنے کی اجازت دی اور پنجاب کے تمام بادشاہی حکام کے نام احکام جاری کردیے کہ وہ گورو گوبند سے نیک سلوک کریں اور وہ جو امداد طلب کریں وہ اُن کو دیں۔ گورو نے چندو لال کو گورو ارجن کی بالاہ فرمازید کے ہضم کرنے کے جرم میں ماخوذ کرایا اور بادشاہ نے چندو لال کو گورو کے حوالہ کیا۔ گوروجی نے اُس سے خوب دل کھول کر باپ کا انتقام لیا اور بہت بُری طرح سے مارا۔ جہانگیر کی مہربانی اُن کے حال پر دیکھ کر بہت لوگ گورو کے گرد ہو گئے۔ گوروجی نے امرت سر میں قلعہ لوہ گڑہ بنایا۔ جہانگیر کشمیر کے سفر میں گورو سے ملا اور کل پنجاب کی نگرانی کا اختیار اُن کو دیا اور اپنے ہمراہ کشمیر لے گیا۔ جہانگیر کا کشمیر سے مراجعت کرنے میں انتقال ہوا۔ شاہجہان بادشاہ ہوا۔

پرتھی چند کے بیٹے نے چندو لال دیوان کے بیٹے سے مل کر بادشاہ کے حضور میں گورو ہرگوبند پر دعویٰ کرایا۔ گورو لاہور میں طلب ہوا۔ بادشاہ نے دعویٰ خارج کیا اور گورو کی بڑی عزت کی اور خلعت فاخرہ دیا۔ اُسی سال گورو نے پیندے خان پٹھان پہلوان اور جمال خان و رستم خان و عالم خان وغیرہ پٹھانوں کو نوکر رکھا۔

پھر ماں اُن کے چچازاد بھائی کی نالش نے اور بعض اور باتوں کے سبب شاہجہان گورو پر ایسا مہربان نہیں رہا جیسا کہ جہانگیر تھا۔ شکار میں ایک باز پر گورو اور شاہجہان کی تکرار ہوگئی۔ شاہجہان نے مخلص خان نائب ناظم کو سات ہزار فوج دے کر گورو کے نکالنے کے لئے بھیجا۔ گورو بھی تین ہزار سپاہ سے مقابلہ کرنے کے لئے موضع ندالی میں آیا۔ مخلص خان اور غلام رسول بادشاہی فوج کے سردار مارے گئے۔ بادشاہی فوج تتر بتر ہوگئی۔ پھر بادشاہ نے پندرہ ہزار سپاہ بسرداری نہال دز خاں بھیجی۔ قلعہ لوہ گڑہ پر گورو نے مورچے باندھے اور گورو کی فوج بادشاہی لشکر سے شکست پا کر قلعہ میں داخل ہوئی۔ جب لشکر شاہی کا غلبہ گورو نے دیکھا تو موضع جھبال پرگنہ گوبند وال میں اہل و عیال کو پہنچایا۔ لوہ گڑھ کو چھوڑ کر وہ موضع جھبال میں چلے گئے۔ پھر گورو کی لڑائی عبداللہ خان صوبہ دار

جالندھر سے ہوئی جس میں اُن کو فتح ہوئی۔ ایسی اور دو تین لڑائیاں بادشاہی لشکر سے لکھی ہیں جن میں سکھوں کو فتح ہوئی۔

گورو ہرگوبند ۸ سال ۹ ماہ ۴ یوم کی عمر میں، ۳۲ برس ۱۰ ماہ گورویائی کر کے ۵ چیت سمبت ۱۷۰۱ میں اس دُنیا سے چل بسا۔

گورو ہر رائے ساتواں گورو

گورو ہرگوبند کا پوتا گورو ہر رائے دادا کا جانشین ہوا۔ داراشکوہ اس کا معتقد تھا جب وہ اورنگ زیب سے شکست پا کر بھاگا ہے تو اس گورو پاس آیا۔ مگر ٹھیرنے نہ پایا تھا کہ لشکر شاہی آن پہنچا تو وہ بھاگ گیا۔ گورو نے ۱۳ سال کی عمر میں، ۱۷ سال ۵ ماہ ۸ یوم گورویائی کر کے ۱۷۱۸ سمبت میں اس سنسار کو چھوڑا۔

ہرکرشن آٹھواں گورو

گورو ہر رائے کا بیٹا ہرکرشن ۵ سال ۳ ماہ ایک یوم کی عمر میں باپ کا جانشین ہوا۔ رام رائے اُس کا بڑا بھائی اورنگ زیب پاس فریادی گیا کہ ہرکرشن میرے چھوٹے بھائی کو جو ابھی ۵ سال کا ہے خوشامدی لوٹ رہے ہیں سات پشت کی دولت بزرگوں کی جمع کی ہوئی خاک میں مل رہی ہے کم عمری کے سبب سے وہ گورویائی کے قابل نہیں۔ اورنگ زیب نے راجہ جے سنگھ سوائی والی جے پور کو گورو ہرکرشن کے بلانے کے لئے قصبہ کیرت پور میں جانے کا حکم دیا۔ جب راجہ کے آدمی گئے تو گورو اُن کے ساتھ دہلی روانہ ہوا۔ دہلی میں وہ چیچک کے مرض میں مبتلا ہو کر مر گیا۔

گورو تیغ بہادر نواں گورو

گورو ہرگوبند کا سب سے چھوٹا بیٹا گورو تیغ بہادر سمبت ۱۶۹۹ میں گدی نشین ہوا۔ اورنگ زیب نے گورو تیغ بہادر کو دہلی میں بلایا۔ ۱۷۳۱ سمبت میں وہ دہلی میں آیا۔ تو حوالات میں رکھا اور اُن کو قتل کر ڈالا دھڑ کو الگ چاندنی چوک میں رکھ دیا۔ لکھی نے اس کو اپنے گھر میں جلایا۔ اور جہاں سر کٹا تھا وہاں ایک مندر بنا ہوا ہے جس کو سیس گنج کہتے ہیں۔

گورو گوبند سنگھ دسواں گورو

گورو تیغ بہادر کا بیٹا گورو گوبند باپ کا جانشین ہوا۔ یہی گورو ہے جس نے سکھوں کو فرمان روا بنایا۔ اور اپنے باپ تیغ بہادر کے انتقام کے درپے ہوا۔ اپنے دادا گورو ہرگوبند کی طرح عمدہ عمدہ گھوڑے بہم پہنچانے اور ہتھیار تیار کرنے کے لئے سکھوں کو لکھ بھیجا۔

اب اُس نے سب طرح کا سامان جنگ تیار کر کے اپنے تئیں بادشاہ بنایا۔ چاروں طرف سے

اُن کی زیارت کو آدمی آتے اور گھوڑے اور ہتھیار نذر کے لئے لاتے اور کالے خاں۔ نجابت خاں حیات خاں۔ بھیکن خاں کو مع پانسو سواروں کے نوکر رکھا۔ اس گورو کو جیسا کہ سکھوں کو پیشہ سپہ گری سکھانے کا شوق تھا ایسا ہی علم کی تعلیم کا بھی خیال تھا۔ سنسکرت طلبہ کو پڑھواتا تھا۔

بہت سے کوہستانی راجہ دس ہزار سپاہ سے گورو گوبند پر حملہ آور ہوئے اور گورو نے ان سب کو شکست دیدی۔ اور لوہ گڈھ۔ انند گڈھ۔ پھول گڈھ۔ فتح گڈھ کے ناموں سے قلعے جا بجا تعمیر کرائے اور تھوڑے دنوں میں اپنا سارا ٹھاٹھ شاہانہ بنالیا۔ جب اورنگ زیب نے کوہستانی راجاؤں کی تنبیہ کے لئے فوج بھیجی ہے تو گورو گوبند بعض راجاؤں کا طرفدار رہا۔ لشکر شاہی سے لڑ کر کبھی فتح ہوئی کبھی شکست پائی۔ اس کے ساتھ سپاہی ایسے ہمراہ تھے جو اپنے گورو پر جاں نثار کرنے کو اپنی عزت سمجھتے تھے۔ خوب جان لڑا کر لڑتے تھے اس سبب فتح زیادہ اور شکست کم ہوتی تھی۔ گورو گوبند نے اپنی لڑائیوں کا حال خود بچتر ناٹک میں لکھا ہے۔ گورو گوبند نے اورنگ زیب کی فوج سے بڑی شکست انند پور میں پائی۔ جہاں سے وہ مجبور ہو کر بھاگا۔ اور راہ میں بڑی مصیبتیں اُٹھائیں۔ گورو جی کی والدہ مع گورو کے بیٹے زور آور سنگھ اور اُس کے چھوٹے بھائی کے اپنے قدیمی رسوئیہ برہمن کے گھر میں جا کر چھپیں۔ رسوئیہ نے یہ دیکھ کر کہ ماجی پاس سونا بہت ہے جانی خاں موزنڈہ کو خبر کر دی اُس نے اُن کو جا کر گرفتار کر لیا اور تمام مال اسباب چھین لیا اور دونوں بیٹوں کو دیوار میں زندہ چنوا دیا۔ گورو کی ماں ایک برج سے گر کر مر گئی۔ اورنگ زیب اس گورو کی شجاعت اور کامیابی سے ایسا گھبرایا کہ اُس نے مصالحت کر لی۔ اورنگ زیب کے مرنے کے بعد بہادر شاہ نے گورو گوبند کو اپنا معاون بنایا سکھ کہتے ہیں کہ گورو گوبند کے تیر سے اس کا بھائی اعظم شاہ لڑائی میں مارا گیا تھا۔ بہادر شاہ کے ساتھ وہ دکن کے سفر میں ہمراہ تھا۔ گورو کے پیٹھ میں اُس کے ایک مسلمان نوکر نے زخم لگایا جس سے وہ جانبر نہ ہوا۔ اور کاتک سدی پنچمی سمت ۱۷۶۰ کو گورو نے اس دنیا سے انتقال کیا۔

گورو گوبند نے دکن میں بابا بندہ بہادر کو اپنا چیلہ بنا کے سرہند میں اپنے بیٹوں کا انتقام لینے کے لئے بھیجا۔ بابا بندہ قوم کا رجپوت تھا۔ پہلے اس کا نام نراین داس بیراگی تھا۔ جب وہ

سکھوں کے حال کا خلاصہ دس گوروں تک

ناندیر صوبہ دکن میں گورو گوبند کا چیلہ ہوا تو اپنا نام بندہ رکھا جس کی لڑائیوں کا حال مسلمان بادشاہوں سے آگے تاریخ میں لکھا جائے گا۔

اب سکھوں کے گروؤں کا سلسلہ دسویں گرو گوبند پر ختم ہوا۔ ان کے آخر زمانہ تک سکھوں کے حال کا خلاصہ یہ ہے کہ چوتھے گورو تک سکھوں کا فرقہ فقیری کے لباس میں رہا تو مسلمان بادشاہوں نے اُن کے گوروؤں پر ہمیشہ مکرمت و عاطفت شاہانہ کی۔ کبھی اُن کے پاس خود جا کر اُن کی قدر و عزت کو بڑہایا۔ کبھی اُن کو اپنے پاس بُلایا۔ پانچواں گورو ارجن کو چندو لال نے قتل کیا جس کا سبب اوپر بیان ہوا۔ چھٹے گورو ہر گوبند نے جہانگیر کے بیٹے خسرو پر مہربانی کر کے اپنے تئیں گوالیار میں قید کرایا جہانگیر نے اُس کا قصور یہ بیان کیا ہے کہ اس گرو نے خسرو کے راج تلک لگایا تھا۔ مگر پھر اس گورو پر باوجود اس قصور کے کیسی کیسی مہربانیاں کیں۔ اُن کا ذکر اوپر ہوا۔ شاہجہاں سے گورو کی بے اعتدالیوں کی ہندوؤں اور اُس کے بھائی بندوں نے اس قدر شکایتیں کیں کہ وہ اُس سے ناخوش ہو گیا۔ دارا شکوہ پر گورو ہر رائے نے عنایت کر کے اورنگ زیب کو اپنے سے خفا کرایا۔ تیغ بہادر کو اورنگ زیب نے قتل کرایا۔ گورو گوبند نے تو مسلمانوں سے لڑنے کا بیڑا اُٹھایا۔ اسی گرو کی عقل و دانش نے سکھوں کو ایک فرماں روا قوم کچھ دنوں کے لئے بنایا۔

سکھوں کا فرقہ مدت تک مرنج مرنجاں رہا اور صلح کل کی صورت میں پرورش پاتا رہا۔ مگر اب وہ ایک جنگی قوم ہو گئی اور مسلمانوں کی سلطنت میں اُس نے جاہ و جلال کا کمال دکھایا مگر سلطنت انگریزی میں اس کا زوال آگیا۔ مذہبی جوش اس کا ٹھنڈا ہو گیا نرا سپاہی پن رہ گیا۔ گورو گوبند نے مذہبی فرقہ کو سپاہیانہ جمہوری سلطنت بنا دیا۔ گوروجی نے اپنے گروہ کی تعداد بڑہانے کے واسطے ذات کی قید کو اُٹھا دیا۔ مسلمانوں برہمنوں۔ بھگیتوں۔ شودروں چوڑھے چماروں بھنگیوں اور سب کو سکھ بنا کے برابر کر دیا۔ اور آپس میں اتحاد و اتفاق کے لئے سب کا ایک لباس اور وضع ولنداز مقرر کیا تاکہ اُن کی امتیاز اور آدمیوں سے ہو اور یہ فرقہ اور قوموں سے جدا معلوم ہو اس نے یہ قاعدے مقرر کئے کہ ہر شخص روز ولادت یا روز ارادت سے اپنے پاس لوہا رکھے گویا یہ اُس کے

سپاہی ہونے کا نمونہ تھا۔ نیلا بانا مقرر کیا۔ ڈاڑھی اور سر کے بالوں کو بڑھنے دے اور سارے بدن کے بالوں میں سے ایک بال کو نہ کترے نہ اُکھیڑے کیس رکھے۔ گائے کی تعظیم و تکریم کرے مگر کھانے پینے اور شراب خوری کی قید کو اُٹھا دیا اور ہندوؤں کا پُرانا طریقہ پرستش کا چھوڑ دیا۔ عبادت کا نیا دستور نکالا۔ سلام کا یہ نیا طریقہ اختیار کیا کہ ملاقات کے وقت کہے کہ بول واہ گوروجی کا خالصہ۔ دوسرا جواب دے سری واہ گوروجی کی فتح۔ اُس نے اس فرقہ کی صورت کو ایسا بدل دیا کہ آج تک وہ سب قوموں سے نرالی قوم معلوم ہوتی ہے اور یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ پچمیل قوموں میں سے مل کر ایک قوم بنی ہے بلکہ اصلی قوم بجائے خود معلوم ہوتی ہے۔ وہ گورو گوبند کے وقت سے ایک ایسی دین کی حرارت میں بھری کہ اپنے مخالف مذہب والوں سے نفرت کرنے لگی مسلمانوں کی جانی دشمن ہوگئی سکھ جو مسلمانوں سے پاداش در انتقام لینے کے لئے تدابیر سوچتے تھے اُن کی تکمیل و تعمیل اس سبب سے نہیں ہوسکتی تھی کہ اُن کی تعداد کافی نہ تھی۔ آخر کو گورو گوبند کو ناندیر میں بندہ ایسا چیلہ ہاتھ آیا کہ اُس نے سکھوں کو زمین سے آسمان پر بلند کیا گورو گوبند نے اُس کو سرہند میں اپنے بیٹوں کو انتقام کے لئے بھیجا۔ اور کل پنجاب کے سکھوں کے نام پروانے بھیجدیئے کہ بابا بندہ کی وہ اطاعت کریں۔ اس حکم سے بابا بندہ پاس سارے سکھ جمع ہوگئے۔ ملک مالوہ کے سکھ اُس کے ساتھ ہولئے۔ سکھ تناسخ کے قائل ہیں وہ بابا بندہ کو گورو گوبند کا اوتار کہتے ہیں۔ اس نے خرق عادات دکھا کر سکھوں کو جمع کیا اور سچا بادشاہ اپنا خطاب رکھا اور سرحد پنجاب کی نواح اور سرہند میں تاخت و تاراج کا بازار گرم کیا۔ بہادر شاہ نے حکم دیا کہ سارے ملک کے سکھوں کے نائبوں کو نکال دیں اور اُن کے معبدوں کو مسمار کریں۔ بابا بندہ نے دو تین مہینے میں پانچ ہزار سوار اور سات آٹھ ہزار پیادے جمع کر لئے اور روز بروز اُس کی جمعیت بڑھتی گئی۔ لوٹ کے مال سے مالامال ہوگیا۔ اٹھارہ اُنیس ہزار سپاہی جن پاس سارا سامان جنگ تیار تھا اُس پاس جمع ہوئے۔ سکھوں نے قزاقی اور مردم آزادی کا علم اُٹھایا۔ اور تین فوجدار شاہی جو اُن کی تنبیہ کے لئے کمربستہ ہو کر مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے آئے اُن پر سکھ غالب آئے۔ اُن کو قتل کیا اور لشکر شاہی کو بہت تاراج کیا۔ تھانہ دار اور تحصیلدار مال اپنی طرف

بہادر شاہ اور بابا بندہ کی لڑائیاں۔

سے مقرر کئے۔ اب نوبت یہ آئی کہ تیس چالیس ہزار سکھ بابا بندہ کے رفیق ہو گئے۔ اُنھوں نے حکام بادشاہی اور عمال جاگیرداروں کے نام احکام لکھ کر بھیجے کہ اطاعت کریں اور اپنے تعلقہ سے ہاتھ اُٹھائیں۔ سرکار سہرند میں وزیر خاں فوجدار تھا۔ مدت سے اس ضلع کی حکومت ملکی اور مالی اُس سے متعلق تھی صاحب خزانہ اور فوج گنا جاتا تھا۔ اور اس ضلع کے بندوبست کرنے میں وہ بہت مشہور تھا جب اس کو خبر ہوئی کہ اُس کے تعلقہ کے پرگنوں پر سکھ خرابی مچا رہے ہیں تو وہ سپاہ کی گردآوری اور مصالح جنگ کے جمع کرنے کی فکر میں ہوا۔ چار پانچ فوجدار اور باقی زمینداروں کو اپنے ساتھ متفق کیا اور سرب و باروت کا سرانجام کرکے پانچ چھ ہزار سوار اور سات آٹھ ہزار پیادے برقنداز و تیرانداز و مصالح توپخانہ و جنگی ہاتھیوں کو ہمراہ لے کر سکھوں کی تنبیہ کے قصد سے روانہ ہوا۔ اور سکھوں کے لشکر سے تین چار کروہ پر جا پہنچا۔ بابا بندہ جو سکھوں کو ہمیشہ فتح کا درس دیتا تھا وزیر خاں سے لڑنے آیا۔ مقابلہ اور مقاتلہ شروع ہوا۔ سکھوں نے ایسی بہادری کی کہ تلواریں سوت سوت ہاتھیوں پر حملہ کیا اور ایک دو ہاتھیوں کو پا انداز کیا اور بہت مسلمانوں کو کشتہ کیا۔ بہت سکھ بھی مارے گئے۔ وزیر خاں کے ایک بندوق لگی جس سے وہ مرگیا اور اسلام کی فوج کو شکست ہوئی۔ اور سکھوں کو تمام مال و اسباب ہاتھی گھوڑے اُس کے ہاتھ آئے۔ سپاہ اسلام سوائے جان اور بدن کے کپڑوں کے کچھ اور نہ لے جا سکی اور سوار پیادے سکھوں نے بہت مارے۔ اور بندہ تعاقب کرتا ہوا شہر سرہند میں آیا اور سرہند ایسا شہر تھا جو تجارت کے مال سے بھرا ہوا تھا اور جس کے صراف مال دار اور اہل پیشہ مایہ دار تھے۔ ہر قوم کے شرفا خصوص اعیان و صلحا و فضلا بہت شہر میں رہتے تھے۔ کسی کو جان و مال باہر لے جانے کی فرصت نہ ملی۔ وہ سب وزیر خاں کے مرنے کی اور لشکر اسلام کے غارت ہونے کی خبر سُن کر بدحواس ہوئے اور محصور ہو گئے۔ ایک دو روز دست و پا زنی لاحاصل کی۔ آخر کو قہر الٰہی میں گرفتار ہوئے۔ سکھوں نے مال لوٹا۔ مَردوں کو مارا۔ وضیع و شریف کے اطفال و عیال کو اسیر کیا۔ تین چار روز تک ایسا بیداد و ظلم کیا کہ حاملہ عورتوں کے پیٹوں کو چاک کیا جو بچہ زندہ نکلا تو اُس کو زمین پر پٹک کر مُردہ کیا۔ عمارت کو جلایا۔ فقیر و غنی کو ہم صورت بنا دیا۔ جہاں مسجد اور بزرگوں کے مقبرے اور مزار دیکھے

اُن کو توڑا ڈھایا اکھیڑا مزاروں میں سے مُردوں کی ہڈیوں کو نکالا اور مُردوں کی لاشوں سے حتیٰ کہ عوض یہاں تک لیا کہ اُن کی بوٹیاں کر کے کوّے چیلوں کو کھلائیں۔ سرہند کے تاراج کے بعد تمام پرگنات میں تحصیل باج و خراج کے لئے اپنے عمال تعین کئے۔ ان کا نوشتہ تہدید آمیز علی محمدؐ خاں فوجدار سہارنپور پاس گیا۔ سرہند کے باشندوں کے حال سننے سے اُس کے ہوش و حواس اُڑے ہوئے تھے۔ ہرچند شرفا اور افغانوں نے جمع ہو کر استقامت کے لئے اور برج و بارہ کے مستحکم کرنے کے واسطے کہا مگر وہ مال و عیال سمیت شاہجہاں آباد کو بھاگ گیا۔ قصبے کے آدمیوں نے باہم اتفاق کر کے کل اطراف میں مورچال باندھے۔ سکھوں سے اُنہوں نے بہادرانہ جنگ کی اور قلب مکانوں کی پناہ میں بیٹھ کر تیر و گولے مار کر بہت سکھوں کو مارا۔ شرفا کی ایک جماعت نے اپنے عیال و ناموس کو مار کر تردد نمایاں کیا اور بہادرانہ جان دی۔ مگر قصبہ کے بڑے حصے میں مال و عیال ضائع ہوئے۔ عورتوں نے اپنے ناموس کا پاس کر کے اپنے تئیں ہلاک کیا اور قید ہونے سے کنوں میں گرنا پسند کیا لیکن بعض شرفاء جلاوت پیشہ نے عیال اور ناموس کو جمع کیا اور سکھوں کے دفع میں کوشش کی اُن کی چنداں مضرت جانی و مالی اور بے ناموسی نہیں ہوئی۔ جب سکھوں کو مال وافر نقد و زیور اقمشہ سہارنپور سے ہاتھ آئے تو انہوں نے اطراف کا بندوبست کیا۔ جلال خاں فوجدار جلال آباد (مظفر نگر) کے نام تہدید آمیز حکم بھیجے۔ قصبہ جلال آباد کو جلال خاں نے آباد کیا تھا۔ وہاں حصار قائم تھا۔ اور مایہ دار افغان بہت وہاں سکونت رکھتے تھے۔ اس ضلع میں جلال خاں شجاعت و تہوری میں بہت مشہور تھا۔ جب بندہ کا خط اس پاس پہنچا تو خط لانے والوں کو تشہیر کر کے نکال دیا۔ اور برج و بارہ کا بندوبست کیا۔ اسباب جنگ مصالح نام و ننگ کا تہیہ کیا اور سپاہ کو سکھوں سے لڑنے کے لئے بھیجنے کا ارادہ کیا۔ اس ضمن میں خبر آئی کہ بندہ کی فوج تین کوس پر آگئی ہے اور سکھوں نے توابع جلال آباد کے دو مواضع میں گڈھیوں کا محاصرہ کیا جو خوب آباد اور تجارت کے مال سے بھری ہوئی تھیں۔ جلال خاں اس خبر کو سن کر تین چار سو سوار افغان اور قریب ہزار کے برقنداز تیرانداز بسرداری غلام محمدؐ خاں اپنے پوتے کے اور ہزبر خاں بنی عم کے محصوروں کی کمک کو سکھوں کے

دفع کرنے کے لئے بھیجے۔ چار پانچ سو برقنداز تیر انداز اور بہت سی رعایا طرح طرح کے ہتھیار اور فلاخن لے کر سکھوں سے لڑنے کے لئے نکلی خوب لڑائی ہوئی۔ ہزبر خاں اور ایک جماعت کثیر افغانوں اور رعایا کی کشتہ ہوئی۔ لیکن آخر کو پیاپے حملے کر کے افغانوں اور شرفا نے سکھوں کو مار بھگایا۔ پھر کئی دفعہ جلال خاں اور بندہ کی لڑائیاں ہوئیں دو تین دفعہ سکھوں کو شکستیں ہوئیں۔ مگر جلال آباد کے محاصرہ میں وہ جمے رہے۔ سب طرفوں سے مور و ملخ کی طرح ستر اسی ہزار سکھ پیادہ و سوار فراہم ہوگئے اور اپنے ساتھ دو تین سو مورچال رواں ساتھ لائے جو چوب کے تختوں سے بنائے تھے اور اُن کے پائے مثل ارابہ کے لگائے تھے اور جلال آباد کو نگینہ کی طرح چاروں طرف سے گھیر لیا۔ افغانوں نے بھی ایسی بہادری دکھائی کہ بیان نہیں ہوسکتی

محاصرین مورچالوں کے ساتھ پائے دیوار میں دروازے کے نزدیک آئے اور اُنہوں نے تیر و گولہ بندوق و سنگ پھینکے اور فتح درشن پکارتے ہوئے چار پانچ سو کلنڈر اقسام حرب لے کر پائے حصار کے کھودنے کے لئے آئے اور زینے لگانے اور دروازوں کے جلانے میں حد سے زیادہ شوخی کی۔

افغان دروازوں کو کھول کر ہاتھوں میں ننگی تلواریں لئے ہوئے اور منہ پر سپریں لگائے ہوئے نکلے اور سکھوں پر حملہ کیا اور ہر حملہ میں سو دو سو سکھوں کو کشتہ و زخمی کیا مسلمان بھی مارے گئے۔ راتوں کو بھی سکھوں پر حملہ کرتے۔ بیس روز رات دن محصوروں پر خور و خواب و آرام حرام رہا۔ آخر کو سکھ کئی ہزار قتل ہوئے اور کچھ فائدہ نہ حاصل کر سکے۔ محاصرہ چھوڑ کر چلے گئے۔ اور سلطان پور اور پرگنہ دوآبہ جالندھر کی تسخیر کے درپے ہوئے اور اپنے دستور کے موافق شمس خاں کے نام پروانہ لکھا کہ اطاعت قبول کرو بعض فرمایشوں کا سرانجام کر دو اور خزانہ موجود لے کر استقبال کو آؤ۔ یہ پروانہ دو سکھوں کے ہاتھ بھیجا۔

شمس خاں نے شرفا و متن داروں سے مشورہ کیا۔ سب شرفا نے اُس پر فاتحۂ خیر

پڑھی کہ اُس کی رفاقت کرنے کے اور شہادت پانے کی نیت سے رفاقت اور اتفاق بے نفاق کی کلام الٰہی پر قسم کھائی شمس خاں نے بندہ کے فرستادوں کے سامنے باہر خیمہ نکالنے کا حکم دیا اور جواب تہدید آمیز لکھا کہ ہم جلد آتے ہیں۔ بندہ کی فرمائشوں میں ایک یہ بھی تھی کہ سرب و باروت بھیجدو۔ کچھ سرب و باروت بھیجدیا اور لکھا کہ بازار کے تاجروں اور باروت خانہ سرکار میں یہ دونوں چیزیں بہت موجود ہیں مگر باربردار اور سواریاں شرفا و رفقا کے لئے بہت درکار ہیں وخالی نہیں۔ اس لئے زیادہ سرب و باروت نہیں بھیج سکا۔ جس قدر باربرداری بھیجدو گے اس قدر وہ بھیجدی جائیگی۔

شمس خاں نے چار پانچ ہزار سوار اور تین ہزار پیادے برقنداز و تیر انداز اور اسلحہ دار پرانے اور نئے اطراف کے زمینداروں کی رفاقت سے جمع کئے اور سب اقوام کے شرفا و رعایا اور اہل کسب نے جن میں زیادہ تر جلاہے تھے شہادت کی آرزو میں رغبت و خواہش سے کمر بستہ ہوئے۔ اور جان و مال عیال سے ہاتھ دھوکر پیمان رفاقت کلام اللہ کی کفالت پر آپس میں باندھا اور خرچ زر میں بھی شریک ہوئے۔ ایک لاکھ آدمیوں سے زیادہ جمع ہوئے اور بڑے دبدبہ کے ساتھ سلطان پور سے نکلے۔

سکھوں نے شمس خاں کے جرأت پر اور ایسی فوج و مصالح جنگ کے ساتھ آنے پر اطلاع پائی تو وہ بھی ستر اسی ہزار سوار اور پیادوں سے چلے اُن کے ساتھ توپیں تھیں جو وہ سرہند سے لائے تھے اور ان پاس مصالح وافر تھا اور تختے اور ریت بھرے تھیلے مورچال باندھنے کے لئے اور سرب و باروت بہت سا لدا ہوا اُن کے ہمراہ تھا۔ لوٹتے مارتے قصبہ راہوں (جالندھر کے دوآب میں ہے) میں کہ سلطان پور سے سات کوس ہے دہ آئے اور لنگر اقامت ڈالا۔ ایک اینٹوں کا پزاوہ تھا اُس کی تمام اینٹوں سے اپنے لشکر کی پناہ کے لئے ایک گڈھی بنالی اور اطراف میں مورچال بناکے کارزار کے لئے مستعد ہوئے اور فوج طلایہ کو روانہ کیا اور اطراف کے پرگنات کے چودھریوں اور قانون گویوں

کے نام اطاعت و تہدید کے احکام بھیجے۔

شمس خاں کے داہیں اور باہیں کی طرف ہزار ہا مسلمان جلاوت شعار غزا اور جہاد کے لئے جمع تھے اور شہادت کی آرزو میں وہ ایک دوسرے کو ترغیب دیتے تھے کہ ہزیمت پانے اور شمس خاں کے کشتہ ہونے کی حالت میں ہم سب کے جان و مال وعیال مہلکہ تلف میں آئیں گے۔ بہ ہئیت مجموعی ذوق و شوق و انتعاش کے اظہار میں اللہ اکبر کہتے ہوئے ایک دوسرے پر سبقت کرتے تھے اور مردانہ وار پیش قدم ہوتے تھے۔ جب سکھوں سے گولہ رس فاصلے پر آئے۔ پہر دن چڑھا تھا کہ توپ و بندوق کی آوازیں بلند ہوئیں۔ ایک بار گی قریب دس بارہ ہزار کے گولہ اور سنگ فلاخن اولوں کی طرح لشکر اسلام پر برسے۔ مگر وہ لشکر اسلام پر کارگر نہ ہوئے کہ کوئی نامی آدمی مارا جاتا۔

شمس خاں تیز جلوئی کو باروت کے بے فائدہ صرف کرنے کو تاکید سے منع کرتا تھا اور قدم بقدم آگے جاتا تھا۔ سکھوں کے شلک کے اوّل اور دوم کے تمام ہونے کے بعد فوج اسلام جرأت کرکے آگے بڑھی۔ پرگنات اطراف سے چالیس پچاس ہزار مسلمان آن کر رفیق ہو گئے تھے۔ صدائے تکبیر ہمت افزا بلند کرکے سکھوں پر یورش اور تاخت کی اور پیہم حملہ کرکے بہت سکھوں کو قتل اور زخمی کیا۔ سکھ مغلوب ہو کر قلعہ راہون میں چلے گئے جو جنگ سے پہلے ان کے تصرف میں آگیا تھا۔ اس میں محصور ہوئے اور بندوق اور بان مارنے لگے۔ اسباب جنگ کا سابق ذخیرہ و ماکولات کہ راہون کے پہلے آدمی چھوڑ کر جان سلامت لے کر بھاگ گئے وہ قلعہ میں موجود تھا۔ چند روز اس گڈھی میں استقامت کے ساتھ محصور رہے۔ راتوں کو قلعہ سے نکل کر بہ ہئیات مجموعی لشکر اسلام کے اطراف پر حملے کرتے تھے اور گھوڑے اور آدمیوں کو ضائع کرتے تھے۔ طرفین پر خاص کر سکھوں پر کار تنگ ہوا۔ رات کو سکھوں نے گڈھی سے فرار کیا۔ اور شمس خاں نے کئی کوس تعاقب کیا۔ ایک توپ و چند شتر لدے ہوئے بہیر کے اس کو ہاتھ آئے اور اس نے سلطان پور کو مراجعت کی مگر دوسرے روز ہراول کے

قریب سکھوں نے آن کر راہون سے شمس خاں کے تھانہ کو اُٹھا دیا اور اپنا تھانہ حصار میں قائم کیا۔ اور پھر اُس کے بعد سکھوں نے حوالی لاہور کے پرگنات کی تاخت و تاراج شروع کی۔ لاہور کی اطراف میں عجب واویلا اور تزلزل ہوا۔ اسلم خاں کہ دیوان شاہزادہ اور نائب صوبہ لاہور تھا اُس نے برج و بارہ کا بندوبست کیا اور کاظم خاں دیوان بادشاہی اور حکام کے ساتھ اتفاق کر کے اہل اسلام و ہنود کے اژدحام کے ساتھ باہر آیا اور شہر سے تین چار کوس پر خیمہ لگایا اور سکھوں کے لشکر طلایہ کے دفع میں کوشش کی۔ اگرچہ لاہور کے آدمی ضرر جانی و مالی سے محفوظ رہے لیکن اطراف لاہور شالامار تک کہ لاہور سے دو کوس پر ہے بہت خراب ہوئے۔ القصہ آٹھ نو مہینے کے عرصہ میں دار الخلافہ شاہجہان آباد سے دو تین منزل تک اور سواد دار السلطنت لاہور میں تمام مشہور قصبات و معموری سکھوں کی تاخت و تاراج سے پامال اور ویران ہوئے۔ اور بے شمار آدمی مرے اور ایک خلقت کو سکھوں نے برباد کیا اور بزرگوں کی قبروں اور مزاروں کا نشان نہ چھوڑا۔ قصبہ و دیہات ساڈھوڑ و کرنال میں لاہور سے زیادہ خرابی ہوئی۔ یہاں کے فوجدار نے بقدر حالت سعی کی اور جان دی۔ سو دو سو ہندو و مسلمان جو سکھ گرفتار کرتے اُن کو ایک جا بٹھا کر قتل کرتے۔ سکھ ہندوؤں سے مذہب میں ایسے جدا ہو گئے تھے کہ وہ اُن کی بھی ایذا اور قتل میں کوشش کرتے تھے۔

جب بادشاہ سے ان سکھوں کے فساد کا حال معروض ہوا تو اُس کے چہرۂ حال پر ملال ظاہر ہوا لیکن صلاح و صواب دولت اس میں سمجھی گئی کہ سکھوں کا فساد مٹانا راجپوتوں کی سرکشی اور شورش کے مقابل میں کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ بہادر شاہ جس وقت اس طرف توجہ کرے گا تو اُن پر جھاڑو پھیر دے گا۔ لیکن راجپوتوں کی تنبیہ اور تادیب کو اور فسادوں کے رفع کرنے پر مقدم جانا بادشاہ اجین سے راجپوتانہ کی طرف متوجہ ہوا۔

راجپوتوں سے لڑائیاں

محمد مراد خاں صوبہ دار اجمیر اپنی اجل طبعی سے مرگیا۔ جب بادشاہ اجمیر میں آیا تو اُس نے اودے پور اور جودہ پور کی طرف افواج بھیجیں کہ ملک و مال کو پائمال اور اطفال و عیال کو قید کریں

سیر حاصل آبادیوں اور زراعت کو خراب کریں جب اس فوج نے کوچ کیا تو راجپوت خواب غفلت سے بیدار ہوئے۔ رسولوں کو درمیان میں ڈال کر خانخانان منعظم خان بہادر کی معرفت اپنی تقصیرات کو معاف کرایا بادشاہ کو سکھوں کی طرف سے اندیشہ تھا اس لئے بہادر شاہ نے راجپوتوں کی بعض شرائط کو جو اس کو پسند نہ تھیں تبقاضاء وقت منظور کرلیا۔ اور یہ فیصلہ ہوا کہ راجہ جے سنگھ و راجہ اجیت سنگھ اور رانا اودے پور کے اور راجپوتوں کے وکیل سرسواری ملازمت کریں اور خلعت ملازمت و رخصت اسی روز ہیں کر بادشاہ کے کوچ کے بعد سرانجام سفر کرکے بادشاہ پاس آئیں۔ تمام با نام و نشان راجپوتوں کی تیس چالیس ہزار سواروں کی جمعیت نے مجلہ بنا کے اور اپنے ہاتھوں کو رومال سے باندھ کے سرسواری ملازمت کی اور عطار خلعت و اسپ و فیل سے مفتخر ہوئے اور مرخص ہوئے۔

راجپوتوں کا حال ہم نے خافی خاں کی تاریخ سے نقل کیا ہے۔ ٹوڈ راجستان اور انگریزی تواریخ میں معلوم نہیں کہ کس استسناد پر یہ لکھا ہے کہ جس وقت کام بخش سے بہادر شاہ لڑنے کے لئے جانے لگا ہے تو رانا امر سنگھ اودے پور نے ایک مخفی عہدنامہ کرلیا جس کی شرائط ٹوڈ راجستان میں یہ لکھی ہیں:-

اوّل شاہجہان کے زمانہ میں جو ریاست چتوڑ کی صورت تھی وہ دوبارہ قائم ہو۔

دوم۔ گائے کشی ممنوع ہو۔

سوم۔ شاہجہان کے زمانہ میں جو اضلاع رانا پاس تھے وہ سب بدستور اُس کو دئے جائیں۔

چہارم۔ ساری مذہبی رسوم اور عبادت میں وہی آزادی حاصل ہو جو اکبر کے عہد میں تھی۔

پنجم۔ رانا جس شخص کو ہر طرف و خارج کریگا تو بادشاہ اُس پر مہربانی نہیں کریگا۔

ششم۔ دکن کی خدمت کے لئے جو رانا سے سپاہ لی جاتی تھی وہ نہ لی جائے۔

رانا نے ان شرائط کو پیش کیا اور بہادر شاہ نے قبول کیا اور کہا کہ خدا کے فضل سے ان میں کبھی انحراف نہیں ہوگا۔

مارواڑ کے راجہ اجیت سنگھ سے انھیں شرائط پر عہد و پیمان ہوئے مگر امداد کے لئے فوج دینے کی شرط قائم رہی۔ جے پور کے راجہ جے سنگھ پر بڑی کڑی شرطیں لگائیں اور اُس کی وجہ یہ تھی

کہ اگرچہ اس راجہ نے خود مختاری کا دعویٰ نہیں کیا تھا مگر بادشاہ کی مخالفت میں اعظم شاہ سے موافق ہو گیا تھا چنانچہ اس کی دارالسلطنت میں سپاہیوں کا ایک بڑا گروہ متعین کیا۔ اور اس امدادی فوج کی حکمرانی اس سے متعلق تو کی جو بادشاہی فوج کے ہمراہ گئی تھی مگر معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی خاص ریاست میں تمام اختیار اس کا ضبط کیا تھا۔ جب کے یورش کے زمانہ میں بادشاہی فوج نربدا پر پہنچی تو اجیت سنگھ اور جے سنگھ دونوں اپنی اپنی فوجیں لیکر الگ ہو گئے اور اپنے اپنے گھر چلے گئے اور بہادر شاہ کے مخالف ہو گئے۔ جب بہادر شاہ نے کام بخش کا قصہ تمام کیا تو اُس نے ان راجاؤں سے اتفاق توڑنے کا قصد کیا۔ راجپوتوں کی مملکت میں ابتک وہ نہ پہنچا تھا کہ ناگاہ اس کو یہ پرچہ لگا کہ سکھوں نے سرہند پر قبضہ کیا اور پنجاب کا ایسا حال تھا کہ اُس کو راجپوتوں کے مقدمہ میں تدابیر مجوزہ کی تعمیل و تکمیل کی فرصت نہ ملی۔ بہادر شاہ نے اس سبب سے راجپوتوں سے آشتی چاہی مگر راجپوتوں کی فریبی چالوں کا کھٹکا مانع و مزاحم ہوا۔ چنانچہ وہ خود نہ گیا بلکہ اپنے بیٹے عظیم الشان کو دونوں راجاؤں سے ملاقات کے لئے ایک مقام معین پر روانہ کیا جو بادشاہی فوج کے رستہ پر واقع تھا۔ یہ راجہ اپنی فوجوں سمیت آئے۔ غرض کہ ساری درخواستیں رجپوتوں کی منظور ہوئیں یہ صلح ۱۱۲۱ھ ۱۷۰۹ء میں ہوئی۔

## سوانح سال چہارم ۱۱۲۱ھ
۱۷۰۹ - ۱۷۱۰ء

سال چہارم کے جشن کے انفراغ کے بعد بادشاہ لاہور کی سمت میں چلا۔ ۶ ربیع الاول کو راوی کے کنارے پر آیا اور لاہور میں داخل ہوا۔ شیعہ مورخ لکھتے ہیں کہ بہادر شاہ نے شیعہ مذہب اختیار کیا تھا اس نے بعض علما کو جو باطناً مذہب امامیہ رکھتے تھے بُلایا اور اُن کی صلاح سے یہ حکم فرمایا کہ خطبہ میں خلفاء راشد کے ذکر میں حضرت علی کے نام کے ساتھ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ داخل کیا جائے اس حکم سے علمائے اہل سنت و جماعت نے اس قدر بلوائے عام کیا کہ حکم جاری نہ ہو سکا اور بادشاہ نے اس کلمہ کے اظہار پر ایسا اصرار کیا کہ بادشاہزادہ عظیم الشان کو جامع مسجد میں بھیجا اور خطیب کو اپنے پاس سے ہمراہ کیا جس وقت شاہزادہ مسجد میں داخل ہوا بے گناہ خطیب کو پہلے اس سے کہ کلمہ معلوم زبان سے نکالے ایک جماعت نے اُس پر ہجوم کر کے مار ڈالا۔ اسی طرح احمد آباد میں ایک خطیب کو مار ڈالا۔ غرض اہل سنت و جماعت نے بادشاہ کے

اس حکم کو چلنے نہیں دیا اور بادشاہ کے مرنے کی وہ دعائیں مانگنے لگے۔

تلسی بائی ایک مرہٹن تھی وہ پندرہ سولہ ہزار سوار لے کر اس قصد سے آئی کہ برہان پور سے چوتھ لے برہان پور سے سات کوس پر قصبہ نانند پر تھا اُس کی سرائے میں بہت سے قافلے اور رعیت کے آدمی پناہ گیر تھے۔ اس سرائے کو اُس نے محاصرہ کر لیا اور میر احمد خاں صوبہ دار پاس پیغام بھیجا کہ گیارہ لاکھ روپیہ چوتھ کا بھیجدو تو سرائے جس کا محاصرہ ہو رہا ہے اور شہر برہان پور لوٹ مار سے بچ سکتے ہیں۔ میر احمد خاں اس پیغام کے آنے سے پہلے اس زن جنگی کے باب میں فکر میں تھا کہ عورتوں کے مقابلہ سے مردوں کا مُنہ چھپانا عورت بننے سے بدتر ہے۔ وہ ۹ محرم کو اپنی اور نواح کے فوجداروں کی جمعیت آٹھ نو ہزار سوار کی لے کر برہان پور سے برآمد ہوا۔ ظفر خاں فوجدار پرگنہ جامود کو جو سب فوجداروں میں زیادہ بہادر تھا ہراول بنایا۔ تلسی بائی نے یہ خبر سُنکر تین چار ہزار سوار اپنے بھیر بنگاہ کی نگاہ بانی کے لئے چھوڑے اور چار پانچہزار میر احمد خاں کے مقابلہ کے لئے بھیجے۔ اور باقی فوج مرہٹہ کو شہر برہان پور کے بوروں کو لوٹنے کے لئے روانہ کی میر احمد خاں نے دو تین روز تک خوب تردد کیا اور خود اُس کے پوتے زخمی ہوئے۔ برہانپور کے محاصرہ کی خبر سُن کر اس طرف مراجعت کی۔ اس مراجعت میں ہر جگہ اُس کو دشمن نے گھیرا وہ اُن سے لڑا۔ ظفر خاں بھی لڑ کر زخمی ہوا اور آخر شب میں جب اُس نے مرہٹوں کا غلبہ دیکھا تو بتقاضائے مصلحت اپنی جان بچانے کے لئے وہ میر احمد خاں کے بیٹے کو ہمراہ لے کر شہر میں چلا گیا۔ چنداول کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ باقی نے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔ بہت آدمی قید ہوئے۔ میر احمد خاں تنہا لڑتا رہا اور زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا اور درخت کے نیچے اپنے تئیں گھسیٹ کر پہنچایا اور وہاں مر گیا۔ بہت امیر قید ہوئے۔ ان میں شرف الدین نے قوال بن کر اپنے مرہٹی زبان میں گیت سُنائے۔ بارہ سو روپیہ دے کر چھوٹے اور یہ کہا کہ میں مشہور منصبداروں میں تھا یہ اپنے اوپر سے بارہ سو روپیہ کا صدمہ اُتارتا ہوں۔ محمد تقی جو قید ہوئے اُنہوں نے اپنے تئیں نہیں چھپایا اور اپنے تئیں منصبدار صاحب اسم و رسم بتایا۔ تیس ہزار روپیہ دے کر چھٹکارا پایا۔

بہادر شاہ دہلی کے قریب آیا۔ اور محمد منعم خاں و رستم دل خاں و چورامن جاٹ کے ساتھ

بڑی بھاری فوج روانہ کی کہ سکھوں کا استیصال کریں اور اُن کے تھانوں کو اُٹھا دیں اور اپنے تھانے قائم کریں۔ شاہ آباد (مصطفےٰ آباد) ساد ھورہ اور قدیم آبادیوں کو جن کو سکھوں نے ویران کیا ہو آباد کریں۔ باوجودیکہ بادشاہ اس ضلع میں موجود تھا اور سکھ پہلے فرار ہو چکے تھے مگر اپنی شوخی سے باز نہیں آتے تھے۔ دہم شوال ۱۱۲۱ھ کو سادھورہ سے چار پانچ کوس پر بادشاہ کا خیمہ آیا۔ رستم دل خاں اور فیروز خاں میواتی کو بھیجا کہ لشکر گاہ کے لئے جگہ تلاش کریں۔ مابین راہ سکھوں کے تیس چالیس ہزار سوار و پیادے بے شمار دس بارہ کوس سے فتح درشن کہتے ہوئے سیل کی طرح ناگہاں فوج بادشاہی کے مقابل آئے۔ سکھوں کے حملوں سے لشکر شاہی کا بتلا حال ہوا۔ بہت آدمی زخمی و کشتہ ہوئے۔ فیروز خاں میواتی کی خاص و عام جماعت اور کچھ سادات بارہہ ہاتھی گھوڑوں سے پیادہ ہوئے اور سکھوں کے مقابل ہوئے۔ بہادرانہ حملے کر کے سکھوں کو ہزیمت دی اس کے بعد بادشاہ سادھورہ میں اس قصد سے گیا کہ سکھوں کی تنبیہ اور اخراج کے لئے سپاہ مقرر کرے۔ چار پانچ روز مہاوٹ کا مینھ دھواں دھار برسا اور سردی بڑی شدت سے پڑی۔ کئی ہزار آدمی خاص کر دکنی جو اس سردی کی تاب نہ لائے مر گئے۔ سواری اور باربرداری کے گھوڑے بہت مر گئے جن کی گندہ بو سے زندوں کو رہنا دشوار ہوا۔ لوگ کہتے تھے کہ سکھوں نے جادو کیا اور ایسی بیہودہ باتیں کہتے تھے۔ یہ خبر بھی آئی کہ سکھوں نے کسی اور اطراف کی بادشاہی فوج پر تاخت کر کے ایک دو نامی فوجدار مار ڈالے۔ جملۃ الملک خان خاناں کو ایک بیٹے کے ساتھ وحمید الدین خاں بہادر و رستم دل خاں و راجہ چترسال و فیروز خاں میواتی و چورامن جاٹ اور باقی سرداروں کو بسرداری شاہزادہ رفیع الشان سکھوں کے استیصال کے لئے بھیجا۔ کئی لڑائیاں ہوئیں اور بادشاہی آدمی اور سکھ بہت سے مارے گئے اور سکھ ہزیمت پا کر لوہ گڈہ میں چلے گئے جو قلب پہاڑوں میں راجہ برفی کے تعلقہ کے نزدیک تھا۔ اور اس میں ساٹھ ستر ہزار سوار و پیادے محصور ہو سکتے تھے وہ بُرج بارہ کے درست کرنے میں مشغول ہوئے اور بنجاروں میں ہزار ہا بیل تاخت کر کے حصار میں غلّہ کا ذخیرہ جمع کر لیا۔ بادشاہی لشکر نے اُس کا محاصرہ کیا۔ اور مورچال

باندھے۔ بندہ اپنے معتقدوں کو یہ سمجھا کر جنگ و محاربہ کی ترغیب و تحریص دیتا کہ جو کوئی تم میں سے اس جنگ میں مارا جائے گا وہ بلا فرصت و فاصلہ ایام صورت امرد و لیش دار میں عود کرے گا اور حیات ابدی اور درجات دنیوی میں ترقی پائے گا۔ چیلے اس کی باتوں کو سچ جانتے تھے۔ اور جھمار سے نکل کر سچا بادشاہ کی فتح درشن کا آوازہ لگاتے ہوئے خوب لڑتے تھے۔ اور ہر روز بہت قتل ہوتے تھے اور مسلمان بھی کشتہ ہوتے تھے۔

سکھ سوائے ان ہنود کے جو ان کے ساتھ شریک تھے سارے ہندوؤں کو مسلمانوں کے ساتھ واجب القتل جانتے تھے۔ مصاف دیدگان رزم پر ظاہر ہو کہ اگر دو تین ہزار سواروں میں سو دو سو سوار بھی ایسے ہوتے ہیں کہ جو ہر شجاعت و ارادت رکھتے ہیں اور جانفشانی میں حق نمک کی مراعات کرتے ہیں تو اس کی فتح و فخر کا سبب ہوتے ہیں۔ چہ جائے کہ سکھوں میں بہت ہی کم سوار اور پیادے ایسے ہونگے کہ وہ دل و جان سے اپنے گرو پر گوسفند کی طرح قربان ہونے کو کمال مراد اور آرزوے دل نہ جانتے ہوں اِدھر یہ ارادت اُدھر طمع زر و اقسام اقمشہ و زیور جو تاراج میں ہاتھ آتا تھا۔ یوں اس فرقہ گداپیشہ کا تسلط و غلبہ بڑھتا گیا۔ محاصرہ میں طرفین نے جلادت و دلیری کی داد دی۔ اس کا امتداد ہوا قلعہ کا ذخیرہ ختم ہوا۔ سکھوں کا ایسا تنگ حال ہوا کہ وہ قلعے کے اوپر سے ہاتھ اور آنکھوں کے اشاروں سے لشکر شاہی کے بقالوں کو بلاتے اور دو تین روپیہ سیر غلہ خریدتے اوپر سے چادریں پھینک دیتے اور اس میں غلہ بندھوا کے رسیوں سے کھینچ لیتے اور ایک ایک دو دو مٹھی آپس میں بانٹ لیتے۔ تین چار ہزار سکھ فاقوں سے مر گئے۔ سواری اور بار برداری کے چارپائے ذبح اور بن ذبح کئے کھا گئے۔

ایک کھتری جس کا نام گلابو تھا اور رمتا کو فروشی اس کا پیشہ تھا اپنے پیر و مرشد پر جاں نثار کرنے کے لئے بندہ کا لباس فاخرہ پہنا اور بندہ کے مکان میں بیٹھا اور بندہ مع فوج کے لشکر شاہی پر ایک طرف حملہ کر کے کوہستان راجہ برفی کی طرف باہر چلا گیا۔ فوج شاہی نے گڈھی میں جا کر گلابو کو زینت کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھ کر مقید کیا۔ خوشی خوشی خانخانان پاس لائے۔

چاروں طرف سے صداے مبارک باد بلند ہوئی۔ جب خانخاناں پاس وہ اجل رسیدہ آیا اور تحقیقات حال ہوئی تو معلوم ہوا کہ باز اُڑ گیا اور اُس کی جگہ اُلّو ہاتھ لگا۔ اس سے خانخاناں کو شرمندگی ہوئی۔ اُس نے اپنے سب ہمراہی سرداروں کو حکم دیا کہ وہ پیادہ ہو کر راجہ برفی کے کوہ میں جائیں اور بندہ کو پکڑ کر لائیں اور اگر وہ نہ ہاتھ آئے تو راجہ برفی کو پکڑ لائیں۔ چنانچہ یہ راجہ حضور میں پکڑا آیا۔ اس راجہ اور اس مرید کو پنجرۂ آہنی میں بند کر کے قلعہ شاہجہان آباد میں بھجوا دیا۔

سکھوں میں ڈاڑھی اور سر کا منڈانا گناہِ عظیم ہے۔ بادشاہ کے دربار و دفتر و لشکر میں مخفی سکھ بھی نوکر تھے۔ اس لئے بادشاہ نے حکم دیا کہ سارے ہندو اپنی ڈاڑھیاں منڈائیں ناچار سکھوں کو بھی ڈاڑھی منڈانی پڑی۔ چند روز حجاموں کا استرا خوب چلتا رہا۔ بعض صاحب اہم رسم ریش داروں کی ڈاڑھی صفاچٹ ہوئی۔

عین قلیج خاں

عین قلیج خاں بہادر صوبہ دار اودھ بہادر شاہ کی بعض وضع سے اور خلف عہد و قرار سے جو ابتدا میں ہوئی تھے اور بادشاہ کے اور سلوکوں سے ملال خاطر رکھتا تھا اور اکراہ کے ساتھ اُس نے اودھ کی صوبہ داری منظور کی تھی۔ اس زمانہ میں اُس نے زمانہ کی سفلہ نوازی اور بادشاہ کی ناقدردانی کے سبب اپنے منصب و خدمت سے استعفا دیا اور گوشہ نشیں ہوا اور اپنا نقد و جنس فقرا و مساکین میں تقسیم کیا۔ ایک دن میں پانچ لاکھ روپیہ فقرا میں خیرات کر دیا۔

منعم خاں خاناں کی وفات اور حصار

ارادت خاں لکھتا ہے کہ منعم خاں خانخاناں نے اس قلعہ کو جس میں سکھ تھے محاصرہ کیا اور یہ یقینی سمجھ کر کہ بندہ اس کو ہاتھ لگ گیا سپاہ کو حملہ کرنے سے منع کر دیا کہ وہ صبح کو خود فتحیابی کے ساتھ کام کو ختم کرے گا۔ اُس نے اپنی بدنصیبی سے ایک تنگ راہ جو قلعہ سے کوہستان کو جاتی تھی بند نہ کی تھی یا تو اس کو معلوم ہی نہیں ہوئی یا وہ جانتا تھا کہ وہ راہ بھی اُس کے کسی مورچال کے درمیان جاتی تھی۔ رات کو بندہ نے تبدیل لباس کیا اور نامعلوم قلعہ سے باہر چلا گیا۔

خانخانان نے صبح کو حملہ کرنا شروع کیا۔ اور تھوڑی لڑائی کے بعد قلعہ کو لے لیا۔ تلوار اُس کے ہاتھ میں تھی اور بہت خوش تھا کہ بندہ کو زندہ یا مردہ بادشاہ پاس لے جاؤں اور میں نے جو قلعہ پر بادشاہ کی باوجود ممانعت کے حملہ کیا ہے جس سے وہ ناخوش ہوا ہے وہ اس خدمت سے خوش ہو جائے گا۔ مگر کون اس مایوسی اور غم کو بیان کر سکتا ہے کہ وہ چیز جس پر تمام اُمیدیں منحصر تھیں وہ ہاتھ سے ایسی نکل گئی کہ کہیں اُس کا پتا بھی نہیں لگا۔ ایک لمحہ کے لئے تو اُس کے بالکل حواس بادشاہ کے خوف سے جاتے رہے۔ یہ خوف بے وجہ نہ تھا۔ یہ دستور ہے کہ بادشاہ کے خیموں کی طرف فتح نمایاں کے بعد نقارۂ فتح بجتا ہوا چلتا ہے۔ بادشاہی حکم آیا کہ نقارہ نہ بجے اور خانخانان بادشاہ کی حضور میں نہ آئے۔ وہ مایوس ہو کر اپنے خیمہ میں گیا۔ مگر بادشاہ عالم اُس کے پہلی خدمات پر نظر کر کے چندروز بعد پھر اُس پر مہربانی کرنے لگا۔ مگر یہ وفادار وزیر بادشاہی ناحسانمندی کے غم سے فارغ نہ ہوا اور اس غم پر یہ اور طرّہ چڑھا کہ اُس کے اُکھیڑنے کے لئے تینوں شاہزادے اور امیرالامرا یہ تدبیریں کرنے لگے۔ یہ زہر آلود تیر اُس کے کلیجے میں چبھتا تھا۔ اب دنیا کی کوئی چیز اُس کو خوش نہیں کرتی تھی جس کے ہیچ کارہ ہونے کا تجربہ اُس نے خود کر لیا تھا۔ ذلت مذکور سے اُس کی صحت میں خلل آیا۔ چندروز میں صاحب فراش ہوا۔ ۱۱۲۴ھ میں حضرت عزرائیل کو روح اپنی نذر کی۔

ایسا وزیر مدتوں میں بھی کوئی نہیں پیدا ہوا فقط وہ صوفی فراخ اور فقیر دوست تھا۔ اُس نے اپنی حکومت کے عالم میں خلق کو کوئی ایذا نہیں پہنچائی اِس کی وزارت میں کسی مسلمان کو ضرر نہیں پہنچا۔ ہر شہر میں اُس نے سرائے اور مسجد و خانقاہ بنوانے کے لئے اور زمین اور تعمیر کے واسطے پیشگی روپیہ بھیجدیا۔

اب خانخانان کی وفات کے بعد اس باب میں اختلاف رائے ہوا کہ اُس کے عہدۂ وزارت اور صوبہ داری دکن پر کون شخص مقرر ہو۔ عظیم الشان جو سلطنت میں صاحب اختیار تھا اور سعداللہ خاں کہ دیوان تن اور خالصہ تھا دونوں یہ رائے دیتے تھے کہ ذوالفقار خاں وزارت پر اور خانخانان

وزارت کے باب میں اختلاف رائے

کے دونوں بیٹے بخشی الملکی اور صوبہ داری دکن پر مامور ہوں۔ ذوالفقار خاں صوبہ داری دکن کو وزارت کے لئے چھوڑنا پسند نہیں کرتا تھا۔ اُس نے بادشاہ سے التماس کی کہ جب حضرت بادشاہ نے خانخانان سے وزارت کا وعدہ کیا تھا ہم عذر نہیں کرسکتے تھے۔ لیکن اب میرا باپ جب تک عہدۂ وزارت پر بدستور سابق نہ مقرر ہو مجھے وزارت کے قبول کرنے میں کوئی فخر نہیں ہی اس پر عظیم الشان نے کہا کہ ذوالفقار خاں چاہتا ہے کہ باپ کو وزارت ہو اور اور خدمات مذکور اُس کے نام پر ہوں۔ بادشاہ اِن دونوں درخواستوں میں سے کسی کی درخواست کو رد نہیں کرسکتا تھا۔ آخر کو وزارت کے باب میں یہ تجویز ہوئی کہ جب تک کوئی مستقل وزیر مقرر ہو سعد اللہ خاں پسر عنایت اللہ خاں جو دیوان تن اور خالصہ مقرر ہوا تھا وہ وزارت کا کام شاہزادہ عظیم الشان کی نیابت میں سب کام اُس کو دکھا کر کرے۔

غازی الدین خاں فیروز جنگ کی وفات

غازی الدین فیروز جنگ بہادر نے ممالک دکن میں اپنا بڑا اعتبار اور تسلط پیدا کیا تھا۔ وہ تورانی مغلوں کا سردار تھا۔ بڑی سپاہ اپنے پاس رکھتا تھا۔ اعظم شاہ سے وہ جدا ہوگیا تھا۔ معظم شاہ کے انتقام سے اس لئے بہت ڈرتا تھا کہ اُس نے عالمگیر کو اُس کے قید کرنے کی اس وقت صلاح دی تھی کہ وہ گولکنڈہ کے سامنے تھا۔ وہ فتح نصیب تھا۔ غنیم پر زیادہ غلبہ پاتا تھا۔ بڑا تجربہ کار مدبر تھا گو آنکھوں سے اندھا تھا مگر وہ آدمی کے دل کو دیکھ لیتا تھا۔ اُس کی بڑی آرزو تھی کہ میں کسی شہزادہ کو بادشاہ بناؤں۔ کام بخش کی ایسی بیوقوفیاں دیکھ کر جن سے وہ برباد ہوا اُس نے اُس سے کنارہ کشی کی۔ منعم خانخانان نے غازی الدین سے خط و کتابت کی اور اُس کی بہت تسلّی و تشفی کی کہ بہادر شاہ اس پر عنایت اور شفقت کرے گا۔ اس تجربہ کار مدبر نے زمانہ کے انقلابات کو آنکھیں کھول کر خوب دیکھا تھا وہ چاہتا تھا کہ بادشاہ پہلے باتوں کو بھول جائے۔ اور مجھے تکلیف نہ دے آیندہ میری زندگی عبادت الٰہی میں آرام سے بسر کرنے دے۔ اس کا بیٹا چین قلیج خاں مدت سے ناراض تھا اس کا بھائی چاند خاں جس کو اُس نے سپاہ میں اپنا نائب مقرر کیا تھا وہ اور تورانی افسر

افسر اُسے چھوڑ کر بادشاہ پاس چلے گئے تھے۔ ان واقعات کے سبب اُس نے وزیر کے اقراروں کے سبب سے احمد آباد کی صوبہ داری گجرات میں قبول کی۔ بادشاہ پاس خبر آئی کہ غازی الدین خاں فیروز جنگ نے گجرات میں وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ متصدیان سرکار نے نو لاکھ روپیہ نکال کر روپیوں کی جگہ پیسے رکھدیئے۔ فیروز جنگ اس تغلب پر مطلع ہوا تو اُس نے اپنے عمل و تدبیر سے سارا روپیہ لوگوں سے اُگلوا کے خزانہ میں داخل کردیا۔ فضلاے لاہور نے ایسی شورش پیدا کی تھی کہ نقطہ وصی لفظ ہی نہ داخل ہو سکا بادشاہ نے فضلاے لاہور کی حاضری کا حکم دیا تو یار محمدؒ و محمد مراد تین چار مشہور فاضلوں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں تسبیح خانہ میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے خود حضرت امام اعظمؒ کے قول کے موافق گفتگو کی حاجی یار محمدؒ نے بادشاہ کے قول کو بہت گستاخانہ اور بے باکانہ رد کیا۔ بادشاہ نے برآشفتہ ہو کر فرمایا کہ تو بادشاہوں کے غضب سے نہیں ڈرتا۔ حاجی یار محمدؒ نے جواب دیا کہ میں اپنے خدا سے چار چیزوں کے عطا کی آرزو رکھتا تھا۔ اوّل تحصیل علم۔ دوم حفظ کلام اللہ سیوم حج چہارم شہادت۔ الحمدللہ کہ اللہ تعالے نے تین نعمتیں مجھے عطا کیں۔ آرزوے شہادت باقی ہے اُمیدوار ہوں کہ بادشاہ کی توجہ سے اس میں کامیاب ہوں۔

اس مباحثہ میں کئی روز لگے۔ ایک لاکھ آدمی جن میں بعض افغان تمن دار بھی تھے حاجی محمد یار سے متفق ہوئے۔ شاہزادہ عظیم الشان بھی خفیہ اس جماعت کا طرفدار تھا۔ آخر کو جب حیدر نے خطبہ کے لئے عرضی دی تو بادشاہ نے اُس پر دستخط کئے کہ عالمگیر کے زمانہ کی طرح خطبہ پڑھا جایا کرے اس طرح جھگڑا ختم ہوا۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ نے حاجی یار محمدؒ اور دو اور فاضلوں کو جن سے وہ آشفتہ خاطر تھا ایک قلعہ میں بھیجدیا۔

## سوانح سال پنجم ۱۱۲۲ھ / ۱۷۱۰

جلوس کا سال پنجم ۱۸ ذی الحجہ کو منعقد ہوا۔ ۱۴ محرم کو بادشاہ کے مزاج میں خلل پیدا ہوا حکم ہوا کہ شہر کے سارے کتّے شہر سے باہر نکالے جائیں۔ اس زمانہ کی خلقت یہ یقین کرتی تھی

کہ بادشاہ کو سوداعلماءِ سنن کے آثار دعوت وسحر سے ہوا ہی۔ اس حکم سے کہیں گتا نظر نہیں آتا تھا۔ دُور کے قصبات و دیہات میں وہ تھے۔ دوسرا حکم والا یہ ہوا کہ ہندو اپنی ڈاڑھی منڈائیں اور آیندہ کوئی ہندو ہرگز داڑھی نہ رکھے۔ تیسرا کام اُس نے اپنے آئین کے خلاف یہ کیا کہ علما پر عتاب و خطاب کیا اور جابجا محبوس کیا۔ پھر فراج پر خفقان کا غلبہ ایسا ہوا کہ دارالسلطنت لاہور میں ۱۹ محرم سنہ ۱۱۲۳ء کو جہان سے رخصت ہوا اور اُس کی نعش شاہجہان آباد میں حضرت قطب صاحب کے احاطہ کے باہر دفن ہوئی تاریخ تولد بادشاہ معظم تھی۔ اس حساب سے ۷۳ سال کی عمر ہوئی۔ اور سلطنت کی مدت پانچ سال ۲ ماہ تھی

میں نے بہادر شاہ کی سلطنت کا بیان زیادہ تر منتخب اللباب خافی خاں اور تاریخ مظفری سے لکھا ہی اور اس میں کچھ اور حالات بھی اور تاریخوں سے بڑھائے ہیں۔ اب میں بطور ضمیمہ کے بعض واقعات تاریخ ارادت خانی سے نقل کرتا ہوں۔ ارادت خاں شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں دوآب کا حاکم تھا اور وزیر معظم خاں کا دلی دوست تھا وہ فرخ سیر کے زمانہ میں مرا۔ وہ بڑا مشہور شاعر تھا اُس کا دیوان ہی۔ اس کا نام مبارک اللہ ارادت خاں اور تخلص واضح تھا وہ اپنے دیباچہ میں لکھتا ہی کہ اب میری عمر سنہ ۱۱۲۶ھ میں ۶۴ برس کی ہی۔ اس تھوڑے عرصہ میں دنیا کے معاملات میں یہ انقلابات سلطنتوں کی بربادی۔ شاہزادوں کا مرنا۔ پرانے شریف و امیر خاندانوں کا مٹنا۔ لائق آدمیوں کا تنزل اور نالائقوں کی ترقی۔ میں نے ایسے دیکھے ہیں کہ تاریخ میں ہزار برس کے اندر بھی اس کثرت سے متواتر ایسے حادثات نہیں بیان ہوئے۔ میرا ارادہ یہ نہیں ہی کہ میں تاریخ لکھوں بلکہ میں اُن حادثات و واقعات کو بیان کرتا ہوں جن کو میں نے بچشم خود دیکھا ہی اور اُن میں شریک رہا ہوں۔ ارادت خاں نہایت عمدہ و معتبر سپاہی دانش مند فرزانہ تھا۔ تاریخ کو بے تکلف عبارت میں سچ سچ لکھتا ہی۔ وہ جہاندار شاہ اور فرخ سیر کی لڑائی کے باب میں لکھتا ہی کہ ہر ایک شخص جانتا ہی کہ جب کارزار شروع ہوتی ہی تو ایک آدمی کے واسطے یہ ناممکن ہی کہ وہ میدان جنگ میں طرفین کا سارا حال دیکھے وہ صرف ایسے مقام کا حال جان سکتا ہی جو اُس کے پیش نظر ہو۔ پس میں کس طرح یہ کہہ سکتا ہوں میں نے دونوں طرف کی صف بندی کو دیکھا ہی جو کوسوں میں پھیلی ہوئی تھی۔ ایک مصنف نے اورنگ زیب کے روبرو اُس کی ایک لڑائی کا

حال پڑھا تو آخر کو بادشاہ نے ارشاد کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی کے وقت تو کسی اونچے پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایسا ذرا ذرا سا جنگ کا حال دیکھا ہے ہیں خود ہاتھی پر سوار تھا اور فوج پر حکمراں مگر میں نے تو ان حالات کی ایک تہائی بھی نہیں دیکھی جو تو نے بیان کی۔ اب ہم اس سے انتخاب کر کے بعض واقعات لکھتے ہیں جو پہلے بیانوں سے کچھ اختلاف کچھ اتفاق رکھتے ہیں۔

اعظم شاہ کو اورنگ زیب کے مرنے کی خبر اراکین سلطنت نے دی جو اُس کے خیر خواہ تھے وہ احمد نگر کے لشکر شاہ گاہ میں ۳ ذی الحجہ کو آیا۔ بہت سے امرا جو اُس کے دلی خیر خواہ تھے اُس پاس آئے بعض امرا نہ اُس کے نیک خواہ تھے نہ بدخواہ۔ بعض اُس سے نفرت رکھتے تھے مگر اُس کی حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے سوائے اطاعت کے کوئی چارہ نہ تھا۔ اُس سے ملنے میں ان تین مغل امرا فیروز جنگ و چین قلیج خاں و محمد امین خاں نے تامل کیا۔

۱۰ ذی الحجہ ۱۱۱۸ھ کو اعظم شاہ نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا اور مراسم جلوس کی تقدیم ہوئی اُس نے امرا کو بقدر اُن کی حالت کے عطئے عطا کئے۔ مگر چند ہی ان میں اس سے خوش ہوئے جب اعظم شاہ شہزادہ تھا تو بہت سے اُمرا اُس کے دلی خیر خواہ تھے اور جانتے تھے کہ اس میں سلطنت کرنے کی پسندیدہ لیاقتیں سب طرح کی موجود ہیں۔ مگر جب وہ تخت سلطنت پر بیٹھا تو اُس کے کل اوضاع و اطوار کے سبب سے اُس کی نسبت کل اُمرا کی رائیں بدل گئیں۔ وہ بڑے بڑے امیروں کی عزت نہیں کرتا تھا۔ سپاہ کے خرچ میں خسّت ایسی کرتا تھا کہ گویا اُس کو سپاہ سے کبھی کچھ کام ہی نہیں پڑے گا۔ یہ خبط اُس کو اپنے اس بیہودہ یقین سے پیدا ہوا تھا کہ کسی شخص کو اس سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ نہیں ہے اور اُس کا بڑا بھائی شاہ عالم ہندوستان کی یہ سلطنت عظیم الشان چھوڑ کر کسی اور اقلیم میں اپنی جان و عزت بچانے کے لئے چلا جائے گا اور اسی زمانہ میں اُس کو اپنے بیٹے بیدار بخت پر حسد اس سبب سے پیدا ہوا کہ دادا اُس کو بہت عزیز رکھتا تھا۔ وہ قدیم اراکین سلطنت کی حقارت کرتا تھا اور برسرِ دربار کہتا تھا کہ وہ اپنی خدمات کے لائق نہیں رہے اعظم شاہ اپنا شاہانہ ٹھاٹھ ساتھ لے کر آگرہ کی طرف باقاعدہ منزل بمنزل تومری گھاٹ کی طرف

چلا یہ راہ کوہستانی تھی اور درختوں سے بھری ہوئی راہ میں بڑے بڑے فاصلوں میں پانی نہیں ملتا تھا۔ دو روز کے اندر بہت سے مرد عورت بچے جانور پیاسے مر گئے۔

بیدار بخت کو دادا سے بڑی محبت تھی اور دادا کو اس سے۔ وہ باپ کے حکم سے فوراً گجرات سے اپنے نوکر تین ہزار سوار لیکر چلا۔ اور اپنے ہی خزانہ کے تیس لاکھ روپیہ ساتھ لئے بادشاہی خزانہ کے بیس لاکھ روپیوں کو اس نے ہاتھ نہیں لگایا۔ اپنی فوج و دولت کو بھی نہیں بڑھایا باوجودیکہ آسانی سے وہ اپنی سپاہ کو بہت بڑھا سکتا تھا اور صرّافوں اور مال گزاروں سے ایک کروڑ روپیہ لے سکتا تھا۔ خزانہ و فوج کے بڑھانے میں اُس کو یہ اندیشہ تھا کہ باپ کو اُس کی وفاداری اور خیر خواہی میں شبہ پیدا ہوگا۔ بیدار بخت نے اُجین سے باہر ایک فاصلہ پر دریا کے کنارے پر خیمے ڈالے وہ شہر کے اندر نہیں داخل ہوا۔ عبداللہ خاں صوبہ دار مالوہ اُس پاس آیا اور اُجین میں بیدار بخت نے ایک مہینہ چند روز باپ کے آنے کے انتظار میں قیام کیا تو باپ نے بیٹے کو یہ فرمان بھیجا کہ کس واسطے تو نے جلدی کرکے دشمن کے روکنے کے لئے ستلج میں کشتیاں نہیں ڈبوئیں گو غنیم کا یہ حوصلہ نہیں ہے کہ وہ مقابلہ کرے مگر تو خطائے عظیم کا مرتکب ہوا۔ بیدار بخت باپ کے حکم کے موافق آگرہ کی طرف چلا۔ ذوالفقار خاں و رام سنگھ ہاڈا زمیندار کوٹہ و دلیپ بندیلہ و امین اللہ خاں کو اعظم شاہ نے بھیجا کہ وہ شاہزادہ کی حرکات کو بھی دیکھیں اور اُس کی مدد بھی کریں۔ یہ سب اعظم شاہ کے پاس سے چل کر بیدار بخت سے ملے مرزا راجہ جے سنگھ اور خان عالم سردار دکنی اور اُس کا بھائی منور خاں اور اور امراء چھ ہزار سواروں کے ساتھ اعظم شاہ کے حضور سے بیدار بخت پاس آئے۔

شاہزادہ اعظم شاہ کو اورنگ زیب نے حکم بھیجا تھا کہ وہ بنگالہ سے اس پاس آئے۔ جب وہ حوالی آگرہ میں آیا تو اُس نے عالمگیر کے مرنے کی خبر سُنی تو باپ کے لئے اس شہر کے لینے کے واسطے گیا۔ جب چنبل کے کنارہ پر بیدار بخت پہنچا اور اعظم شاہ گوالیار میں آیا۔ عظیم الشان نے محتشم خاں کو آگرہ سے بڑی سپاہ کے ساتھ روانہ کیا کہ وہ بیدار بخت کو دریا سے پار نہ اُترنے دے بیدار بخت اولوالعزم تھا اور باپ کا رقیب تھا سلطنت کا خواہاں تھا۔ اعظم شاہ ایک بیباک مشہور تھا

اور اپنے اوضاع میں عاقبت بینی اور دُور اندیشی نہ کرتا تھا اور زمانہ حال کے سوائے کچھ اور آگے نہ دیکھتا تھا۔ ہندوستان کے موچھوں کے تاؤ دینے والوں لاف زنوں کی مانند اگر سفر میں بیٹا تاخیر کرتا تو اُس کی تضحیک کرتا اور کہتا کہ تو دشمن سے نامرد ڈرتا ہے۔ اس لئے بیدار بخت نے چنبل سے پار اُترنے کا اور محتشم خاں کے مورچالوں پر حملہ کرنے کا جو ارادہ کیا تو اس تدبیر کو تجربہ کار ہوشیار سپہ سالار ذوالفقار خاں نے ناپسند کیا۔ بعض امیروں کی رائے تھی کہ ذوالفقار خاں دغا بازی کر رہا ہے۔ اب اُنہوں نے بیدار بخت کو یقین دلایا کہ وہ شاہ عالم سے خط و کتابت رکھتا ہے اور تاخیر کی صلاح اس لئے دیتا ہے کہ معظم شاہ نزدیک آجاے تو وہ اپنے منصوبوں کو پورا کرکے اُس سے جا ملے۔

دوسرے دن یکایک صبح کی نماز سے پہلے جنگ کے لئے کوچ کا نقارہ بجا اور بیدار بخت نے جنگ کا پورا سامان کیا۔ اور ہاتھی پر سوار ہوا۔ ہمیشہ وہ لڑائی میں فیل نشین ہوتا۔ میں بھی جلدی سے اُس کی ہمراہی کے لئے گیا تو میں نے اُس کو دیکھا کہ چہرہ غصے سے بھرا ہوا ہے اور پُکار پُکار کر ذوالفقار خاں کو دغا باز مکّار جھوٹا اور اسی طرح کے بُرے الفاظ اپنے ہاتھی کے گرد ادنیٰ نوکروں سے کہہ رہا ہے۔

اعظم شاہ اور اُس کے بیٹے بیدار بخت میں جو اختلاف تھا اس میں حق باپ کی جانب میں تھا۔ بیدار بخت باپ کا رقیب تھا اور اس تاک میں لگا رہتا تھا کہ کسی طرح باپ کو تخت سے اُتار دے۔ ایک دن اُس نے مجھ (ارادت خاں) سے پوچھا کہ اگر باپ بادشاہ ہو اور وہ اپنے بیٹے کی جان لینی چاہے اور بیٹے کو باپ کا یہ ارادہ تحقیق معلوم ہوگیا ہو تو بیٹے کو اپنی حفاظت کے لئے کیا کرنا چاہیئے۔ تم کوئی ایسی مثال پہلے جانتے ہو۔ میں نے کہا کہ سوال کی ضرورت نہیں ہے آپ کے دادا کا طریقہ اپنے باپ کے ساتھ کافی مثال ہے۔ بادشاہوں کو بہ ضرورت ایسے کام کرنے جائز ہیں جو اوروں کے لئے جائز نہیں ہیں۔ پھر ایک دن اُس نے مجھ سے یہ پوچھا کہ میں باپ کو کس طرح گرفتار کردوں۔ اس کا جواب بھی میں نے دے دیا۔ بیدار بخت چنبل سے کسی پایاب

مقام سے پار اُتر گیا جو دشمن کو معلوم نہ ہوا۔ عظیم الشان کی افواج دریا کے کنارے پر ایک اور مقام میں پڑی ہوئی تھی وہ اپنا توپ خانہ مختلف مورچالوں میں چھوڑ کر آگرہ کو بھاگیں وہ اپنی جان بچانے سے خوش تھیں۔ ذوالفقار خاں جو شاہزادہ کو دریا کے پار جانے کے لئے منع کرتا تھا وہ بمجبوری شاہزادہ کو ظفر جو سفر سے ہوئی مبارک باد دینے آیا۔ کچھ دنوں بعد اعظم شاہ قریب آیا۔ بیدار بخت نے ایک کوس سامنے جا کر باپ کے خیموں کے لئے جگہ تجویز کی اور جب باپ آیا تو دو کوس اُس کے استقبال کے لئے گیا۔ باپ نے بیٹے کو بہت پیار کیا۔ گو اُس کو وہ اورنگ زیب کی محبت کے سبب سے اپنا رقیب جانتا تھا۔ مدتوں کے بعد بیٹے کو دیکھا تھا۔ اب رقابت کی حسد پر پدری شفقت نے غلبہ کیا۔ اُس پر بہت عنایت کی اور ایک شاہانہ خلعت عطا کیا۔

تقدیر الٰہی میں تو شاہ عالم کو سلطنت ملنی تھی اعظم شاہ ایسا شیخی و گھمنڈ میں آیا کہ اُس کو یقین تھا کہ اگر اُس کے بھائی کے ساتھ لاکھوں تور اور سلم ہوں تو بھی اُس کو میدان جنگ میں اُس کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوگی۔ جو لوگ شاہ عالم کے قریب آنے کی خبر لاتے تو وہ اُن کو نامرد احمق کہہ کر دھتکار بتا دیتا اس کو سچی خبر سنانے سے بڑے بڑے افسروں کی جان نکلتی تھی۔ اس لئے اعظم شاہ کو شاہ عالم کے نزدیک آنے کی خبر نہ ہوئی۔ جب شاہ عالم متھرا میں آیا تو اُس نے ایک بڑے مشہور درویش کے ہاتھ اعظم شاہ کے پاس یہ خط بھیجا کہ خدا کے فضل سے ہم ایسی موروثی وسیع سلطنت کے وارث ہوئے ہیں جس میں بہت سی مملکتیں ہیں۔ ہم تم آپس میں ایک دوسرے پر تلواریں نہ کھینچیں اس میں عدالت اور عزت و شان ہے۔ سلطنت کو آپس میں ہم تقسیم کر لیں گو میں بڑا بھائی ہوں مگر میں اُس کا اختیار تم کو سپرد کرتا ہوں۔ اعظم شاہ بڑا متکبر مغرور تھا اُس نے جواب دیا کہ میں اپنے بھائی کو کل میدان جنگ میں اس کا جواب دونگا۔ یہ سنکر پیغام بر چلا گیا۔

اعظم شاہ نے صبح کو کوچ کیا جاجو اور آگرہ کے درمیان بنجر زمین میں جہاں پانی نہ تھا خیمہ زن ہوا جس سے سپاہ کو بڑی تکلیف ہوئی۔ اس دن خبر آئی کہ شاہ عالم سات کوس پر خیمہ زن

ہے اور کل اس کا ارادہ حرکت کرنے کا ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ کس طرف کا ارادہ ہے۔

ارادت خاں کہتا ہے کہ ان دو بھائیوں کی لڑائی کا حال جو میری آنکھوں کے سامنے گزرا اُس کو بیان کرتا ہوں۔ شاہزادہ بیدار بخت ہراول تھا وہ ضروری احکام دے کر چلا۔ اعظم شاہ قول میں تھا۔ اس کا لشکر بھی اُس کے بعد روانہ ہوا۔ اب تک اُن کو یہ نہ معلوم ہوا کہ غنیم کا مقام کہاں ہے اور شاہ عالم کا ارادہ کیا ہے۔ بیدار بخت ایک گاؤں پر پہنچا جس کے نیچے ندی بہتی تھی اور اُس کا پانی صاف تھا اور اُس کے گرد کنوے بھی تھے۔ اُس وقت افواج متفرق تھیں اور کسی سردار کو فوج کی ترتیب کا خیال نہ تھا جس طرف اس کا جی چاہتا تھا جاتا تھا۔ یہ دیکھ کر میں نے شاہزادہ سے کہا کہ بڑا لشکر پیچھے دُور ہے اور سامنے ملک چند میل تک بے آب ہے اور دن بھی نہایت گرم ہے۔ ترتیب بغیر غنیم کے مقام و حرکت معلوم ہونے کے اب کہاں چلے جائینگے۔ میں نے اس کو بتلایا کہ آپ کے ملازم کیسے پراگندہ پھر رہے ہیں۔ ذوالفقار خاں بائیں طرف ایسا ترچھا گیا کہ نظر نہیں آیا۔ آپ کو یہاں مقام کرنا چاہیئے کہ غنیم کی خبر آئے۔ لشکر کے لئے یہاں پانی کافی ہے۔ توپ خانہ آجائے گا۔ وقت اتنا مل جائے گا کہ بادشاہ آجائے گا۔ اور لشکر مرتب ہو جائے گا۔ اگر غنیم چڑھ کر آئے گا تو آپ کو یہ فائدہ رہے گا کہ آپ اچھی زمین پر اوترے ہوئے ہیں اور یہاں پانی بکثرت ہے۔ بیدار بخت نے کہا کہ آپ کی تدبیر بہت ہے آپ جاکر میرے باپ سے کہئے میں اُس کے حکم کی تعمیل کرونگا۔ شاہ عالم کو بھی ہمارے لشکر کی راہ پر اطلاع نہ تھی جہاں وہ اُترا تھا وہاں پانی کم تھا۔ اُس نے آج صبح کو اپنے بڑے لشکر کو منعم خاں کے ساتھ بھیجا اور خود اپنے بیٹوں کے ساتھ اپنے نوکروں کو لے کر جمنا کے کنارے پر شکار کھیلنے گیا۔ پیش خیمہ دستور کے موافق پہرہ چوکی کے ساتھ رستم دل خاں نے ہمراہ روانہ کیا۔ اتفاق سے وہ اسی راہ پر آیا جس پر ہمارا لشکر پڑا ہوا تھا۔

جب میں نے بیدار بخت کا پیغام اعظم شاہ کو دیا تو اُس نے کہا کہ بیٹے سے کہدو کہ میں

اس پاس آتا ہوں میں اپنے مقام پر آیا تو دیکھا کہ شاہزادہ نے اس گاؤں کو چھوڑ دیا اور آگے گیا میں اُس کے پیچھے گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لشکر گاہ میں فتح کی مبارک باد و تہنیت کا غُل ہو رہا ہے شاہزادہ نے مجھے دیکھ کر کہا کہ میں آپ کو فتح کی مبارک باد دیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ بغیر جنگ کے فتح کیسے ہوئی۔ یہ سُن کر شاہزادہ نے ایک ہرکارہ کی طرف اشارہ کیا کہ جو کچھ تو نے دیکھا ہے ارادت خاں سے وہ بیان کر تو اس احمق نے یہ کہا کہ میں نے دیکھا کہ شاہ عالم کا ہاتھی خالی ہے۔ اس کے ساتھ چند آدمی آگرہ کو بھاگے جاتے ہیں۔ شاہزادہ نے کہا کہ ہمارے جرانغار نے دشمن کو شکست دی اور اُس کے تمام خیمے ڈیرے چھین لئے۔ اس خیالی فتح کا سبب یہ تھا کہ شاہ عالم کا پیش خیمہ ہمارے جرانغار کی طرف آیا اُس کے ساتھ آدمی کم تھے۔ جرانغار نے حملہ کر کے پیش خیمہ چھین لیا۔ ہاتھی جو بھاگتا ہوا دیکھا تھا وہ رستم دل خاں کا تھا جو پیش خیمہ کا سردار تھا۔

اب شاہزادہ نے مجھے حکم دیا کہ میرے باپ کو اس فتح کی اطلاع دو میں نے انکار کیا اور کہا کہ بھلا یہ بھی کوئی فتح ہے کہ جس کی اطلاع دے کے ہنسی اُڑواؤں۔ اُس پر شاہزادہ مجھ پر خفا ہوا اور چلایا کہ کیا تیری اس کہنے سے مُراد ہے؟ میں نے کہا کہ سپاہیوں کے خیموں ڈیروں کے لئے ایسے اتفاق ہوتے ہی رہتے ہیں اور ایسی شیخی کی فتح پھر نہ ہوگی۔ حضور کی فوج نے غنیم کے پیش خیمے کو لُوٹا ہے اُن کے حال پر افسوس ہے جنھوں نے یہ کام کیا ہے۔ اب اگر کوئی بڑا کام پیش آئے گا تو وہ لُوٹ کے مال سے لدے ہوئے ہونگے اور بے کار ہونگے۔ اِن باتوں کو سُن کر غصہ ہو کر وہ چلایا کہ تم ہمیشہ ایسی اندیشہ ناک بدفالی کیا کرتے ہو۔ اُس نے اپنے دیوان کے داروغہ قاسم خاں کو حکم دیا کہ عظیم شاہ کو میری اس فتح کا مژدہ سُنادو۔ آدھ گھنٹہ گزرنے نہ پایا تھا کہ ہماری دائیں طرف بڑی خاک اُڑی میں نے یہ دیکھ کر شہزادہ سے کہا کہ ہماری فتح عظیم کا نتیجہ اور شاہ عالم کی پرواز دیکھو۔ سامنے گرد کا بادل پچاس ہزار سواروں کا معلوم ہوتا ہے یہ بات میں کہہ ہی چکا تھا کہ اور گرد اُٹھی جس سے ثابت ہوتا تھا کہ دوسری سپاہ پاس آتی ہے۔ میں نے شہزادہ سے کہا ابھی دشمن کچھ فاصلہ پر ہے۔ آپ اتنے میں لڑائی کی تیاری کر لیجے۔ شاہزادہ نے

مجھ سے کہا کہ تم جاکر میرے باپ کو غنیم کے نزدیک آنے کی خبر کر دو۔ میں جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو کر اعظم شاہ کی طرف چلا۔ میں نے اپنی راہ میں سپاہ کی بڑی بے ترتیبی دیکھی۔ امان اللہ خاں جو ایک عمدہ نامور سپہ سالار تھا اور شاہزادہ والا جاہ کا ہراول تھا تین سو سواروں کے ساتھ جاتا تھا جو پراگندہ تھے۔ اعظم شاہ ڈیڑھ کوس پیچھے تھا۔ اور اُس کی سپاہ تین حصوں میں منقسم تھی مجھے معلوم نہیں ہوتا تھا کہ اعظم شاہ کس حصہ میں ہے۔ توپ خانے دکن میں چھوڑ آئے تھے جب سپہ سالار نے توپ خانوں کے حکم کی درخواست کی تو اعظم شاہ بہت خفا ہوا اور غصے میں آنکر چلایا کہ کیا لوگ، یہ خیال کرتے ہیں کہ میں توپوں کو ایک حیوان پر چلاؤں گا۔ میں تو تلوار بھی میان سے نہیں نکالوں گا اپنے عصا سے اُس کا سر پھوڑ دونگا۔

اعظم شاہ نے جب مجھے دیکھا تو اشارہ سے بلایا۔ میں نے پاس جاکر کہا کہ شاہزادہ حضور کو اطلاع دیتا ہے کہ غنیم پاس آگیا ہے۔ اعظم شاہ ایسا چونکا کہ جیسے کسی بچھو نے اُس کو کاٹا اور چہرہ غضب ناک بنایا اور آنکھیں دکھائیں۔ یہ اُس کی عادت تھی جب غصہ آتا تھا تو وہ اپنی آستین کو کھینچا کرتا تھا۔ اُس کو کھینچ کر چلایا کہ غنیم میرے پاس آئے میں نے کہا کہ ایسا ہی ظہور میں آتا ہے تو اُس نے اپنا جنگی ہاتھی منگایا اور ایک خمیدہ عصا کو چکر دے کر غضب ناک اپنے تخت پر بیٹھا اور طنزاً کہا کہ تم ڈر۔ وہیں میں اپنے بیٹے پاس آتا ہوں۔ میں نے کہا کہ وہ بھی حضور کا بیٹا ہے ڈرنا جانتا ہی نہیں۔ اُس نے تو فقط دشمن کے قریب آنے کی اطلاع دی ہے۔ حضور اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھیں۔ اور لڑائی کے دن جو بادشاہ کی جگہ ہوتی ہے وہاں کھڑے ہوں کہ لشکر میں بیدار بخت پاس آیا۔ تو اُس کے ملازم سے جو پاس کھڑا تھا گولی لگی اور وہ مرگیا۔

غنیم کی افواج کے دو غول ہماری جگہ سے گولہ رس مقاموں پر کھڑے ہوئے۔ ایک غول کا سردار عظیم الشان تھا اور دوسرے غول کا افسر منعم خاں جس کے ساتھ شاہزادہ معزالدین جہاندار شاہ اور جہان شاہ تھے۔ ہماری سپاہ کی صفیں گھچا پچ تھیں پیچھے ہاتھیوں کے مویشیوں اور بھیڑ کا ہجوم اس قدر تھا کہ اُس سے لشکر کی عافیت تنگ تھی اور وہ اُس کو بے کار کرتی تھیں۔

اب شاہ عالم کے توپ خانہ نے ہمارے لشکر پر برابر باڑیں مارنی شروع کیں جس سے بہت آدمی کشتہ ہوئے! اور شاہ عالم کے بیٹوں نے بڑھکر بندوقوں کی گولیوں کا مینہ برسا دیا۔ ہمارا لشکر بھی توپوں کی مار سے طیش میں آیا اور اُس نے باڑیں ماریں۔ خان عالم بہت تیزی و تندی سے دشمن کی طرف بڑھا۔ جتنا وہ دشمن کے قریب ہوتا گیا اُتنے اُس کے ہمراہی پیچھے رہتے گئے۔ تین سو سے زیادہ آدمی اُس کی ہمراہی میں نہ رہے۔ جب میں نے یہ حال دیکھا تو جان لیا کہ اب سب کچھ گیا یہ بہادر جواں مرد شاہزادہ عظیم الشان کے ہاتھی پاس گیا۔ اور ایک نیزہ شاہزادہ کے لگایا مگر وہ بچ گیا۔ اُس کے نوکر کی ران میں لگا۔ شہزادہ نے ایک تیر اُس کی چھاتی میں ایسا مارا کہ وہ فنا ہوگیا غنیم کے ایک گروہ نے بسرداری بازخاں افغان ذوالفقار خاں پر حملہ کیا مگر بہت نقصان اُٹھا کر واپس گیا اور بازخاں کے زخم کاری لگے۔ تقدیر الٰہی سے رام سنگہ ہاڈا اور دلپت راؤ بندیلہ جنکی کارگزاری اور بہادری پر ساری جنگ کا مدار تھا توپ کے گولہ سے مر گئے۔ اُن کے ساتھ راجپوتوں کو ہزیمت ہوئی اور اپنے مردہ سرداروں کی لاشوں کو ساتھ لیکر چلے گئے۔ ذوالفقار خاں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ استقلال سے قائم رہا۔ جب عظیم الشان کی کل فوج نے اُس پر حملہ کیا تو وہ سید مظفر کو سپاہ کا اہتمام دے کر اعظم شاہ کے مقام کے پیچھے حمید الدین خاں کے ساتھ گیا۔ ہاتھی سے نیچے اُتر کر گھوڑے پر سوار ہو کر گوالیار اپنے باپ اسد خاں پاس چلا گیا۔ اُس کے بھاگنے سے اعظم شاہ کے لشکر کو شکست ہوگئی۔

اعظم شاہ کے ہمراہی اور ذاتی ملازم سواریوں سے اُترے اور اُنہوں نے اپنے ترکش زمین پر رکھ دیئے اور دشمن کے حملے کے انتظار میں بیٹھے اور اپنے ولی نعمت پر جاں نثار کرنے کو تیار ہوئے۔ سید عبداللہ اور اُس کا بھائی حسین علی خاں سادات بارہ کے نامور جن کی بہادری و کارنامے تمام بادشاہوں کے عہد میں مشہور رہے اپنے ہاتھیوں سے اُترے اور پیادہ لڑنے کو تیار ہوئے۔ اب لڑائی دست بدست خنجر و اور شمشیروں سے شروع ہوئی اور طرفین کے بہت آدمی تلف ہوئے۔ حسین علی خاں کے کئی زخم کاری لگے اور خون کے نکلنے سے وہ ضعیف ہوگیا۔ آخر کو ایک بندوق کی گولی اور کئی تیر بیدار بخت کے لگے جس سے وہ فوراً اپنے ہاتھی پر مر گیا۔ اعظم شاہ کے بہت زخم لگے تھے مگر اب تک وہ زندہ تھا۔ شاہ عالم

کی فوج کی طرف سے خاک کا گرد آباد اُس کی طرف آیا اور اُس میں سے شاہزادہ عظیم الشان معزالدین جہاندار شاہ اور جہان شاہ نمودار ہوئے۔ اعظم شاہ کے زخم کاری ایسا لگا کہ وہ مر گیا اور شاہزادہ والا جاہ بھی خواب عدم میں سویا۔ رستم دل خاں جو شاہ عالم کے پیش خیمہ کا سردار تھا صبح کو بیدار بخت کے لشکر نے اُس کو شکست دے کر راہ بند کر دی تھی تو وہ اعظم شاہ کی ملازمت کے لئے اُس کے ہاتھی کے ساتھ اس جنگ میں تھا۔ جب اُس نے اعظم شاہ کو مردہ دیکھا تو اُس نے ہاتھی پر چڑھ کر اعظم شاہ کا سر کاٹ لیا اور شاہ عالم کے خیمہ گاہ کی طرف بڑے انعام کی اُمید میں دوڑا دوڑا آیا۔ سر کو شاہ عالم کے قدموں تلے رکھا۔ وہ بھائی کے سر کو خون آلودہ دیکھ کر بہت رویا۔ رستم دل کو سوائے گالیوں کے کچھ اور نہ دیا منعم خاں نے مردہ شاہزادوں کی تجہیز و تکفین کا اہتمام کیا اور اہل حرم کا نہایت اعزاز و احترام کیا۔ گو اُس کے ایک زخم کاری لگا تھا جس سے اُس کو بڑی تکلیف تھی مگر اُس نے اُس کو چھپایا اور رات تک میدان جنگ کا انتظام رکھا۔ اور فوج کو لوٹ سے روکا۔

## شاہ عالم بہادر شاہ کا سفر

اب میں کابل سے شاہ عالم کے سفر کا بیان کرتا ہوں اور ان واقعات کا ذکر کرتا ہوں جو لڑائی کے دن تک واقع ہوئے۔

اورنگ زیب نے اپنے مرنے سے کچھ پہلے شاہ عالم کا دیوان منعم خاں کو مقرر کیا تھا اور شاہ عالم کابل کا حاکم تھا۔ یہ منعم خاں بڑی قابلیت اور لیاقت کا آدمی تھا۔ بڑا مدبر۔ کاموں میں مستقل۔ بڑا دیانت دار اُس کے کام کرنے سے پہلے نالائق امرا کی ترقی سے شاہزادہ کے سارے کارخانے پریشان اور ابتر تھے اُس نے آنکر سب کو جلادی اور درست کر دیا۔ فضول سپاہ آخور کی بھرتی جمع ہو رہی تھی جن کی تنخواہ کے لئے ملک کی آمدنی کافی نہ تھی۔ سپاہ کو پوری تنخواہ ملتی نہ تھی اس لئے وہ ناراض ہمیشہ بغاوت کے لئے تلی بیٹھی رہتی تھی۔ اُس نے شاہزادہ کی سپاہ کو کم کر دیا۔ ہمیشہ اُن کو باقاعدہ تنخواہ تقسیم کرنی شروع کی جس کے سبب سے اُس کو ناخوش یا شتر بے مہار ہونے کے لئے کوئی عذر نہ رہا جب

اورنگ زیب کی علالت کا حال سُنا تو اعظم شاہ کے حق میں منصوبوں کے روکنے کے لئے منعم خاں نے یہ اشتہار دے دیا کہ شاہ عالم سلطنت کے لئے بھائی سے لڑنے کا نہیں بلکہ اُس کے ہاتھ سے بچنے کے لئے وہ ایران میں چلا جائے گا۔ بہت دنوں پہلے شاہ عالم نے یہ خود شہرت دی تھی اور ایسا اپنا ارادہ ظاہر کیا تھا کہ اُس کے بیٹے جو ساتھ رہتے تھے وہ اُس کو یقین کرتے تھے اور اندیشہ ناک تھے۔ منعم خاں نے مجھ سے اصل حال یہ کہا کہ میں نے بادشاہ سے ایک دن یہ پوچھا کہ یہ مشہور ہے کہ حضور کا ارادہ ایران جانے کا ہے اور یہ امر ایسا یقینی سمجھا گیا ہے کہ شاہزادوں نے جو آپ کے بیٹے ہیں مجھ سے قسمیں کھا کھا کر کہا ہے کہ یہ بات سچ ہے۔ تو شاہ عالم نے جواب دیا کہ اس شہرت میں میرا ایک منصوبۂ عظیم مخفی ہے جس کے سبب سے میں نے اس شہرت کو پھیلایا ہے اور محنت کی ہے کہ اس پر یقین کیا جائے۔ اوّل میرے باپ نے فقط ذرا سے شبہ پر مجھے نو برس مقید و محبوس رکھا۔ اب اگر اُس کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں نے ذرا سی بھی اولوالعزمی کی ہے تو وہ فوراً مجھے غارت و برباد کر دے گا۔ دوم میرا بھائی محمد اعظم شاہ میرا بڑا قوی دشمن ہے اور بڑا بے باک بہادر ہے اور سارے اپنے زور کو میری بربادی کے لئے کام میں لاتا ہے۔ اس شہرت سے میرے باپ کی خوشی اور میرے بھائی کی تسلی ہوگی کہ وہ اپنے تئیں محفوظ سمجھے گا۔ مگر میں اس قادر مطلق خدا کی اور اس قرآن کی جس پر میرا ہاتھ ہے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میرے ساتھ ایک دوست بھی نہ ہو تو بھی میں اکیلا آکر اعظم شاہ سے لڑوں گا۔ خواہ کچھ ہی ہو۔ اس راز کو میں نے اپنی اولاد سے بھی چھپایا ہے۔ اب اس کو تجھ سے کہتا ہوں کسی پر ظاہر نہ کرنا۔

جب اورنگ زیب کے مرنے کی خبر منعم خاں پاس لاہور میں آئی تو اُس نے ڈاک میں شاہ عالم کو یہ خبر بھیجی اور لکھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو لاہور کی طرف بے خوف و خطر بغیر کسی تیاری کے سفر کرو یہاں لاہور میں توپ خانہ اور سارا سامان تیار اُس کو ملے گا۔ اس دانشمند وزیر نے بہت سے دریاؤں پر پُل بندھوائے۔ جس کے سبب سے شاہ عالم کی سپاہ کو دریاؤں کے پار جانے میں ایک روز کا توقف نہیں ہوا۔ لاہور میں اُس کو بڑا توپ خانہ اور سب سامان اس کا تیار ملا۔ اُس نے

تمام سپاہ کی تنخواہ تقسیم کردی اور پہلی بھرتی کے سپاہیوں کو پیشگی تنخواہ دینے میں بہت روپیہ صرف کیا۔ شاہ عالم بہت جلد دہلی کے نواح میں آیا۔ اور منعم خاں ایک منتخب سپاہ کے ساتھ شہر میں داخل ہوا محمد یار خاں جو شاہجہان آباد کا حاکم تھا۔ وزیر کی بہادری سے اور شاہ عالم کے آنے سے ایسا خائف ہوا کہ اُس کو اپنی سلامتی کے لئے کوئی چارہ سوائے اس کے نہ تھا کہ وہ قلعہ کو چھوڑ دے اُس نے قلعہ حوالہ کیا۔ جس میں اکبر کے عہد سے خزانہ جمع ہو رہا تھا۔ پھر منعم خاں شاہ عالم سے پہلے آگرہ میں گیا۔ باقی خاں قدیمی بادشاہی ملازم تھا اور یہاں قلعہ دار تھا اور اُس نے عظیم الشان کو قلعہ کے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ جب اُس کو یہ تحقیق ہو گیا کہ شاہ عالم نزدیک آگیا ہے تو پھر اُس نے مقابلہ کرنا پسند نہیں کیا اور یہ اُس نے پیش کیا کہ اگر منعم خاں اکیلا قلعہ میں آئے گا تو میں اُس کو قلعہ حوالہ کر دونگا۔ منعم خاں نے ذرا اُس کے کہنے پر بے اعتباری نہیں کی۔ خندق اور گڑھ کے درمیان ایک کم عرض تختہ دھرا ہوا تھا جس پر سے ایک آدمی جا سکتا تھا اُس پر سے قلعہ کے اندر گیا۔ بعد کھانا کھانے کے اُس نے خزانہ پر مہریں لگائیں اور قلعہ میں مختلف مقامات پر اپنے پہرے جمائے اور آدھی رات کو عظیم الشان سے ملنے گیا جس کا خیمہ چھ کوس پر تھا۔ اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ شاہ عالم کو سلطنت فقط منعم خاں کی شجاعت اور فرزانگی اور حسن تدابیر سے ملی۔

بہادر شاہ بیمار تھا اُس کے بستر سے جہاندار شاہ۔ عظیم الشان لگے بیٹھے تھے کہ عظیم الشان نے ایک خنجر میان سے نکالا اور اُس کے لوہے اور جوہر کی تعریف کرنے لگا۔ جہاندار شاہ یہ دیکھ کر ایسا بدحواس ہوا کہ بے تحاشا بھاگا خیمہ کے دروازہ کی ٹکر سے پگڑی گری۔ جوتیاں بھولا۔ رستوں پر گر پڑا۔ نوکروں نے آنکر اس کا لباس درست کیا۔ بھاگا بھاگ اپنے خیمہ میں آیا اس بات کا چرچا خیموں میں پھیلا۔ امیر الامرا نے عظیم الشان پاس عنایت اللہ کو بھیجا اور اُس سے پوچھا کہ میں آپ کے ایسے موقع پر کیا خدمات بجا لاؤں۔ اس کا جواب ایسا نامعقول دیا کہ امیر الامرا اس سے ناراض ہو گیا۔ وہ پہلے بھی عظیم الشان سے اس سبب سے ناراض تھا کہ وہ اُس پر خانخانان و مہابت خاں کو ترجیح دیتا تھا۔ امیر الامرا نے قسم کھائی کہ میں تینوں بھائیوں کی مدد کر کے عظیم الشان کو تباہ کرونگا

اور سلطنت اور دولت کو اُس کے سوائے اور بھائیوں میں تقسیم کردنگا۔

معزالدین جہاندار شاہ سب بیٹوں میں بڑا تھا۔ وہ خفیف العقل اور عیش دوست تھا سلطنت کے کاموں کے کرنے میں اپنے اوپر تکلیف نہیں گوارا کرتا تھا اور نہ کسی امیر کو اپنا یار مددگار و خیر خواہ بنانے کی پروا کرتا تھا۔ اُس سے چھوٹا بیٹا عظیم الشان تھا وہ مدبر اور خلیق تھا کہ لوگوں کا دل اُس کی طرف کھنچتا تھا۔ اورنگ زیب کی مدبرانہ یہ حکمت تھی کہ وہ پوتوں پر بہت مہربانی اور شفقت کرتا تھا اور سلطنت کے معاملاتِ عظیم اُن کے سپرد کرتا تھا۔ اُس کے بیٹے بادشاہی حاصل کرنے میں اولوالعزمی کرتے تھے۔ اُس کا علاج اورنگ زیب نے یہ نکالا تھا کہ ان ہی کے گھروں میں اُن کا دشمن پیدا کردیا تھا۔ بیدار بخت اپنے باپ اعظم شاہ کا رقیب اور عظیم الشان اپنے باپ شاہ عالم کا حریف تھا جس کو اورنگ زیب نے تین اضلاع بنگال و بہار اڑلیسہ کا صوبہ دار مقرر کیا تھا جہاں سے وہ بہت سی دولت اور سپاہ لاکر باپ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا تھا۔ گو اُس نے لڑائی میں بڑی بڑی خدمات کیں تھیں مگر باپ اُس کو اپنا رقیب اور حریف ہی سمجھتا تھا۔ تیسرا بیٹا رفیع الشان تھا جو باپ کے ہمراہ ہمیشہ رہتا تھا اور اُس کا بڑا لاڈلا تھا۔ بڑا ذہین تھا۔ علوم دینیہ میں مہارت رکھتا تھا۔ منشی تھا۔ فقہ خوب جانتا تھا۔ مگر وہ بھی عیش کا بندہ تھا موسیقی کا اور دربار کی شان و شکوہ کا بڑا شوقین تھا۔ نہ وہ سلطنت کے کاموں پر توجہ کرتا تھا نہ اپنے گھر کے انتظام پر۔ خجستہ اختر جہان شاہ سب میں چھوٹا بیٹا تھا۔ شاہ عالم کی تخت نشینی سے پہلے وہ معاملاتِ ملکی پر بہت توجہ کرتا تھا۔ اور آخر کو تمام کاروبار و اختیارات سلطنت میں وہ بڑا دخیل تھا۔ وہ منعم خاں سے بہت محبت اور تعلق رکھتا تھا۔

# ذکر سلطنت جہاندار شاہ بن بہادر شاہ بادشاہ

شاہ عالم بادشاہ کی وفات سے ایک ہفتہ کے بعد چاروں بھائیوں کے درمیان تقسیم ملک و مال کے باب میں پیغام رسل و رسائل شروع ہوئے۔

ذوالفقار خاں بہادر فی الحقیقت جہاندار شاہ کا طرف دار تھا۔ وہ چاروں بھائیوں میں سے ہر ایک کی طرف سے آمد و رفت کرتا تھا۔ جہان شاہ کے مقربوں نے مکرر یہ مصلحت بتلائی کہ ذوالفقار خاں کو اس آمد و رفت میں گرفتار کر کے مقید کرنا چاہیے جس سے جہاندار شاہ کے پر و بال شکستہ ہوں مگر جہان شاہ کو اس پر جرأت نہیں ہوئی۔ مخالفوں نے قابو پا کے جہان شاہ کے بارود توپخانہ میں آگ لگا دی۔

اوّل یہ قرار پایا کہ دکن تو جہان شاہ کو ملے۔ ملتان۔ ٹھٹہ و کشمیر رفیع الشان کو دیا جائے اور باقی اور صوبے ہندوستان کے عظیم الشان و جہاندار شاہ کے درمیان آپس میں قسمت ہوں۔ مگر آخر کو ملک و خزانہ کی تقسیم نہ ہوئی اور آپس میں نزاع ہو گئی۔ ان ایام آشوب میں میرزا صدر الدین محمد خاں صفوی بخشی عظیم الشان سے برگشتہ ہو کر جہان شاہ کے روبرو جاتا تھا کہ جہان شاہ کے لشکر کے آدمیوں نے غلط گمانی و بدظنی سے اس قدر اس کو مارا کہ وہ مر گیا۔ اس مابین میں رفیع الشان نے حکیم الملک پسر محمد محسن خاں سے جو اس کا ہمدم و ہم مصلحت تھا کسی تقصیر پر ایسا خفا ہوا کہ اسکو لٹکا کے نقد و جواہر بے حرمتی کے ساتھ لے لئے۔

عظیم الشان کی شکست و موت

عظیم الشان نے کچھ تبدیل مکان کیا موضع بوڈانہ میں جو شہر سے تین چار کوس تھا آیا۔ اس کے لشکر کی ایک طرف راوی پشت پناہ تھا۔ لشکر کے دونوں طرف خندق کھودنے کا حکم دیا دوسری طرف عظیم الشان کا لشکر اوترا ہوا تھا۔ وہ بہ سبب نظامت بنگالہ صاحب استطاعت تھا۔ اور باپ کے عہد میں مدار المہام صاحب دستخط بادشاہ تھا اور اسباب سلطنت اس کے تصرف میں تھا۔ اب تینوں بھائی بسبب عدم استطاعت و قلت مقدور کے باہم شریک ہوئے۔ اور آپس میں عہود مواثیق ہوئے کہ عظیم الشان پر فتح پانے کے بعد ملک کو برابر تقسیم کرینگے! ور ہر ایک اپنے ممالک متعلقہ پر فرمان روا ہوگا۔ چار پانچ روز تک تینوں بھائی گھوڑوں پر سوار ہو کر آدھ کوس سے عظیم الشان کے لشکر پر گولے اور بان مارتے اور عظیم الشان کے توپ خانے سے تینوں بھائیوں کے لشکروں میں گولے آتے اور گھوڑے اور آدمیوں کو ضائع کرتے۔ ۲۰ صفر کے قریب طبلِ مخالفت

بجا اور لڑائی شروع ہوئی۔ عظیم الشان ایک ہاتھی پر سوار تھا وہ آدمیوں کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ بعض کا قول ہے کہ توپ کے گولہ سے اُڑ گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ جب اُس نے دیکھا کہ اُس کو ہالہ کی طرح گھیر لیا ہے اور افواج کے چار موجہ سے جان بر ہونا ممکن نہیں ہے تو وہ دریا میں گر پڑا اور پھر اس کا کوئی نشان نہیں ظاہر ہوا۔

ایک بھائی مرا تین بھائی نقارے بجاتے ہوئے اپنے مکانوں میں آئے۔ ایک سو اسّی ارابے خزانے کے جن میں اسّی ارابے اشرفیوں کے اور سو ارابے روپیوں سے بھرے ہوئے تھے معزالدین جہاندار شاہ کو ہاتھ لگے۔ بھائی چاہتے تھے کہ برابر تقسیم ہوں۔ ذوالفقار خاں نے ثالث بنکر یہ فیصلہ کیا کہ پانچ حصوں میں تین حصّے معزالدین اور دو حصّے دونوں بھائیوں کو دیئے جائیں۔ اسی سبب سے آپس میں نفاق ہوا۔

دوسرے روز معزالدین اور جہان شاہ کے درمیان مصالحت کے پیغام سلام ہوئے مگر کچھ فائدہ اس سے نہیں ہوا آپس میں خونریزی پر آمادہ ہوئے۔ دونوں میں فوج کشی ہوئی۔ رفیع الشان کنارہ کش ہوکر دونوں بھائیوں کے جنگ کے نتیجہ کا منتظر رہا۔ ایک دفعہ جہان شاہ کے لشکر نے معزالدین کے لشکر کا عرصہ تنگ کیا اور وہ اپنے معشوق دلربا سے جانی لال کنور سے جدا ہوا اور دشمن کے غلبہ سے اینٹ کے پزاووں میں جاکر چھپا۔ جہاں شاہ کی فتح کا غل ایسا مچا کہ بعض جگہ اُس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا مگر اسی اثناء میں ناگاہ جہاں شاہ کا بڑا بیٹا فرخندہ اختر کشتہ ہوا جس سے جہاں شاہ کو بڑا اضطراب ہوا۔ ہر چند دوستوں نے سمجھایا کہ اب عنقریب حسب دلخواہ فتح ہوتی ہی مگر اُس نے کہا کہ میں فرخندہ اختر کے لئے سلطنت چاہتا تھا اب مجھے فتح درکار نہیں ہے۔ یہاں بھی وہی حال ہوا جو اعظم شاہ کا بیدار بخت کے مرنے پر ہوا تھا۔ وہ ہاتھی پر سوار ہوا۔ گولہ کے لگنے سے مارا گیا۔ فوج بھاگ گئی جہان شاہ و فرخندہ اختر کی لاشوں کو بادشاہ پاس ذوالفقار خاں لایا اور خجستہ اختر زندہ مع چھوٹے بھائی کے گرفتار ہوا۔ معزالدین کے صدائے شادیانۂ فتح بلند ہوئی۔

رفیع الشان کا مرنا

رفیع الشان باوجود قلت سپاہ اور عدم استعداد کارزار پر متوجہ ہوا۔ کمال جرأت و جلادت کی داد دی اور کشتہ ہوا۔ معزالدین نے بعد فتح کے بھائی کی نعش کو شاہجہان آباد مقبرۂ ہمایوں میں دفن کرنے کے لئے بھیجدیا۔ رفیع الشان کے تین بیٹے زخمی زندہ رہے۔ محمد ابراہیم و رفیع الدولہ رفیع الدرجات۔

معزالدین کا تخت پر بیٹھنا

معزالدین ۲۰ محرم ۱۱۲۳ھ کو بھائیوں سے فارغ ہو کر باون برس کی عمر میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور جہاں دار شاہ اپنا خطاب رکھا۔ محمد کریم و شاہزادہ ہمایوں بخت کہ نو دس برس کے لڑکے تھے اور جہان شاہ کے دونوں بیٹوں اور رفیع الشان کے بیٹوں کو شاہجہان آباد کے قلعہ کو روانہ کیا۔ حکم دیا کہ رستم دل خاں والہ وردی خاں اور مخلص خاں کے بند بند جدا کئے جائیں۔ اوّل دو کے ظلموں سے خلقت نالاں تھی مگر تیسرے کی تقصیر نہیں معلوم ہوئی کہ کیا تھی۔ حیات خاں وغیرہ ایسے امیروں کو پابزنجیر قید کرنے کا حکم دیا اور اُن کے گھروں کو ضبط کر لیا۔ عظیم الشان کے مفقود الاثر ہونے کے بعد محمد کریم بھاگ کر کسی مفلس کے گھر میں جا کر چھپا تھا اُس نے اپنی انگوٹھی بیچنے کے لئے بھیجی تھی اُس کے سبب سے وہ گرفتار ہوا اور قتل ہوا۔

جہاں دار شاہ کے عہدِ ناپائدار میں فسق و فجور کی بنیاد پوری مستحکم ہوئی۔ قوّالوں اور کلاوتوں و ڈوم ڈھاریوں کے گانے اور راگ کا بازار گرم ہوا۔ قریب تھا کہ قاضی قرابہ کش اور مفتی پیالہ نوش ہو۔

آصف الدولہ اسد خاں بہادر کو وکالت کے عہدہ پر اور اُس کے بیٹے ذوالفقار خاں کو وزارت کے عہدہ پر سرفراز کیا۔ اور وجہ اس کی یہ تھی کہ ذوالفقار خاں دانشمند فطرتی تھا اور سازشوں اور جوڑ توڑ کرنے کا اُستاد تھا۔ وہ اوّل ہی جہاں دار شاہ کے ساتھ ساری مہمات میں اس لئے شریک ہوتا تھا کہ وہ سب شاہزادوں میں زیادہ بے وقوف اور احمق تھا۔ سلطنت کی قابلیت نہیں رکھتا تھا۔ وہ اُس کو سمجھتا تھا کہ میرے ہاتھ میں کٹ پتلی کی طرح رہے گا۔ جو ناچ نچاؤں گا نا چے گا۔ چنانچہ سارا اختیار سلطنت اسی کے ہاتھ میں تھا۔ اور وہ بادشاہ کی حقیقت

کچھ نہ سمجھتا تھا۔ اب بادشاہ لاہور سے دہلی میں آگیا۔ اگر وہ ذوالفقار خاں کی راے پر چلتا تو وہ مصائب نہ دیکھتا جو اُس کو پیش آئے۔ ایک کسبی لال کنور تھی بادشاہ اُس کے عشق میں مرتا تھا۔ اب اُس کو امتیاز محل کا خطاب عطا کیا۔ اور بادشاہانہ سواری کا سامان عنایت ہوا۔ لال کنور کے سگے بھائی خوش حال خاں کو صوبہ داری اکبرآباد اور منصب پنجہزاری سہ ہزار سوار مرحمت ہوا۔ اور اُس کے چچیرے بھائی نعمت خاں کو منصب عنایت ہوا۔ ذوالفقار خاں نے ان خطابوں کے اسناد و فرمان چند روز عمداً نہ لکھے تو بادشاہ کی خدمت میں لال کنور نے ذوالفقار خاں کی شکایت کی۔ جہاں دار شاہ نے ذوالفقار خاں سے سبب پوچھا کہ برادر لال کنور کی اسناد و فرمان لکھنے میں تعویق کا سبب کیا ہے۔ بادشاہ کی خدمت میں ذوالفقار خاں گستاخ تھا اُس نے جواب دیا کہ ہم خانہ زاد رشوت ستاں ہیں بغیر رشوت لینے کے ہم کسی کا کام نہیں کرتے۔ جہاں دار شاہ نے مسکرا کر پوچھا کہ لال کنور سے کیا رشوت لوگے تو اُس نے عرض کیا ہزار طنبورے جن پر استادوں کی نقاشی کا کام کیا ہو۔ بادشاہ نے کہا طنبورے کیا کروگے۔ ذوالفقار خاں نے کہا جب قوّال صوبہ داری کا کام کریں تو ہم خانہ زاد بیٹھے کیا کریں طنبورے اور ڈھول ہی بجایا کریں بادشاہ نے ہنس کر اپنا حکم منسوخ کیا۔

عجب عجب حکایتیں مشہور ہیں معلوم نہیں سچ یا جھوٹ۔ ایک کنجڑن کا اقبال چمکا وہ لال کنور کی دوگانہ مشہور تھی اس کا نام زہرہ تھا اُس کی سواری میں سوار اور پیادے چلنے لگے ایک دن کا اتفاق ہے کہ زہرہ اور چین قلیچ خاں کی سواریاں آمنے سامنے آئیں۔ چین قلیچ خاں نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ سواری موڑ کر اور طرف زہرہ کے آدمیوں سے بچکر چلو مگر زہرہ کے آدمیوں نے اُس کے ہمراہیوں کو ایسا گھیرا کہ وہ کسی اور طرف سے نہ جا سکے۔ اس پر یہ اور طرّہ ہوا جب چین قلیچ خاں کے ہاتھی کے برابر زہرہ کا ہاتھی آیا تو وہ پردہ اُٹھا کر پوچھنے لگی کہ چین قلیچ خاں پسر کور تو ہی ہے۔ اس کہنے پر چین قلیچ خاں کو ایسا غصہ آیا کہ اُس نے زہرہ کی اور اُس کے ساتھ کے آدمیوں کی خوب گھس پٹی کی۔ بعد اس کے یہ خیال ہوا کہ بادشاہ

خفیف العقل ہے کہیں اس عورت کے بہکانے میں آن کر مجھ سے زیادہ ملال نہ پیدا کرے جس سے وہ انتقام کے درپے ہو۔ اس خیال سے وہ ذوالفقار خاں پاس بھی گیا اُس نے چین قلیچ خاں کے آنسو پونچھے اور اس کا ممد و معاون ہوا۔ ایک اور یہ معاملہ ہوا کہ خوش حال خاں نے کسی بھلے مانس کی بیٹی کو زبردستی بلانے کا ارادہ کیا۔ اس بھلے مانس نے نالش کی۔ ذوالفقار خاں نے خوش حال خاں کو خوب پٹوایا اور سلیم گڈہ کے قلعہ میں قید کر دیا۔

اس بادشاہ کی ایک اور حکایت شہر بشہر نقل مجلس ہوئی کہ بادشاہ اکثر اوقات اپنی معشوقہ ہمدم کے ساتھ رات کو رتھ میں سوار ہوتا چند خواصوں کو لے کر سیر و تفریح کے لئے بازار اور خرابات خانوں میں تشریف لے جاتا۔ ایک رات کو دونوں ہمدم جانی سوار ہوئے اور دونوں نے اسقدر شراب پی کہ بالکل دونوں بدمست ہو کر دولت خانہ بادشاہی کے دروازہ پر آئے لال کنور ایسی ہوش باختہ تھی کہ اُترنے کے وقت اصلا بادشاہ کی طرف متوجہ نہ ہوئی۔ بیہوش اپنے بستر پر چلی گئی۔ شراب کے نشہ میں سو گئی۔ بادشاہ کو بھی اپنے حال کی خبر نہ تھی رتھ میں بیہوش پڑا رہا۔ رتھ بان رتھ کو اپنے مکان میں لے گیا اور اس کو کھول دیا۔ صبح کو جب بادشاہ کی خواصوں نے لال کنور پاس بادشاہ کو نہ دیکھا اور لال کنور کو خبر ہوئی کہ بادشاہ معلوم نہیں کہاں ہے تو وہ بڑی سراسیمہ ہوئی روئے پیٹنے لگی اور بادشاہ کی ڈہونڈ یا مچی تو بادشاہ سلامت رتھ میں ملے اور بہت افعال اُس نے ایسے کئے کہ اُن کے لکھنے سے بھی شرم آتی ہے۔

صوبۂ دکن میں ذوالفقار خاں کا نائب داؤد خاں ہینی بہادر اور ذوالفقار خاں کا دیوان بااختیار سبہا چند تھا۔ ان دونوں کے سبب سے کوئی لکھتا ہے کہ انتظام رہا۔ خافی خاں لکھتا ہے کہ نائب کے ظلم سے اور دیوان کی ہرزہ گوئی سے جو اُس کی تکیہ کلام تھی خلقت رنج و پیچ و تاب میں رہتی تھی۔

فرخ سیر کا بنگالہ سے عزم کرنا

جب اورنگ زیب نے پوتے عظیم الشان کو اپنے پاس بلایا ہے تو اُس نے اپنے بیٹے فرخ سیر کو بنگالہ میں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ اثنائے راہ میں دادا کے مرنے کی خبر سُنی تو وہ باپ کے

ساتھ آگرہ میں لڑکر فتحیاب ہوا۔ دکن میں باپ کے ساتھ کام بخش سے لڑنے گیا۔ پھر باپ کے ساتھ عظیم الشان لاہور میں آیا۔ اس عرصہ میں فرخ سیر اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ جب لاہور سے اُس کے دادا بہادر شاہ نے بُلایا اور بنگالہ میں اُس کی جگہ عزالدولہ خاں جہان بہادر کو مرحمت ہوئی تو فرخ سیر بنگالہ سے کوچ کرکے عظیم آباد میں بعض وجوہ کے سبب سے اُس کو سفر کرنا شاق تھا۔ بر بنگال کا اور اپنی بیوی کے وضع حمل کا بہانہ کرکے عظیم آباد میں رہا۔ یا اس سبب سے نہیں گیا کہ باپ اُس کے بھائیوں احمد کریم و محمد ہمایوں کی نسبت اُس کی قدر کم کرتا تھا۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ جہاندار نے جعفر خاں صوبہ دار بنگالہ کو لکھا تھا کہ فرخ سیر کو گرفتار کرکے بھیجدے اس لئے وہ راج محل سے عظیم آباد میں آگیا۔ یہاں بعض ریاضی داں در ولیشوں اور محمد رفیع منجم نے اُس کو یہ مژدہ سُنایا کہ وہ اس سرزمین میں بادشاہ ہوگا۔ اس لئے بھی وہ اس بلدہ میں زیادہ ٹھیرا۔ ان ہی دنوں میں دادا کے مرنے کی خبر آئی تو پہلے اس سے کہ باپ اور چچاؤں میں سلطنت کا مقدمہ فیصل ہو اپنے باپ کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور سکہ چلوایا۔ اور باپ پاس جانے کے لئے بعض اپنے مقربوں سے مشورہ کیا تو مشائخ و محمد رفیع منجم مانع ہوے کہ یہ حرکت نہ کرنا جب تک اپنے نام کا خطبہ وسکہ نہ جاری کرو اس سرزمین سے حرکت کرنا مناسب دولت نہیں ہے۔ صوبہ بہار میں عظیم الشان کی طرف سے سید حسین علی خاں نائب تھا اور وہ اس صوبہ کے بعض پرگنات کے متمردوں کی سرزنش میں مصروف تھا اس خبر کے سننے سے کہ فرخ سیر نے باپ کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا تو فرخ سیر کی موافقت میں جب تک اور بھائیوں کے مغلوب ہونے کی خبر پہنچے مضائقہ کیا۔ اس بات سے فرخ سیر کو دسوسۂ عظیم ہوا۔ بہار میں سید مذکور کا تسلط بالکل تھا۔ خطوط معذرت آمیز اور پیغام محبت انگیز سید حسین علیخاں پاس بھیجے اور والدۂ فرخ سیر نے حسین علی خاں کو اپنے پاس بُلایا۔ اور ماں بیٹوں نے بڑی منت سماجت کی۔ اور دونوں نے سخت قسمیں کھا کر عہد و پیمان کیا کہ اگر فرخ سیر بادشاہ ہوگا تو حسین علی خاں مدار المہام ہوگا۔

بعض مؤرخ لکھتے ہیں کہ فرخ سیر کی بیٹی نے بھی سید کی گود میں بیٹھ کر باپ کی اعانت کے لئے

منت سماجت کی۔ ان دنوں میں عظیم الشان و جہان شاہ بہادر و رفیع الشان کے جہاندار شاہ کے ہاتھ سے مارے جانے کی خبر فرخ سیر پاس آئی۔ حسین علی خاں کا سگا بھائی سید عبداللہ خاں الہ آباد میں مستقل صوبہ دار تھا۔ جو عہود و مواثیق ہوئے تھے وہ سید حسین علی خاں نے اپنے بھائی کو لکھے عبداللہ خاں نے اول اول طرف ثانی کے غلبہ پر نظر کر کے چند در چند اندیشے کر کے اس بات کے قبول کرنے میں تامل کیا۔ اور بھائی کو بھی سمجھایا کہ آپ رفاقت کی عزیمت کو فسخ کیجئے۔ لیکن حسین علی خاں اپنے عہد سے برگشتہ نہ ہوا اور جواب میں لکھا ؎

ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم

جب عبداللہ خاں نے بھائی کا یہ اصرار دیکھا تو برادر مشفق کی محبت کے سبب سے فرخ سیر کے ساتھ ہوا۔ جب ان دونوں بھائیوں نے فرخ سیر کی رفاقت کے لئے کمر باندھی تو اس مہم عظیم کی استعداد مواد کے لئے وہ دل سے مستعد ہوئے۔ جو امید و بیم سے بھرا ہوا تھا۔ فرخ سیر کے مقربوں نے اس بیت کے مطابق عمل کیا ؎

دو دل یک شود بشکند کوہ را
پراگندگی آرد انبوہ را

دونوں بھائیوں کی بہادری اور شجاعت کے سبب سے فرخ سیر کو اطمینان ہوا۔ اور احمد بیگ کوکہ معز الدین جہاندار شاہ نے فرخ سیر کی طرف رجوع کی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جہاندار شاہ نے کوکل تاش خاں کو بہت بڑھا دیا تھا عاصم خاں کہ عظیم الشان کے جاں نثاروں میں تھا وہ محرک ہوا کہ فرخ سیر عظیم آباد سے شاہجہاں آباد کی طرف چلے۔ جب جہاندار شاہ کو فرخ سیر کے ساتھ سادات بارہ کے متفق ہونے کی خبر پہنچی تو اُسی سال کے ربیع الثانی میں وہ لاہور سے دار الخلافہ میں آیا۔ حاجی محمد خاں جو منعم خاں بہادر شاہی کا آوردہ تھا اور شجاعت بھی کچھ رکھتا تھا اُس کو الہ آباد کا صوبہ دار مقرر کیا اور سید عبدالغفار کو کہ شجاع نامور تھا اس کا نائب قرار دیا اور الہ آباد میں متعین کیا۔

سید عبدالغفار نے ایک دو صاحب فوج زمینداروں کو اپنے ساتھ رفیق کیا اور آٹھ سات ہزار

عبداللہ خاں اور سید عبدالغفار خاں کی لڑائی اور سادات بارہ سے سید عبدالغفار کی شکست

سوار اور چار ہزار پیادے ہمراہ لے کر صوبہ الہ آباد کی طرف متوجہ ہوا۔ جب وہ قصبہ کڑہ مانک پور کے پاس آیا تو عبداللہ خاں نے اپنے بخشی ابوالحسن خاں کو چار ہزار سوار اور تین ہزار پیادوں کے ساتھ اُس کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ سرائے عالم کے نزدیک جو دو تین کروہ پر کڑہ سے ہے دونوں لشکر اُترے۔ چند روز سوال جواب میں گزرے جمادی الاولیٰ کے آخر میں عبداللہ خاں کے بھائی سیف الدین علی خاں و سراج الدین علی خاں و نجم الدین علی خاں و رتن چند دیوان تین چار سو تازہ دم سواروں کے ساتھ ابوالحسن کے ساتھ متفق ہوئے اور سید عبدالغفار کے حملۂ مردانہ سے سادات بارہ کا باوجود شجاعت کے ایسا عرصہ تنگ ہوا کہ قریب تھا کہ ابوالحسن خاں کی فوج کے پیر اُکھڑ جائیں اور لشکر کو ہزیمت ہو جائے۔ لیکن عبداللہ خاں کے تینوں بھائیوں اور ابوالحسن و رتن چند نے جان سے ہاتھ دھو کر میدان میں پیر جمایا۔ سید عبدالغفار خاں نے اُن کو چاروں طرف سے گھیر لیا سراج الدین خاں ایک جماعت کے ساتھ مارا گیا بعض لکھتے ہیں کہ توپ خانہ کا دھواں ایسا گھرا کہ لڑائی میں ایک دوسرے کی صورت مطلقاً نہیں معلوم ہوتی تھی۔ کہتے ہیں کہ گرد اور باد تند ایسی چلی کہ دوست و دشمن معلوم نہ ہوتی تھے۔ غرض اسی حالت میں سید عبدالغفار کے کشتہ ہونے کی جھوٹی خبر دونوں لشکروں میں آ گئی اُس کے لشکر کے آدمیوں نے کچھ تحقیق نہ کیا اور بھاگ گئے۔ ہر چند عبدالغفار نے غل مچایا کہ اے حق ناشناسو! میں زندہ ہوں مجھے تنہا چھوڑ کر کہاں جاتے ہو مگر کسی نے نہ سُنا نہ کوئی اُلٹا آیا۔ ناچار سید عبدالغفار خاں نے ننگ فرار کو اختیار کیا اور شاہجہاں پور میں چلا گیا۔ لشکر سادات بارہ میں شادیانہ فتح بلند آوازہ ہوا۔ جب یہ خبر معزالدین جہاندار شاہ کو پہنچی تو اُس نے ارکان سلطنت سے استصواب کر کے عبداللہ خاں کے چار ہزار منصب پر دو ہزاری کا اضافہ کر کے صوبہ الہ آباد کی صوبہ داری پر فرمان بحالی مع خلعت بھیجدیا۔

سربلند خاں فوجدار کڑہ دس لاکھ روپیہ جمع کر کے جہاندار شاہ پاس آیا اور مورد آفرین ہوا۔ احمد آباد کی صوبہ داری پر مقرر ہوا اور احمد آباد کا صوبہ دار امانت خاں مالوہ کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ امانت خاں اُجین میں آیا۔ انقلاب سلطنت کے فساد سے اُجین کو اسلام خاں عرف رتن سنگھ دبا بیٹھا تھا۔ ذوالفقار خاں

امانت خاں صوبہ دار مالوہ اور اسلام خاں عرف رتن سنگھ کی لڑائی

سنے راجہ کو لکھکر بھیجا کہ امانت خاں کو عمل دخل نہ دو یا راجہ نے ایسا نوشتہ جعلی بنالیا تھا یا زیادہ سرے سے راجہ نے امانت خاں کو دخل نہ دیا۔ گفتگو کی نوبت فوج کشی پر پہنچی۔ امانت خاں نے رحیم بیگ کو سارنگ پور میں بھیجا تھا کہ دلیر خاں افغان اور راجہ نے چار پانچ ہزار سوار لیکر اٹھا دیا اور تھانہ میں بہت آدمیوں کو مار بعض کو اسیر کیا۔ امانت خاں یہ خبر سن کر سوار ہوا اُس کے پاس کل تین ہزار سوار تھے جن میں سے چار پانچسو تھانہ میں مارے گئے تھے وہ اس فوج کے ساتھ جدید الاسلام سے لڑنے آیا۔ وہ باوجود اسلام کے قبول کرنے کے ایسا متعصب ہندو تھا کہ مسلمانوں کو مالی اور جانی ضرر زیادہ ایام کفر سے پہنچاتا تھا۔ اس کے پاس دو بڑے سردار دولت محمد رہیلہ اور دلیر خاں تھے نالہ سارنگ پور پر کہ اجین سے چار پانچ منزل ہے اسلام خاں کا لشکر آیا اور امانت خاں سے لڑائی شروع ہوئی اور تیر اندازی اور برق اندازی سے ایک قیامت برپا ہوئی۔ آخر کار راجہ گولہ سے مارا گیا۔ اس کے لشکر کو شکست ہوئی۔ ہاتھی گھوڑے بے شمار اور خیمے باتکلف اور زر وافر امانت خاں کی سرکار میں داخل ہوا۔ اور سارے لشکر نے تاخت و تاراج سے ذخیرے جمع کیے۔ پھر امانت خاں رام پورہ میں جہاں اسلام خاں کا وطن تھا گیا تو اُس کی بیوہ رانیوں نے عرض کیا کہ راجہ نے اپنے کیے کو پایا۔ ہم بیواؤں سے لڑنا بزرگوں کے طریقہ کے خلاف ہے۔ بعد ازاں جہاں دار شاہ نے امانت خاں کو بدستور سابق احمد آباد میں صوبہ دار کر دیا جس کا سبب معلوم نہیں۔

فرخ سیر کا سفر

محمد فرخ سیر شاہجہاں آباد کی طرف کمال بے استعدادی کے ساتھ چلا اُسکے ساتھ سید عبداللہ خاں و سید حسین علی خاں و صف شکن خاں نائب اڑیسہ و احمد بیگ و خواجہ خان وغیرہ تھے جنکی ساری فوجیں ملکر تیس ہزار سوار اور پیادوں سے زیادہ نہ تھیں خرچ کی ایسی تنگی تھی کہ عظیم آباد کے سوداگروں سے تین لاکھ روپیہ کی جنس قرض لی تھی۔ اسی اثنا میں چہتر لاکھ روپیہ اطراف بنگالہ سے فرخ سیر کے ہاتھ لگ گیا۔ جب جہاں دار شاہ نے سُنا کہ فرخ سیر عظیم آباد سے چلا ہی تو اُس نے اپنے بڑے بیٹے عزیز الدین کو پچاس ہزار سوار و پیادہ اور شائستہ توپ خانہ کے ساتھ فرخ سیر سے لڑنے کے لیے بھیجا۔ خواجہ حسن خاں نبیرہ کو کلتاش کو پنج ہزاری سے ہفت

ہزاری بناکے خان دوران خاں کا خطاب دیا اور بادشاہزادہ اور تمام فوج اور توپ خانہ کا اختیار اُس کو دیا۔ اگرچہ ذوالفقار خاں شاہزادہ کی تنگ حوصلگی و عدم تجربہ و سوء مزاجی و افسردہ خاطری پر اور خواجہ حسن خاں کے حسب و نسب و سلوک و درشت خوئی پر مطلع تھا۔ اُس نے بادشاہزادہ کے ساتھ خواجہ کے بھیجنے کو رائے سلیم کے خلاف جان کر بادشاہ سے عرض کیا لیکن اس سبب سے کہ کوکلتاش خاں اور ذوالفقار خاں میں ہم چشمی کی عداوت اس درجہ پر پہنچی تھی کہ کسی بات اور مصلحت میں اُن کی رایوں میں اتفاق نہ ہوتا تھا اور بادشاہ کا ایمان تھا کہ وہ کوکلتاش خاں اور لال کنور کی خاطرداری کرے اس لئے وہ ذوالفقار خاں کی کچھ نہ سنتا تھا۔ قلیج خاں بہادر خلف الصدق غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ جو شجاعت کارطلبی و رائے صائب و اکثر کمالات انسانی میں نادر العصر تھا اور بہادر شاہ کے عہد میں بادشاہ کی دوں پروری اور بے خبری کے سبب سے ترک منصب کر کے گوشہ نشین ہوا تھا بہ تقاضائے مصلحت کارفرمایوں نے اُس کی استمالت کرکے منصب پنجہزاری کا اُس کو دیا اور شاہزادہ کی کمک کے لئے مامور ہوا۔ وہ بسبب عدم سرانجام سفر شہزادہ کے ساتھ نہ جاسکا مگر پیچھے آیا جب وہ اکبرآباد میں آیا تو اُس نے سنا کہ سرداروں کی ناموافقت کے سبب سے شاہزادہ کے لشکر کا حال ابتر ہورہا ہے۔ اُس نے یہ مصلحت جانا کہ اکبرآباد میں چندروز توقف کرے اور دیکھے کہ کیا ظہور میں آتا ہے۔ اس طرف عبداللہ خاں و حسین علی خاں کے ساتھ فرخ سیر کوچ بکوچ چلا آتا تھا۔ چھبیلہ رام ناگر کہ کوڑہ و کڑہ کا فوجدار تھا اپنے تعلقہ کے پرگنات کا خزانہ لے کر بادشاہزادہ کی خدمت میں آیا مگر جب اُس نے دیکھا کہ شاہزادہ بے اختیار ہے اور خان دوران خاں بالکل مختار ہے تو وہ خزانہ سمیت محمد فرخ سیر پاس چلا گیا جب اعزالدین قصبہ کھجوہ کے پاس قریب آیا اور اُس نے سُنا کہ فرخ سیر تین منزل پر ہے تو اُس نے یہیں اقامت کی اور لشکر کے گرد خندق عمیق کھدوانے کی تیاری کی۔ اس خبر کے سننے سے فوج حریف دلیر ہوئی اور پہلے سے زیادہ جلد چلنے لگی۔ ۲۸ جمادی الاوّل کو خندق سے دو کروہ پر فرخ سیر کے پیش خانہ کے جھنڈے نصب ہوئے۔ سید عبداللہ خاں نے اطراف کے ویران ہاٹ کی دیوار و نیز مورچال

باندہ کے ایک پہر دن سے تین پہر رات تک اعزالدین کی فوج پر گولہ اندازی کی۔ ۲۹ ماہ مذکور شاہزادہ بجائے اس کے کہ لڑتا حسن خان خان دوران خان سے مشورہ کر کے جس قدر جواہر اور اشرفیاں اُٹھا سکا لے کر اور سارے کارخانہ جات بادشاہی کو چھوڑ کر ایک پہر رات رہے بھاگ گیا اور لشکر میں ایسا تزلزل پڑا کہ لشکر کے عمدہ سرداروں کو مایحتاج کے اُٹھانے کی بھی فرصت نہ ملی۔ ایک روایت یہ ہے کہ شاہزادہ نے بد دلی اور افسردہ خاطر ہو کر یہ حرکت اس لئے کی کہ جہاندار شاہ اپنی معشوقہ و منکوحہ لال کنور کے اغوا سے اُس کے ساتھ جو زوجۂ اولیٰ کے بطن سے تھا بدسلوکی کرتا تھا اور خان دوران خاں کا اس مہم میں صاحب اختیار رہنا اور اُس کے ساتھ بد دماغی کرنا ناگوار تھا۔ فرخ سیر کا لشکر جو بے طعمہ باز کی طرح شکار کا انتظار کر رہا تھا۔ شاہزادہ کے بھاگنے کی خبر سنتے ہی سامان لشکر کے لوٹنے کے لئے دوڑا۔ اور بہت مال اور اسباب اُس کے ہاتھ آیا۔ جو جماعت فقر و فاقہ کی آگ سے جلتی تھی اُسنے ہر جنس کے ذخیرے وافر جمع کر لئے اور شاہزادہ اعزالدین کمال سراسیمگی سے اکبرآباد گیا۔ لشکر فرخ سیر میں مبارکباد کی صدا خیمہ بخیمہ تال اور مردنگ کے ساتھ بلند ہوئی۔ قلیچ خاں نے کہا شاہزادہ کو جہاندار شاہ کے آنے تک اکبرآباد میں ٹھہرنا مصلحت ہے۔ جہاندار شاہ۔ ۱۷ جمادی الاول کو شاہجہان آباد میں داخل ہو کر فتح پسر کا منتظر تھا۔ جب اُس کے شکست کی خبر پہنچی تو اُس کی عقل و ہوش جو عشق کے تاراج سے بچے تھے وہ بھی جاتے رہے۔ تہیہ اسباب جنگ میں مشغول ہوا۔ وسط ذیقعد ۱۱۲۳ھ میں شاہجہان آباد سے چلا۔ ذوالفقار کی سپاہ بیس ہزار سے کچھ زیادہ تھی کوکلتاش کے پچیس ہزار سوار تھے۔ مجموعہ کل سپاہ کا اسی ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادہ کے قریب تھا۔ لشکر کوچ بکوچ فرخ سیر کے مقابلہ کے لئے سموگڈہ میں اکبرآباد کے متصل آیا۔ اس طرف سے فرخ سیر دو سپہ سالار بارہ اور امرا کے ہمراہ اپنی جمعیت کے ساتھ کہ افواج جہاندار شاہ کے سوم حصہ کی برابر تھی۔ کمال بے سامانی کے ساتھ دو روز کی مسافت ایک روز میں طے کر کے جمنا کے اس طرف لشکر جہاندار شاہ کے مقابل اُترا۔ عبداللہ خاں نے آخر شب یازدہم ذی الحجہ کو ایسے معبر کی تحقیق کر کے جس کا پانی قد آدم سے کم تھا سرائے روز بہانے سے جو شاہجہان آباد کی طرف اکبرآباد سے چار کوس پر واقع ہے عبور کیا۔ اور جہاندار شاہ کی فوج کے

عقب میں فروکش ہوا۔ اور تین پہر بعد فرخ سیر بھی اس معبر سے گزرا اور حسن علی خاں اور چھبیلہ رام ناگر نے جہاندارشاہ کی فوج کے انسداد راہ کے لئے بطریق چنداول دریا کے اس طرف تھا دلجمعی کے ساتھ شبانہ روز میں ساری سپاہ کے ساتھ اُترا۔ جہاندارشاہ کے سرداروں کو اُس وقت اس ماجرے سے اطلاع ہوئی کہ مخالف کی فوج ناگاہ عقب سے نمودار ہوئی۔ اس لئے اُس نے جو پہلے مورچال باندھے تھے وہ بیکار ہوئے اب اُسے پشت کی طرف توجہ کرنی پڑی اور از سر نو افواج کی ترتیب اور توپخانہ کے آگے لے جانے کا اہتمام کرنا پڑا۔ مگر اس کام کی مہلت اُن کو نہ ملی۔ کوکلتاش خاں و محمد راجی خاں و اسلام خاں و جانی خاں و محمد امین خاں و اعتماد الدولہ و قلیچ خاں و جان نثار خاں وغیرہ میمنہ میں اور ذوالفقار خاں و عبدالصمد خاں اور ایک اور جماعت میسرہ میں قائم ہوئی۔ روز چہار شنبہ ۲۳ ذی الحجہ ۱۱۲۴ھ کو ایک پہر دو گھڑی دن رہے اوّل سید عبداللہ خاں نے جہاندارشاہ کی فوج پر حملہ کیا اور جہاندارشاہ کی طرف سے بھی ایک فوج نام آوروں کی جماعت کے ساتھ مقابل ہوئی۔ سخت جنگ ہوئی صف شکن خاں جو فیل پر حسین علی خاں کے ساتھ بیٹھا تھا اور فتح علی خاں داروغہ توپخانہ پسر بہادر خاں رہیلہ و میر اشرف خاں برادر میر مشرف علی خاں بہت بہادروں کے ساتھ کام آئے۔ جہاندارشاہ کی طرف جانی خاں شاہجہانی و مختار خاں ایک جمع کثیر کے ساتھ جاں نثار ہوئے۔ جب حسین علی خاں نے عرصۂ کارزار کو اپنے اوپر تنگ دیکھا تو ہندوستان کے متھوروں کی طرح ہاتھی سے کودا اور سادات بارہ کی ایک جماعت نے کر رستمی کی اور زخمہائے کاری اُٹھا کر حالت غش میں معرکہ میں زمین پر گرا۔ جہاندارشاہ کے ہاں فتح کا شادیانہ بجا اس ضمن میں عبداللہ خاں ایک پشتہ پر چڑھا کہ جہاندارشاہ کی فوج پر مشرف تھا اور ایک تیر پرتاب کے فاصلہ پر تھا اُس نے دیکھا کہ جہاندارشاہ اپنی عقب سپاہ سے غافل ہے۔ سادات بارہ جلو ریز ہو کر جہاندارشاہ کی زنانہ سواریوں کے ہاتھیوں کی طرف دوڑے اور ایک آشوب و شیون وہاں پیدا ہوا جہاندارشاہ خبر کی تحقیق ہی میں تھا کہ لال کنور اور نغمہ سرایوں و خواجہ سرایوں کے ہاتھی تیر باراں کے صدمہ سے جوش و خروش سے ناچنے لگے اور دفعتاً جان کے خوف سے جگہ کو خالی کیا۔ جہاندارشاہ نے ہر چند چاہا کہ دشمن کے مقابل ہو مگر اُس کی سواری کا ہاتھی لال کنور کے ہاتھیوں کی طرح شوخی و

اضطراب کرنے لگا اور فیلبانوں کے اختیار میں نہ رہا۔ اسی اثنار میں عبداللہ خاں کے متفرق آدمیوں نے داہیں باہیں طرف سے کچھ کچھ ملنا شروع کیا جس سے تقویت ہوئی اور اس امداد غیبی سے بہادروں نے قدم جرأت آگے رکھا۔ اور اس سبب سے جہاں دارشاہی لشکر میں اکثر آدمیوں کا پاؤں ایسا اکھڑا کہ پھر نہ جما سب اس طرح پریشان ہوگئے جیسے کہ ہوا سے بادل ہوتے ہیں۔ اس حال میں کوکلتاش خاں نے چاہا کہ جہاں دارشاہ پاس جائے۔ اس ضمن میں علی اصغر خاں وچھبیلہ رام ناگر جو کمین گاہ میں بیٹھے تھے بہ ہیئت مجموعی کوکلتاش پر دوڑے اور سر راہ اُن کو روکا اور زخمی کرکے اُس کو مار ڈالا۔ رضا قلی خاں میر آتش اس جنگ میں کوکلتاش کے ہم عنان تھا وہ بھی مارا گیا۔ اعظم خاں برادر کوکلتاش زخمی ہوکر جہاں دارشاہ پاس گیا۔ مگر کام ہاتھ سے جا چکا تھا کچھ فائدہ نہ ہوا یہاں تک کہ جہاں دارشاہ کا ایسا قافیہ تنگ ہوا کہ خود فیل زنانہ کی عماری میں بیٹھا۔ اور جب آفتاب میں زردی آگئی تو اکبرآباد کی راہ لی۔ ذوالفقار خاں میدان جنگ میں ایک پہر تک لڑتا رہا۔ آدمیوں کو جہاں دارشاہ اور اُس کے بیٹے اعزالدین کی جستجو کے لئے آدمی بھیجا اور اُس کو انعام دینے کا وعدہ کیا۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ پدر اور پسر میں سے ایک ہاتھ آجائے تو بہادری کرکے دشمن کے صفوف مقابل کو پرے ہٹادے لیکن اُس کو نہ شاہ ملا نہ شاہزادہ۔ ناچار آخرکار مجبور ہوکر اکبرآباد کی طرف متوجہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ فرخ سیر نے جب ذوالفقار خاں کا استقلال یہ دیکھا تو وہ گھبرایا اور اُس کو پیغام بھیجا کہ سلطنت کا دعوے دار تو بھاگ گیا۔ اب تم کو کیا دعویٰ ہے۔ اگر سلطنت کا دعویٰ رکھتے ہو تو یہ ایک اور بات ہے لیکن اگر کسی کو بادشاہ چاہتے ہو۔ جہاں دارشاہ نہ ہوا تو فرخ سیر ہوا۔ ذوالفقار نے جب یہ پیغام سُنا اور بادشاہ اور اُس کے بیٹے کا پتا نہ لگا تو میدانِ جنگ کو چھوڑ دیا۔ اُس کے بعد فرخ سیر کے لشکر میں فتح کے شادیانے بجنے لگے عبداللہ خاں کے آدمی لاشوں کے درمیان حسین علی خاں کی تلاش میں گئے۔ وہ زخموں میں چُور چُور لچوں کی دست اندازی سے ننگا غش میں پڑا تھا مگر جب اُس کے کان میں فرخ سیر کی فتح کی آواز پہنچی تو اس مژدہ سے وہ مردہ زندہ ہوگیا۔ اُس کو اُٹھا کے بھائی پاس لائے۔ جہاں دارشاہ نے رات اکبرآباد میں بسر کی اور

تغیر ہیات کرکے آخر شب میں مستورات کی سواریوں کے ساتھ شاہجہان آباد روانہ ہوا اور اُسکے ایک پہر پیچھے ذوالفقار خاں بھی دارالخلافہ میں آیا۔ جہاں دار شاہ سیدھا آصف الدولہ اسد خاں پاس گیا اور معاونت و مصلحت کار کا طالب ہوا۔ ذوالفقار خاں نے بھی باپ سے التماس کی کہ جہاں دار شاہ کو کابل یا دکن کی طرف لیجائیے اور پھر لشکر جمع کرکے تلافی کیجئے۔ اسد خاں جہاں دیدہ اور اور تجربہ کار اور مدبران روزگار کا سردار تھا اُس نے کہا کہ سپاہ اور توپخانہ کی گردآوری خزانہ کی امداد بغیر نہیں ہوسکتی اور خزانہ سے ایک مہینہ کا خرچ وصول ہونا دشوار ہے۔ اس لئے سوائے شورش فتنہ و خرابی خلق و خوں ریزی سپاہ کے کوئی نتیجہ نہ ہوگا۔ آب از جوے رفتہ باز آمدن امریست متعذر الوقوع۔ بیٹے کی اس عزیمت کا مانع ہوا اور اُس نے کہا کہ اولاد تیموریہ میں سے جو شخص تخت فرماں روائی پر قدم رکھے ہم پر اُس کی اطاعت واجب ہے۔ اگرچہ اس معنی کا حسن عقل سلیم و رائے صحیح پر پوشیدہ نہیں ہے۔ اسد خاں کو بیٹے کا اس حرکت سے باز رکھنا سب طرح مستحسن الوجوہ تھا۔ لیکن مآل کار سے وہ واقف نہ تھا کہ قضا نے اُس کو غافل کیا۔ آصف خاں نے جہاں دار شاہ کو قلعہ میں نظر بند کیا۔

## ذکر سلطنت محمد فرخ سیر

۳ رجب ۱۰۹۵؁ھ کو فرخ سیر پیدا ہوا۔ جب بہادر شاہ نے اپنے بیٹے عظیم الشان کو صوبہ بنگالہ سے طلب کیا تو عظیم الشان نے اپنے بیٹے فرخ سیر کو بنگالہ میں نائب مقرر کیا اور خود باپ پاس گیا اور اُس کے ساتھ ہوکر اعظم شاہ سے لڑا اور اُس کو مارا۔ بہادر شاہ ہندوستان کا بادشاہ ہوا۔ جب ۵؁ جلوس میں بہادر شاہ لاہور میں تھا اور صوبہ بنگالہ میں اعز الدولہ خانخانان صوبہ دار مقرر ہوا تو فرخ سیر حضور میں طلب ہوا اور وہ ۲۸ سال کی عمر میں صوبہ بہار میں آیا اور یہاں جس سبب سے مقیم ہوا وہ ہم نے اوپر بیان کردیا۔

اِن ہی ایام میں محمد رضا خاں مخاطب بہ رعایت خاں جو بہادر شاہ بادشاہ کے منصوبوں میں تھا اُس نے دکن سے صوبجات مشرقی میں آن کر قلعہ داری رہتاس کا ایک جعلی فرمان بنا لیا

فرخ سیر کی ولادت سے تخت نشینی تک

محمد رضا جعلی قلعہ دار ... فرخ سیر کی فتح ...

اور استقلال کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوا۔ اور بند وبست سے خاطر جمعی کے ساتھ محصول محال و ذخیرہ قلعہ میں جمع کیا۔ اس کے غدر کی حقیقت بہادر شاہ کو معلوم ہوئی اور محمد رضا نے خود بھی لکھا کہ میں قلعہ پر حضور کے متصدیوں کے بے بند وبستی سے متصرف ہوا ہوں۔ دیکھوں کہ اس قلعہ سے مجھے کون باہر نکال سکتا ہے۔ بہادر شاہ اور عظیم الشان دونوں نے فرخ سیر کو لکھا کہ محمد رضا کی تنبیہ و تادیب کریں اور قلعہ کو اس کے تصرف سے نکالیں۔ محمد فرخ سیر نے اپنے ہمراہی صاحب رایوں سے مشورہ کیا۔ اس قلعہ کا محاصرہ مصالح و تردد طلب تھا اور اس پر اقدام اندیشہ صائب کے بے مدد متعذر تھا۔ لاچین بیگ قلماق فرخ سیر کے مغضوب نوکروں میں تھا جس کو برطرف کر دیا تھا۔ وہ جاں بازی کر کے رزق کی امید میں آیا۔ اور ایک مقرب کی معرفت عرض کیا کہ اگر شاہزادہ فرخ سیر یہ شہرت دے کہ فرمان عفو جرایم اور آفریں باد کا محمد رضا کی جرأت و جلادت و رشادت پر اور قلعہ کو بدستور رکھنے کا مع خلعت و نشان آیا ہے اور وہ بندہ کے ہمراہ اس کے پاس بھیجے تو جس وقت میں یہ نشان اس کو دونگا تو اس کو مار ڈالونگا۔ اگر میں جاں بر ہوں تو اس کے صلہ سے سرفرازی پاؤں اور اگر میرا سر صدقہ ہو تو میرے فرزند اس کے نتائج سے سربلند ہوں۔ یہ مصلحت ارکان دولت نے پسند کی۔ لاچین بیگ کو خلعت و نشان دیا گیا کہ محمد رضا پاس لے جائے وہ یہ لے کر پہنچا۔ گفتگو کے بعد محمد رضا نے لاچین بیگ کو اپنے پاس آنے کی اجازت دی نشان و خلعت کی تعظیم میں وہ مصروف ہوا کہ لاچین بیگ نے کارداز کی سے اس کا کام تمام کیا۔ لاچین بیگ کو اس کے نوکروں نے زخمی کیا مگر اس کی جان بچ گئی۔ فرخ سیر نے اس کو بہادر دل خاں کا خطاب بادشاہ سے عرض کر کے دلایا۔ فرخ سیر کا یہ منصوبہ عاقبت بخیر باپ دادا کے نزدیک مستحسن ہوا۔ ان ہی ایام میں بہادر شاہ بادشاہ کے مرنے کی خبر آئی۔ محمد فرخ سیر نے اس خبر کو سن کر بدوں اس تحقیق کے کہ بھائیوں کے درمیان کیا انفصال مقدمہ ہو عظیم الشان کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اس کے نام کا سکہ جاری کیا اور اپنے ہمراہیوں سے صلاح کی کہ میں عظیم الشان پاس جاؤں یا نہ جاؤں۔ بعض دنیا طلب درویش اور محمد رفیع منجم مانع آئے۔ انھوں نے کہا کہ حضور کا اس مکان سے حرکت کرنا جب تک صاحب سکہ و خطبہ نہوں صلاح دولت نہیں ہے۔ ان ہی دنوں میں حسین علی خاں بارہہ پٹنہ میں عظیم الشان کا نائب تھا

اور سرکشوں کی سزا کے لئے پرگنات میں گیا ہوا تھا جب اُس نے یہ خبر سُنی کہ اور بھائیوں کے مغلوب ہونے کی خبر آنے بغیر فرخ سیر نے عظیم الشان کا سکہ وخطبہ جاری کیا تو اُس کو فرخ سیر کی طرف سے ملال ہوا اور ایسے ہی فرخ سیر کے دل میں سادات بارہ کی ذاتی شجاعت کا اور صوبہ میں حسین علی خاں کے تسلط کا وسوسہ عظیم پیدا ہوا۔ نامہ وپیغام مودت التیام بھیجکر سید کو مستمال کیا اور اپنے پاس بُلایا اور والدہ فرخ سیر حسین علی خاں سے ملتجی ہوئی اور فرخ سیر کی زبانی قول اور عہد اور ایفا اور اختیار اور مدار سلطنت کو بیان کر کے ایسا اُس کو مطمئن کیا کہ طرفین کے وسواس سراسر اخوت سے مبدل ہو گئے اس عرصہ میں عظیم الشان کے کشتہ ہونے کی خبر آئی تو محمد فرخ سیر نے اس خبر کو سُن کر اوائل ربیع الاول ۱۱۲۳ھ میں اپنے نام کا سکہ وخطبہ جاری کیا۔ اور روز بروز حسین علی خاں اور فرخ سیر کے استقلال کے باب میں عہد وپیمان استوار ہوتے گئے۔ الہ آباد کا صوبہ دار سید عبداللہ خاں عرف حسن علی خاں تھا اور تبدیل سلطنت سے اُس کو بنگالہ کا خزانہ ہاتھ لگا تھا۔ اور صاحب رائے شجاع مشہور تھا۔ فرخ سیر کے دل میں اُس کی طرف سے کھٹکا تھا کہ وہ جہاندارشاہ کی طرفداری کرے گا۔ اور میری اطاعت نہیں کریگا۔ اُس کو فرمان تسلی بھیجا۔ اس میں ان اقراروں کا بیان کیا جو اُس کے بھائی سے ہوئے تھے اور خزانہ کے تصرف کی اجازت دی اور سپاہ کی نگاہ داشت کی ترغیب دی اور حسین علی خاں نے بھی اس بارہ میں اپنے بھائی سید عبداللہ خاں کو لکھا اور غبار دوئی کو اُس کے آئینہ خاطر سے دُور کیا۔ غرض دونوں بھائیوں نے دل وجان سے مدد اور رفاقت کا پیمان کیا اور از سر نو عہد وقرار ہوئے اور اس مہم عظیم کے سرانجام میں دل سے اتفاق کیا ؎ آرے باتفاق جہاں می تواں گرفت۔ اب فرخ سیر پٹنہ سے دارالخلافہ کی طرف چلا۔ جب جہاندارشاہ کو فرخ سیر کی اس حرکت کی خبر ہوئی تو وہ لاہور سے اوائل ربیع الثانی میں دارالخلافہ میں آیا۔ سید عبداللہ کو الہ آباد سے بدل کر سید عبدالغفار کو بھیجا جن کی لڑائی کا حال پہلے بیان ہو چکا ہے۔

پٹنہ سے دارالخلافہ کی طرف فرخ سیر دوسپہ سالاروں اوصف شکن خاں وخواجہ عاصم اور رفیقوں کے ساتھ چلا اُس کی کل سپاہ پچیس ہزار سوار تھے اور خرچ کی بہت تنگی تھی خزانے عظیم الشان

کی جاگیر کے بنگالہ کے صوبوں سے اٹھائیس لاکھ روپیہ عبداللہ خاں کے اور چھتر لاکھ روپیہ فرخ سیر کے ہاتھ آئے تھے اور دو تین لاکھ روپیہ کی جنس تجار پٹنہ سے قرض لی تھی۔ جہاندارشاہ نے یہ سن کر کہ فرخ سیر پٹنہ سے چلا ہے اپنے بڑے بیٹے اعزالدین کو پچاس ہزار سواروں کے ساتھ فرخ سیر سے لڑنے کے لئے مقرر کیا۔ خواجہ احسن خاں مخاطب بہ خان دوران خاں کو شاہزادہ اور تمام فوج کا اختیار دیا اور توپخانہ سنگین ہمراہ کیا۔ قلیج خاں بہادر پسر غازالدین خان بہادر فیروز جنگ نے بہادر شاہ کے عہد میں استعفادے کر گوشہ نشینی اختیار کی تھی اُس کو شاہزادہ کی مدد کے لئے مقرر کیا اور وہ پیچھے روانہ ہوا جب وہ آگرہ میں آیا تو اُسے معلوم ہوا کہ شاہزادہ جمنا پار چلا گیا ہے اور سرداروں کی آپس کی نااتفاقی کے سبب سے شاہزادہ کے لشکر میں جوتیوں دال بٹ رہی ہے تو اُس نے آگرہ میں توقف کیا۔ شاہزادہ اعزالدین قصبہ کھجوہ میں آیا اور اُس نے سُنا کہ محمد فرخ سیر تیرہ چودہ کروہ پر ہے تو اُس کے دل میں شمشیر سادات کا خوف پیدا ہوا اور اواخر شوال میں اُس نے منزل کھجوہ میں اقامت کی اور اپنے خیمہ اور لشکر کے خیموں کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا اور مورچال باندھے۔ یوں دشمن کو اپنے اوپر دلیر کیا۔ جب ایک دو کوس کے فاصلہ پر سید عبداللہ خاں و حسین علی خاں کے پیش خانہ کے جھنڈے نصب ہوئے۔ فوجوں میں کچھ مقابلہ نہ ہوا۔ مگر اعزالدین کی فوج پر سید عبداللہ خاں نے اطراف کے دہات کی دیواروں پر مورچال باندھ کے دن کے تیسرے پہر تک توپیں ماریں۔ شہزادہ اعزالدین لال کنور کی ناموافقت سے باپ کی نظر سے گرا ہوا تھا اور اس مہم میں خان دوران کے تسلط کے سبب سے بالکل بے اختیار تھا۔ ان وجوہ سے زیادہ بددل اور دل باختہ ہوا۔ خان دوران خاں کی پیشانی سے نامردی ٹپکتی تھی۔ ان دونوں میں مشورہ ہوا اور دونوں ایسے ڈرے کہ اپنی مقدور کے موافق جواہر و خزانہ اشرفی اُٹھایا اور باقی تمام خزانہ و خیمہ و توشک خانہ و کارخانہ جات چھوڑ کر تین پہر رات گئے بھاگ گئے۔ اکثر عمدہ سردار اپنی مایحتاج ضروری بھی نہ اُٹھا سکے اور گھوڑوں پر زین نہ لگا سکے اور فرار میں ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے۔ گرتے پڑتے جاں سلامت لے گئے۔ جب ہرکاروں نے فرخ سیر کے لشکر کو دشمن کی ہزیمت کی خبر سُنائی تو بے شمار پیادے اور سوار لُوٹ پر ایسے جھک پڑے جیسے کہ بھوکا باز اپنے شکار پر گرتا ہے۔ ہاتھی گھوڑے و خزانہ و خیمہ اور

کُل کارخانہ جات لوٹ لئے جن کو ایک وزکی روٹی میسر نہ تھی اور رات کو فاقہ سے سوتے تھے اُنہوں نے ذخیرے جمع کرلئے۔ غرض فرخ سیر کے لشکر کی عسرت عشرت سے بدل گئی۔ اعزالدین تباہ حال اکبرآباد میں آیا۔ قلیج خاں نے اُس کو مصلحت تبلائی کہ اکبرآباد میں جہاندارشاہ کے حکم کے آنے کے منتظر رہو جہاندارشاہ ۱۷ جمادی الاولیٰ کو دارالخلافہ شاہجہان آباد میں آیا۔ اعزالدین کی فتح پر آنکھیں لگائے بیٹھا تھا کہ اس کے پاس بیٹے کے فرار ہونے کی خبر آئی تو وہ وسط ذی قعد ۱۱۲۳ھ میں دارالخلافہ سے باہر آیا۔ ذوالفقار خاں بہادر نصرت جنگ کو ہراول بنایا۔ اور کوکلتاش خاں بہادر و اعظم خاں وجانی خاں وسپہ دار خاں اور اور امیران توران کے بہادر اور توپ خانہ کو لے کر نکلا۔ اور ستر اسّی ہزار سوار و پیادے جمع کئے۔ فرخ سیر کے مقابلہ کے لئے سموگڈھ میں اکبرآباد کے متصل آیا۔ فرخ سیر بھی سید عبداللہ خاں و سید حسین علی خاں کی ہامبردی سے اکبرآباد کے قریب آیا۔ اُس کے لشکر میں خرچ کی بڑی تنگی تھی۔ جہاندارشاہ کی سپاہ کی افزونی و توپ خانہ اور اسباب جنگ عقلا کے نزدیک اس پر دلالت کرتا تھا کہ وہ کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔ لیکن اس کے بعضے اطوار ناہموار اور کم اصل بدنام آدمیوں کو ہمراہ لانا ایسا تھا کہ جس سے امرا قدیم وجدید اور تمام سرداران سپاہ آزردہ خاطر تھے اور زبان پر گِلے اور کلمات یاس لاتے تھے اور بعضے توران نامداران بانام ونشان اس رتبہ پر جہاندارشاہ سے آزردہ خاطر تھے کہ اُنہوں نے فرخ سیر سے عہد موافقت کرلیا تھا۔ ذوالفقار خاں اور کوکلتاش خاں مع برادر جہاندارشاہ کے جاں نثار عقیدت نشان بندے تھے مگر حسد ونفاق اس قدر آپس میں رکھتے تھے کہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ اکثر عمدہ کاموں کو آپس کی ضد سے ابتر وضائع کرتے تھے اور ایک دوسرے کے استیصال میں منصوبے باندھتے تھے۔ خصوصاً کوکلتاش خاں حسد ذاتی کے سبب سے ہر وقت رائے سلیم کے خلاف کام کرتا تھا۔ ایک کہتا تھا کہ فرخ سیر کو جمنا پار کسی طرح نہیں آنے دینا چاہیئے اور خود جمنا پار جاکر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ دوسرا کہتا تھا کہ فرخ سیر کو جمنا کے پار اُترنے دیں۔ اگر ہم جمنا پار جاکر اُس کو شکست دینگے تو وہ ازسرنو ملک میں فساد مچائیگا اور ہم کو طول ہوگا اور عدم پایاب درِ بسیاری آب کے سبب سے بھی یہ خیال تھا کہ فرخ سیر دریا سے جلد نہیں اُتر سکتا۔ فرخ سیر کے لشکر

میں خرچ کی بڑی تنگی تھی وہ دو روز کا سفر ایک روز میں طے کرتا ہوا آتا تھا۔ وہ جمنا کے اس طرف آدمیوں کے ساتھ آیا اور بہت سا لشکر اُس کے پیچھے تھا اُس کو شب خوں کے مارنے کا ایسا خوف تھا کہ اکثر سپاہی گھوڑوں کی لگامیں پکڑے سرما سے لرزاں اور دشمن سے ہراساں پوس کے مہینے کی اندھیری رات میں چار پہر کھڑے رہے۔ آخر شب یازدہم ذی الحجہ میں سید عبداللہ خاں ہراول نے ایک معبر تحقیق کیا جس میں پانی آدمی کی چھاتی تک تھا۔ وہ پانی کے اوپر سے جہاندار شاہ کے لشکر کے سامنے سے معبر روز بہانی سے اُترا جو شاہجہاں آباد کی طرف اکبر آباد سے چار کوس پر ہو دشمن کی فوج کے عقب میں نمودار ہوا چار دن میں ساری فوج اُتر آئی۔ جہاندار شاہ کے سپہ سالار اس وقت خبردار ہوئے کہ جب فرخ سیر کے لشکر کا سیلاب اُن کے لشکر کے عقب میں آگیا تو وہ سراسیمہ ہو کر فوج ہندی اوّل بحال نہ رہی از سرنو فوج کی ترتیب دشمن سے لڑنے کے لئے کرنی پڑی اور توپ خانے کے لے جانے میں اہتمام کرنا پڑا۔ ایک پہر دن باقی تھا کہ سید عبداللہ خاں ہراول نے لڑائی شروع کی۔ ایک عجیب غریب دار و گیر ہوئی۔ جہاں تک نظر کام کرتی تھی تلواریں چمکتی نظر آتی تھیں اِن حملوں میں صف شکن خاں کہ فیل پر حسین علی خاں کا ردیف تھا اور فتح علی خاں داروغہ توپ خانہ محمد فرخ سیر و زین الدین خاں پسر بہادر خاں رہیلہ اور میر اشرف برادر میر مشرف کشتہ ہوئے۔ چھبیلہ رام ناگر و خان زمان کنارہ کشی کر کے قابو وقت کے منتظر تھے۔ جہاندار شاہ کی طرف سے جانی خاں جہان شاہی و ممتاز خاں مارے گئے۔ حسین علی خاں نے عرصۂ کارزار میں اپنی فوج پر دشمن کا غلبہ دیکھا۔ ہندوستان کے بہادران تہور پیشہ کی طرح ہاتھی سے اُترا اور بارہ کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر رستمانہ کام کیا اور تیر و گولیوں سے زخمی ہو کر بے خبر معرکہ میں پڑا سید عبداللہ خاں کی فوج بھی تیر باراں کے صدمات سے متفرق ہو گئی تھی اور اُس کے نشانوں کے فیل بھی اکثر جماعہ داروں کے ساتھ سے جدا ہو گئے تھے۔ اُس کے ساتھ سو دو سو سواروں سے زیادہ نہ تھے کہ سید عبدالغفار سید عبداللہ خاں کے ہاتھی کے روبرو آیا اور کہا کہ میں سید عبدالغفار ہوں ایک تیر سید عبداللہ خاں کی طرف چلایا اُس نے اُس کے تیر کو رد کر کے اپنے تیر سے سید عبدالغفار

خاں کو زخمی کر کے بھگا دیا۔ سید عبداللہ خاں کو معلوم نہ ہوتا تھا کہ میں کہاں جاتا ہوں اور انجام کیا ہوگا کہ کچھ آدمی ایسے آن ملے جس سے اُس کو تقویت ہوئی۔ اُس نے یہ چاہا کہ جہاں دار شاہ کی فوج کے عقب سے خصم کے بہیر پہ جائے لیکن اطراف کی فوج کے صدمات سے اُس کو معلوم نہ تھا کہ کہاں میں نکل سکوں گا۔ اس سئے وہ ایک پشتہ پر چڑھا جو تیر رس فاصلہ پر جہاں دار شاہ کے قول اور فیل پر مشرف تھا۔ جہاں دار شاہ کے لشکر میں فتح کے شادیانے بج رہے تھے لیکن اس کو یہ خبر نہ تھی کہ عقب فوج میں خصم کیا کر رہا ہے۔ سید عبداللہ خاں نے تھوڑے آدمیوں سے تیر مارنے شروع کئے۔ سادات بارہ کمان چڑھائے آئے اور زنانہ کے سواری کے ہاتھیوں میں ایک آشوب غریب پیدا کیا۔ ابھی جہاں دار شاہ دفع خصم میں نہیں مشغول ہوا تھا کہ لال کنور اور نغمہ سرایوں اور خواجہ سرایوں کی سواری کے ہاتھی تیر باراں کے صدمہ سے جوش و خروش میں آئے اور اپنی جگہ کو خالی کیا جس سے جہاں دار شاہ کے ہمراہی اکثر ڈر گئے۔ جہاں دار شاہ دشمن کی طرف متوجہ ہونا چاہتا تھا کہ اس کا ہاتھی بھی اور ہاتھیوں کی طرح شوخی کرنے لگا اور فیل بانوں کے اختیار میں نہیں رہا۔ اس حالت میں سید عبداللہ خاں کی افواج متفرقہ بھی جمع ہو گئی۔ سادات بارہ نے قدم جرأت آگے رکھا۔ جہاں دار شاہ کے لشکر میں ایسا خلل ڈالا کہ وہ بھاگ گیا۔ جہاں دار شاہ کی مدد کو کلتاش خاں جاتا تھا کہ علی اصغر اور چھبیلہ رام ناگر نے اُسے گھیر لیا اور زخمی کیا۔ رضا قلی خاں داروغہ توپ خانہ بھی کام آیا اور اعظم خاں برادر کو کلتاش بھی زخمی ہوا۔ جہاں دار شاہ کا حال ایسا تنگ ہوا کہ لال کنور کی سواری کے ہاتھی میں جا بیٹھا اور شام کے وقت آگرہ چلا گیا۔ پہر رات گئے ذوالفقار خاں دشمن سے لڑتا رہا اور جہاں دار شاہ اور اعزالدین کی خبر کی جستجو کرتا رہا۔ لوگوں کو روپیہ دے کر اطراف میں دوڑایا کہ اگر پسر جہاں دار شاہ کو پاویں اور یہاں لائیں تو اُسکی تقویت سے حریف کو آگے سے ہٹا دے۔ مگر ان گم گشتوں کا پتا نہ لگا تو ذوالفقار خاں بھی مایوس ہو کر شاہجہاں آباد کی طرف چلا۔ فرخ سیر کے لشکر میں شادیانہ فتح بلند آوازہ ہوا۔ سید عبداللہ خاں نے لاشوں میں اپنے بھائی حسین علی خاں کی جستجو کے لئے آدمی بھیجے۔ وہ بے خبر اور لچوں کی دست اندازی سے ننگا پڑا ہوا تھا۔ جب اُس کے کان میں فرخ سیر کی فتح کا مژدہ پہنچا تو اُس کے قالب میں جان آئی

اُس کو اُٹھا کر عبداللہ خاں پاس لائے۔ جہاں دارشاہ رات کو اکبر آباد میں رہا اور بقول مشہور داڑھی کو صفاچٹ کرا کے تغیر وضع و ہیأت کر کے آخر شب میں لعل کنور کے ساتھ شاہجہان آباد کو روانہ ہوا ذوالفقار خاں اور جہاں دارشاہ ایک پہر کے فرق سے شاہجہاں آباد میں پہنچ گئے۔ آصف الدولہ پاس جہاں دارشاہ گیا اور مصلحت کار پوچھی۔ ذوالفقار خاں نے بھی اس باب میں باپ سے التماس کیا کہ جہاندار شاہ کو کابل یا دکن لے جائے اور پھر لشکر جمع کر کے تلافی کیجیے۔ آصف الدولہ جہاں دیدہ اور آزمودہ کار تھا جب اُس نے دیکھا کہ کام ہاتھ تلے سے نکل گیا معزالدین فرماں روائی کے قابل نہیں رہا۔ روپیہ نہیں کہ سپاہ کی گرد آوری کی جائے صلاح کار اس میں جانی کہ معزالدین کو قلعہ میں بھیجکر نظر بند کیا اور ذوالفقار کے ارادہ جہاں آشوب کا مانع ہوا۔ اور کہا کہ اولاد تیموریہ میں سے جو کوئی فرمان فرما ہو ہم کو اُس کی اطاعت لازم ہے۔ جہاں دارشاہ کو دوسری سمت میں لے جائے اور تازہ فتنہ و فساد کے باعث ہوں۔ خدا علیم ہے کہ مآل کار کیا ہو۔ آصف خاں کی یہ نصائح بموقع و بجا تھیں لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ یضحک التقدیر علی التدبیر۔ اس تدبیر میں بیٹے کی جان جائیگی اور دولت موروثی خاک میں ملیگی۔ جس کا آگے بیان ہوگا۔ جہان دارشاہ کی سلطنت دس مہینے رہی۔

## سوانح سال اوّل فرّخ سیر

وزراء امرای فرخ سیر

فتح کے بعد سید عبداللہ خاں کی وساطت سے اوّل قلیچ خان بہادر اور سرداران توران آداب تہنیت بجا لائے اور مورد عنایات و آفریں ہوئے۔ بادشاہ نے سید عبداللہ خاں کو مع لطف اللہ خاں صادق اور امراء کے دارالخلافہ کے بندوبست کے لئے روانہ کیا۔ بادشاہ ایک ہفتہ کے بعد شاہجہان آباد کی طرف متوجہ ہوا۔ ۱۴ محرم ۱۱۲۴ھ کو بارہ پلہ پر جو دارالخلافہ کے متصل ہے اُترا۔ سید عبداللہ خاں کو قطب الملک یار وفادار ظفر جنگ کا خطاب اور ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار دو اسپہ وسہ اسپہ کا منصب عطا کیا اور وزارت تسلیم کی۔ سید حسین علی خاں کو امیر الامراء بہادر فیروز جنگ کا اور ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار کا منصب مرحمت کیا اور میر بخشی کی خدمت پر مقرر کیا۔ محمد امین خان کو اعتماد الدولہ کا خطاب دیا۔ ہزاری ہزار سوار

کا منصب پر اضافہ کیا اور بخشی دوم مقرر کیا۔ قلیج خاں کو جو پنج ہزاری تھا ہفت ہزاری ہفت ہزار کا منصب اور نظام الملک بہادر فتح جنگ کا خطاب عنایت فرمایا اور دکن کا صوبہ دار کیا۔ جہانگیر نگر کے قاضی عبداللہ تورانی کو فرخ سیر نے اپنی روانگی سے پہلے پیشتر بعض مقدمات کی صلاح کے لئے خفیہ شاہجہان آباد بھیجا تھا اُس کو خان خانان میر جملہ کا خطاب اور ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار کا خطاب دیا۔ گرچہ بحسب ظاہر دیوان خاص کی اور ڈاک کی داروغگی کی خدمت اُس کو سپرد تھی لیکن وہ ہمدم و محرم راز تھا دستخط خاص کا اختیار اُس کو دیا۔ وہ بالکل بادشاہ پر حاوی ہوا اور کل خلقت کا مرجع بنا۔

قطب الملک سید عبداللہ خاں حکم کے بموجب شاہجہان آباد میں بندوبست ملکی کے لئے آیا اور سلطنت کے نظم و نسق اور مہمات ملکی اور وزارت کے کاموں میں مشغول ہوا تو اول بادشاہ اور وزیر کے درمیان نزاع اس پر ہوا کہ جب فرخ سیر سے قطب الملک جدا ہوا تو بادشاہ نے دیوانی تن خالصہ پر چھبیلہ رام ناگر کو مقرر کیا اور افضل خاں کو جو بادشاہ کا اُستاد تھا صدر الصدور فرمایا اور قطب الملک نے دارالخلافہ میں پہنچکر دیوان خالصہ لطف اللہ خاں صادق کو اور صدارت کل پر سید امجد خاں کو مقرر کیا بہادر شاہ کے عہد میں بھی یہ سید اس خدمت پر مقرر تھا۔ جب بادشاہ دارالخلافہ میں آیا تو وہ سلطنت کے کاموں پر متوجہ ہوا۔ صدارت اور دیوانوں کے مقرر کرنے کے باب میں بادشاہ اور وزیر کے درمیان مضائقہ ہوا قطب الملک نے کہا کہ اگر میرے مقرر کئے ہوئے آدمی برقرار نہ رہیں گے تو میری وزارت کا اعتبار نہیں رہے گا۔ میر جملہ اور بعض اور حسد پیشہ مقربان نے اس بارہ میں بادشاہ کے خاطر نشان کیا کہ بادشاہ اگرچہ نوکروں کو اختیار دیتے ہیں مگر اُن کو چاہیئے کہ وہ اپنی حد کو نگاہ رکھیں نوکر کی کیا مجال ہے کہ وہ بادشاہ کے حکم بدوں عمدہ خدمات صدارت و نیابت و وزارت پر کسی کو تعین کرے

خواجہ گر لطفِ بے عدد راند
بندہ باید کہ حدِ خود داند

اگرچہ محمد فرخ سیر وسیع الاخلاق اور قدردان تھا ہر ایک کی خدمت اور تردد کے مقابل میں چاہتا تھا کہ بقدر امکان منصب و عمدہ خدمات عنایت کرکے ہم چشموں میں ممتاز کرے مگر اختیار نہیں

بادشاہ و وزارت کی نا موافقت

رکھتا تھا اور ناآزمودہ کارجوان تھا۔ امورِ سلطنت سے بے خبر۔ خردسالی سے صوبہ بنگالہ میں باپ دادا نے نشوونما پایا۔ استقامت مزاج ورائے صائب نہیں رکھتا تھا اوروں کی رائے پر چلتا تھا۔ قسمت سے تاج وسلطنت مل گیا تھا۔ خاندان تیموریہ کا جوہر شجاعت تھا وہ اُس کے خلاف جبین ذاتی رکھتا تھا صاحب غرض کے سخن کی تہ پر نہ پہنچتا۔ ابتدا سے اپنی سلطنت کا مادہ فساد خود ہی بنا جس کا بیان مفصل آگے آتا ہے آغاز جلوس میں بڑی غلط اصول بنائے جہانبانی میں اُس نے یہ کی کہ منصب وزارت سید بارہ عبداللہ خاں کو دیا۔ منصب وزارت ایک ایسا امر خطیر ہے کہ پہلے ہمیشہ بادشاہوں نے مدتوں کے امتحان کے بعد اُن باوقار اور صاحب دانشمندوں کو دیا ہے جو بردباری کی صفت وتجربہ کاری اور طبیع حلیم اور رائے سلیم رکھتے تھے۔ سادات بارہ کی شجاعت وبہادری ضرب المثل تھی وہ اکبر شاہ کے عہد سے پایۂ امارت پر پہنچے تھے۔ مگر شاہجہاں نے اپنی ۳۱ سال کی سلطنت میں اورنگ زیب نے اپنی اکیاون سال کی بادشاہت میں کسی بارہ کے سید کو وزارت کا منصب نہ دیا اور اُن کو اس منصب کے دینے کے سبب سے جو خرابیاں سلطنت میں واقع ہوئیں وہ آگے بیان ہوتی ہیں۔ کہ سید اس امر خطیر کے بار سنگین کو اُٹھا کر خود مطعون عالم ہوئے اور اہل عالم میں وزبادشاہان ہفت اقلیم میں اُن کی آقاکشی کی بدنامی ہوئی اور تمام سواد اعظم ہندوستان میں فساد وآشوب پھیلایا اور آخر کار خود دولت بارہ کے استیصال کے سبب ہوئے جس کا بیان اب آگے آتا ہے۔ عاقلوں نے سچ کہا ہے کہ ہر یکے را عقل بکمال وفرزند بجمال نماید لیکن ایسا نہیں ہے کہ ہر یکے را بہر کارے آفریدہ اند۔ صدارت اور دیوانی خالصہ تن کا اس طرح فیصلہ ہوا کہ صدارت تو موافق بادشاہ کے حکم کے افضل خاں کو اور دیوانی خالصہ لطف اللہ خاں صادق کو ملی اور چھبیلہ رام ناگر کو اکبر آباد کی صوبہ داری۔ مگر آپس میں عداوت کا تخم دلوں میں بویا گیا۔

میر جملہ نے بادشاہ کے مزاج میں دخل پیدا کیا۔ اگرچہ وہ آشناؤں اور محتاجوں کے ساتھ فیض رسانی کرتا تھا۔ اور خلق اللہ کے اجراء کار اور دیانت میں ممتاز تھا اور ایک عالم اُس سے کامیاب ہوتا تھا۔ لیکن وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ فرمان فرمائی ہند کا اختیار سادات بارہ کے ہاتھ میں

رہے۔ دونوں بھائیوں کے ہاتھ میں اقتدار سلطنت دیکھ کر حسد کے مارے جلا جاتا تھا۔ اظہار خیر خواہی و ہمدمی کے وسیلہ سے مقربان تازہ پیدا ہوئے انہوں نے بادشاہ اور سادات بارہ کے درمیان اور آتش فساد کو بھڑکایا۔

قتل ذوالفقار خاں

آصف الدولہ اور ذوالفقار خاں نے بارہ پلہ پر خیمہ لگایا۔ اور بادشاہ کی ملازمت کا ارادہ کیا امیرالامرا حسین علی خاں کو بادشاہ اور میر جملہ کے مشورہ پر اطلاع تھی اُس نے آصف الدولہ پاس پیغام بھیجا کہ اگر میری وساطت سے بادشاہ پاس جاؤ گے تو کوئی تمہارے سر کا ایک بال بیکا نہ کر سکے گا۔ جب صاحب مدار اس بات پر مطلع ہوئے تو اُس کو صلاح وصوابدید دولت کے خلاف جان کر تقرب خاں کو جو ایرانی ہونے کی وجہ سے ذوالفقار کا ہم جنس تھا اس پاس بھیجا کہ اُس کی تسلی کرے کلام اللہ کی قسم کھا کر خاطر نشان کرے کہ امیرالامرا کی معرفت بادشاہ کی ملازمت کرنے میں سوائے ندامت و خسارت جانی و مالی کے کوئی اور فائدہ نہ ہوگا۔ حاصل یہ کہ میر جملہ آصف الدولہ اور ذوالفقار خاں کے ہاتھ باندھ کے بادشاہ پاس لایا۔ آصف الدولہ نے تقصیرات کے عذر میں اور عفو جرائم کے لئے دو تین کلمے التماس کئے۔ بادشاہ نے مہربانی کرکے اُن کے ہاتھ کھلوائے خلعت و جواہر عنایت کئے اور آصف الدولہ کو حکم دیا کہ آپ اپنے خیمہ میں تشریف لے جائیں اور ذوالفقار خاں خیمہ میں باہر بیٹھے اس سے ایک مصلحت ضروری کا پوچھنا ہے۔ آصف الدولہ نے جان لیا کہ بیٹے کی موت آ گئی روتا پیٹتا اپنے خیمہ میں آیا اور ذوالفقار خاں خیمہ مامور میں جا کر بیٹھا۔ اُس کو امرا اور چیلوں نے گھیر لیا عظیم الشان اور محمد کریم کے خون کے دعوے کی بابت کچھ باتیں کیں ذوالفقار خاں نے۔ ہر کہ دست از جاں بشوید۔ ہر چہ در دل آید بگوید پر عمل کیا۔ لاچین بیگ نے تسمہ اُس کے گردن میں ڈالا اور اور چیلوں نے مار کر اُس کا دم نکالا۔ باپ نے بیٹے کے قتل کی یہ تاریخ کہی ؎

ہاتف شام غریباں با دو چشم خوں فشاں     گفت ابراہیم اسمٰعیل را قرباں نمود

اسد خان کا نام ابراہیم اور ذوالفقار خاں کا نام اسمٰعیل تھا۔ اسی روز قلعہ میں جا کر جہاندار شاہ کو جو ترپولیہ میں تنگ و تار جگہ میں مقید تھا مار ڈالا۔ محمد فرخ سیر ۲ محرم کو شہر و قلعہ میں داخل ہوا۔ ہاتھی پر

جہاں دار شاہ کے سر کو نیزہ پر لگایا اور لاش کو حوضہ میں ڈالا۔ ہاتھی کی دُم میں ذوالفقار خاں کو اُلٹا لٹکایا اور شہر میں مشتہر کر کے لاش کو قلعہ کے دروازہ کے آگے ڈالا ؎

اے برادر با درِ دہر ار خورد خونت مرنج  چوں ترا خونِ برادر ہمچو شیرِ مادر ست

آصف الدولہ کو پالکی میں ڈال کر مع زنانہ سواریوں کے حویلی خان جہان میں بطریق محبوس کے رکھا کچھ اسباب سوائے بدن کے کپڑوں کے اِن قیدیوں پاس نہ تھا۔ ان باپ بیٹوں کو کلتاش خاں و راجہ سبھا چند کے اموال و اسباب کو ضبط کیا۔ سبھا چند نے زبان درازی کی تو اُس کی زبان کاٹی گئی۔

لاچین بیگ مخاطب بہادر دل خاں کا نام تسمہ کش مشہور ہو گیا۔ نہ تقصیر ہوتی نہ اس کا ثبوت کچھ ہوتا مگر تسمہ گلے کا ہار بنتا۔ اس لئے امرا عالمگیری اور بہادر شاہی کے دلوں میں تسمہ کا خوف ایسا پیدا ہوا۔ کہ جب گھر سے بادشاہ کے مجرے کو آتے تو اپنے گھر والوں سے کہا سنا معاف کرا کے آتے۔ تسمہ کشی بھی ایک پیشہ رزق کا وسیلہ ہو گیا۔

ہدایت کیش خاں کو اس جرم میں مارا کہ وہ محمد کریم برادر فرخ سیر کا ہاتھی جہاں دار شاہ کے پاس لایا تھا اور ہدایت اللہ خاں کے قتل کے لئے بیگم کا رقعہ جعلی بنایا گیا۔

شاہ قدرت اللہ درویش کو محض اس شہرت سے کہ کبھی کبھی جہاں دار شاہ اُس کو شریک مصلحت کرتا تھا فنا کیا۔ حکیم سلیم کو جو عظیم الشان کے مقرب نوکروں میں تھا اور یہ مشہور تھا کہ اسی کی صلاح سے شاہزادہ مارا گیا۔ اس کو میر جملہ نے اعزاز کے ساتھ اپنے گھر مہمان بلایا اور اُس کو پھانسی دے دی۔ اکثر آدمیوں کے مارنے کی بدنامی میر جملہ کی نسبت مشہور ہوئی۔

حکم ہوا کہ جہاں دار شاہ کے ایام سلطنت کو عہد مخالف لکھ کر ابتدائے سال جلوس محمد فرخ سیر غرۂ ربیع الاوّل سنہ ۱۱۲۳ھ سے شمار کی جائے۔

جب نظام الملک بہادر فتح جنگ دکن میں آیا۔ اس کی شمشیر موروثی کے صدمہ سے اور اُسکی رائے صائب سے بغیر اس کے کہ دکن کے مرہٹوں سے لڑائی ہو۔ ایام سابق کی نسبت ملک و قافلوں کی تاخت و تاراج میں تخفیف ہو گئی مگر نصرت جنگ داؤد خاں کے دستور عمل کے جہاں مرہٹوں کا

ہاتھ پہنچتا تھا دار و مدار کر کے چوتھ لیتے تھے فتح جنگ کی صوبہ داری کا باقی حال آگے بیان ہوگا۔

## ذکر سوانح سال دوم جلوس بادشاہ فرخ سیر ۱۱۲۴ھ ۱۷۱۲ء

مہاراجہ اجیت سنگہ نے عالمگیر کے عہد میں تمرد کیا تھا اور جودہ پور میں مساجد کی تخریب کر کے بت خانے بنائے تھے۔ بہادر شاہ کو اعظم شاہ و کام بخش و بابا بندہ سکھ کی مہمات سے فرصت نصیب نہ ہوئی اس لیئے یہ مہم تعویق میں پڑی رہی جب فرخ سیر بادشاہ ہوا تو مہاراجہ نے کوئی حسن خدمات کر کے رفع مذمت نہیں کی۔ اس لئے امیر الامرا حسین علی خاں چند امرا کے ساتھ اس کی تادیب کے لئے روانہ ہوا۔ مہاراجہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ افواج بادشاہی کے صدمہ سے خائف ہوا اور امیر الامرا کی خدمت میں کلائے معتبر کو مع تحفوں کے بھیجا اور عفو جرائم کی التماس کی اس ضمن میں فرخ سیر اور قطب الملک کے درمیان برہم کاروں کی سعایت سے ایسا عناد و فساد بڑھ گیا کہ فرخ سیر نے عبد اللہ خاں کے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا تو عبد اللہ خاں کے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا تو عبد اللہ خاں نے امیر الامرا کے بلانے کے لئے نوشتہ جات روانہ کئے۔ امیر الامرا نے قطب الملک کے ایما سے اجیت سنگہ سے ان شرائط پر صلح کر لی کہ مہاراجہ اپنی بیٹی کی شادی فرخ سیر سے کرے اور پیش کش معتبر دینا قبول کرے اور بیٹے کو ملازمت کے لئے بھیجے۔ امیر الامرا شائستہ خاں کو مہاراجہ کی لڑکی لانے کے لئے چھوڑ کر بادشاہ پاس آیا۔

سید عبد اللہ اور امیر الامرا یہ چاہتے تھے کہ کوئی کام و منصب و اضافہ و خدمت ہم دو بھائیوں کی تجویز و صلاح کے بغیر صورت پذیر نہ ہو اور بادشاہ نے میر جملہ کو اپنی طرف سے دستخط کرنے کا حکم دے دیا تھا اور مکرر فرمایا تھا کہ میر جملہ کی زبان میری زبان ہے اور میر جملہ کے دستخط میرے دستخط ہیں قطب الملک نے رتن چند بقال کو اپنا دیوان بنایا اور راجہ کا خطاب اور دو ہزاری منصب دیا تمام امور سلطنت اور وزارت میں اختیار دیا وہ جب تک اپنے لئے اور سید عبد اللہ خاں کے لئے عمدہ کارسازی نہ کر لیتا کسی کام پر متوجہ نہ ہوتا اور میر جملہ پاس جو صاحب مطلب رجوع کرتا تو عطائے و اضافہ و تفویض خدمت سے بے غرضانہ بہ نیابت بادشاہی دستخط کر کے اس کو کامیاب کرتا۔ یہ بات وزارت کے دستور کے خلاف سیدوں

سید حسین علی خاں کا مہاراجہ اجیت سنگہ راٹھور سے لڑنے کے لئے جانا اور اس کا فی الفور اطاعت کرنا + فرخ سیر اور سادات کے درمیان رنجش و منازعات

کی بے استقلالی کا باعث ہوئی جس سے دونوں بھائی رنجیدہ خاطر ہوتے بعض اوقات میر جملہ سادات بارہ کے گلہ شکوہ کو اظہار خیر خواہی کا سرمایہ بناتا اور انواع دلائل سے بادشاہ کے خاطر نشان کرتا کہ اس قدر خدمات اور اختیار ملکی حوصلہ سادات بارہ سے باہر ہیں اور اُن کے اطوار ناہموار سے نمک حرامی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور خلوت میں گاہ وبیگاہ ایسے کلمات بادشاہ کے دل نشین کرتا کہ دونوں بھائیوں کی طرف سے بادشاہ کے دل میں وسوسے پیدا ہوتے اور امیر الامرا اور سید عبد اللہ خاں کے دستگیر کرنیکی مکر تدابیر و مصلحت کرتا۔ محسن خاں کے باغ میں سیر و شکار کے قصد سے بادشاہ گیا۔ یہاں ہر چند مختلف تمہیدات اس ارادہ کی کیں مگر کوئی پیش رفت نہ ہوئی۔ مشہور یہ تھا کہ بادشاہ کی والدہ نے اس قول پر نظر کرکے کہ دونوں بھائیوں سے کیا تھا۔ سید عبد اللہ خاں کو اس راز کا اشارہ کردیا تھا۔

اعز الدین پسر جہاندار شاہ جو معرکہ جنگ سے باپ کے بھاگنے کے بعد اکبرآباد میں پنہاں ہوا تھا اور گرفتار ہوکر آیا تھا اور محمد ہمایوں بخت فرخ سیر چھوٹا بھائی دس گیارہ برس کا تھا اور والا تبار جو محمد اعظم شاہ کا بیٹا تھا ان سب شاہزادوں کی آنکھوں میں سلائی پھیری گئی اور جہان روشن اُن کی نظروں میں سیاہ کیا گیا۔ اس کام میں سادات بارہ کو کچھ دخل نہ تھا عوام الناس اس کام کو میر جملہ سے نسبت کرتے تھے لوگ سمجھتے ہیں ان گناہوں کی سزا فرخ سیر کو بھی یہ ملی کہ ان دنوں میں اس کا دو برس کا بیٹا مر گیا۔ اس کا نور چشم یہ گیا ان کا وہ نور گیا۔ اگر فرخ سیر کو گناہ کی یہ سزا ملی۔ کوئی پوچھے کہ ان معصوموں کو کس گناہ کی سزا ملی تھی۔ دنیا کے بھی عجیب معاملات ہوتے ہیں کہ سیدوں کو فرخ سیر کے بادشاہ بنانے کا یہ گھمنڈ تھا کہ سلطنت کے سارے اختیارات ہماری ہی مٹھی میں رہیں اور فرخ سیر کو یہ خیال تھا کہ جن کی پامردی سے سر پر تاج رکھا گیا ہو ان ہی کے سر کو اول قلم کیجیے۔

امیر الامرا نے دکن کی صوبہ داری کی درخواست کی اور یہ چاہا کہ ذوالفقار خاں کی طرح داؤد خاں کو اپنا نائب مقرر کروں کہ وہ ہر سال محصول دکن کا کل روپیہ ادا کیا کرے اور خود دکن نہ جاؤں اور حضور میں رہوں۔ بادشاہ اور امیر جملہ کی مصلحت یہ تھی کہ وہ دکن جائے۔ مگر امیر الامرا اپنے بھائی قطب الملک کو اکیلا بادشاہ پاس چھوڑنا مصلحت نہیں جانتا تھا دکن جانے

شاہزادوں کا اندھا کیا جانا

بادشاہ کی سادات کے ساتھ بدعہدی

پر راضی نہ ہوا۔ اس پر ایسی گفتگوئیں باہم سخت ہوئیں کہ دونوں بھائیوں نے دربار میں جانا چھوڑ دیا اور اپنی حفاظت کے لئے سپاہ جمع کرنے اور اپنی حویلیوں کے گرد مورچے لگانے کی فکر میں ہوئے بادشاہ نے بھی اپنے امرائے خیر اندیش کو جن میں عمدہ میر جملہ وخان دوران خاں ومحمد امین خاں تھے خلوت میں طلب کیا۔ ہر روز ایک نیا منصوبہ ہوتا اور کوئی امر قرار نہ پاتا۔ ان خبروں کے اشتہار و انتشار سے غلہ گراں ہوگیا۔ اور دور اور نزدیک کے شہروں میں مادہ فساد آمادہ ہونے لگا۔ وزیر اور بادشاہ کے درمیان خط وکتابت جاری تھی اور خود بادشاہ کی والدہ قطب الملک کے گھر میں گئی اور اُس کو مطمئن خاطر کیا۔ یہ قرار پایا کہ اوّل قلعہ میں سادات اپنا بندوبست کریں اور پھر بادشاہ کی خدمت میں دونوں بھائی حاضر ہوں۔ چنانچہ یہ بندوبست ہوا کہ قلعہ میں جابجا سید عبداللہ اور امیر الامرا کے آدمی بیٹھے اور دونوں بادشاہ کی خدمت میں آئے اور اپنی تقصیرات کا عذر کیا اور بادشاہ کی بدگمانی کا شکوہ کیا اور کمر سے تلوار کھول کر بادشاہ کے سامنے رکھ دی اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ اگر غمازوں کے کہنے سے بادشاہ کی خاطر میں کوئی وسوسہ آیا ہو تو یہ تلوار حاضر ہے سروں کو اُڑا دیجے اور اگر حقوق خدمت پر نظر کرکے قتل کرنا ناگوار ہو تو ہم کو منصب سے معزول فرمائیے کہ ہم حج کرنے اور اپنے آبائے کرام کے مزاروں کی زیارت کے لئے روانہ ہوں لیکن چغل خوروں اور صاحب غرض درہم اندازوں کے کہنے سے ہم جاں فشاں بندوں کی باعث خفت وضرر جانی ومالی ہونا بادشاہوں کی حق شناسی سے بعید ہے۔ غرض آخر کو فتنہ دفع کرنے کے لئے صلح اس بنا پر ہوئی کہ میر جملہ صوبہ عظیم آباد عرف پٹنہ کی صوبہ داری پر اس سے پہلے جائے کہ امیر الامرا دکن کو روانہ ہو چنانچہ میر جملہ کو صوبہ داری کا خلعت دے کر رخصت کیا اور امیر الامرا نے یہ بھی عرض کیا کہ میرے جانے میں اوّل شرط یہ ہے کہ اگر میری غیبت میں پھر میر جملہ کو طلب کیا یا میرے بھائی قطب الملک سے اور قسم کا سلوک کیا تو مجھ کو بیس روز میں آیا ہوا جانو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اختیار عزل ونصب جاگیر وخدمات جزو وکل قلعہ داران کا بدلنا میرے اختیار میں ہے۔ بادشاہ نے بتقاضائے وقت اور مصلحت اُس کو قبول کیا۔ بلکہ مشہور یوں ہے کہ بادشاہ نے طوعاً وکرہاً مہر خاص اپنے ہاتھ سے

نظام الملک بہادر فتح جنگ کی صوبہ داری دکن میں

امیرالامرا کو دے دی کہ قلعہ داروں کے نام فرمان جاری کرنے میں حضور کے فرمان کا محتاج نہ ہو۔ ان فساد آمیز گفتگوؤں میں امیرالامرا کے رخصت ہوتے تک چار پانچ مہینے بارہ پلہ میں توقف ہوا۔

نظام الملک بہادر فتح جنگ دکن کا صوبہ دار ہو کر اورنگ آباد میں آیا۔ بغیر اس کے کہ راجہ ساہو اور رانی تارا بائی سے قتال و جدال ہو اس نامدار سردار کی شمشیر زنی کی شہرت نے مرہٹوں کی فوجوں کو ملک اور قافلوں کے تاراج میں جو ہر سال شوخی کرتے تھے باز رکھا۔ اُن کا ہاتھ سب جگہ پہنچتا تھا اور اُن کے گماشتے سابق سے چوتھ یعنی جمع مال کے چہارم حصہ کے وصول کے لئے ہر محال میں جابجا مقرر تھے اور دستور کے موافق ہر سال دارومدار کر کے وجہ چوتھ پرگنات لیتے تھے۔ بھلا نظام الملک کی غیرت کب گوارا کرتی تھی کہ وہ اورنگ آباد کی نواحی میں اس چوتھ کو مرہٹے وصول کریں اس لئے اُس نے فوجداروں اور ضلع داروں کو تاکید کی کہ راجہ ساہو کی گماشتہ داروں کو اکثر جگہوں سے اور محال اورنگ آباد سے بے دخل کریں۔ عید فطر سنہ ۲ جلوس کے بعد نظام الملک پانچ چھ ہزار سواروں اور توپ خانہ سنگین کے ساتھ پرگنات کے بندوبست اور فوج غنیم کی دفع مضرت کے لئے نکلا اور محمد غیاث خاں اور کھیم کرن اپنے دیوان کو اور سرداروں کے ساتھ پرگنوں کے انتظام اور مفسدوں کی تنبیہ کے لئے تعین کیا۔ مرہٹوں کے سرداروں میں سے کسی کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی اور فرار ہو گئے۔ بندوبست سے خاطر جمع کر کے اور بعض سرکشوں کی گوشمالی دے کر اوائل ذوالحجہ میں نظام الملک اورنگ آباد میں آ گیا۔ اس سپہدار کی معاودت کے بعد مرہٹہ کی فوج نے اطراف دور دست میں قافلوں پر شوخی اور دست اندازی شروع کی۔ بندر سورت اور احمد آباد سے اورنگ آباد کو ایک قافلہ جاتا تھا۔ محمد ابراہیم تبریزی بخشی اور واقعہ نگار بگلانہ اس قافلہ میں مع ایک جماعت کے کشتہ ہوئے۔ ماہ رجب ۱۱۲۵ھ میں سنہ ۳ جلوس میں اورنگ آباد سے ۲۲ کروہ پر پناہ گڈھی میں جو مرہٹوں کے قرار کا ملجا تھا مرہٹے آئے۔ ایسی پناہ گڈھی اُن کے تمام صوبوں میں بنی ہوئی تھی وہ آپس میں بھی گفتگو خشونت آمیز رکھتے تھے انبوجی دیس مکھ پرگنہ تھیر کا تھا جو گلشن آباد کے پرگنوں میں سے ایک ہے۔ وہ کارطلب سپاہی تھا وہ کبھی مرہٹوں سے آمیزش دوستی رکھتا

اور کبھی اُن کے شر کے دفع کے لئے بندہاے بادشاہی سے رفاقت کرتا تھا۔ اس مجمع میں بطریق مصلحوں کے رفیق ہوا تھا۔ قصبہ پھول مری میں کہ اورنگ آباد سے آٹھ کروہ ہے نظام الملک کا نوکر انور خاں ضلع دار استقامت رکھتا تھا وہ اپنے پرگنہ کی خبر لینے آیا تھا۔ ایک مرہٹہ کمائش دار نے کہ سابق میں اس ضلع کی چوتھ کا وصول کرنا اُس سے متعلق تھا چوتھ سے ہاتھ کھینچا اور نظام الملک کی ملازمت کی اُمید میں انور خاں کی خدمت کرتا تھا۔ اُس کی رہنمونی سے مفسدوں کی ایک جماعت کی تنبیہ کے لئے اور سرگروہوں میں سے ایک سرگردہ کی اعانت کے لئے جو انور خاں کی اطاعت کرتا تھا انور خاں روانہ ہوا۔ راہ کے مابین خبر سُنی کہ مرہٹوں کے سرداروں نے اتفاق کیا ہے انور خاں نے اپنے بیں ان مرہٹوں کے سب سرداروں کی تنبیہ کرنے کی طاقت نہ دیکھی۔ بعض ہمراہیوں کی راہ نمائی سے اُس کے دل میں آیا کہ کمائش دار جو نفاق سے رفاقت کرتا تھا اُس کو غافل پکڑے۔ اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ اُنھوں نے اس کا یراق چھین کر مقید کر لیا۔ یہ خبر مرہٹوں کے مجمع میں پہنچی تو اُن میں سے ایک جماعت نے انور خاں پر حملہ کیا اور اپنے قیدی کمائش دار کو چھٹا کر انور خاں کے ہمراہ لے گئے۔ اپنے مجمع کے مکان میں تازہ فساد کا ہنگامہ برپا کیا۔ جب اس شوخی کی خبر نظام الملک کو پہنچی تو اُس نے ابراہیم خاں پنی برادر داؤد خاں کو فوج کے ہمراہ بھیجا۔ شب و روز کی بارش کے سبب سے بادشاہی آدمیوں کے تیر و کمان و بندوق استعمال کے کام کے نہیں رہے تھے۔ اور ابراہیم خاں پاس سپاہ بھی مرہٹوں سے کم تھی پندرہ سولہ ہزار مرہٹوں نے ابراہیم خاں کو گھیر لیا اور افغانوں پر عرصہ کارزار گرم کیا۔ ابراہیم خاں استقامت کر کے مرہٹوں سے اور نظام الملک سے کمک طلب کی اُس نے بسرداری اپنے پسر ہشت سالہ محمد غازی الدین خاں کے باقی سپاہ روانہ کی اور محمد غیاث الدین کو اس لڑکے کی اتالیقی کے لئے مقرر کیا۔ مرہٹے فتح جنگ کے لشکر کے خوف سے بھاگ گئے اور مقابلہ نہ کیا انبوجی بادشاہی اطاعت اور مرہٹوں کی رفاقت اور معاونت میں حکم مخنث کا رکھتا تھا اُس نے نظام الملک کی فوج کے مقابل ہونے کی صلاح مرہٹوں کو نہ دی۔ وہ جنگ بگریز کر کے بھاگ گیا

فتح جنگ کے بہادروں نے گڈھی کو مسمار کیا۔ اور باوجود برسات کے پاشنہ کوب ان مرہٹوں کا تعاقب کیا ہر منزل میں لڑائی ہوئی۔ کافر کشی اور غنیمت کشی زیادہ ہوئی۔ مرہٹوں کی گھوڑیاں اور چھتریاں اور نشان۔ بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئے۔ اس طریق پر لڑتے ہوئے منزلوں کا طے کرنا فریقین پر خالی تعب سے نہ تھا۔ اس مابین میں جو گڈھیاں مرہٹوں کی ملجا تھیں راہ میں آئیں لشکر شاہی کو ان کے محاصرہ کی فرصت نہ تھی اور دہات کے مقدموں نے ہر ایک پرگنہ میں بحسب ظاہر غنیم کی مضرت کی دفع کے لئے احاطہ کمال استحکام کے ساتھ کھینچا تھا۔ اور باطن میں اپنے مال و عیال کے دفع ضرر کے لئے مرہٹوں سے رابطہ اتحاد گرم کیا تھا اور ایسے اوقات میں کہ مرہٹوں پر آفت آتی۔ مرہٹوں کے زن و فرزند کو وہ ان حصاروں میں جگہ دیتے اور فوج بادشاہی کے گزند سے محفوظ رکھتے۔ پس جب مرہٹے یہاں آتے اسباب زائد کو یہاں چھوڑتے اور فرار کے لئے سبک بار ہو جاتے۔ اس طرح ستر اسّی کروہ مرہٹوں کا تعاقب کیا۔ جب وہ تنگ ہوئے تو دو ہاتھی چھوڑ گئے اور بہیر کے آدمی بادشاہی لشکر کی شمشیر تلے آئے اور کٹے اور خود مرہٹے کوہ ہائے قلب اور دشوار گزار غاروں میں متفرق و ناپدید ہو گئے بادشاہی فوج نے مع غنیمت کے مراجعت کی ان ہی دنوں میں فتح جنگ نے سخت بیماری سے صحت پائی تھی اور مدت کے بعد مرہٹوں پر ایسی فتح عظیم ہوئی تھی۔ اس نے جشن عالی کیا اور نوروز تک خلعت اور اضافے عمدہ ہائے شاہی کو اور اپنے آدمیوں کو عنایت کئے اور ہاتھیوں کو مع عرضداشت کے بادشاہ پاس بھیجا۔

بعض تذکرہ اولیا سے حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی و بنائر شیخ عالم کے احوال پر واقعی اطلاع ہو سکتی ہے۔ اُن کی اولاد میں نظام الملک بہادر فتح جنگ تھا اور علوم عقلی اور نقلی سے بہرہ حاصل تھا جو حاصل زندگانی کا سرمایہ ہے اور ترقی دنیوی و نجات اُخروی کے ابواب کی کلید ہے۔ ربط کلام نظم و نثر میں قدرت تھی شاکر تخلص تھا چنانچہ اس کی طبع زاد تین بیتیں لکھی جاتی ہیں ؎

چوں گل ببوئے وصل گریباں دریدنی ست  آہے ز سوز سینۂ بریاں کشیدنی ست

زنہار دل بنقش و نگار جہاں مبند    رنگے کہ دیدۂ زرُخ گل پریدنی ست

تا کربرنگِ برق دریں عرصۂ خیال

دامن زخویش برزدہ یک رہ دویدنی ست

بتبعیت اوامر و نواہی الٰہی میں تقید تمام اُس نے قبول کیا تھا۔ اُس نے حضرت عالمگیر کی صحبت میں تربیت پائی تھی۔ عقل معاش و معاد و تدبیر امور ملکی اور حسن سیرت میں اکثر اخلاق و صفات بادشاہ عالمگیر کے اُس نے اختیار کئے تھے۔ سوائے زرجاگیر کے کچھ اور نہ لیتا تھا۔ زر رشوت و جزیہ تلوان و پیش کش ہنود حربی سے بری اور متنفر تھا۔ ہمیشہ اہل دیوان کو تاکید کرتا تھا کہ پرگنات و محالات جاگیر میں عمال کو لکھیں کہ ابواب فوجداری وراہ داری اور انواع ابواب ممنوعہ بادشاہ معاف کرکے ایک دام و درم نہ لیں۔ کبھی اُس نے چور کا ہاتھ نہیں کٹوایا اور اُس کو قتل نہیں کیا جب وہ گوشہ نشین ہوا تھا تو اُس کے تمام جواہر خانہ میں بیش قیمت سچے جواہر بدل کر اہلکاروں نے جھوٹے جواہر رکھ دیئے تھے۔ جب وہ پھر صاحب منصب ہوا تو اُس نے اس چوری کی کچھ تحقیق نہیں کی اور کسی کو اس تقصیر میں ماخوذ نہیں کیا۔ ہمیشہ صلحا و علما و فقرا سے محبت کرتا اور مجالست رکھتا اُن کے پاس جاتا اپنے پاس اُن کو بلاتا اور سب طرح کی رعایت اُن کے ساتھ کرتا اور جشن کے روز کے سوائے تزئین لباس و زینت نہیں کرتا۔ سخن فہمی کے سبب سے شاعروں کی قدر کرتا۔ مگر کوئی شاعر اُس کی مدح میں کوئی قصیدہ و شعر کہتا تو اُس کی خلاف مرضی ہوتا۔

حسین علی خاں کی صوبہ داری دکن و داؤد خاں پر فتحیابی

نظام الملک ماہ صفر ۱۱۲۵ھ کو اورنگ آباد سے بادشاہ پاس اور امیر الامرا سید حسین علی خاں بہادر دکن کو روانہ ہوا۔ تم کو یاد ہوگا کہ داؤد خاں پنی پہلے ذوالفقار خاں کا نائب دکن میں تھا۔ اب اس بادشاہ کی سلطنت میں وہ گجرات میں صوبہ دار تھا۔ سارے دکن میں یہ افغان نہایت شجاع مشہور تھا۔ مرہٹوں کے سرداروں کے ساتھ نہایت ربط ضبط رکھتا تھا۔ غرض دکن میں یہ ایک ہی شخص تھا آج تک اُس کی کہانیاں اور کہاوتیں دکن میں خلایق کی زبان پر ہیں۔ چونکہ اُس کا آقا ذوالفقار خاں ان سیدوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوا تھا۔ بادشاہ کو یقین تھا کہ کوئی مخالف اس سے

زیادہ بھروسہ کا امیر الامرا کے برخلاف نہیں مل سکتا۔ اس لئے امیر الامرا کی روانگی کے وقت بادشاہ نے ظاہر میں یہ احکام جاری کئے کہ داؤد خاں حاکم گجرات امیر الامرا کی خدمت میں برہان پور میں آئے اور اُس کی بالکل اطاعت کرے۔ مگر مخفی احکام اس پاس یہ بھیجے کہ وہ برہان پور میں آنکر امیر الامرا کی اطاعت نہ کرے اور اُس کے استیصال میں کوشش کرے اور کل امرا۔ دکن کو اُسکی مخالفت پر آمادہ کرے۔ اس کام کے سرانجام کرنے سے وہ سارے دکن کا صوبہ دار کیا جائے گا داؤد خاں برہانپور میں آیا۔ اور اپنی مستقل صوبہ داری کا مدعی ہوا۔ امیر الامرا نے اُس سے کہا کہ خاں صاحب کیوں خلل اندازیاں اور فساد برپا کرتے ہو۔ دکھن کے کل صوبے بادشاہ نے میرے سپرد کئے ہیں کیا میری اطاعت اختیار کرو نہیں بادشاہ پاس چلے جاؤ۔ خاں صاحب نے دونوں باتیں نہیں مانیں اور اپنی عادت کے موافق علانیہ امیر الامرا سے بگاڑی۔ اوائل رمضان سنہ ۲ جلوس میں برہان پور کے لال باغ کے میدان میں سیدوں اور افغانوں میں لڑائی بہت تیزی و تندی سے شروع ہوئی خاں صاحب کے میر شمشیر ہراول ہیرا من نے میر صاحب کے توپ خانے پر گر کر سید صاحب کے لشکر میں ایک محشر برپا کر دیا تھا۔ مگر سیدوں نے اُسے گھیر گھار کر مار لیا۔ میر مشرف کہ بڑا بہادر قوی ہیکل جوان تھا اور ہاتھی پر بیٹھا تھا وہ داؤد خاں کے ہاتھی کے سامنے آیا اور کان میں تیر لگایا۔ داؤد خاں مصاف کے وقت زرہ و بکتر نہیں پہنتا تھا اس لئے میر مشرف پر آوازہ کسا کہ کیا عورتوں کی طرح منہ چھپایا ہے جہلم اُٹھا کہ میں تیرا منہ دیکھوں اور ایک تیر اُس کے لگایا کہ گلے میں اُس کے زخم کاری آیا۔ اُس کے زخمی ہونے سے سید حسین علی خاں کے لشکر پر ایک ہراس چھایا اور قریب تھا کہ لشکر پریشان ہو جاتا۔ بہت سپاہیوں کے پاؤں معرکہ جنگ میں اکھڑ گئے تھے کہ اس آشوب میں داؤد خاں کے ایک گولہ جاں ستاں لگا اور اُس کا کام تمام کیا۔ فیل بان نے اُس کے فیل کو معرکہ سے نکالنا چاہا۔ امیر الامرا نے حکم دیا کہ فتح کے نقارہ پر چوٹ پڑے اور داؤد خاں کی لاش جس ہاتھی پر تھی اُس کو پکڑ لیا اور ہاتھی کی دم میں اُس کی لاش لٹکوا کے شہر میں پھرائی۔ بنیا دنیما جی سیندھیا اور مرہٹوں کے سردار کہ امیر الامرا کے رفیق ہو کر دور سے تماشا دیکھتے تھے اور طرف

مغلوب کے غارت ہونے کی راہ دیکھتے تھے اور معرکہ زد و خورد میں اُن کا پائے استقامت لغزش میں تھا۔ اور بھاگ گئے تھے وہ امیرالامرا کو مبارک باد دینے آئے اور داؤد خاں کے لشکر کے لوٹنے میں اُن کی سپاہ شریک ہوئی۔ داؤد خاں کے خزانے اور ہاتھی گھوڑے امیرالامرا نے ضبط کیے۔ دو سال بعد چند ہاتھی بادشاہ پاس بھیجے۔ جس وقت اس شکست کی خبر فرخ سیر کو پہنچی تو اُس کو کمال حزن و ملال ہوا اور اُس نے قطب الملک سے فرمایا کہ تمہارے بھائی نے کیسے جواں مرد اور شجاع کا خون ناحق کیا۔ تو قطب الملک نے جواب دیا کہ اگر میرا بھائی اس افغان کے ہاتھ سے مارا جاتا تو حضور کی خوشنودی کا باعث ہوتا۔

## سوانح سال سوم جلوس ۱۱۲۵ھ ۱۷۱۳ع

ہندو مسلمانوں اور شیعہ سنیوں کا جھگڑا

سنہ ۳ جلوس کا یہ واقعہ ہے کہ احمد آباد میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں فساد ہوا اور اُس کے سبب سے دارالخلافہ میں خواجہ محمد جعفر درویش اور شیخ عبداللہ واعظ میں منازعت ہوئی۔ داؤد خاں پنی سنہ ۱ جلوس میں احمد آباد گجرات کا صوبہ دار تھا۔ یہاں ایک ہندو کے گھر کے مقابل میں مسلمانوں کی ایک جماعت بستی تھی اور دونوں گھروں کے درمیان صحن کوچہ مشترک تھا۔ سنہ ۲ جلوس میں ہندوؤں نے اپنے گھر کے سامنے ہولی جلانی چاہی۔ مسلمان اُس کے مانع ہوئے۔ داؤد خاں کی حمایت سے ہندوؤں نے ہولی جلائی۔ دوسرے روز مسلمانوں نے بارہ وفات کا کھانا پکایا۔ اور گائے ذبح کی۔ تمام محلہ کے ہندو نے جمع ہو کر مسلمانوں کے سر پر ہجوم کیا۔ مسلمان اُن کا مقابلہ نہ کر سکے اپنے گھروں میں جا چھپے ہندوؤں نے گاؤ قصاب کے چودہ برس کے لڑکے کو اور ایک بوہرے کو ذبح کیا۔ اس پر مسلمان ہر طرف سے جمع ہوئے اور قاضی کے گھر پر آئے۔ قاضی نے یہ سمجھ کر کہ داؤد خاں صوبہ دار ہندوؤں کا طرف دار ہے گھر کا دروازہ بند کیا۔ قاضی کے اشارے سے قاضی کا دروازہ جلایا۔ اور چوک کے رستہ کی دکانوں اور ہندوؤں کے مکانوں کو جلانا شروع کیا اور بہت بزازوں اور تاجروں کی دکانیں لٹ گئیں۔ پھر داؤد خاں کے مصاحب کپور چند کے گھر پر مسلمان پہنچے اُس نے ہنگامہ جنگ قائم

کیا۔ ہندو مسلمان کشتہ ہوئے اور تمام بازار کا کاروبار تین چار روز تک بند رہا۔ پھر فریقین میں سے ہر ایک نے حضور پاس جاکر استغاثہ کا قصد کیا۔ داؤد خاں نے کپور چند کو محضر دیا جس پر اُس کی اور قاضی کی اور حکام کی مہر تھی کہ مسلمانوں نے ہندوؤں پر ظلم کیا اور اُس کو شاہجہان آباد روانہ کیا مسلمانوں کی طرف سے شیخ عبدالواحد و شیخ محمد علی کہ زیور فضیلت سے آراستہ تھے بوہروں اور مسلمانوں کی ایک جماعت لے کر بادشاہ پاس آئے۔ راجہ رتن چند دیوان قطب الملک نے اپنے ہم قوموں کی جانبداری کی۔ شیخ عبدالعزیز و شیخ عبدالاحد و شیخ محمد علی واعظ کو اور مسلمانوں کے ساتھ مقید کیا۔ خواجہ محمد جعفر برادر خان دوران خاں بخشی نے ان مقید مسلمانوں کی رہائی میں خان دوران خاں کی وساطت سے کوشش کر کے رہائی کرائی جس کے سبب سے شیخ محمد علی واعظ اور خواجہ محمد جعفر میں ارتباط ہوا۔ خواجہ کے گھر میں مناقب ائمہ طاہرین قوال گاتے تھے۔ اس اثنا میں شیخ عبداللہ واعظ ملتان دارالخلافہ میں آیا اور اُس نے مسجد جامع میں وعظ کہا اور وہ خواجہ محمد جعفر کے گھر ملاقات کو گیا تو اُس نے دیکھا کہ بعض مرید و معتقد بجائے سلام کے آداب زمین بوس بجا لاتے ہیں اور قوال زیادہ تر ائمہ اثنا عشریہ کی منقبت گاتے ہیں تو عبداللہ نے نصیحتیں کیں اور کہا کہ سجدہ سوائے معبود برحق کے کسی کو سزاوار نہیں ہے اور سرود کا سُننا بھی شریعت کے طریقہ کے خلاف ہے۔ فقط حمد و منقبت اہل بیت کا سننا اور اصحاب کبار کے اسم اور ذکر کا نہ ہونا اسلام کے آئین اور طریقے سے دُور ہے۔ خواجہ نے جواب میں کہا کہ ہم فقرا ہیں سوائے ذات پاک حق کے کسی اور کو موجود نہیں جانتے کسی طرح ہم غیر حق کے سجدہ کی رضا نہیں دے سکتے ہیں۔ یہ لوگ فرط اخلاص سے سب جگہ اپنے معبود کو جان کر مکرر سجدہ زمین بوس کی تقدیم کرتے ہیں اور ممنوع نہیں ہوتے ہیں۔ قوالوں کی نسبت جو ارشاد ہوا اگر آپ کو اشعار منقبت اصحاب یاد ہوں تو ان کو سکھا دیجئے اُن کے پڑھنے کے لئے ہم قوالوں کو حکم دیں گے۔ شیخ عبداللہ نے یہ جواب سُن کر جانا کہ خواجہ کا میلان تشیع کی طرف ہے۔ اُس نے مسجد جامع میں جمعہ کے روز وعظ کیا کہ حضرت علیؑ داخل اہل عبا نہیں ہیں اور علوی کو سید نہیں کہہ سکتے اور جن پنج تن کو پاک گنتے ہیں اہل سنت کے عقیدے کے

خلاف ہے۔ کیا اور اصحاب کرام پاک نہ تھے۔ اور مذہب امامیہ کی مذمت کی۔ خواجہ محمد جعفر نے شیخ عبداللہ کو کہلا بھجوایا کہ وعظ میں ایسی گفتگو کرنی اہل سنت کے طریقہ سے بعید ہے بلکہ یہ خارجیوں کا رویہ ہے اگر فقیر خانہ پر تشریف لائیں یا کوئی اور جگہ مقرر فرمائیں اور وہاں اور فاضل بھی موجود ہوں تو مباحثہ ہو۔ شیخ عبداللہ نے جواب میں کلمات درشت کہے۔ جمعہ کے روز کچھ مغل زادے اوباش وضع کربلا کی تسبیحیں گردن و بازو میں ڈالے ہوئے وعظ کے وقت پہنچے اس پر یہ گمان ہوا کہ وہ شیخ عبداللہ کے قتل کرنے کو آئے ہیں تو سُنّی مسلمانوں نے رافضیوں کو بُرا کہنا شروع کیا۔ مغل زادے پیچتاب کھا کر مسجد سے باہر آئے۔ ایک ہندو کو جو وعظ سننے گیا تھا سُنّیوں نے یہ سمجھ کر کہ وہ شیخ عبداللہ کے قتل کے لئے گیا تھا مار ڈالا۔ ہندوؤں نے بھی موذن کے جمدہر مار کر جان لی۔ شیخ عبداللہ کے ہواخواہوں نے فرخ سیر سے استغاثہ کیا جس کا فیصلہ یہ ہوا کہ عبداللہ واعظ ملتان جائے اور خواجہ جعفر شہر سے باہر نکلے۔

## ذکر سوانح سال چہارم جلوس ۱۱۲۶ھ

فرخ سیر کی فتح عظیم یہی ہے کہ عبدالصمد خاں دلیر جنگ نے سکھوں پر فتح پائی اور بابا بندہ کو اسیر کیا۔ بہادر شاہ کی سلطنت کے بیان میں ان باتوں کا ذکر مفصل کیا گیا ہے کہ بندہ نے کس قدر ملک تاخت و تاراج کیا۔ بہادر شاہ اور خان خاناں نے تیس چالیس ہزار سواروں کے ساتھ لوہ گڈھ کا محاصرہ کیا اور وہ بھاگ کر نکل گیا۔ پھر محمد امین خاں بہادر اور اغر خاں و رستم دل خاں و انعام خاں اور امرا نے مدت تک محاصرہ کیا اور کچھ کام نہ کیا اور بابا بندہ نے پرگنات میں خرابی مچائی اور کئی ہزار زن و مرد ہندو مسلمان قتل کئے مساجد و بزرگوں کی مقابر کو مسمار کیا اور شاہجہاں آباد اور پنجاب کے اکثر محالات و قصبجات کو خراب کیا اور اپنا لقب سچا بادشاہ رکھا۔ اس کے ہمراہ تیس چالیس ہزار جنگی سوار اور پیادے تھے جو سب شجاع دل و جان سے اس کے مرید و مطیع تھے اور اس پر سے جان و مال کے فدا کرنے کو سرمایۂ سعادت سمجھتے تھے۔ مسلمانوں کے ضرر

عبدالصمد خاں دلیر جنگ کا سکھوں پر فتح پانا اور ان کے سردار بابا بندہ کا قتل ہونا۔

پہنچانے اور مقابر و مساجد کی بے ادبی کرنے کو اپنی عبادات اور اعمال حسنہ میں شمار کرتے تھے۔

اس زمانہ میں صوبہ پنجاب میں گورداس پور میں جو شاہجہان آباد سے دس بارہ روز کی راہ ہے سکھوں نے ایک احاطہ حصار بنایا اس میں گرد سے سابق کا معبد تھا۔ اس کو بطریق گڈھی کے وسیع بنا کے احاطہ کا اضافہ کیا۔ اس میں پچاس ساٹھ ہزار سوار اور پیادوں کی جگہ تھی اس کو اپنا مسکن و ماوے بنایا برج و بارہ کو تعمیر کر کے استحکام دیا اور اس کی سیر حاصل پرگنے اپنے تصرف میں لائے۔ لاہور اور سرہند کی طرف تاخت و تاراج کی تو بادشاہ نے عبدالصمد خاں کو لاہور کی صوبہ داری پر مرخص کیا تھا۔ اس کو مع زکریا خاں اس کے بیٹے کے اس مہم میں مامور کیا اور قمرالدین پسر اعتماد الدولہ و محمد امین خاں بہادر و آغر خاں اور فوج مغلیہ بادشاہی اور احدی مع توپخانہ اس کی کمک و مدد کے لئے مقرر ہوئے۔ عبدالصمد خاں دلیر جنگ توران کے خاندان با نام و نشان میں کار طلب و شجاع تھا جب وہ گڈھی کے قریب آیا تو بابا بندہ کی فوج مور و ملخ سے زیادہ گڈھی سے نکل کر مقابلہ میں مشغول ہوئی اور لشکر بادشاہی میں ہل چل ڈال دی کہ قریب تھا فوج اسلام کو چشم زخم عظیم پہنچے۔ مگر سکھوں نے ایسی جرأتیں کیں کہ لشکر اسلام میں کھل بلی پڑی۔ دونوں طرف سے جمع کثیر کشتہ ہوئی۔ پھر مغلیہ اس جماعت پر غالب ہوئی۔ اور سکھوں کو ہزیمت دی اور ان کو بھگا کر احاطہ میں پہنچایا۔ کئی دفعہ سکھوں نے شوخی و بے باکانہ تردد کیا اور شب خوں مارے چار ناچار دلیر جنگ نے سکھوں کی گڈھی کے مقابل اپنے لشکر کے گرد احاطہ بنایا اور اس کے گرد خندق کندہ کرا کے مورچال آگے بڑھائے اور محاصرہ نے طول کھینچا۔ اس مابین میں سکھ اپنی جرأت دکھاتے رہے۔ گاہ و بیگاہ گڈھی سے نکل کر دستبرد لشکر اسلام کی مورچال پر کرتے رہے اور بادشاہی آدمیوں کو اس دنیا سے رخصت کرتے رہے عبدالصمد خاں نے مع ہمراہیوں کے سعی و تردد نمایاں کئے۔ اس کا حال تفصیل سے تحریر کرنا اختصار کلام کا منافی ہے ان ایام میں عبدالصمد خاں نے ایسا انتظام کیا کہ غلّہ کا ایک دانہ اندر

گھاس کا پتّا گڈھی میں نہ جانے دیا۔ گڈھی میں جو ذخیرہ جمع تھا وہ ختم ہوا۔ اور روز بروز ابواب ترددآمد وشد سکھوں کے منہ پر بستہ ہوئے۔ یہاں تک نوبت آئی کہ سکھ طرح طرح کے حیلے کر کے کبھی کبھی لشکر اسلام سے ایک سیر غلّہ دو تین روپیہ سیر خریدتے اُن کے سردار قوت لایموت مُٹھی بھر کے بطور دوا کھاتے۔ سکھ اور ہندوؤں کی طرح متعین و مقرر مذہب نہیں رکھتے تھے۔ جب عرصہ زندگانی تنگ ہوا تو گائے۔ گدھے۔ گھوڑے کھانے شروع کئے۔ لکڑی میسر نہ تھی اس لئے کچّا گوشت کھاتے۔ ہر روز بھوک پیاس سے بہت آدمی مرجاتے۔ باوجود اس کے بھی بعض اوقات سکھ گڈھی سے نکل کر رات دن مورچالوں پر حملے کرتے اور دشمنوں کو کشتہ و زخمی کرتے اور نیم جان اپنی جان کو سلامت لے جاتے۔ ہر ہفتہ میں بہادران اسلام ہزار سعی و اشکال سے مورچال آگے لے جاتے سکھوں کو تنگ کرتے۔ یہاں تک کہ وہ چار پاؤں کی ہڈیوں کا آٹا پیس پیس کر اور درختوں کی چھال کو کھانے لگے۔ آٹھ سات ہزار اس مردار خواری سے مرگئے اور بہت سے سکھ فرار کے وقت مغلوں کی تیغ کے نیچے آئے۔ اس پر بھی لشکر اسلام سکھوں کی تہور و جاں فشانی کا ملاحظہ کلی رکھتا تھا کہ مبادا بہ ہیات مجموعی ساتھ نکل کر سینوں کو سپر بنا کے اپنے سردار کو نکال کر لے جائیں۔ سست اعتقاد آدمیوں میں سکھوں کا یہ جادو مشہور تھا کہ وہ کتّا بلّی بن کے نکل جاتے ہیں۔ اس لئے جو کتّا بلّی گڈھی کی طرف سے آتا ہوا اہل مورچال کو نظر آتا تو اُسے مار ڈالتے جب اہل قلعہ حیات سے مایوس ہوئے تو پیغام جاں بخشی اس اُمید سے بھیجا کہ احاطہ ممات سے نجات ہو۔ ابتدا میں دلیر جنگ جاں بخشی کی امان پر راضی نہیں ہوا۔ مگر آخر کار مصلحتاً اُمیدوار کیا کہ عفو جرائم و تقصیرات کے لئے بادشاہ کی خدمت میں التماس کیا جائے گا۔ چار ناچار بابا بندہ مع اپنے آٹھ سات برس کے لڑکے اور اپنے دیوان اور تین چار ہزار نیم بسمل سکھوں کے نکلا اور دستگیر بلاے مکافات ہوا۔ عبدالصمد خاں نے دو تین ہزار سکھوں کو بار گردشت پر وسعت کو طشت پر از خون بنایا اور اُن کے سروں کے پوست کو گھاس سے پُر کیا اور نیزوں پر چڑھایا اور باقی کو بادشاہ پاس زندہ لے جانے کے لئے طوق و زنجیر پہنایا۔ مقتولوں کی ایک جماعت تھی جس نے حیات

ونجات کی اُمید میں حرص زیادہ سے جو انسان کو دنیا کے مال کے ساتھ ہوتی ہے۔ اشرفیوں کو نگل لیا
تھا اُس کی شہرت ہوگئی تھی تماشائیوں نے سکھوں کا پیٹ چاک کر کے بہت روپیہ اُن کے شکم
میں سے نکالا۔ عبدالصمد خاں نے بادشاہ کو اس حال سے اطلاع دی بادشاہ نے بابا بندہ اور
مقتولوں کے سروں اور امیروں کو طلب کیا۔ عبدالصمد خاں نے سات سو چالیس سکھوں اور بابا بندہ
کو اس حیثیت سے روانہ کیا کہ اونٹوں کی ننگی پیٹھوں پر سوار اور کاغذ کی ٹوپی سر پر اور بیڑیاں پیروں
میں اور ہتھکڑیاں ہاتھوں میں پہنائیں۔ جب اس ہیئت سے یہ جماعت پر غرور لاہور میں داخل
ہوئی تو بایزید خاں کی ماں جس کو باز سنگھ نے مارا تھا اپنے بیٹے کے قاتل کی تاک میں کھڑی تھی
جوں ہی لوگوں نے باز سنگھ کو بتلایا تو وہ ہی اُس نے اُس کے ایک ایسا پتھر مارا کہ پھر اُس نے
پانی نہیں مانگا۔ عبدالصمد خاں کو یہ خبر ہوئی تو اُس نے سکھوں کو گھوڑوں اور گدھوں کی جھولوں
میں چھپایا کہ لوگ اُن کو مار نہ ڈالیں اور وہ بادشاہ پاس زندہ سلامت پہنچیں۔ محرم ۱۱۲۶ھ کے
وسط میں یہ اسیر دار الخلافہ کے نزدیک آئے تو اعتماد الدولہ محمد امین خاں بخشی کو حکم ہوا کہ شہر سے
باہر جا کر بندہ اور اُس کے ہمراہیوں کو تختہ کلاہ اور رو سیاہ کر کے بابا بندہ کو ہاتھی پر اور قیدیوں
کو اونٹوں پر اور سروں کو نیزوں پر لگا کے شہر میں پھرائیں کہ اوروں کو عبرت ہو۔ جب وہ بادشاہ
کی نظر کے روبرو آئے تو اُس نے بابا بندہ اور اُس کے پسر اور دو تین اور معتبروں کو قلعہ میں قید کرنے کا
حکم دیا اور اوروں کو فرمایا کہ کوتوالی دو دریبہ کے بازاروں میں دو تین سو روز قتل ہوا کریں۔ شہر کے
کھتریوں نے جو بابا بندہ کے معتقد تھے محمد امین خاں کو بہت روپیہ دینا کیا کہ وہ اُس کو چھوڑ دے
مگر اُس نے قبول نہیں کیا۔ یہ سکھ ایسے جوش مذہبی میں بھرے تھے کہ ہر قیدی جلاد کے تئیں کہتا
کہ پہلے مجھے قتل کرو۔ غرض جواں مردی سے مرے اور مذہب سے نہ پھرے۔ یہ سزا بڑی وحشیانہ
معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر سکھوں کے ظلم و ستم کو دیکھو تو وہ اس سزا کے سزاوار تھے۔ جب ان سب کا
قتل ہو چکا تو بابا بندہ کی باری آئی اُس کو زرتشش کا لباس پہنایا اور لال پگڑی بندھوائی لوہے کے
پنجرے میں بند کیا اور اُس کے رفیقوں کے سر نیزوں پر کھڑے کئے۔ ایک بلی اُس کی پالی ہوئی تھی

اُس کو بھی ایک نیزہ پر لٹکایا تاکہ بابا بندہ کو معلوم ہو جاے کہ کوئی چیز اس کی دنیا میں باقی نہیں رہی جلاد ننگی تلوار سے سامنے کھڑا ہوا۔ بابا بندہ کی گود میں اس کا بیٹا لٹایا گیا اور تیغہ اُس کے ہاتھ میں دیا گیا اور کہا گیا کہ بیٹے کو ذبح کر۔ کوئی کہتا ہے کہ اُس نے ذبح کر ڈالا۔ کوئی لکھتا ہے کہ جب اُس نے انکار کیا تو جلاد نے اُس کے بیٹے کو مار کر اُس کے لخت جگر کا کلیجہ اُس کے منہ پر مارا۔ پھر گرم دست پناہوں سے اُس کی بوٹیاں نوچ نوچ کر پھینک دیں مگر بابا کا استقلال یہ تھا کہ اُف نہیں کی۔ کہ کرد کہ نیافت کہ کشت کہ درود ید ؎

ازمکافاتِ عمل غافل مشو گندم از گندم بروید جو ز جو

جس شخص نے حاملہ عورتوں کے بچوں کو پیٹ سے نکلوا کر ذبح کرایا ہو اُس کے بچے کا کلیجہ اُس کے منہ پر پھینکا جائے تو کیا ظلم ہے وحشیانہ حرکتوں کا وحشیانہ انتقام ہے۔ باقی سکھ جہاں تہاں پھیلے ہوئے تھے اور جنگل کے جانوروں کی طرح شکار کئے گئے۔ غرض اس وقت ان کا علاج وہ کیا گیا کہ وہ مدت کے بعد پھر پنپے اور اُن کو یہ حوصلہ ہوا کہ اُنہوں نے ملکوں کو تاخت و تاراج کیا۔ خافی خاں لکھتا ہے کہ بابا بندہ کے معتقدوں کی عجیب نقلیں مشہور ہیں جن کو عقل نہیں قبول کرتی مگر میں اپنی بچشم خود دیدہ لکھتا ہوں کہ جب اسیروں کی جماعت کشتہ ہوتی تھی تو اس میں ایک جوان نوخیز تھا جس کی ماں نے توسل پیدا کر کے بادشاہ سے اُس کے خون معاف کرنے کا حکم تحریری حاصل کیا جب یہ حکم لے کر بیٹے کے پاس گئی جس کے سر پر جلاد تلوار لئے کھڑا تھا اور اُس نے بادشاہ کا حکم اُس کو دکھایا تو بیٹے نے فریاد کی کہ میری ماں دروغ کہتی ہے میں دل و جان سے معتقد و فدوی جاں نثار اپنے مرشد کا ہوں مجھے جلد میرے رفیقوں پاس پہنچاؤ۔

کہتے ہیں کہ محمد امین خاں نے بابا بندہ سے پوچھا کہ تیرے چہرہ سے عقل و رشادت کے آثار ظاہر ہیں پھر کیوں مکافات عمل کا اندیشہ نہ کیا۔ چار روز کی زندگانی کے لئے ایسے ظلم و ستم و بُرے کام ہندو مسلمانوں کے ساتھ کئے تو اُس نے جواب دیا کہ تمام مذہبوں اور ملتوں میں جب وقت نافرمانی و معصیت انسان سے جو مجسم عصیاں ہے حد سے زیادہ ظہور میں آتی ہے تو منتقم حقیقی بدعمالیوں

کے مکافات کے لئے مثل میرے ایک ظالم کو معین کرتا ہے کہ اس جماعت کے اعمال کی سزا دے ؎

چو خواہد کہ ویراں کند عالمے　　نہد ملک در پنجۂ ظالمے

پھر اس ظالم کی تلافی کے لئے کوئی تیری مثل صاحب ثروت اس پر مسلط کرتا ہے کہ اُس کے اعمال کی سزا اس جہان میں ملے چنانچہ ہم تم یہ مشاہدہ کر رہے ہیں۔

## سوانح سال پنجم ۱۱۲۷ھ ۱۷۱۵ء

جب بادشاہ اور سیدوں میں بظاہر اتفاق ہوگیا تو فرخ سیر نے اجیت سنگھ کی بیٹی سے شادی کے سامان تیار کرنے کا حکم دیا۔ تھوڑے دنوں میں سامان تیار ہوگیا۔ امیر الامرا نے دختر کی طرف سے اسباب شادی تیار کیا جس دھوم دھام سے یہ بیاہ رچا نہ پہلے کسی نے دیکھا نہ کسی نے کسی سے سُنا دوم ذی الحجہ ۱۱۲۷ھ کو محفل نکاح منعقد ہوئی۔ امیر الامرا کے گھر میں بادشاہ آیا اور رانی کو بیاہ کر اپنے گھر لے گیا۔ کیا زمانہ کا انقلاب ہے کہ وہی راجہ اجیت سنگھ جو غلام کے لباس میں جان بچا کر اپنی دار السلطنت میں بھاگا تھا۔ اب اُس نے بادشاہ کو بیٹی دے کر دار السلطنت میں گھر بیٹھے بیٹھے اپنا تسلط و اختیار پیدا کیا۔ اب یہ حکایت انگریزی تاریخوں میں لکھی جاتی ہے کہ اس شادی کرنے سے پہلے بادشاہ ایسے مرض میں مبتلا تھا کہ وہ اس شادی کا مزہ نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ دلّی کے بادشاہ پاس پریسیڈنٹ کلکتہ نے دو ایلچی سرکار کمپنی کی طرف سے مع تحفہ تحائف بھیجے تھے وہ ۸ جولائی ۱۷۱۵ء کو دہلی میں آئے۔ ڈاکٹر گبرایل ہملٹن اُن کے ہمراہ تھا وہ بادشاہ کے مرض کا معالج ہوا۔ اُس کے ہاتھ اُسکو جلد شفا ہوگئی مرض جاتا رہا بادشاہ نے اس محسن سے یہ کہا کہ انعام جو چاہو سو مانگو۔ اس فیاض دریا دل حکیم نے اُس وقت اپنے ذاتی نفع کا خیال کچھ نہیں کیا وہ چیز مانگی جو اُس کی قوم کی سلطنت و حکومت کا باعث ہوئی۔

اسی سال کے شروع میں عیسیٰ خاں مہمند زمیندار صوبہ پنجاب کا استیصال ہوا وہ راجپوت زمینداروں میں سے تھا اور منصب رکھتا تھا سلطنت کے انقلاب سے باغی ہوگیا جاگیرداروں کے محال کے محصول پر زبردستی متصرف ہوتا تھا۔ مکرر فوجداروں کی سپاہ اسکے مقابلہ کو گئی مگر ناکام آئی عبد الصمد خاں اُس کی تنبیہ پر متوجہ ہوا۔ عیسیٰ خاں بیباکانہ میدان کارزار میں لڑ کر مارا گیا سر اُسکا بادشاہ پاس بھیجا گیا۔

ذکر دھیر

صوبہ عظیم آباد میں دھیر ایک مفسد تھا صوبہ کی سیر حاصل محال اسکی دستبرد سے اُسکے تصرف میں تھی وکسی کو ان میں عمل دخل نہ ہونے دیتا۔ فوجوں اور قافلوں کو غارت کرتا۔ میر جملہ یہاں کی صوبہ داری پر مقرر ہوا باوجودیکہ اُس نے سپاہ کو ضابطہ سے بڑھایا اور خزانہ سرکاری سے روپیہ بہت خرچ کیا مگر دھیر پر تسلط نہ پایا اور رعایا و سکنۂ پٹنہ پر مغلیہ سے ظلم و ستم بہت ہوا۔ میر جملہ تنگ ہو کر تقرب و اختیار کی آرزو میں پاس آیا جس کا بیان آگے ہوگا۔ اور صوبہ عظیم آباد کی صوبہ داری پر سربلند خاں سرفراز ہوا تو اُس نے اُس مفسد کو جس سے جاگیرداروں کی رعایا کا ناک میں دم ہو رہا تھا زیادہ جمعیت کے ساتھ لڑ کر جنگل میں بھگا دیا جہاں وہ زخم لگنے سے مرگیا۔ فرخ سیر بادشاہ نے لطف اللہ خاں صادق کی تجویز سے یہ حکم دیا تھا کہ وہ بیتی سے نہ صدی منصبداروں تک اور سات آٹھ ہزار سوار والاشاہی کو جبتک جاگیر ملے درماہہ پچاس روپیہ ہر سوار کو گھوڑے کو داغ لگوانے کی تاریخ سے خزانہ سے ملا کرے۔ ان میں سے جن والاشاہی ملازموں نے حق رفاقت و جانبازی ادا کیا تھا اُن کی تنخواہ دس بارہ مہینے کی سر پر چڑھ گئی اور ایک جماعت اُن میں سے جاگیر کی اُمید میں خدمت کر رہی تھی جن میں زیادہ تر مغلیہ والاشاہی تھے اُنکی برطرفی کا حکم یک قلم صادر ہوا۔ بخشیوں نے اُنکو جواب دیا۔ انکی برطرفی کی شورش ہو رہی تھی کہ میر جملہ پر سپاہ نے اپنی طلب کے لئے زیادتی کی باوجودیکہ اُس نے خزانہ بادشاہی کا مبلغ کلی خرچ کیا اور رعایا کو مغلوں کے ظلم نے رُلا دیا پھر بھی یہاں وہ آبرو کے ساتھ نہیں ٹھہر سکتا تھا اسکے علاوہ قرب بادشاہی کا جذب تھا۔ وہ عظیم آباد سے جریدہ بطریق یلغار ڈیڑھ مہینے کی مسافت کو چودہ پندرہ روز میں طے کر کے سپاہ سے روپوش دفعتہً بادشاہ کی ڈیوڑھی پر حاضر ہوا۔ اِن دنوں میں ہر ہفتہ و ماہ میں مختلف خبریں اور تازہ منصوبے وزیر کے حق میں بادشاہ کے قصد کے واقعہ طلبوں کی زبان پر تھے۔ یہ خبر بھی مشہور ہوگئی کہ کہ بادشاہ نے میر جملہ کو وزیر کے پھنسانے کیلئے بُلایا ہے۔ ہرچند بادشاہ نے میر جملہ پر ملازمت کے وقت کچھ التفات نہ کیا اور اُسکو بُرا کہا کہ بے حکم چلا آیا۔ اور پٹنہ کی رعایا کو خراب کیا۔ میر جملہ بھی منفعل تھا۔ قطب الملک کی خدمت میں آن کر اپنا عجز و انکسار و اطاعت کا اظہار کیا کہ بادشاہ اور قطب الملک سے اپنے عفو جرایم کی التماس کرے۔ اہل تدبیر اس سب کو وزیر کے معتقد کرنیکے لئے حیلہ و تزویر جانتے تھے۔ ان ہی دنوں میں سات آٹھ ہزار سوار منصبداروں نے جو برطرف ہوئے تھے جمع ہو کر محمد امین خاں بخشی و خان دوراں نائب امیر الامرا میر جملہ کے گھر پر دھرنا دیا اور یہ مشہور ہوا کہ بخشیوں کے اشارہ سے قابو کیوقت مغلیہ رفیق ہونگے اور ہیئت مجموعی سے قطب الملک کے

گھر پر طلب کی دست آویز سے یورش و شورش کریں گے۔ قطب الملک اپنی فوج متفرقہ کے فراہم کرنے اور جمعیت تازہ کی نگاہ داشت کی فکر میں ہوا۔ غیرت خاں خویش سید عبداللہ خاں بارہ کے سید دلی کو تازہ لایا۔ چار پانچ روز تک فوج مغلیہ سوار بازار کے رستوں میں کارزار اور فساد کے لئے مستعد تھی اور قطب الملک کے سردار بھی جمعیت شایستہ کے ساتھ کمربستہ شام تک ہاتھیوں اور گھوڑوں پر سوار ہنگامہ آرا ہوتے تھے۔ میر جملہ نے سراسیمہ ہوکر محمد امین خاں کے گھر میں پناہ لی۔ ہر طرف سے وہ تیر ملامت کا نشانہ ہوتا وہ حیران تھا کہ کیا کروں آخر کو چارہ کار یہ جانا کہ رفع فساد اور قطب الملک کی تسلی کے لئے میر جملہ کو بادشاہ مغضوب و کم منصب کرے اور صوبہ عظیم آباد سے معزول کرکے صوبہ پنجاب میں تعینات کرے اور سربلند خاں عظیم آباد کی صوبہ داری کرے اور نظام الملک بہادر فتح جنگ مراد آباد کی فوجداری پر جائے۔ فتنہ جو ہنگامہ طلبوں کی زبان پر مدتوں تک یہ مشہور رہا کہ میر جملہ کو بادشاہ نے مصلحتاً سرہند و صوبہ پنجاب میں بھیجا ہے پھر اُس کے بُلانے کی تدبیر و فکر میں ہے جب بادشاہ اطراف شہر میں شکار کے لئے نکل کر تین چار مہینے باہر رہتا تو خانہ بخانہ و خیمہ بخیمہ یہی ذکر ہوتا کہ بادشاہ کا برآمد ہونا سید عبداللہ کے دستگیر کرنے کے لئے ہے ہمیشہ قطب الملک بھی متوہم ہوکر سپاہ کی نگاہ داشت کرتا سوار سادات اور متوطنان بارہ کے کسی اور کو اپنے پاس نوکر رکھتا۔

۱۱۲۹ھ میں اسد خاں قرہ قاقلو جو ۹۴ برس کا تھا اور اُس نے شاہجہاں و عالمگیر کے عہد میں وزارت اور عمدہ خدمات کی تھیں اور اُس کے بزرگ امراء ذوی الاقتدار شاہ ایران کے تھے اس دنیا سے سفر کیا وہ زیر دستوں کے ساتھ رفق و مدارا کرتا ہم چشموں کے ساتھ شان و تمکین کے ساتھ سلوک کرتا کوئی امیر اس آخر زمانہ میں اُس کی برابر نہ تھا۔ کہتے ہیں کہ جب اُس کے مرض آخر نے طول کھینچا تو فرخ سیر نے اس پاس عیادت کے لئے ایک اپنا محرم خاص بھیجا اور خفیہ یہ پیغام دیا کہ ہم نے آپ کی قدر نہ جانی۔ آپ کے خاندان کے ساتھ جو دستور العمل سلطنت عمل میں آنا چاہیئے تھا وہ عمل میں نہ آیا۔ اب اُس کی ندامت سے فائدہ نہیں ہے اب میں آپ سے مصلحت پوچھتا ہوں کہ سادات کے ساتھ مجھے کیا کرنا چاہیئے تو اُس نے جواب دیا کہ آپ نے اپنے جد و آبا کے رویہ کے خلاف جو غلطی

عظیم کی وہ بجز حکم خدا نہیں ہوئی میں جانتا ہوں کہ جیسے ہمارے خاندان سے وزارت گئی ایسے ہی خاندان تیموریہ کی سلطنت میں بالکل خلل پڑے گا لیکن فی الحال ملک کا اختیار جو سادات بارہ کو دیا ہے صلاح دولت اس میں ہے کہ تا مقدور اُنھیں کے ساتھ سلوک کریں اور یہاں تک کام کی نوبت نہ پہنچائیں کہ روز بروز مادہ فساد عناد زیادہ آمادہ ہو اور سررشتہ اختیار ہاتھ سے جاتا رہے۔

چو در طاس رخشندہ اُفتادہ مور رہانندہ را چارہ باید نہ زور

اپنے بیٹے کے قاتل کے حق میں بادشاہ کو یہ نیک صلاح دینی اسی نیک امیر کا کام تھا

## سوانح سال ششم ۱۱۲۹

بادشاہ کی کدورت کا وزیر سے زیادہ ہونا

دکن سے خبریں آئیں کہ بادشاہ جن آدمیوں کو مقرر کرکے بھیجتا ہے اُن کو امیر الامراء دخل نہیں دیتا ہمیشہ عمدہ قلعہ دار بادشاہ اپنی طرف سے مقرر کیا کرتا تھا اب امیر الامراء اپنی طرف سے اپنے ہمراہیوں کو قلعہ دار مقرر کرنے لگا۔ یہاں بادشاہ پاس راجہ رتن چند دیوان سید عبداللہ خاں تمام متصدیوں کے تعلقہ میں دخل دیتا کسی کا اصلا اعتبار و استقلال اُس نے نہیں رکھا تھا۔ خصوصاً مقدمات مالی میں۔ دیوان تن و خالصہ معطل محض تھے اور پرگنات خالصہ بطریق اجارہ معرض بیع وشرا میں آتے۔ اس سبب سے بادشاہ کی کدورت وزیر سے روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ اعتصام خان دیوان خالصہ اور رائے رایان دیوان تن نے استعفا دیدیا۔ عنایت اللہ خاں حج کرکے آیا۔ اُس کو بادشاہ نے دیوان خالصہ و تن و صوبہ داری کشمیر عنایت کی۔ بادشاہ کی عیاشی اور خلوت نشینی علاوہ بے دماغی کے زیادہ ہوگئی تھی۔ اس لئے سید عبداللہ خاں چار پانچ مہینے تک اجرائی کار وزارت و دستخط کے کچہری میں نہیں بیٹھتا تھا خلق اللہ کا کاربند تھا عنایت اللہ خاں مہینے میں ایک دو بار قلعہ میں آن کر کچہری کرتا۔

جزیہ و عنایت اللہ خاں و رتن چند کی رنجشیں

عنایت اللہ کے عرض کرنے سے ہنود سے جزیہ کے وصول کرنے کا حکم ہوا راجہ رتن چند کی مرضی کے خلاف تھا چونکہ ہنود اور خواجہ سرایون و مردم کشمیر نے ساخت و تغلب اور زبردستی سے منصب زیادہ لیے تھے اور سیر حاصل جاگیریں اپنے تصرف میں کرلی تھیں۔ اور اور آدمیوں

پر عرصہ جاگیر تنگ تھا۔ عنایت اللہ خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ از روئے اوارجہ توجیہ منصب ہنود اور متغلب کم و ضبط فرمایئے یہ بات بھی راجہ رتن چند اور کل دفتر کے صاحب مداروں کو ناگوار تھی اُنھوں نے قطب الملک کی طرف رجوع کی وہ اس حکم کے اجرا پر راضی نہ ہوئے بلکہ تمام ہنود جزیہ کے پھر جاری کرنے سے اور کمی منصب کے سبب سے عنایت اللہ خاں کی عداوت پر کمربستہ ہوئے طرفین سے حسابی و بے حسابی کاوشیں ایسی ہوئیں کہ بکثرت رنجشیں بڑھیں اور طرفین میں یہ قرار جو ہوا تھا ٹوٹ گیا کہ عنایت اللہ خاں کوئی دیوانی کا کام بغیر عبد اللہ خاں کی صلاح کے نہ کرے۔ اور رتن چند محال خالصہ بادشاہی میں دخل نہ دے۔ ناچار کج دار و مریز سے باہم موافقت کرتے تھے۔ اس درمیان میں محال خالصہ کے عمال میں سے ایک عامل کو جو دست گرفتہ و فرستادہ رتن چند کا تھا دیوانی میں حساب لیا تو کل روپیہ اُس کے ذمہ نکلا۔ عنایت اللہ خاں نے اُس کو وصول زر کے بدلے مقید کیا۔ عامل کی رتن چند نے حمایت کی کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ایک دن یہ عامل بھاگ کر رتن چند پاس چلا گیا اور اُس پر بڑا فساد مچا۔ بادشاہ نے قطب الملک سے کہا کہ وہ رتن چند کو موقوف کرے مگر اُس نے مانا نہیں۔

چورامن جاٹ کی صلح

فرخ سیر اور سادات بارہ کے درمیان یہ ایک اور فساد کا سبب زیادہ ہوا کہ چورامن جاٹ ایک مفسد مشہور تھا جس کے باپ دادا اور بھائی بند عالمگیر کے عہد سے صوبہ اکبر آباد میں فساد مچاتے تھے اور مکرر افواج بادشاہی اُس کے قلعہ سنسنی کی تسخیر کو گئی تھی جس کا حال پہلے بیان ہوا اب چورامن نے بہت شوخی اور بے ادبی شروع کی۔ بادشاہ نے راجہ دھیراج جے سنگھ کو اس کی تنبیہ کے لئے بھیجا راجہ نے جا کر چورامن کی گڈھی کا محاصرہ کیا اور جنگ ہائے عظیم پیش آئیں۔ طرفین کے بہت آدمی قتل ہوئے۔ سید خان جہاں بھی آ گیا۔ چورامن پر کار تنگ ہوا اس نے اپنا وکیل قطب الملک پاس بھیجا اور صلح کا اقرار قبول کرنے پر اور بادشاہ پاس جانے پر بشرط عفو جرائم اور سرافرازی منصب کیا بغیر اس کے کہ اُس کی اطلاع جے سنگھ کو ہو۔ بادشاہ نے سید عبد اللہ کے کہنے سے ان شرائط کو طوعاً و کرہاً قبول کیا۔ یہ مصالحہ بادشاہ کی مرضی کے خلاف تھی جس سے راجہ جے سنگھ نہایت ناخوش ہوا۔ اور بادشاہ پاس آیا۔ چورامن سید عبد اللہ خاں کے محلہ میں اُترا اور صرف ایک دفعہ بادشاہ

اُسے ملا۔ دوسری مجرے کی اجازت نہ دی۔ اب بادشاہ پاس دکن سے ناخوش خبریں آئیں۔

## سوانح سال ہفتم ۱۱۲۹ھ

امیر الامرا داؤد خاں کو شکست دیکر اورنگ آباد میں آیا اور ملک کے بندوبست میں مشغول ہوا۔ دکن کے ہر صوبہ میں بدستور صوبہ داران بادشاہی مرہٹوں کی طرف سے ایک مرہٹہ سردار صوبہ ہوتا تھا کہ چوتھے کو وصول کرتا تھا امیر الامرا کو اطلاع ہوئی کہ کھنڈو بپاڑیہ (دھپاڑیہ کھانڈے راؤ دھپاریہ) خاندیس پر قابض ہے اور بندر سورت کی راہ پر گلی گڈھیان بنالی ہیں اور تھانے جمالئے ہیں۔ اس راہ پر جو قافلہ گزرتا ہے اگر اس کے تجار وغیر تجار اپنی مالیت کی چوتھائی دیدیتے ہیں تو سلامت چلے جاتے ہیں اور نہیں تو لُٹ جاتے ہیں قید ہو جانے پر ہر آدمی کو اپنی رہائی کے لئے روپیہ دینا پڑتا ہے۔ امیر الامرا نے ذوالفقار بیگ بخشی کو تین چار ہزار سواروں اور پانچ چھ ہزار پیادہ بندوقچیوں کو اُس کی تنبیہ کے لئے رخصت کیا۔ اور ذوالفقار خاں کوتل ہے اورنگ آباد اور خاندیس کے درمیان گزرا کہ اُس نے خبر سُنی کہ کھنڈو بپاڑیہ آٹھ نو ہزار جنگی سواروں کے ہمراہ بگلانہ اور کالنہ کی سرحد کے نزدیک نکلا ہے جو اورنگ آباد سے ستر کروہ عرفی ہے۔ ذوالفقار خاں نے مستعد جنگ ہو کر اُس پر تاخت کرنی چاہی کہ وہ خاردار دشوار گزار جنگلوں کی طرف فرار ہوا جتنی بادشاہی سپاہ آگے بڑھتی گئی اتنے ہی وہ وہاں سے خالی کر کے پیچھے ہٹتا گیا۔ یوں بادشاہی سپاہ کو پیچھے لگا کر اس مقام پر لے آیا کہ نہایت مستحکم تھا۔ ہر چند ذوالفقار بیگ کو ہر کاروں نے منع کیا کہ وہ اس جال میں نہ پھنسے مگر سادات کی شجاعت وجہالت کب اُن کی سننے دیتی تھی وہ مرہٹوں کے پیچھے چلے گئے۔ کھنڈو کی سپاہ چھوٹے چھوٹے گروہوں میں منقسم ہو کر اونچی ٹیکریوں اور پہاڑوں کی کھوؤں میں چھپ چھپا گئی۔ بادشاہی فوج اس فرار کو اپنی فتح سمجھی اور خوشی کے مارے پھولی نہ سمائی۔ ان بھگوڑوں نے پیچھے پڑکر اپنی صف بندی کو توڑا۔ مرہٹوں نے یہ ہوشیاری کی کہ جب تک چھپے بیٹھے رہے کہ بادشاہی سپاہ اُن کے پیچھے پڑکر بالکل متفرق ہو گئی اور پھر اُن کے اجتماع کی اُمید نہ رہی۔ جب سب کچھ ہو چکا تو مرہٹوں نے تلواریں

سوئتیں۔ سپہ سالار ذوالفقار بیگ اور اُس کے ہمراہیوں کی ایک جماعت کے ٹکڑے اُڑا ئے باقی فوج میں سے جس نے زینہار مانگی اور اسپ غرور سے پیادہ ہو کر سپر ڈالی زندہ مقید ہوا اور جان و مال کے ساتھ عرصہ تلف میں آن کر تیغ بے دریغ کا علف ہوا۔ مشہور یوں ہے کہ گاؤ و شتر و اسپ کسی سوار و پیادہ کا اس بلا سے محفوظ نہیں رہا۔ امیر الامرا نے یہ خبر سُن کر اپنے متقل دیوان راجہ محکم سنگھ کو شایستہ فوج کے ساتھ کھنڈو کی تنبیہ کے لئے روانہ کیا اور اپنے بھائی سیف الدین علی خاں صوبہ دار بُرہان پور کو لکھا کہ وہ راجہ کی کمک کرے۔ سیف علی خاں سلطان پور اور نندربار کے انتظام ملکی کے لئے بُرہان پور سے گیا ہوا تھا۔ یہ دونوں نامدار سردار کھنڈو کے تعاقب میں سگئے کہ تلافی ظہور میں آئے اور اُس کے تھانے اُٹھیں کہ پھر رعایا خاندیس کو وہ اذیت نہ پہنچا سکے مگر اُن کی کوشش سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کھنڈو نے دفع الوقت کیا اور خود راجہ ساہو پاس چلا گیا۔ جو قلعہ اور مکان ہائے قلب میں رہتا تھا۔ مگر اُس کے تھانے جا بجا قایم رہے۔ جہاں امیر الامرا کی فوج قریب آئی وہاں سے مرہٹے فرار کر جاتے تھے اور جب وہ فوج اُلٹی آتی تو پھر مرہٹے وہاں آن کر جم جاتے۔ محکم سنگھ ان مرہٹوں کی فوجوں سے لڑنے میں کامیاب ہوا جو احمد نگر کی اطراف میں تاخت و تاراج کرتی تھی۔ اُس نے غنیم کو ہزیمت دی قلعہ ستارا کے نیچے تک بھگا دیا۔ لیکن ذوالفقار بیگ کے کشتہ ہونے اور فوج کے غارت ہونے کی تلافی کچھ نہ ہوئی۔

بادشاہ اور سادات کی ناموافقت کی شہرت تھی۔ مشہور یہ ہوا کہ راجہ ساہو کرناٹک کے اہل دیوان اور زمینداروں کے نام فرامین اور احکام خفیہ آتے ہیں کہ امیر الامرا کی طرف رجوع نہ کریں اور اُس کے استیصال میں کوشش کریں۔ اس لئے اُنھوں نے مقابلہ کیا اور بیجاپور اور حیدرآباد کا انتظام امیر الامرا سے نہ ہو سکا۔

## ذکر سوانح سال ہشتم ۱۱۳۰ھ

امیر الامرائے صوبہ دار دکن کی جو بات قابل یادگار ہے وہ مرہٹوں کے ساتھ

صلح ہے جس کا بیان آگے آتا ہی۔

عالمگیر نے دکن میں مرہٹوں کے قلعوں کی فتح کرنے میں بہت روپیہ اور بہت وقت صرف کیا۔ قلعہ ستارہ اور پرنالہ دراج گڈھ وغیرہ تیس چالیس مشہور قلعے فتح کئے مرہٹوں کو بے خانماں کیا۔ جب مرہٹوں کے سرداروں نے بادشاہ کے قدیمی ملک کو خالی پایا اور بادشاہ کو دُور دیکھا تو اُنھوں نے اور سالوں کی نسبت زیادہ شوخیاں کیں اور سنگین فوجوں کے ساتھ صوبجات دکن احمدآباد اور مالوہ کو چوتھ وصول کرنے کے قصد سے تاخت وتاراج و پراگندہ کیا۔ جہاں جاتے اور شہر یا قصبہ کلاں ہوتا تو ہرکارہ یا خط وہاں کے حاکم یا زمیندار کے پاس بھیجتے اور چوتھ کے طلب کا پیغام دیتے دِہات وقصبات کے مقدم وزمیندار مرہٹہ کی فوج کے استقبال کے لئے دوڑ کے آتے اور چوتھ کو قبول کرکے اماں کے قول کی درخواست کرتے اور سوار کو دِہات اور رعیت کی محافظت کے لئے لے جاتے اور بجائے اصل جمع ہزار دو ہزار بتلانے کے چار پانچ سو جمع بتلاتے۔ غرض جو کچھ چارم حصہ اس کا مقرر ہوتا اُس کے وصول کے وعدہ پورا کرنے کے لئے وہ اَوَل دیتے اور یوں اُن کی تاخت وتاراج کی مضرت کو دفع کرتے۔ جب فوجدار اور زمیندار چوتھ کا دینا نہ قبول کرتے اور اُن کی طرف رجوع نہ کرتے تو عہد عالمگیری وبہادر شاہی میں بیان ہوا ہے کہ اس صورت میں اگر وہ غالب ہوتے تو وہ اس محال کو تاخت کرکے بالکل ویران کرتے اور نہیں تو چند روز محاصرہ کرکے مایوس ہوتے اور بھاگ جاتے چنانچہ دو دکن کے صوبوں بُرہان پور و برار کے قصبہ نندبار وسلطان پور وجامود اور بہت سے قصبات مشہور کا اٹھائیس ہزار سوار مرہٹوں نے دو تین ہفتہ تک محاصرہ کیا اور ناکام چلے آئے قافلوں کے ساتھ بھی وہ یہی سلوک عمل میں لاتے تھے۔ زیادہ تر قافلوں کو تاخت وتاراج کرتے تھے۔ مرہٹوں کے سردار تامقدور چوتھ کی تشخیص میں کوشش کرتے تاخت وتاراج پر راضی نہ ہوتے تھے مگر سرداروں کے خلاف مرہٹوں کا لشکر چوتھ کے مقرر ہونے میں خلل انداز ہوتا تھا اور

تاراج میں کوشش کرتا تھا اس لئے کہ متفرری چوتھ سے سرداروں کو فائدہ ہوتا تھا۔ تاخت میں جس سے کے جو ہاتھ آیا وہ اس کا مالک ہوتا سردار کو اس سے کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ رانی زوجہ راجہ رام نے شوہر کے مرنے کے بعد دس بارہ برس تک عالمگیر سے مخالفت رکھی اور بادشاہ کے اواخر عہد میں رانی کے وکلا نے مصالحہ کی التماس اس شرط سے کی کہ دکن کے چھ صوبوں کی سردیس مکھی بدستور نو فی صدی مقرر ہو جائے۔ عالمگیر نے اُس کو غیرت اسلام سے بعید جان کر قبول نہیں کیا جس کا بیان مفصل اس کے عہد سلطنت کی تاریخ میں ہوا۔ بہادر شاہ کے عہد میں وکلائے رانی اور ساہو نے رجوع کی اور سردیس مکھی کا فرمان چند شرائط کے ساتھ حاصل کیا جس کا ذکر تاریخ بہادر شاہی میں ہے پیشتر ہوا مگر رانی اور راجہ ساہو میں باہم نزاع ایسا ہوا کہ بہادر شاہ کو جو مرکوز خاطر تھا وہ عمل میں نہ آیا اور سردیس مکھی کا انتظام بھی نہ جاری ہوا داؤد خاں کی صوبہ داری دکن میں جس کا ذوالفقار نائب تھا اُس کے اور غنیم کے درمیان اخوت و موافقت کا عہد و قرار ہوا۔ اس شرط پر کہ شاہزادوں اور داؤد خاں کی جاگیروں سے مرہٹے مزاحمت نہ کریں اور باقی محالات امرائے عظیم الشان سے ہیرامن نائب داؤد خاں اپنے استقلال سے چوتھ ان کو بے دارو مدار کے بغیر دلا دیا کرے اور قافلوں کو وہ آزار نہ پہنچائیں مرہٹے اور داؤد خاں شیر و شکر کی طرح مل گئے اور عمل ہوتا رہا۔ داؤد خاں اب گجرات کو بدل گیا تھا یہ قول و قرار باقی نہ رہا اس کی جگہ نظام الملک بہادر فتح جنگ آیا وہ کل ایک سال پانچ مہینے اس عہدہ پر مامور رہا۔ یہ نظام الملک بڑا لایق و ہوشیار تھا وہ دکن کے معاملات ملکی کے سب پیچوں سے واقف تھا اس کی نہایت عمدہ تجویز یہ تھی کہ مرہٹوں کی ضعیف گروہ کو تقویت دے کر اس کے قوی گروہ کی بیخ کنی کے درپے ہو۔ ساہو کے افسر جو ملک کا بندوبست کر رہے تھے اسے مقابلہ کرنے کے لئے سپاہ بھیجی اور اُن کو شکست دی اور بعض اضلاع اُن کے دبائے مگر پھر صلح ہو گئی۔ راجہ ساہو کو لقب دہ ہزاری دہ ہزار سوار کا بادشاہ کی طرف سے عنایت ہوا وہ اپنی تدبیر یہاں یہ کر رہا تھا کہ یکایک وہ یہاں سے بدل گیا۔ اس لئے اُس کی

تدبیروں سے بہت فائدہ نہ ہوا۔ اوپر بیان ہوا کہ نظام الملک کی صوبہ داری میں ابتدا میں صلح رہی اور آخر میں فوج کشی ہوئی اس دار و مدار میں ایک سال پانچ مہینے گزرے اور غنیم کی تنبیہ قرار واقعی ہوگئی۔ اُس کی جگہ امیر الامرا سید حسین علی خاں آیا۔ اس کی صوبہ داری دو تین برس تک بادشاہ کے ساتھ عناد فساد میں گزری۔ گو اُس نے سپاہ کو بڑھایا۔ مگر وہ بندوبست واقعی نہ ہوا۔ جو امیر الامرا کے مرکوز خاطر تھا اور سادات بارہ کی رسم کے موافق تھا۔ انور خاں برہان پور کے شیخ زادوں میں سے تھا اور سادات کے پیش آوروں میں سنہ ۱۱۳۰ھ میں قابوئے وقت اور رفع فساد پر نظر کرکے اُس کی اور امرائے ہمراہ کی صلاح سے سنگراجی ایک برہمن سے اتفاق ہوا یہ برہمن پہلے سیواجی وسنبھا کے عمدہ متوسل نوکروں میں تھا قلعہ جنجی کی تسخیر کے بعد بادشاہی نوکروں کے جرگہ میں آگیا تھا۔ اور مرہٹوں کے مطیع اور غیر مطیع سرداروں کی وکالت کرتا تھا اور جوہر رشادت سے خالی نہ تھا اور مد طالع اس کا ضمیمہ ہوا تھا۔ راجہ ساہو کے بڑے بڑے عمدہ فہمیدہ کار برہمن سرفوج بالاجی بشنو ناتھ و جمنا جی تھے اُن کی وساطت سے صلح کا قرار ان شرائط پر ہوا کہ جملہ محال خالصہ بادشاہی و جاگیر داروں سے جو کچھ محصول مال و سائراہیں و کڑوڑی و شقدار وصول کریں اُس کی چوتھائی مصوبان راجہ کو واصل کریں اور یہ بھی مقرر ہوا کہ سوا چوتھائی حصّہ کے جو جاگیر داروں سے اُن کو موصول ہوگا وہ سو روپیہ میں سے دس روپیہ بدستور سردیس مکھی رعایا سے لیں غرض یوں پینتیس فی صدی کل ابواب فوجداری و شقداری و ضیافت اور راہداری اخراجات از روئے کاغذ خام وصول کریں یہ اس حساب سے قریب نصف جمعبندی کے جو از روئے طومار درباری ہوتی ہو وہ شریک ہوگئے اس طرح راجہ ساہو کے عمال شریک غالب ہوگئے کہ مرہٹوں کا یہ انتظام کہ وہ کل جوبات (محصولات) کو وصول کریں رعایا احکام بادشاہی و جاگیر داروں کو نہایت سخت معلوم ہوا اور ہر محال میں دو تحصیلدار مقرر ہوئے ان میں ایک کمائش دار اور دوم گماشتہ سردیس مکھی کہلاتا تھا۔ طومار و اصلات پر اوّل دستخط سررشتہ دار سردیس مکھی ہو ویں اور اُس کی جو لوازم رسمیات جدا کئے جائیں یہ امر عمال بادشاہی اور جاگیر داروں کا وبال جان ہوا سوار

اس کے ہر محال میں دو وجدا جدا محصل راہداری تھے۔ فوجداروں کی سُستی اور غنیم کے غلبہ سے وہ جابجا ہو بیٹھے تھے بیوپاریوں سے فی گاؤں آٹھ آنے اور فی ارابہ ایک روپیہ لیتے اور آدمیوں سے وہ ظالم فوجداروں سے بھی زیادہ دوچند سہ چند جو چاہتے لے لیتے۔ اب ایام سے پہلے جو ظلم ہوتا تھا وہ بدستور رہا۔ اس کے سوائے یہ شرکت راہداری کا اور طرہ اُس پر چڑھا۔ اس صورت میں ہر پرگنہ میں راجہ ساہو کے تین عامل مستقل رہتے تھے اُن کے ساتھ سوار اور پیادوں کی جمعیت ہوتی تھی وہ کچہری اور چبوترہ مال وسائر پر اور سر راہ پر رہتے تھے۔ یہ نئی بدعتیں پیدا ہوئی تھیں۔ سوائے اس کے جس جگہ کہ ویران دہات رعایا کو قول دے کر مرہٹے آباد کرتے مثل دہات سند بار وغیرہ صوبہ خاندیس اور پرگنات صوبہ برار وغیرہ میں جن کو اصل میں مرہٹوں نے ویران کیا تھا اُن میں امیر الامرا کی قرار پر کچھ خیال نہیں کرتے جاگیردار کو بٹائی کے حصّہ سوم دینے کا جو قول تھا جو پورا کرتے اُنھوں نے یہ مقرر کیا تھا کہ منجملہ تین حصّوں کے ایک حصّہ جاگیردار اور ایک حصّہ سالم مرہٹہ اور ایک حصّہ رعایا نے مقدمات ملکی اور مالی میں مرہٹوں کا حکم عامل اور فوجداروں وجاگیرداروں کے اختیار پر جاری تھا مصالحت کے وقت امیر الامرا نے مقرر کیا تھا اور تاکید کی تھی کہ راہداری نہ لی جائے۔ قبل از صلح جو ظالم فوجدار اور حکام فی گاؤں اور ارابہ راہداری لیتے تھے اب اس سے سہ چند و چوچند ظلم سے بیوپاریوں اور مسافروں سے لی جاتی ہے یہ راہداری ہرگز نہ لی جائے مگر امیر الامرا کی اس باب میں پیش نہ گئی۔ ہاں اکثر پرگنات میں تاخت وتاراج دہات وقافلہ موقوف ہو گئی۔ ایام سابق کی نسبت مسافر اور آنے جانے والے راہداری ادا کرنے کے بعد آرام سے آتے جاتے تھے۔ بعض دہات جو مرہٹوں کی تاخت اور حکام کی تعدی سے بالکل ویران ہو گئے تھے وہ آباد ہو گئے۔

امیر الامرا نے سند فرا صلح جس میں شرائط مذکورہ مندرج تھیں اپنی مہر کر کے راجہ ساہو کے وکلا کو حوالہ کی اور اپنی سند کے مطابق بادشاہ کے فرمان آنے پر صلح کو موقوف نہ رکھا جا بجا راجہ ساہو کے گماشتے مستقل دخیل کار کر دیئے۔ اور راجہ ساہو کے دو عمدہ نوکروں بالاجی بشوناتھ

دربار کے معاملات

اور جنا جی کو مقرر کیا کہ وہ جمعیت شائستہ کے ساتھ بطریق نیابت وو کالت راجہ ساہو اورنگ آباد میں رہیں اور کار ہائے ملکی و مالی اُن کی وساطت سے سر انجام پائیں اس کے بعد حسین علی خاں نے عرضداشت بھیجی جس میں مصالحہ کی حقیقت لکھی اور اُس کے مطابق فرمان طلب کیا بعض ہواخواہان دولت نے بادشاہ کے خاطر نشان کیا کہ محصول اور حکمرانی میں غنیم کو شریک غالب کرنا مصلحت نہ تھا اس لئے یہ صلح فرخ سیر کی مرضی کے خلاف ہوئی۔ ان ہی ایام میں جان نثار خان کہ قدیم امیر بہادر و اناعبداللہ خاں مرحوم پدر حسین علی خاں سے اتحاد برادرانہ رکھتا تھا۔ اس لئے وہ حسین علی خاں کا بمنزلہ عمول تھا۔ سید اُس کی بڑی تعظیم کرتا تھا۔ بادشاہ نے بُرہان پور میں امیرالامرا کا نائب مقرر کیا اور کچھ نصیحتیں کردیں کہ وہ جاکر اپنے دوست کے بیٹے کو سمجھا دے۔ یہ اُمید کی گئی کہ شاید اس کے سمجھانے سے وہ فرخ سیر کے خاطر خواہ عمل کرے اور ان ہی دنوں میں اعتماد الدولہ محمد امین خاں بھی ذیقعد ۱۱۳۰ھ سنہ ۶ جلوس میں صوبہ مالوہ کو مرخص ہوا اور مقرر ہوا کہ بعد مالوہ میں پہنچنے کے بعد اُس کو فرمان صوبہ داری کا بھیجا جائے گا اور راجہ جے سنگھ سوائی بدلا جائے گا۔ مشہور تھا کہ حضور نے اُس کو فرمان دے دیا ہے جب جان نثار خاں آب نربدا کے نزدیک آیا اُس نے از راہ حزم و ہوشیاری و پختہ کاری اپنے کام میں تذبذب ہونے کے سبب سے کہ جس صوبہ میں مقرر ہوا ہوں معلوم نہیں دخل پاؤں گا یا نہ پاؤں گا اپنے ساتھ اصلا سواروں اور پیادوں کی جمعیت ہمراہ نہیں لی ہمر دنج علاقہ مالوہ میں محمد امین خاں وارد ہوا۔ دونوں کے آنے کی خبر اورنگ آباد میں مشہور ہوئی اور یہ افواہ اُڑی کہ محمد امین خاں ساٹھ ہزار سواروں کے ساتھ اور جان نثار خاں سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ حسین علی خاں سے لڑنے کو آئے ہیں۔ حسین علی خاں کو بھی تردد ہوا۔ پھر اس خبر کا بے اصل ہونا تحقیق ہوگیا۔ جان نثار خاں کے خط آئے کہ سنا مرہٹے نے جو راجہ ساہو کے منتسبوں میں نہیں ہے ہند کی طرف علم سرکشی بلند کیا ہے۔ اُس نے مجھے روک رکھا ہے کچھ سپاہی بھیج دیجئے۔ غرض سپاہ گئی۔ جان نثار خاں امیرالامرا پاس آگیا۔ امیرالامرا نے ظاہر میں اُس کے ساتھ بزرگانہ سلوک کیا لیکن صوبہ برہان پور اُس کو نہ دیا ان ہی دنوں میں

ضیاء الدین خاں کہ شرفا ر خراسان میں تھا دیوانی دکن پر دیانت خاں کے تغیر کے سبب مقرر ہوا جلال الدین خاں برہان پور کی دیوانی پر مامور ہوا۔ فیض اللہ خاں ہی بخشی گری دکن کے تعلقہ پر منصوب ہوا۔ جب یہ امرا اورنگ آباد میں آئے تو ضیاء الدین خاں کو قطب الملک کی سفارش سے دیوانی میں داخل ہوا مگر سب کام امیر الامرا کے عملہ کی ماتحتی میں کرنا پڑتا تھا۔ فیض اللہ خاں بخشی کو امیر الامرا نے جواب صاف دیدیا۔ سلام کے لئے بھی بار نہ دیا۔ جلال الدین خاں کو برہان پور کی دیوانی کے عوض میں چند روز برار کی دیوانی دی غرض ان باتوں سے فرخ سیر کو اور زیادہ ملال ہوا۔

رکن الدولہ اعتقاد خاں کا اقتدار اور امراء عظام کا اجتماع۔

محمد مراد بخش ایک شخص کشمیری تھا سب گنوں پورا تھا۔ کوئی عیب اُس سے چھوٹا نہ تھا فرخ سیر کی ماں کشمیری تھی۔ اس کے توسل سے بادشاہ سے ہمکلامی کی نوبت خلوت میں پہنچی اُس نے بادشاہ کو سمجھایا کہ میں قتال و جدال کے بغیر سادات کا قلع و قمع کر سکتا ہوں غرض اُس نے اپنی چکنی چپڑی باتوں سے بادشاہ کو سبز باغ دکھلا دیا اور اُس کو ایسا پھسلایا کہ تھوڑی دنوں میں بادشاہ اُس کا غلام بن گیا۔ اس کو رکن الدولہ اعتقاد خاں کا خطاب منصب ہفت ہزاری دہ ہزار سوار کا دیا۔ اب اُس نے یہ صلاح دی کہ پٹنہ عظیم آباد سے سربلند خاں کو اور مراد آباد سے قلیچ خاں نظام الملک بہادر فتح جنگ کو اور احمد آباد سے راجہ اجیت سنگھ کو طلب فرمایئے۔ ہر ایک کو عمدہ خدمات کا اُمیدوار کیجئے اور اُن کے ہاتھوں سے دولت کو خاک میں ملایئے۔ بادشاہ نے یہی کیا۔ یہ سب امرا جمع ہوئے نظام الملک نے مراد آباد میں خوب انتظام کیا تھا وہ یہاں آیا تو کسی اور خدمت پر مامور نہیں ہوا۔ بادشاہ نے مراد آباد کا نام رکن آباد رکھا اور رکن الدولہ کی جاگیر اور صوبہ داری میں دے دیا۔ راجہ اجیت سنگھ کو مہاراجہ کا خطاب ملا۔ وہ سید عبداللہ کا ہمدم و ہمداستان ہوا۔ نظام الملک بہادر فتح جنگ و سربلند خاں میں سے ہر ایک ابتدا میں اُمیدوار وزارت و میر بخشی تھا اُن کو سید عبداللہ خاں کے فساد کے مٹانے کے لئے مقرر کیا۔ ان امرا نے بادشاہ سے التماس کیا کہ قلمدان وزارت اپنے بندوں میں سے جس کو لائق دیکھیں اُس کو مرحمت فرمائیں جس کے سبب سے سید عبداللہ خاں کے

استقلال میں خلل پڑے گا اگر وہ نافرمانی کا ادعا کرے گا تو سزا پائے گا۔ تو بادشاہ نے جواب میں یہ فرمایا کہ وزارت کے لئے اعتقاد خاں سے بہتر دوسرا آدمی کو میں نہیں جانتا۔ اس سے امیروں کا دل شکستہ ہوا۔ بھلا ایسے بڑے امیروں سے ایسے کم اصل وزیر کی اطاعت کب ہوتی۔ اس گرمیٔ ہنگامہ میں عید فطر آئی۔ بادشاہ کی سواری میں ستر اسی ہزار پیادے سوار عیدگاہ تک ساتھ تھے خاص و عام میں ایک ہل چل پڑ رہی تھی کہ سید عبداللہ خاں اب گرفتار ہوتا ہے سید کے ساتھ پانچ چار ہزار سواروں سے زیادہ نہ تھے۔ مگر کچھ نہیں ہوا۔ سید عبداللہ خاں پہلے تو سوائے سادات و متوطنان بارہ کے اور کسی کو نوکر نہیں رکھتا تھا اب اُس نے بیس ہزار سوار سب قوموں کے نوکر رکھ لئے۔ جب دکن میں امیر الامرا کو یہ اخبار پہنچے تو اُس نے بادشاہ پاس آنے کا اِرادہ کیا اور آنے سے منصوبہ تازہ کی تمہید یہ کی کہ معین الدین کو اپنے پاس بلالیا وہ ایک مجہول النسب گم نام راجہ ساہو نے شاہزادہ اکبر کا پسر سمجھکر گرفتار کرلیا تھا اور بادشاہ کو لکھکر جواب مانگا۔ اس ضمن میں خبر آئی کہ بادشاہ اور سید عبداللہ خاں میں صلح ہوگئی۔ راجہ اجیت سنگھ باوجودیکہ اُس کی بیٹی فرخ سیر سے بیاہی گئی تھی مگر وہ سید عبداللہ خاں کا محرم وہمراز تھا وہ صلح کا واسطہ ہوا اور آخر ماہ شوال ۱۱۳۰ھ میں محمد فرخ سیر مع اعتقاد خاں و خاں دوراں خاں اور بعض اور امرائے خیر اندیش کے قطب الملک کے گھر پر گیا۔ باہم عہد موافقت باقسم وعدم مخالفت پر ہوا طرفین نے افعال گزشتہ کے عذر کئے۔ بادشاہ نے اپنے خانہ قلعہ میں مراجعت کی جب دکن میں بادشاہ کی صلح کی خبر پہنچی تو امیر الامرا نے چلنے میں توقف کیا پھر خبر آئی کہ یہ صلح باقی نہیں رہی اور قطب الملک کا نوشتہ بھائی کے بلانے کے لئے گیا تو پھر وہ وہاں سے چلا۔

غرض فرخ سیر اور قطب الملک کے درمیان ہنگامہ فساد وعناد کو امتداد ہوا۔ جو تدبیر و مصلحت سوچی جاتی تھی اس سے کچھ مطلب نہیں نکلتا تھا۔ بادشاہ کے عزم ورائے کا ایک حال پر قرار نہ تھا کبھی صلح و مدارات سے پیش آتا کبھی بد اندیشوں کے قلع میں کمربستہ ہوتا تھا۔ بعض امرائے منافق کی مصلحت سے سید عبداللہ خاں سے ہم داستان ہوتا تھا مقدمہ یکسو نہ ہوتا تھا۔ سید

عبداللہ خاں نے بیس ہزار سواروں کے قریب نوکر رکھ لیے تھے روز بروز فتنہ و فساد کو بڑھاتا جاتا تھا
امیر الامرا کی عرضداشتیں بھی قدمبوسی کے لئے چلی آتی تھیں اور اُن میں دکن کی آب و ہوا کی ناموافقت کی
شکایتیں بھی مندرج ہوتی تھیں قطب الملک کے خطوط بھی امیر الامرا پاس جاتے تھے کہ بھائی جلد یہاں آؤ۔
۵ ماہ شوال ۲ سنہ جلوس کو سیف الدین علی خاں نے اپنے چھوٹے بھائی کو چار پانچ ہزار سواروں کے
ساتھ بطریق ہراول بُرہان پور بھیجا کہ وہ توپ خانہ کا تہیہ اور سفر کے مایحتاج کا سرانجام کرے اور خاندیس
میں صوبہ داری کرے سید عبداللہ خاں کے متواتر خطوط آنے کے بعد اواخر ذی الحجہ سنہ ۱۱۳۰ میں اورنگ آباد
سے امیر الامرا باہر آیا اور امور ضروری کے لئے ایک ہفتہ توقف کیا اور اوائل محرم سنہ ۱۱۳۱ میں وہ
بہت امرا اور پچیس ہزار سوار اور توپ خانہ اور دس گیارہ ہزار برقنداز ہمراہ لے کر دار الخلافہ
شاہجہاں آباد کی طرف روانہ ہوا قلعہ بلھیر اور اور دو تین قلعوں کو اپنے ہمراہیوں کے حوالہ کیا بعض
قلعوں کے بادشاہی قلعہ داروں کو متہم کر کے معزول کیا اور اُن کی جگہ اپنے آدمی مقرر کئے تیرہ
ہزار سوار مرہٹہ بسرداری کھنڈو دھپاریہ جو مشہور سرفوج اور خاندیس کا صوبہ دار راجہ ساہو کی
طرف سے تھا اور سنتا اور تین اور نامی سردار اپنے ہمرکاب لئے۔ اور نامی سردار اور جماعہ دار کو ہاتھی
گھوڑے افسر خلعت و مددخرچ سے مرہون احسان کیا اور آیندہ کے لئے امیدوار مراتب اعلیٰ کا
کیا سپاہی کے لئے آٹھ آنہ یومیہ سرکار سے مقرر کیا رنبھا رنیال گر مرہٹہ بادشاہی نوکروں میں منجملہ
فوج کمکی امیر الامرا میں تھا سنکراجی بلہارا اور بشو ناتھ صاحب مدار راجہ ساہو اس سے عداوت رکھتے
اور کئی دفعہ اسے خفت پہلے اُٹھا چکے تھے اور مدت سے تلافی کی فکر میں تھے رنبھا کو مدعیوں
کے اشارہ سے امیر الامرا نے مصلحت کے بہانہ سے بلا کر غافل مقید پا بہ زنجیر کر دیا اور
اُس کے لشکر و بہیر کو لٹوا دیا۔ حکّام و عمّال معزول کو کمال بے سرانجامی کے ساتھ ہمراہ
لیا۔ ۲۲ محرم سنہ ۱۱۳۱ کو بُرہان پور سے کوچ کیا۔ کوچ بکوچ آب نربدا سے گزر اکبر پور پر عبور کیا
راہ میں رانا کے ملک پر دست درازی شروع کی تھی مگر رانا کے وکیل نے نذر آن کر دی اس لئے
خیر گزری۔ پھر راجہ جے سنگھ کے ملک پر تو لشکر نے خوب ہاتھ پھینکے۔ اس ضمن میں اخلاص خاں

امیر الامرا کی تسلی اور واپس لے جانے کے لئے بعد قرار صلح کے اواخر شوال میں حضور سے روانہ ہوا تھا وہ اوائل ماہ صفر میں قلعہ مانڈو کے نزدیک آیا۔ امیر الامرا اور اس میں باہم ملاقات ہوئی خلوت میں کلمات صلح بے ثبات کو اور دار الخلافہ میں امرا کے جمع ہونے کے آشوب کو اور اعتقاد خاں کی خاطر داری اور اُمرا کے آزردہ خاطر کرنے کو ذکر کیا۔ سپہ سالار بہانہ طلب کو پہلے سے زیادہ حضور میں جلد جانے کے لئے سرگرم کیا۔ ۱۴ صفر کو اُجین میں امیر الامرا آیا۔ برقنداز خاں فوجدار گوالیار اور وکیل حضور کے نوشتوں سے اُس کو بادشاہ اور سید عبداللہ خاں کے درمیان صلح کا مفصل حال معلوم ہوا۔ تو امیر الامرا نے مجمع دیوان میں کہا کہ اگر واقعی بادشاہ کو ہمارے ساتھ نزاع و عداوت نہیں رہی اور بلا نفاق ہماری ساتھ سلوک کرے گا تو ہم بھی سوا اطاعت و نوکری کے کوئی اور مطلب اور ارادہ نہیں رکھیں گے ملازمت اور بعض امور سے خاطر جمعی کے بعد دکن کو مراجعت کروں گا لیکن دوسرے تیسرے ہی روز امیر الامرا نے ثقہ و محرم راز آدمی کی زبانی سُنا کہ یہ سب افسانہ افسون ابلہ فریب کا دام بادشاہ خبث بچھاتا ہے اور نہیں جانتا ع

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

عقلا کے نزدیک تقاضائے مآل اندیشی یہ ہے کہ اگر ہم بادشاہ کے قابو میں آگئے تو ہم جان کی اماں نہیں پائیں گے۔ اگر ہم بادشاہ پر غالب آئیں گے تو اُس کی نجات متعذر ہو گی۔

حضور کے نوشتجات سے ظاہر ہوا کہ سربلند خاں سے بعض محال سیر حاصل میر جملہ کو دیدی اور اُس کو وہاں سے بدل دیا تو عسرت خرچ و ہجوم سپاہ اور ارباب طلب کی تقاضی اور طلب کے سبب سے نوکری کو ترک کیا اور منصب سے استعفا دیا۔ گھوڑوں اور ہاتھیوں اور اثاث البیت کو جامہ داروں اور قرض خواہوں کو دے کر خرقہ پوش ہونا چاہا اس کی جب اطلاع سید عبداللہ خاں کو ہوئی تو وہ اُس کے پاس تسلی کو گیا اور نقد و جنس و اسپ اپنی طرف سے اُس کو دیئے اور کابل کی صوبہ داری اور اُس کے نام مقرر کی اور مرہون احسان کیا۔ نظام الملک بہادر مُراداباد کے تغیر بے وقت سے اور اعتقاد خاں کو اپنی جاگیر ملنے سے بیٹھا جل رہا تھا اُس کو وزارت اور اور عنایات کا

امیدوار کر کے حضور میں طلب کیا تھا اور اب وہ معزول تھا۔ قطب الملک نے اُس کی بھی تسلّی کی اور مالوہ کی صوبہ داری کا اُمیدوار کیا۔ اعتماد الدولہ بے رخصت و بے حکم بادشاہی مالوہ سے آیا تھا مغضوب و بے منصب ہوا تھا عبداللہ خاں نے اُس کو بھی مطمئن خاطر کیا۔ غرض جتنے قطب الملک کی دولت کے مدعی تھے اُس نے اپنی انواع امداد و نفقہ اموال سے ممنون کر کے پرداخت حال کا اُمیدوار کیا۔ خان دوران خاں کوکہ ابتدا سے میر جملہ کے ساتھ بادشاہ کے ہواخواہوں میں گنا جاتا تھا اُس کو بھی اپنا رفیق وہمدم ومحرم کر لیا۔ ایک دن بادشاہ شکار کو سوار ہوا۔ یہ قرار دیا کہ مراجعت کے وقت وہ قطب الملک کی ملاقات کو جائے گا مہاراجہ اجیت سنگھ کا داماد بادشاہ تھا مگر سید عبداللہ خاں کا ہمدم وہمراز تھا اور قابو کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کا گھر سر راہ واقع تھا بادشاہ کے مرکوز خاطر یہ تھا کہ جب میری سواری مہاراجہ کے قریب پہنچیں گے تو وہ نذر لے کر مجرے کے واسطے آئے گا تو میں اہتمام کر کے اُس کو قید کر لوں گا۔ خواہ یہ بات بادشاہ کے دل کی راجہ کو معلوم ہوئی ہو یا نہ معلوم ہوئی ہو مگر الخائن خائف فقط گمان وظن سے وسواس ہراس آمیز سے بادشاہ کی مراجعت سے پہلے سید عبداللہ خاں کے خانہ میں پناہ کے لئے راجہ چلا گیا۔ بادشاہ مراجعت کے وقت کشتی میں سوار تھا چاہتا تھا کہ موافق قرار کے سید عبداللہ خاں کے گھر تشریف لائے کہ اُس کو معلوم ہوا کہ راجہ سید عبداللہ خاں کے گھر میں چلا گیا ہے تو اُس نے بے دماغ ہو کر ملاحوں کو جب کشتی سید عبداللہ خاں کے گھر کی برابر آئی حکم دیا کہ نواڑہ کو تند وجلد چلاؤ باوجودیکہ کارخانجات بادشاہی سید عبداللہ کے گھر میں آئے تھے اور قطب الملک دریا کے کنارہ پر استقبال کو آیا تھا بادشاہ اُس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ دولت خانہ وقلعہ میں داخل ہوا۔

ربیع الاوّل کے اواخر میں اور سنہ جلوس کے اوائل میں فیروز شاہ کی لاٹھ کے نیچے شہر سے دو تین کوس پر سید حسین علی خاں نے اپنے ڈیرے ڈالے بغاوت کے اظہار کے لئے طبل مخالفت صریح بجانا شروع کیا۔ پائے تخت سلاطین کی داب کے خلاف یہ امر تھا کہ کوئی کوس شادیانہ کی آواز بلند کرے اور بادشاہانہ شکوہ کے ساتھ خیمہ میں داخل ہوا جو سرائے موضع باولی

کے قریب تھا اور مکر وزیاں سے کہتا تھا کہ اب میں اپنے تیئں بادشاہ کے نوکروں کے زمرہ میں نہیں جانتا کہ آقا کے آداب بجا لاؤں اب مجھے عزل و نصب و عتاب سلطانی کا اندیشہ نہیں ہے عجب بات یہ ہے کہ بادشاہ سادہ لوح باوجودیکہ دیکھتا تھا کہ مخالفت کا نقارہ اور عدم اطاعت کا دہل بے باکانہ کیسا دھواں دھول بج رہا ہے وہ ہوش میں نہ آیا۔ کبھی غضب میں آن کر آستین چڑھاتا دونوں بھائیوں کو زجر و تہدید کرتا۔ کبھی آشتی پر وہ اتفاق کرتا۔ راجہ دھیراج جے سنگھ جو مکرر لڑنے کے واسطے سرکشوں کی گوشمالی دینے کے لئے کمربستہ ہو کر مصلحت بتاتا تو اس سے فائدہ نہ ہوتا۔ بعض امرائے عقیدت کیش عرب و عجم کے کہ بدون تورہ کے اپنے میں طاقت صریح مقابلہ و مقاتلہ کی طبل بجانے میں نہیں دیکھتے تھے خصوص مغلیہ جن کو اس راز سربستہ پر اطلاع تھی اور کسی کو اس کا یارا نہ تھا کہ اس مخفی راز سے زبان کو آشنا کرے وہ وہ نیرنگی روزگار اور دونوں بھائیوں کے تسلط کا اور سستی عزم اور اغماض بادشاہ کا تماشا دیکھتے تھے اور خون جگر پیتے تھے۔ بلکہ فرخ سیر کے حکم اور اشارہ سے حسین علی خاں کی ملاقات کے لئے جاتے تھے۔ اور مدعیان دولت کی وضع و تکبر کو دیکھ کر پر خون و زبان پر گلہ کے ساتھ مراجعت کرتے تھے۔ جب امیر الامرا کے آنے پر چار پانچ روز گزر گئے تو اس کے بھائی سید عبداللہ نے اپنے بھائی کی زبانی بادشاہ سے بیان کیا کہ اگر بادشاہ راجہ جے سنگھ برہم کار کو وطن کو رخصت کرے اور توپ خانہ کی خدمات اور دیوان خاص کی اور خواصوں کی دار وغگی ہمارے متوسلوں کو عنایت فرمائیے اور قلعہ میں ہمارا بندوبست ہونے دے تو بلا دسواس امیر الامرا آن کر ملازمت کرے گا اور ہم دونوں بھائی خاطر جمعی سے آمد و رفت کریں گے۔ بادشاہ سست عقل نے جو روزگار شعبدہ باز کی دغلبازی سے غافل تھا۔ دونوں بھائیوں کی ادعائے کو مان لیا۔ خدمات کے باب میں یہ مقرر کیا کہ اُن کو فی الحال اصالتاً سید عبداللہ خاں اور سادات بارہ اور دونوں بھائی کے ہمراہی بجا لائیں اور بنیابت اعتقاد خاں اور معتمدان حضور انجام دیں۔ بعد چند روز کے جشن نوروز قریب آتا ہے حجاب نیابت بھی

درمیان سے اُٹھ جائے گا۔ سوم ماہ ربیع الاوّل کو راجہ دھیراج جے سنگھ کو حکم کے بموجب ایک روز ٹھیرنے کی اجازت نہ ہوئی وہ اپنے وطن انبیر کو روانہ ہوا اور اسی روز راجہ بھیم و راجہ بدھ سنگھ کہ باہم بنی عم تھے اور وطن بوندی پر آپس میں پرخاش و عداوت ارثی رکھتے تھے۔ آپس میں راہ کے درمیان لڑے دونوں طرف سے راجپوت اور بدھ سنگھ کا دیوان قتل ہوئے۔ اور آخر کار مردم راجہ بھیم غالب ہوئے۔ بدھ سنگھ خوف کے چند سواروں کے ساتھ راجہ دھیراج پاس آیا جو اُس کا حامی تھا۔ پنجم ماہ مذکور کو قطب الملک و راجہ اجیت سنگھ معتمد آدمیوں کے ساتھ قلعۂ ارک میں آئے۔ بادشاہی آدمیوں کو دروازوں سے اُٹھایا اور اپنے آدمیوں کو بٹھایا۔ بادشاہی آدمیوں میں سے سوائے اعتقاد خاں و اختیار خاں مشرف دیوان خاص کے جن کا عدم و وجود برابر تھا۔ اور ظفر خاں کے جو سلوک و زمانہ سازی میں بخود بہمہ آتش گنا جاتا تھا۔ چند خواص و خواجہ سرائے ناکارہ کے پادشاہ پاس رہے اور کوئی قلعہ میں بادشاہ کے گرد نہ رہا۔ امیر الامرا ملوکانہ شان و شکوہ سے لشکر کو آراستہ کرکے سوار ہوا۔ قلعہ کو گرد مرہٹے اور ان کے سوار گھیرے ہوئے تھے سہ پہر کو قلعہ میں داخل ہوا۔ بعد ملازمت کے چند کلمے ملالت افزا باظہار کلمۂ نصیحت آمیز کہے سُنے گئے۔ خلعت اسپ وغیرہ کو امیر الامرا نے باکراہ قبول کیا۔ تقدیم ادب میں بھی چنداں نہ مشغول ہوا۔ اپنے گھر چلا گیا۔ باوجود اس کے بادشاہ پہاڑ بن گیا اپنی جگہ سے نہ ہلا اور اصل کی فکر میں نہ ہوا۔ دوبارہ آٹھویں تاریخ کو سادات نے قلعہ کا بندوبست قرار واقعی کیا قطب الملک و مہاراجہ اپنے معتمدوں اور انتخابی فوج کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوئے اور اوّل کی طرح بادشاہی آدمی احاطہ سے باہر کر دیئے گئے۔ اور دروازے اپنے معتمد و معتبر کام کے آدمیوں کو سپرد کر دئے۔ دیوان خاص و عام و خواب گاہ و عدالت کے دروازوں کی کنجیاں اپنے پاس منگا کے رکھ لیں۔ بعد فراغ خاطر کے حسین علی خاں کے پاس آنے کا پیغام بھیجا وہ بڑی شان و دبدبہ سے معین الدین گمنام کو جو پسر شاہزادہ اکبر کے نام سے ہمراہ تھا ہاتھی پر بٹھا کے اپنے گھر میں بارہ دری شائستہ خاں میں جو قلعۂ ارک سے قریب تھا اُترا۔ سید عبد اللہ خاں فرخ سیر ہوش باختہ پاس گیا۔ اور تکالیف شاقہ و عدم قبول نیابت خدمات مذکورہ بہت سے شکوے دل

کے ساتھ بھائی کی زبان سے بیان کئے۔ کہ میں نے تمہارے دادا کی خدمت میں اور تمہاری تمرکاری میں جو تردد جانفشانی و حسن خدمتی دل و جاں سے کیں اور جاں نثاری کرنے میں کسی طرح سے اپنے تئیں میں نے معاف نہیں رکھا۔ اس کے مقابل و عوض میں بادشاہ حق ناشناس نے سوائے سوء ظن و گمان بد و فکر فاسد و ارادہ باطل کے فدویوں کے حق میں کوئی اور خیال دل میں نہیں کیا۔ چنانچہ اس ہمارے مقال کے شاہد وہ فرامین ہمارے ہاتھ میں ہیں جو داؤد خاں افغان اور اس سرزمین کے اور سرکشون اور دکن کے صاحب مدا روں کے نام متضمن اس اشارہ پر لکھے گئے ہیں کہ مجھے دخل نہ دو اور بندۂ بے تقصیر کو قتل کرو۔ دودمان صاحب قران میں کبھی عہد و پیمان کی برخلافی نہ ایسی دیکھی نہ سُنی۔ اس عہد میں بدعہدی کی انتہا ظاہر ہوئی ہمارا وسواس ہراس اس وقت برطرف ہوسکتا ہے کہ خدمات حضور کا اختیار بلا قید نیابت ہمارے اختیار میں ہو اور اور شرائط کا مذکور کیا۔ بادشاہ عقل سے معذور تھا۔ اُس نے جبّن کا عذر کرکے دفعیہ کیا۔ طرفین سے بڑی بے مزہ جلی کٹی باتیں ہوئیں۔ بادشاہ برآشفتہ ہوکر اوّل اعتقاد خاں سے پھر قطب الملک سے مخاطب ہوا۔ دو تین کلمے عتاب آمیز زبان سے نکالے۔ اعتقاد خاں نے اس حال میں چاہا کہ ابلہ فریب کلمات سے اصلاح میں کوشش کرے۔ طرفین میں اپنی اپنی حالت میں بے اختیار تھے سید عبداللہ خاں نے اعتقاد خاں کو گالیاں دے کر بات نہ کرنے دی۔ قلعہ سے باہر جانے کا حکم دیا وہ حواس باختہ اپنی جان کے بچ جانے کو غنیمت سمجھا اور اختیار خاں کی پالکی میں بیٹھ گھر چل دیا حصار کے ہر گوشہ و کنارہ سے آثار فتنہ اور صدائے آشوب بلند ہوئی۔ بادشاہ محل میں چلا گیا اتنے میں رات ہوگئی۔ قلعہ کے اندر اور باہر جانا بند ہوا شہر میں فتور مچا۔ دونوں بھائیوں کی فوجیں کوچہ اور بازاروں میں مستعد و مہیا گھوڑوں پر سوار کھڑی تھیں۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ قلعہ میں کیا گزرا اور کیا گزر رہا ہے۔ سید عبداللہ خاں اور اجیت سنگھ اپنے اعیان کے ساتھ مشورے اور اندیشے کر رہے تھے کہ صبح ہوتے کیا ہو۔ مرہٹوں کے سردار مثل کھنڈو دھیاد بالاجی بشوناتھ اور سنتا وغیرہ دس بارہ ہزار سواروں کے ساتھ رات بھر ہتھیاروں میں اوچی بنے۔ اس انتظار میں شام کے

گن رہے تھے کہ کب صبح ہو جو ہنگامہ دارو گیر گرم ہو اور مال و عیال مردم پر دست دراز کرکے ذخیرہ جمع کریں۔ دن ہوا جھوٹی سچی خبریں اُڑنی شروع ہوئیں کہ سید عبداللہ خاں مارا گیا اور ایسی اور وحشتناک افواہیں اُڑیں۔ اعتقاد خاں اور بعض امرا نے کہ مآل کار سے بے خبر تھے چاہا کہ بازار سعداللہ خاں کی طرف امیرالامرا سے مقابلہ ہونے کے قصد سے سوار ہوں۔ اعتماد الدولہ محمد امین خاں و چین قلیچ خان بہادر از راہ زمانہ سازی و پختہ کاری حسین علی خاں کی رفاقت کی قصد سے گھر سے باہر آئے تھے اُن کے نشان نمودار ہوئے بغیر اس کے کہ مرہٹوں کے ساتھ مقابلہ و مقاتلہ ہو اور کارزار کی آنچ آئے۔ خاندوران خاں کے چودہ پندرہ کمبل پوش سواروں نے چند تیر مرہٹوں کی طرف پھینکے۔ مرہٹے میدان کے لڑنے والے شہر کی گلیوں میں لڑنا کیا جانیں۔ ان کے سب سردار اور دس بارہ ہزار سوار ایک دفعہ فرار ہوئے۔ بازار کے لچوں اور تماشائیوں اور بے روزگار مغلوں نے خبردار ہو کر تلواریں ہاتھ میں لیں اور ہر طرف سے مرہٹوں کو مارتے۔ سر سے پگڑی اوچک لے جاتے اور سر کو بدن سے جدا کرتے۔ ہاتھ سے نیزہ اور کمر سے شمشیر چھین لیتے۔ زین کو ان سے خالی کرتے اور خون سے رنگین اور گھوڑوں کو اور ہتھیاروں کو لے لیتے۔ مرہٹے اُن کے آگے سے ایسے بھاگتے جیسے بھیڑوں کا گلہ بھیڑیئے سے یہاں تک نوبت آئی کہ دھوبیوں قسائیوں اور خاک روبوں اور اور اہل پیشہ نے لاٹھی پونگے مار کے اور زبان سے للکار کے اور تیز آنکھیں دکھا کے جو چاہا اُن سے چھین لیا۔ بھالے اور آفتاب گیر جو مرہٹوں کا سرمایۂ اعتبار ہے اس قدر اُنہوں نے پھینک دیئے کہ بعض بے سر و سامانوں کے لئے چھپروں کا مصالحہ جمع ہو گیا۔ بعض مرہٹے ننگے ہو گئے اور مُنہ میں تنکے کر کے دکنیوں کے دستور کے موافق پناہ مانگنے لگے۔ غرض چوک سعداللہ خاں سے اُن کی نبگاہ تک کہ تین چار کروہ پر تھا سب جگہ مرہٹے قتل ہوے۔ خانی خاں بچشم خود مشاہدہ کرکے لکھتا ہے کہ پندرہ بیس مرہٹوں کے سواروں میں ایک آفتاب گیر ہوتا ہے اور وہ ان کا سرمایۂ فخر ہوتا ہے۔ چار پانچ سو آفتاب گیر پڑے ہوئے تھے۔ مقتولوں کے گھوڑوں اور گھوڑیوں کے خوگیروں میں اکثر لوٹ کا زر و زیور تھا اور اُن کی کمروں میں ان روپیوں اور اشرفیوں کی ہمیانیاں تھیں جو اُنہوں نے

راہ میں راجہ جے سنگھ کے دہات اور مسافروں سے لوٹی تھیں۔ یہ سب بازار کے لچوں اور بیکار مغلوں کے ہاتھ آئیں۔ پندرہ سو پیادے اور سوار اور ستّا سردار اور دو تین اور نامور اُن کے کُشتہ زخمی ہوئے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو مرہٹے ہمیشہ شیخی مارا کرتے کہ ہم نے پایۂ تخت میں جاکر ایک بادشاہ کو مقید کیا اور دوسرے بادشاہ کو تخت پر بٹھایا۔ جب قلعہ کے باہر مرہٹے یوں مارے گئے اور قلعہ کے اندر سید عبداللہ خاں کے مارے جانے کی خبر ہر کوچہ و محلہ میں اُڑی۔ غازی الدین خان غالب جنگ و سادات خاں خسرو بادشاہ مع پسر اپنے گھر سے سوار ہوئے۔ اعتقاد خاں باتفاق سید صلابت خاں داروغہ معزول توپ خانہ اور میر مشرف اور منوہر ہزاری بادشاہی دو تین ہزار آدمیوں کے ساتھ بازار سعداللہ خاں میں معرکہ آرا ہوئے۔ اِن فوج کشیوں اور اور سید عبداللہ کے مارے جانے کی خبر نے لشکر سادات میں پریشانی پیدا کی۔ چار پانچ ہزار سادات بارہ فرار کے فکر میں تھے کہ اعتماد الدولہ حسین علی خاں پاس آگیا اُس سے اُن کو استقامت ہوئی۔ نظام الملک بہادر فتح جنگ نے کہ کام ہاتھ سے گیا عقل دُوربین کی مدد سے حرکت میں فائدہ نہ جانا ناچار خانہ نشین ہوا۔ خان دوران خاں گھر سے نہیں نکلا۔ امیر الامرا نے باہر فساد دیکھ کر سید عبداللہ خاں کو تاکید کی کہ جلد کام سے انفراغ حاصل کرو۔ جب قلعہ کے اندر قطب الملک کی حیات اور غلبہ کی خبر تحقیق ہوگئی تو افواج دل بادل سادات فراہم ہوکر چاندنی چوک میں غازی الدین خاں و سادات خاں اور اُس کے بیٹے سے لڑنے لگی۔ بان بندوق چلنے لگی۔ غازی الدین خاں کے ہاتھی کا اوّل ہی بان کے لگنے سے مُنہ پھر گیا سادات خاں زخمی ہوکر مارا گیا۔ اس ضمن میں آغر خاں لاہوری دروازہ پر نمودار ہوا۔ سید حسین علی کے آدمیوں نے دروازہ بند کردیا۔ ناچار اُس نے معاودت کی۔ اعتقاد خاں نے اپنے ہمراہیوں سمیت سعداللہ خاں کے چوک کی طرف اور اپنے گھر کے پاس چند حملے کئے مورچال باندھ کے بیٹھا آخر کو مقید ہوا۔ اُس کی شامت سے بازار سعداللہ خاں کی چند دکانیں تاراج ہوگئیں۔ ابھی بازار دار و گیر گرم تھا کہ شمس الدین ابوالبرکات رفیع الدرجات کے جلوس کا شادیانہ بجا اور امان کی منادی ہوئی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب بادشاہ محل میں چلا گیا تو سید عبداللہ خاں و اجیت سنگھ

کے افسانہ وافسوں سے پیغام بھیجا کہ وہ محل سے نکلے مگر فائدہ نہ ہوا۔ حبشی اور ترکی کنیزیں جنگ کے لئے تیار ہوئیں۔ افغان اور چیلے اور نجم الدین علی خاں برادر قطب الملک و پسر صلابت خاں رہیلہ محل میں گھس گئے اور عورتوں کو خوب مار پیٹ کر بادشاہ کا پتا لگایا۔ اور وہ بام محل کے کوٹھے کے گوشہ میں چھپا ہوا تھا۔ اُس کو بڑی بے حرمتی سے کھینچ کر باہر لائے۔ جس وقت فرخ کو پکڑا تو اُس کی ماں بیٹیوں بیویوں اور بیگموں نے اُس کو گھیر لیا اور رونا پیٹنا شروع کیا اور گرفتار کرنے والوں کے پاؤں میں سر رکھا۔ ہاتھ جوڑے خدا کے واسطے دیئے مگر ایسے وقت میں کون ایسی سنتا ہے زیور عورتوں کا لُوٹ لیا اور بے حرمت کیا۔ فرخ سیر کی آنکھوں میں سلائی پھیری اور قلعہ کے اندر ترپولیہ کے اوپر حبس خانہ میں جو قبر کی صورت تھا اس بادشاہ کو قید کیا۔ ایک طشت و آفتابہ قضائے حاجت کے لئے اور پانی کی صراحی دی۔

محمد فرّخ سیر کی سلطنت پُر فساد سوائے جہاں دار شاہ کی سلطنت کے گیارہ مہینے کی جن کو اُس نے اپنے ایام سلطنت میں دفاتر میں ثبت کرایا۔ چھ سال چار ماہ کچھ دنوں رہی۔ اس عزل ونصب کی تاریخ کہ ایک بادشاہ گرفتار ہوا اور دوسرا سات برس کا قیدی بادشاہ ہوا (فاعتبروا یا اولی الابصار) ہے۔

# ذکر سلطنت محمد شمس الدین ابوالبرکات رفیع الدرجات

فرخ سیر کی قید سے قلعہ کے اندر اور شہر سے باہر ایک ہنگامہ برپا ہوا تو قطب الملک اور امیر الامرا نے اُس کے فرو کرنے کے لئے چاہا کہ کسی شاہزادہ کو بادشاہ بنائیں۔ مگر بہادر شاہ اور فرخ سیر نے شاہزادے چُن چُن کر قتل کرائے تھے۔ اور جو زندہ تھے وہ زندان میں تھے یا محلوں میں چھپے چھپائے۔ لڑکیوں کی طرح پرورش پا رہے تھے۔ ان سیدوں کو بھی ایسا ہی شہزادہ بھولا بھالا عقل کا پورا چاہیئے تھا کہ کٹ پتلی کی طرح اُن کے اشارہ پر چلے تو اُنہوں نے یکم ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ ۱۷۱۹ء کو شمس الدین ابوالبرکات رفیع الدرجات پسر خُرد رفیع الشان بہادر شاہ

سے کے پوتے اور محمد اکبر خلف اورنگ زیب کے نواسہ کو تخت سلطنت پر بٹھایا اُس کی عمر بیس برس کی تھی وارث تاج اُس کی تاریخ ولادت ہے۔ وہ مدتوق تھا۔ قید خانہ میں پڑا ہوا تھا۔ شورش عام اور غلبہ ازدحام ایسا تھا کہ اتنی فرصت نہ ملی کہ بادشاہ حمام میں جاتا اور کپڑے بدلتا اور تخت کی آرائش اور زینت ہوتی وہ اسی لباس میں کہ پہنے ہوئے تھا تخت پر بٹھایا گیا۔ صرف مالائے مروارید اُس کے گلے میں ڈال دی۔ شہر کے رفع فساد اور آشوب کے لئے الامان الامان کی منادی کرادی اور صدائے شادیانہ بلند کی۔ قطب الملک آداب مبارک باد بجالایا۔ اور اپنے خاص ہمدموں اور معتمد نوکروں کو قلعہ کے اندر رکھا اور دروازوں پر اور دیوان خاص وعام میں سب جگہ اپنے خاص معتبر آدمی بٹھا دئے خواجہ سرا وخواص اور اور کارخانہ جات کا عملہ فعلہ اپنے اعتمادی نوکروں میں سے مقرر کیا۔

جرموں کی معافی اور اوروں کے گھروں کی ضبطی

اول روز کے دیوان میں راجہ اجیت سنگہ دیوان دکن اور راجہ رتن چند کی آرزو کے موافق جزیہ کی معافی کا حکم دیا گیا۔ اور امن امان سلطنت کے احکام اطراف میں روانہ کئے۔ اعتقاد خان کو خفت خواری کے ساتھ قید اور اُس کی جاگیر اور گھر کو ضبط کیا۔ باوجودیکہ اُس نے نقد وجواہر متفرق کر دیئے پھر بھی اُس کا گھر روپیوں اور اشرفیوں اور طلا ومرصع آلات وظروف نقرہ سے بھرا ہوا تھا اُن کو ضبط بادشاہ نے جو اُس کو جواہر اور مروارید عطا کئے تھے اُن کی بازیافت کے لئے اُس کو خفیف وذلیل کرتے تھے۔ اسی طرح بادشاہ مظلوم کے خالوے اور خسر پورہ شائستہ خاں اور سادات خاں کے بیٹوں اور سید صلابت خاں داروغہ توپ خانہ اور افضل خاں صدر اور اور بادشاہ کے غلاموں اور ہوا خواہوں کی جاگیریں ضبط ہوئیں۔ راجہ اجیت سنگہ کی بیٹی زوجہ فرخ سیر کی جاگیر راجہ کی خاطر سے بحال رہی۔ والاشاہی منصبداروں میں اکثر پچاس روپیہ در ماہہ اور بعض زیادہ جاگیر کے مقرر ہونے تک نقد پاتے تھے اور ایک جماعت پاس جاگیر تھی اور اکثر نقد پانے کی اُمید میں جاگیر کو منصبداروں کی جاگیریں محسوب کرتے تھے اُن کو حکم ہوا کہ جس کا نوکری کرنے کا ارادہ ہو وہ حسین علی خاں کے سرکار میں گھوڑے کو داغ دلوائے اوروں کی شرح کے موافق پچاس روپیہ ماہوار سرسری لیں۔ اعتماد الدولہ محمد امین خاں اپنی بخشی گری دوم پر بحال رہا۔ نظام الملک کو

فرخ سیر ۱۷۱۹ء ۱۱۳۱ھ مدفن ہمایوں

صوبہ مالوہ اور سربلند خاں کو صوبہ کابل ملا۔

اس طرح بادشاہ کی قید پر دو مہینے گزرے۔ وہ محبس میں بڑے عذاب بلا میں مبتلا تھا مشہور روایت ہے کہ مکحول کرنے میں اُس کی آنکھوں کا نور بالکل زائل نہ ہوا تھا۔ سادہ لوحی اور حب ریاست سے مدعیان سلطنت سے ایام گزشتہ کے عذر کا پیغام بھیجتا اور درخواست کرتا کہ مجھے پھر تخت پر بٹھا دو میں دونوں بھائیوں کو سلطنت کا اختیار دے دونگا۔ کبھی عبداللہ خاں افغان کی جو بادشاہ زندہ بگور کا نگہبان تھا چاپلوسی کرتا اور اُس کو ہفت ہزاری منصب کا اُمیدوار کرتا اور قید خانہ سے اپنے نکالنے کا اور راج دھیراج جے سنگھ سوائی پاس پیغام پہنچانے کا مشورہ دیتا جس کو وہ اپنی نجات کا وسیلہ جانتا تھا۔ یہ خان اُس کے مافی الضمیر پر اطلاع پاکر سلطنت کے صاحب مداروں کو خبر دیتا۔ اس سبب سے وہ اس سادہ لوح محبوس کے مارنے کے درپے ہوئے۔ دو دفعہ اُس کو زہر دیا اثر نہ ہوا۔ تیسری یا دوسری دفعہ زہر نے اثر کیا مگر جان جلدی نہیں نکلتی تھی کہ دونوں بھائیوں نے باوجود کفالت قسم کلام الٰہی ایسی سختی کی کہ فرخ سیر کو تسمہ کشی اور زدوکوب سے مروا دیا۔ مرنے سے بارہ پہر کے بعد کفن و دفن میں مشغول ہوئے۔ تابوت کو مقبرۂ ہمایوں میں لائے۔ دو تین ہزار مرد و زن خصوص شہر کے لچے و فقیر جن کو بادشاہ سے فیض پہنچتا تھا۔ تابوت کے آگے آگے روتے پیٹتے سر پر خاک ڈالتے ہوئے گریبان چاک گالیاں دیتے ہوئے جاتے تھے۔ حسین علی خاں کا بخشی دلاور علی خاں سید علی خاں برادر بخشی سید عبداللہ خاں تابوت کے ساتھ جانے کے لئے مامور ہوئے تھے۔ وہ اور اعیان شہر کی ایک جماعت مجبور رقت کرتی ہوئی رفاقت میں تھی۔ لوگ اس جماعت کی پالکی اور گھوڑوں پر پتھر پھینکتے تھے اور روٹی پیسے جو فقرا کو خیرات دیتے تھے وہ نہ لیتے تھے۔ سوم کے روز ایک جماعت لچوں اور گداپیشوں کی اُس چبوترہ پر جمع ہوئی جس پر بادشاہ کو غسل دیا تھا بہت سا طعام پکا کے فقرا کو کھلایا۔ مجلس مولود کی صبح تک احیائے شب کیا۔

تذکرہ چغتائیہ میں لکھا ہے کہ فرخ سیر کی ۳۸ برس کی عمر تھی اور جب سے اُس نے پٹنہ میں

تخت سلطنت پر جلوس کیا مدت سلطنت اُس کی سات سال ایک مہینہ نوروز تھی اور جہاندارشاہ کی شکست کے بعد چھ برس تین مہینے ۲۴ دن۔

بعد اس واقعہ کے بقول عوام بادشاہی خزانہ وجواہر ومرصع آلات وہاتھی گھوڑوں کو دونوں بھائیوں نے اپنے تصرف واختیار میں کیا اور حصہ رسد ان میں سے انتخاب کرکے اپنے کارخانجات میں داخل کیا۔ سید عبداللہ خاں کو عورتوں کے ساتھ محبت وعشرت میں بڑی رغبت تھی مشہور روایت یہ ہے کہ دو تین عورتیں جو لقا بادشاہی محرمان حرم میں سے پسند کرکے وہ اپنے تصرف میں لایا باوجودیکہ زیادتی حرص وخواہش شہوت رانی سے اُس کے خود ستر اسی خوش ادا عورتیں مزے اُڑانے کے لئے موجود تھیں۔

بھائی بھائیوں میں نااتفاقی

بعد ان سوانح کے ایک دن یا ایک رات بھی دونوں بھائیوں کو میسر نہیں ہوئی کہ جس میں اُن کو اپنی جان وآبرو کا خوف نہ تھا اور دل کی مراد کے موافق کامرانی اور لذت زندگانی اُٹھاتے۔ دونوں بھائیوں میں باہم محبت اخوت کدورت باطنی ووسواس غلبہ تسلط سے بدل گئی بحسب ظاہر وزارت کے سبب سے اُمور ملکی کا اختیار بڑے بھائی کے ہاتھ میں زیادہ تھا لیکن امیرالامرا حسین علی خاں اپنی شجاعت وتہور کاردانی فیض رسانی ومعاملہ فہمی پر اس مرتبہ پر غرور رکھتا تھا کہ کسی کی اپنے آگے ہستی نہیں سمجھتا تھا اور اپنے آگے بڑے بھائی کو ہیچ جانتا تھا۔ زیادہ تر امرائے جلادت پیشہ کارطلب کو رعایت واعانت سے اپنا رام ورفیق کیا تھا اور ملک کے بندوبست کا اختیار اپنی طرف کھینچتا تھا۔ اس سبب سے افواہ عوام میں بھائی بھائیوں کی ناموافقت کی طرح طرح کی باتیں مشہور ہوتیں لیکن بحسب ظاہر معاندوں کے فساد اور عناد کے ملاحظہ سے سررشتہ اخلاص واتحاد واخوت کو ہاتھ سے نہ دیتے تھے کہ واقعہ طلب رخنہ جویوں کی دست و زبان دراز ہوسکے اُن کو ارباب حاجت کے کاموں کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ تھی وہ ان کاموں میں اپنا صرف اوقات کرتے تھے کہ اُمرائے مغضوب ومنکوب کا اموال ضبط کریں دور ونزدیک سے خزانہ وجواہر جمع کریں اطراف کے سرکشوں کے لئے جو گردنکش

گردش سلطنت کے سُننے سے اطاعت نہیں کرتے تھے اُن کی تنبیہ کے لئے فوجیں روانہ کریں راجہ اجیت سنگھ نقد و جواہر سے مالا مال ہوکر احمدآباد کو جاتا تھا کہ بازار کے دونوں طرف کلمات لاینعی اور صریح دشنام بازار کے پُچّے اسے سُناتے اور کہتے کہ داماد کا خون بہا لے کر اور اپنا مُنہ کالا کرکے اس شہر سے باہر جانا چاہتا ہے۔ راجہ ان باتوں سے ایسا تنگ ہوا کہ ایک دو آدمیوں کو جان سے مارا اور ایک دن چند کشمیریوں کو اس تقصیر میں گرفتار کیا اور سادات کے حکم سے اُن کو گدھے پر سوار کرکے تشہیر کی۔

[illegible]

بادشاہ کی شہادت پر دس پندرہ روز نہ گزرے تھے کہ جمادی الثانی ۱۱۳۱ھ کو قلعہ اکبرآباد کے ہزاریوں نے نیکوسیر پسر محمد اکبر نبیرہ بہادر شاہ کو جو قلعہ میں محبوس تھا اکبرآباد میں بادشاہ بنایا اور سیم و زر پر یہ سکہ لگایا ؎

بزر زد سکۂ صاحبقرانی
شہِ نیکوسیر تیمور ثانی

۱۰۸۹ھ محمد اکبر اپنے باپ اورنگ زیب سے باغی ہوا تھا۔ اورنگ زیب نے اُس کے بیٹے نیکوسیر اور دو بیٹیوں کو مقید کرکے قلعہ اکبرآباد میں بھیجدیا تھا۔ ان بیٹیوں میں سے ایک کی شادی شاہزادہ رفیع الشان سے اور دوسری بیٹی کی شادی شاہزادہ جہاں شاہ پسر بہادر شاہ سے کی تھی۔ نیکوسیر چالیس سال سے قلعہ مذکور میں ناکامی کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا۔ بعض امرا نے اُس کو تخت پر بٹھا کے قلعہ کے اوپر سے دارالامارت عزت خاں پر گولہ لگایا تو عزت خاں کو اس آشوب کی خبر ہوئی اُس نے باہر خیمہ لگایا اور دونوں بھائیوں کو اس کی خبر کردی اُنہوں نے راجہ بھیم اور چوڑامن جاٹ کو عزت خاں کی مدد کے لئے بھیجا۔ نیکوسیر کی مدد کا وعدہ راجہ دھیراج جے سنگھ اور راجہ چھبیلا رام نے الہ آباد سے اور فتح الملک نے مالوہ سے کیا تھا مگر یہ امیر اپنے جھگڑوں میں ایسے پھنسے ہوئے تھے کہ نیکوسیر کی مدد کے لئے کسی نے حرکت نہ کی بادشاہ رفیع الدرجات مرض دِق میں مبتلا تھا۔ سادات کے حکم سے حکما اُس کے علاج میں کوشش کرتے تھے لیکن مدّوق

کے لئے کوئی معالجہ تفریح طبع اور نغمات راحت افزا و حکایات فرحت رسا سے بہتر نہیں ہے۔ بادشاہ مجبور امور فرماں روائی میں اصلا اختیار نہیں رکھتا تھا بلکہ تصویر کا حکم رکھتا تھا کہ تخت پر بطور طلسم کے تعبیہ کردی تھی اور اُس کے دور میں قطب الملک کے آدمی منصوب تھے۔ اس غم والم سے روز بروز اس کا مرض بڑھتا تھا دوا فائدہ نہیں کرتی تھی۔ آلام جسمانی کے سوائے افکار روحانی میں اور مبتلا ہوا۔ اکبر آباد کی خبر نے اس کے غم کو اور زیادہ کیا۔ قریب المرگ ہوا۔ اُس نے سیدوں سے کہا کہ اگر میرے بڑے سگے بھائی رفیع الدولہ کو تخت سلطنت پر بٹھاؤ اور میری زندگی میں اُس کے نام کا سکہ و خطبہ جاری کراؤ تو میری کمال خوشنودی کا سبب ہوگا اور میں آپ کا احسان مانونگا سادات نے قبول کیا۔ رفیع الدولہ کو تخت پر بیٹھے ہوئے تین روز ہوئے تھے کہ رفیع الدرجات نے عین جوانی میں روضۂ جاودانی کو کوچ کیا۔ تین ماہ دس روز برائے نام سلطنت کر گیا۔

# ذکر سلطنت رفیع الدولہ ملقب بہ شاہجہان ثانی

۲ ماہ رجب ۱۱۳۱ھ کو رفیع الدولہ کو جو برادر مغفور مرحوم سے ڈیڑھ سال بڑا تھا۔ شاہجہان ثانی کا لقب دے کر تخت سلطنت پر بٹھایا (شنبہ بستم مہ رجب بود) تاریخ جلوس ہے صرف اس کے نام کا سکہ و خطبہ جاری ہوا اور امور ملکی میں کوئی اختیار اُس کو نہ ملا۔ اُس کو چاروں طرف سے قطب الملک کے منصوب گھیرے ہوئے تھے اُس کے باہر جانے اور اندر آنے اور لباس و خوراک کا اختیار رحمت خاں کو تھا۔ جمعہ کی نماز اور شکار کی بے حضور سادات کسی امیر سے بات کرنے کی ممانعت تھی۔ اُس کی ابتدائے سلطنت میں محمد فرخ سیر کے خالو شائستہ خاں نے سپاہ جمع کر کے راجہ جے سنگھ پاس خفیہ جانے کا ارادہ کیا تھا مگر راجہ پاس پہنچنے سے پہلے طرفین سے فوج کشی پر نوبت آئی بغیر لڑے وہ بے آبرو ہو کر قید ہوا۔ اور اس کا گھر بار ضبط۔ امیر الامرا نے عزت خاں کی مدد اور قلعہ اکبر آباد کے محاصرہ کے لئے حیدر قلی خاں بہادر کو بطریق ہراول

روانہ کیا۔ اور ۷ شعبان کو خود امیر الامرا اور پچیس ہزار سواروں کے ساتھ اکبرآباد روانہ ہوا۔ اس مابین میں مختلف خبریں اُڑیں جن میں سے صرف یہ خبر سچ تھی کہ راجہ جے سنگہ نیکوسیر کی مدد کے لئے انبیر سے ایک منزل نو دس ہزار سواروں کے ساتھ چلا۔ باقی فقرا مجذوب کی زبانی اور سالکان صاحب کرامت اور گوشہ نشینان واصل باللہ و فال کلام اللہ و تقول خواجہ حافظ و خوابہا صلحا و احکام رمالان و منجمان کی دست آویز پر نیکوسیر کی سلطنت نے دل اور زبان پر سکہ لگایا تھا۔ مجالس و محافل میں بے اصل مختلف خبریں اُڑتی تھیں کہ نیکوسیر فقیر کی صورت میں راجہ جے سنگہ سوائی پاس چلا گیا اور راجہ اور زمیندار و چھبیلا رام بیس ہزار سواروں کے ساتھ اور نظام الملک آب و تاب سے روانہ ہوئے ہیں۔ ایسی خبروں کی شہرت سے قطب الملک بادشاہ کو اپنے ساتھ لے کر باتفاق مہاراجہ اجیت سنگہ تیس ہزار فوج سے زیادہ لے کر جے سنگہ سے لڑنے کے لئے اکبرآباد کی طرف متوجہ ہوا۔ ان ہی ایام میں مہاراجہ اجیت سنگہ نے اپنی بیٹی زوجہ فرخ سیر کو ایک کروڑ روپیہ کی دولت کے ساتھ روانہ کیا۔ زمانہ سلاطین سلف میں راجاؤں کا تسلط ایسا تواریخ میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ کہ کوئی راجہ اپنی بیٹی کو بادشاہوں کے عقد ازدواج میں دینے کے بعد اپنے گھر میں لے گیا ہو۔ اکبرآباد میں حیدر قلی خاں بہادر اور عزت خاں شیر و شکر کی طرح آپس میں مل کر رفیق ہو گئے۔ قلعہ کا محاصرہ کیا مورچال باندھے و دمدمے لگائے۔ سید حسین علی خاں بھی آ گیا۔ طرفین کے گولوں کے صدمات اور ضرب سے قلعہ کے اندر اور باہر بہت گھر خراب ہو گئے۔ مساجد و شہر میں شکست و ریخت زیادہ ہوئی۔ محاصرہ میں تین مہینے گزرے۔ تین افغان قلعہ کو جاتے تھے کہ پکڑے آئے۔ تینوں توپ سے اُڑائے گئے۔ تعجب یہ ہے کہ اُن میں سے دو اُڑ گئے اور ایک بچ گیا۔

قطب الملک بہ سبب برسات کے توقف کرتا ہوا جے سنگہ کے مقابلہ کے لئے گیا۔ اکبرآباد سے چالیس کوس پر مقیم تھا۔ جے سنگہ نے جب دیکھا کہ نیکوسیر کی مدد کو کوئی کمکی نہیں آیا اور قطب الملک متھرا میں مجھ سے دس کوس پر پہنچا تو راجہ نے اپنا وکیل قطب الملک پاس معافی قصور کے لئے بھیج دیا۔

نیکوسیر کا ایک منشی نتھ مل تھا۔ اُس کو باہر کے بعض مخیل ہزاریوں نے بلایا کہ ہم اُس کے ساتھ قلعہ میں نیکوسیر پاس جائیں گے۔ وہ رات کو بعض ہزاریوں کے لینے کے لئے آیا تو اُس کو مقید کر کے امیر الامرا پاس لے گئے نتھ مل کے قلمدان سے امیر الامرا کے اکثر امیروں کے خط نیکوسیر کے نام کے نکلے۔ امیر الامرا نے اُن کو مخفی کر دیا۔ صرف اسد علی خاں مردان علی خانی کا خط برملا ہوا۔ اُس کو معضوب و منکوب کر کے جاگیر اُس کی ضبط کر لی۔ محمدؐ عسکری برادر زادہ نیکوسیر چھبیلا رام پاس پیغام لے جاتا تھا۔ گرفتار ہوا۔ جب محمدؐ عسکری گرفتار ہو گیا اور راجہ جے سنگھ کا وکیل قطب الملک پاس عفو تقصیر کے لئے گیا۔ ایام محاصرہ کو امتداد ہوا۔ قلعہ میں آذوقہ باقی نہیں رہا تو ہزاریوں نے مایوس ہو کر چورامن جاٹ کی معرفت صلح کا پیغام امیر الامرا پاس بھجوایا۔ اور جان و آبرو کی امان کا عہد و پیمان لے کر قلعہ کی کنجیاں حوالہ کیں۔ ۲۷ر رمضان کو نیکوسیر مع اور متوسلین کے مقید ہوا۔ جان کی امان دے کر اُن کو امیر الامرا پاس لائے۔ مترسین کو جس نے یہ سارا فساد مچایا تھا۔ اپنی جان بخشی کا اندیشہ تھا اس لئے اُس نے خودکشی جمدھر سے کی۔

امیر الامرا نے نیکوسیر سے فارغ ہو کر خزانہ و جواہر اور اجناس پر جو تین چار سو برس سے سکندر لودی اور بابر کے وقت سے کوٹھوں میں جمع ہو رہا تھا اور اس میں خاص کر نورجہان اور ممتاز محل کے اموال تھے۔ بعض کارخانہ جات سربستہ تھے جن میں ظروف طلا و نقرہ بہت تھے اور کئی ہزار اینٹیں تانبے کی تھیں۔ عوام دو تین کروڑ روپیہ کا مال تبلاتے تھے۔ اُن کے جمع کرنے کے لئے امیر الامرا نے پندرہ سولہ مقام کئے۔ کل اجناس میں یہ چیزیں بڑی بیش قیمت تھیں۔ ایک چادر مروارید تھی جو ممتاز محل کی قبر کی پوشش کے لئے شاہجہان نے بنوائی تھی عرس اور شب جمعہ کو قبر پر ڈالی جاتی تھی۔ نورجہان کا اختراع کیا ہوا جوڑہ چق اور ایک ٹیکہ بڑا بیش بہا تھا۔ بہر حال ان اموال سے کوئی حصہ سید عبداللہ کو نصیب نہیں ہوا۔ مگر چار مہینے کے بعد بے مزگی سے اکیس لاکھ روپیہ سید عبداللہ خاں کو ملا۔ امیر الامرا نے وسط

شوال میں اکبرآباد سے کوچ کیا۔ فتح پور میں دونوں بھائی مل گئے۔ راجہ جے سنگھ سے ان شرائط پر صلح ہوگئی کہ راجہ اجیت سنگھ ان پرگنوں سے ہاتھ اُٹھائے جو اُس نے محال بادشاہی کے بابت جاگیر کی طلب کے دعوے کے اپنے تصرف میں کر لئے تھے۔ جے سنگھ کی یہ درخواست قبول ہوئی کہ روح اللہ و تہور خاں کے قصور معاف ہوئے جو راجہ کی رفاقت میں تھے۔ یہ مقرر ہوا کہ سرکار سورت صوبہ احمدآباد کی فوجداری راجہ جے سنگھ کو ملے اور صوبہ داری احمد آباد و اجمیر ضمیمہ جودھپور ہو۔ اس صورت میں دارالخلافہ اکبرآباد سے تیس کروہ سے کہ راجہ جے سنگھ کا وطن ہے کنار دریائے شور تک کہ مراد سورت سے ہے۔ ان دو راجاؤں پاس ملک ہوگیا۔ بادشاہ شاہجہان ثانی مرض اسہال میں مبتلا تھا اور اب مرض روحانی میں اور گرفتار رہا وہ اس دنیا سے رخصت ہوا۔ تین مہینے چند روز برائے نام سلطنت کر گیا۔ ان دونوں بھائیوں کو سلطنت سے کچھ بہرہ نہ ملا۔ ناکام دنیا سے گئے۔

# ذکر سلطنت مرزا روشن اختر ابوالفتح ناصرالدین محمد شاہ

رفیع الدولہ کی سلطنت پر تین مہینے دس روز گزرے تھے کہ موت کے آثار اس پر ظاہر ہوئے۔ سید عبداللہ خاں مایوس ہوا اور ماہ شوال کے اواخر میں غلام علی خاں پسر خان جہان خالوزادہ کو فتح پور سے روشن اختر کے لانے کے لئے بھیجا۔ وہ خجستہ اختر جہاں شاہ کا بیٹا اور بہادر شاہ کا پوتا تھا۔ ۱۸ برس کی عمر تھی ۱۵ ذی قعدہ ۱۱۱۴ھ میں پیدا ہوا تھا۔ خوبصورت جوان تھا۔ ذہن اچھا نہ تھا مگر فہم و فراست سے بالکل خالی بھی نہ تھا۔ قلعہ سلیم گڈھ میں مقید تھا۔ نواب قدسیہ بیگم اُس کی ماں اس قید خانہ میں شریک تھی۔ وہ معزالدین جہاں دار شاہ کے عہد سے اپنے بیٹے کو اسی زندان میں پالتی تھی۔ یہ بیگم نہایت عاقلہ اور ہوشیار زمانہ دیکھے ہوئے بیٹھی تھی۔ چند دفعہ روشن اختر سے امیروں نے آن کر عرض کیا کہ تخت سلطنت حاضر ہے چل کر اپنے قدموں سے اُسے مشرف کیجے۔ تو اس فرزانہ بیگم نے یہ سمجھ کر کہ جو بادشاہ ہوتا ہے وہ تخت کی

قربانی بنتا ہے۔ امیروں کے سامنے ہاتھ جوڑے اور کہا کہ برلے خدا مجھے اس یتیم کے لئے تاج نہیں چاہئے۔ اس کا سر سلامت رہنے دیجے۔ امیروں نے بہت عہد و پیمان کر کے اُس کی تسلی و تشفی دی۔ قلعہ شاہجہان آباد میں روشن اختر ابھی طلوع نہیں ہوا تھا کہ رفیع الدولہ کا آفتاب حیات غروب ہوا۔ روشن اختر کے پہنچنے تک ایک ہفتہ یا عشرہ رفیع الدولہ کی لاش مخفی رکھی گئی ۱۵ ذی قعدہ (ستمبر) ۱۱۳۱ھ ۱۷۱۹ع کو روشن اختر نے فتح پور میں تخت سلطنت پر قدم رکھا اور ابوالفتح یا ابوالمظفر ناصر الدین محمد شاہ اپنا لقب رکھا۔ ایک شخص نے اس کے انزوا سے نکلنے اور فرماں روا ہونے کی یہ تاریخ کہی ہے ؎

روشن اختر بود اکنوں ماہ شد
یوسف از زنداں برآمد شاہ شد

اس تاریخ میں دو سال زائد ہیں۔ ایک شخص نے اُستاد کے اس شعر سے یہ تاریخ نکالی ؎

چو خواہد کہ ویراں کند عالمے
نہد ملک در پنجۂ ظالمے

یعنی ملک کے عدد پنجۂ ظالم کے اعداد میں زیادہ کریں تو تاریخ کے سنہ حاصل ہوتے ہیں۔ یہ شہزادہ قید خانہ کی کوٹھری سے نکل کر ہندوستان کے تخت سلطنت پر بیٹھا۔ مگر سیّدوں کی قید سے رہائی نہ ہوئی۔ اُنھوں نے اُس کے گرد اپنا پہرہ چوکی جمائے رکھا۔ انھیں کی حوالات میں کبھی باغ کی سیر کو آتا۔ کبھی چڑیا کے شکار کو چلا جاتا۔ محل سے نکلا تخت پر بیٹھا۔ تخت سے اُترا محل میں چلا گیا وہ دل میں حیران تھا کہ میں ہندوستان کا بادشاہ ہوں یا شطرنج کا بادشاہ ہوں۔ کہ سید اُس کو جس خانہ میں چاہتے ہیں بٹھا دیتے ہیں۔ تخت پر بیٹھے ہوئے تھوڑے دن گزرے تھے کہ سیدوں کی اُمید کے برخلاف اپنا اقتدار اور سیدوں کے ہاتھوں سے نکل جانے کا اظہار کیا۔ آغاز سلطنت میں اس بادشاہ نے اپنی فراست و عقل دکھائی مگر کچھ عرصہ کے بعد شراب کے نشہ میں ایسا بدمست ہوا

که تاج کو سر پر نہ سنبھال سکا۔ بادشاہ کی سلطنت کا آغاز فرخ سیر کی وفات سے شمار ہوتا ہے۔ بیچ میں دونوں بادشاہوں کی سلطنتوں کا زمانہ کالعدم ہے۔

قدسیہ بیگم امور ملکی کے دقائق اور معاملات کے غوامض میں رائے صائب اور فہم رسا رکھتی تھی وہ حسب صلاح وقت سررشتہ حزم و احتیاط کو ہاتھ سے نہیں دیتی تھی۔ سیدوں کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں ہونے دیتی۔ پندرہ ہزار روپیہ مہینہ اس بیگم کو ملتا تھا۔

میر جملہ کو صدارت کل کی خدمت مقرر ہوئی۔ رتن چند کل امور ملکی مالی و شرعی یہاں تک کہ قضات بلاد اور ارباب عدل کے معین میں اس مرتبہ پر استقلال رکھتا تھا کہ تمام بادشاہی متصدی جزو کل کے معطل تھے۔ سوائے اس کی کہ ان کی مہر دستاویز پر لگتی کوئی دخل ان کو نہ تھا نقل ہے کہ ایک روز رتن چند کسی شخص کو عبداللہ خاں کے پاس لایا اور کسی بلدہ کی خدمت قضا پر مقرر کرایا تو سید عبداللہ خاں نے ایک گستاخ مصاحب کی طرف رخ کرکے مسکرا کر کہا کہ ہمارا رتن چند قاضی کو تجویز اور مقرر کرتا ہے تو اس مصاحب نے جواب دیا کہ راجہ جیو امور ملکی و دنیوی کے نظم و نسق سے فارغ ہو چکے ہیں اب کاروبار دینی کے انتظام میں مشغول ہوئے ہیں۔

چھبیلہ رام ناگر صوبہ دار الہ آباد ان دونوں بھائیوں کی اطاعت نہیں کرتا تھا۔ اور اُن کی نسبت چند ناہموار حرکتیں کر چکا تھا۔ حسین علی خاں نے اُس کی تنبیہ کے لئے اکبر آباد کی طرف پیش خانہ لے جانے کا حکم دیا کہ چھبیلہ رام کے مرنے کی خبر آئی۔ اگرچہ اس خبر کو امیر الامرا دل میں اپنے خوش طالعی سمجھا مگر ظاہر میں غرور سے کہا کہ افسوس ہے کہ اُس کے سر کو نوک سناں پر اور اُس کے دھڑ کو ہاتھی کی دم میں لٹکا ہوا خلقت نے نہ دیکھا۔ اسی اثنا میں یہ شہرت ہوئی کہ گردھر پسر دیا دھر اُس کے برادر زادہ نے جو اُس کا مقدمۃ الجیش اور قوت بازو تھا۔ چچا کے مرنے کے بعد سپاہ جمع کی اور قلعۂ الہ آباد کے برج و بارہ کو استوار کیا۔ جب سیدوں کو یہ حال معلوم ہوا۔ محمد شاہ کو فتح پور سے آگرہ میں لے آئے۔ اور مہم الہ آباد کی شہرت دے کر جمنا پر پل بندھوایا۔ اور ہراول کے طور پر سپاہ مقرر کی۔ جب گردھر نے

یہ خبر سُنی کہ الہ آباد کے محاصرہ کے لئے تیاریاں ہو رہی ہیں تو اُس نے اپنے وکیل بھیجکر عفو تقصیر کی۔ اور اطاعت کی چند شرائط کے ساتھ درخواست کی۔ اُس نے کبھی یہ چاہا کہ صوبہ الہ آباد بحال رہے۔ کبھی یہ کہ صوبہ اودھ عنایت ہو۔ آخر کو یہ ٹھیرا کہ چھبیلہ رام کا کریا کرم کرکے وہ الہ آباد کو خالی کردے اور اودھ کی صوبہ داری اور خطاب بہادری کا فرمان گردھر کے نام صادر ہو۔ گردھر کی اس صلح پر خاطر جمعی نہ تھی اس لئے حیدر قلی خاں ایک ایک شائستہ فوج کے ساتھ اُس کی تنبیہ کے لئے بھیجا گیا۔ کسی شخص واحد کے اختیار میں مصالحۃ و جنگ ہوتی تو اس مہم کو طول نہ ہوتا۔ بارہ کے سردار اپنی رائے پر قائم نہ تھے رتن چند کی بغیر صلاح کے کسی کو اختیار نہ تھا۔ گردھر سادات کے قول و عہد پر اعتماد نہ کرتا تھا ہر ہفتہ و مہینہ میں قلعہ کے خالی کرنے کا صبح و شام وعدہ مشہور ہوتا تھا۔ پھر جنگ و محاصرہ شروع ہوتا تھا۔ اس لئے مقدمہ کو طول ہوتا تھا۔ اکبر آباد سے حسین علی خاں نے جمنا کے کنارہ پر عبور کیا۔ لیکن یہ جان کر کہ قلعہ الہ آباد کو تین طرف سے جمنا و گنگا گھیرے ہوئے ہیں۔ گردھر نے بُرج و بارہ قلعہ کے استحکام میں اور ذخیرہ و مصالح جنگ کی گردآوری میں کوشش کی ہے۔ اس کی سرکشی کی شہرت سے تمام محالات خالصہ و عمدہ جاگیرداروں میں پورا خلل پڑے گا۔ اس کا لحاظ اُس نے کیا کہ اگر قلعہ کے محاصرہ میں امتداد ہوا تو تمام صوبوں میں ملک میں تحصیل مال اور رعایا کے حال میں فساد کلی پیدا ہوگا۔ آج کل میں قلعہ کے خالی کرنے کی خبر تواتر کے مرتبہ کو پہنچی تھی کہ بادشاہ اور سید عبداللہ خاں کا پیش خانہ غرہ ربیع الآخر کو شاہجہان آباد کی طرف چلا۔ پندرہ روز کے عرصہ میں سب لوگ شاہجہان آباد کو روانہ ہوگئے۔ گردھر کی وعدہ خلافی سے پیش خانہ شاہی برخلاف داب عزم سلاطین پھر آیا اور اس درمیان میں دونوں بھائیوں میں اکبر آباد کے اموال نقد و جنس کے باب میں جو نیکو سیر سے موافق قول مشہور کروڑوں روپیہ کا برادر خرد کے تصرف میں آیا تھا۔ مکرر کلمات رنجش آمیز درمیان میں آئے۔ سید عبداللہ خاں نصف حصہ اس مال میں سے مانگتا تھا۔ بہت منت سماجت سے ۱۲ لاکھ روپیہ سید عبداللہ خاں کو ملا۔ گو اس رنجش کے اخفا کے

باب مین بہت کوشش کی جاتی تھی مگر وہ گفت وشنید مین آتی تھی۔

گردھر کے متواتر نوشتے آئے کہ اگر رتن چند آنکر قول وعہد وپیمان آبرو جان کے بحال رکھنے کا کر کے مطمئن خاطر کرے تو مین قلعہ کو خالی کرتا ہون اسلئے دونون بھائیون نے صلاح کار اسمین جانی کہ رتن چند جاکر استمالت کرے سنہ جلوس کے آخر ربیع الاول مین افواج شائستہ کے ساتھ رتن چند الہ آباد روانہ ہوا۔ گردھر سے ملاقات ہوئی عہد وپیمان گنگا جلی اُٹھی سوائے صوبہ داری اودھ کی فوجداری مقرری کے کہ ہمیشہ صوبہ مذکور کی ضمیمہ ہوتی تھی دو تین اور فوجداری گردھر کی خواہش ودرخواست کے مطابق صوبہ داری اودہ کی ضمیمہ کیگیئن۔ اور اوائل ماہ جمادی الاخریٰ سنہ ۲ جلوس مین گردھر نے قلعہ خالی کیا اور صوبہ اودہ کو روانہ ہوا۔ اس خبر سے تین روز صدائے شادیانہ بلند ہوئی۔ کہتے آئے ہین کہ ہر خندہ کے آخر مین گریہ ہوتا ہے اور ہر شادی کی انتہا ماتم پر ہوتی ہے ابھی واقعہ طلب آدمی تسخیر الہ آباد کی صدق وکذب کی تحقیق کر رہے تھے کہ کچھ اور ہی گل کھلا اور زمانہ نے ایک نیا رنگ دکھایا جس کی تفصیل آگے آئیگی۔

بوندی کی باجگزار ریاست پر راجہ بدھ سنگہ اور راجہ بھیم سنگہ آپس مین لڑ رہے تھے۔ آخر کار راجہ بدھ سنگہ کو فتح ہوئی۔ راجہ بھیم شکست پاکر سید حسین علی خان کی پشت پناہ مین آیا حسین علی خان کا بخشی سید دلاور علی خان تھا اُس کو امیر الامرا نے راجہ بھیم کی رفاقت کے لئے مقرر ومرخص کیا چھ ہزار سوار اُس کے ساتھ کئے اور خلوت مین اشارہ کردیا کہ بدھ سنگہ کی تنبیہ کے بعد راجہ جے سنگہ سے متفق ہو کر سرحد صوبہ مالوہ مین استقامت کرے اور حکم کا منتظر رہے اس حکم نے بڑا غضب ڈھایا جکا ذکر آگے آئیگا۔

سنہ ۲ جلوس مطابق ۱۱۳۲ھ کے سوانح اعظم یہ ہین مہاراو بھیم سنگہ ہاڈہ وراجہ کوٹہ وگنج سنگہ کچھواہہ راجہ نرور وسید دلاور علی خان وسید عالم علی خان کے امرار باعتبار کثرت فوج وسامان واستظہار واختیار ملک سید حسین علی خان کے سرمایہ عجب وپندار تھے

سادات کا قتل اور نظام الملک بہادر فتح جنگ کی ترقی۔

یہ سب نظام الملک بہادر فتح جنگ کے ہاتھ سے بادیۂ عدم کے مسافر بنے۔ اِن اقوال کی تفصیل بسبیل اجمال یہ ہے کہ سید عبداللہ خان کو یہ ناگوار خاطر تھا کہ امیر کبیر نظام الملک کو کل امرائے مغلیہ اپنا پیر و مرشد جانتے ہین اور اُسکی اطاعت کو دین و دنیا کی معموری کا ذریعہ تصور کرتے ہین اسلئے وہ اس تدبیر مین تھا کہ اُس کو ایسی جگہ بھیجے جو زورطلب ہو اور قلت مداخل اور کثرت مخارج سے پریشان و بے سامانی پیدا ہو اس لئے نظام الملک کو عظیم آباد پٹنہ کا صوبہ مقرر کیا جہان کے زمیندار بڑے شورہ پشت اور مفسد اور نہایت زورطلب تھے۔ نظام الملک نے اُسکو تسلیم کرلیا تھا کہ فرخ سیر کے شہید ہونے کا قصہ کھڑا ہو گیا جسکے سبب نظام الملک کا عظیم آباد جانا رہ گیا۔ حسین علی خان گریز وسلطنت مین اپنے بڑے بھائی سے اپنے تئین بڑا جانتا تھا اس نے صلاح اسمین دیکھی کہ نظام الملک کو مالوہ کی صوبہ داری بکفالت سوگند سپرکی وہ رفیع الدرجات کے جلوس کے تیسرے دن مع عیال و اطفال و رفقار کے جو ایک ہزار منصب داران نقدی و جاگیردار تھے مالوہ کو روانہ ہوا۔ یہ لوگ سیّدون کی بے توجہی سے پریشان حال و فاقہ زدہ تھے۔ نظام الملک نے سپاہ اور توپخانہ کو جمع کیا۔ محمد غیاث خان نے اپنی مغلیہ برادری کو جو پیادے تھے پانسو کے قریب گھوڑے اور ہتھیار اور سامان اپنے گھر سے دیکر سوار بنایا۔ اور شیخ محمد شاہ و ابوالخیر خان و اسمٰعیل خان و قزلباش وغیرہ کو بطور قرض و رعایت بہت روپیہ دیا۔ نظام الملک نے اپنی خدمت ماموره پر جاکر سپاہ کو زیادہ کیا بندوبست واقعی مین مشغول ہوا مفسد و سرکش زمینداروں کی تنبیہ تادیب و زیردستون کی حمایت کی۔ ابھی آٹھ سات مہینے اُسنے اس صوبہ مین جا گرم کی تھی کہ حسین علیخان کی رائے اس پر قرار پائی کہ گردھر کے مقدمہ کی فراغ کے بعد صوبہ مالوہ مین استقامت کرکے بندوبست دکن کے چھ صوبون اور چار صوبون احمد آباد و اکبر آباد و اجمیر و مالوہ کا خود کرے۔ آج نظام الملک کے معزول کرنے کے لئے بہانہ طلب ہوا کہ مقدمات چند در چند ایسے واقع ہوئے کہ وہ حسین علی کو نقض عہد کے سئے بہانہ اور نظام الملک کی جسارت کے لئے

سبب ہوئے ۔ ان مقدمات کی تفصیل یہ ہے۔
اول جن دنون مین سید حسین علی خان اورنگ آباد سے فرخ سیر کی تسخیر کے لئے حضور شاہی مین آتا تھا اور آب نربدا سے اُس نے عبور کیا تھا اور قلعہ مانڈو صوبہ مالوہ کے نزدیک آیا تھا تو یہان مرحمت خان پسر امیر خان قلعہ داری اور فوجداری کی خدمت اس ضلع مین رکھتا تھا اور اسکی شمشیر کی ہیبت اور بندوبست سے پہاڑی مفسدون نے اپنے گھرون مین رہنا چھوڑ دیا تھا۔ اُس نے بیماری کا بہانہ بنایا اور بادشاہی نمک کا پاس کیا وہ امیر الامرا سے ملاقات کرنے نہ آیا جسکے سبب سے امیر الامرا کے دل مین اس سے بغض پیدا ہوا جب دونون بھائیون نے بادشاہ کو مار کر کامیابی حاصل کی تو اُنہون نے خواجم قلی خان تورانی کو مانڈو کی قلعہ داری پر مامور کیا اور مرحمت خان کی جاگیر کو بدل دیا۔ خواجم قلی خان قلعہ کے نزدیک آیا تو مرحمت خان نے بسبب سلطنت کے انقلاب کے قلعہ کے سپرد کرنے مین عُذر کیا۔ خواجم قلی خان نے مرحمت خان کی شکایت سادات سے کی اُس نے مرحمت خان کے وکیل کو چشم نمائی کی اور نظام الملک کو تاکیداً لکھا کہ معزول کو قلعہ سے باہر نکالو اور منصوب کو اس مین داخل کرو۔ نظام الملک مرحمت خان سے کہ بڑا خاندانی امیر تھا موروثی رابطہ رکھتا تھا اور وہ بادشاہ پاس جا نہین سکتا اُسکو نظام الملک نے اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے پاس بلا لیا اور خواجم قلی خان کو قلعہ دلا دیا۔ ان ہی دنون مین قلعہ راناگڈھ تعلق صوبہ مالوہ کو جو سرونج و بھیلسہ کے نزدیک ہے خانچند پسر چتر سال بندیلہ اپنے تصرف مین لایا۔ حسین علی خان نے نظام الملک کو لکھا کہ یہ قلعہ اُسکے قبضہ سے نکالے۔ نظام الملک نے مرحمت خان کو اپنی سرکار سے فوج ہمراہ کرکے اس کام پر تعین کیا۔ خان مذکور سرونج اور بھیلسہ مین گیا اور افاغنہ و روہیلہ وغیرہ کی سپاہ جمع کی اور قلعہ کو جبر و قہر سے لے لیا۔ یہ حُسن خدمت بھی اُسکے جرائم کی شفیع نہین ہوئی۔ نظام الملک نے اُس کی مراعات بزرگانہ کی صوبہ مالوہ کے بعض بندوبست اُس کے سپرد کئے۔ مرحمت خان نے مفسدون کی تنبیہ اور سرکشون کی گوشمالی قرار واقعی کی پرگنہ چندیری کے چند مواضع پر جن مین متفرق مفسد ہمیشہ رہتے تھے تاخت کی اور اُن پر قبضہ کیا۔

دوم چندروز بعد جے روپ سنگھ پرگنہ امجدہ سرکار مانڈو کا زمیندار تھا وہ مدتون سے اس
محال کی زمینداری اور علاقہ منصب تعیناتی قلعہ مذکور پرگنہ مزبور جاگیر مین رکھتا تھا اور
اُسکے پاس جمعیت و سامان شائستہ تھا اور اُسکے رُعب کے مارے مرہٹے اس راہ پر قدم نہین رکھ سکتے تھے
اسکا بھائی جگروپ تھا جو اس سے زمینداری کے دعوے کے سبب سے حسد رکھتا تھا۔ اُسنے بھائی کو
عہد و پیمان کرکے اپنے پاس بلایا اور فی الفور اُسکے کشت و مال و اسباب پر متصرف ہوا جے روپ کا
چھوٹا بیٹا لال سنگھ جان کے خوف سے بھاگ کر عدالت کی امید مین نظام الملک کے پاس آیا نظام الملک نے
ایک فوج برسم قزاقی محمد غیاث خان کے ہمراہ جگروپ سنگھ کی تادیب کے لئے بھیجی اور خود بھی تیز پرواز
شاہین کی طرح وہان گیا اور جگروپ کو فرار کی فرصت نہ دی اُسکو اسیر کرلیا۔
سید عبداللہ خان سے فتنہ پژوہون نے عرض کیا کہ نظام الملک نے جمعیت زیادہ
کرلی ہی اور بعض دیہات پر تاخت کی اور بعض کے قول کے موافق ان ہی دنون حسین علیخان کا
نوشتہ فتح جنگ کے نام پہونچا کہ ہم چاہتے ہین کہ صوبجات دکن اور اُسکے اطراف کے بندوبست
کے واسطے صوبہ مالوہ مین خود رہین۔ چار صوبون اکبر آباد و الہ آباد و برہان پور و ملتان مین سے
جو صوبہ پسند ہو وہ لکھ بھیجو مین اُسکی سند بھیجدون۔ نظام الملک سپاہ کے خرچ سے زیربار ہوا تھا
اور فصل ربیع جسپر اس ملک کے محصول کا مدار تھا وہ ہاتھ سے جاتا تھا۔
اس ضمن مین مکرر خبر آئی کہ نیکوسیر اسیر ہوا اور گردھر بہادر کا مقدمہ صلح پر فیصل ہوا تو
حسین علی خان کا اور دماغ آسمان پر چڑھا۔ اُسنے مہاراو بھیم سنگھ سے عہد و پیمان کیا
کہ سالم سنگھ زمیندار بوندی کو تنبیہ اور نظام الملک کے کار کے انصرام کے بعد تمکو مہاراجگی کا
رتبہ دلائیگا اور سب راجاؤن پر مہاراجہ اجیت سنگھ کے بعد تم فائق ہوگے اور منصب ہفت ہزاری
ہفت ہزار کا منصب ملیگا۔ اُسکو اور راجہ گنج نروری اور دلاور علی خان وغیرہ کو پندرہ ہزار
سوارون کے ساتھ تعین کیا کہ سالم سنگھ کی تنبیہ و اخراج کو دستاویز بناکے نظام الملک
کے احوال کے خبر گیران ہون اور ہمارے احکام کے اشارہ پر فوراً انصرام کار مین مشغول ہون

چنانچہ اُنھون نے بوندی کو لے لیا۔ اور حسین علی خان کے اشارہ سے سید دلاور علی خان نے راجہ بھیم اور راجہ گج سنگہ کی رفاقت مین صوبہ مالوہ کی سرزمین پر لشکر کشی کی اور وہان کے رہنے والون کے جانی و مالی ضرر کا اور ملک کی خرابی کا سبب وہ ہوئے۔ اب امیر الامرا نے اپنے ارادہ کی دُلہن کے مُنہ پر سے نقاب اُلٹ دی اور نظام الملک کو مواخذہ کی اسلوب مین ان باتون کو لکھا کہ اپنے پاس مرحمت خان کو جگہ دینا اور پرگنہ نلام کے زمیندار کو تغیر کرنا اور ایسی ہی بعض اور مقدمات جو باقتضا ء قضیئہ مین پر سرزمین فیصل ہوئے اور سید عبد اللہ خان نے ان باتون کو دست آویز تقصیر نظام الملک بنا کے اُسکے وکیل معتبر کو خلوت مین طلب کر کے کلمات نامناسب و تلخ و بے مزہ نظام الملک کی نسبت کہے۔ ہر چند نظام الملک نے امیر الامرا کے خط کا جواب موجہ و سچّا لکھا اور اُسکی پیشانی پر یہ شعر لکھا ؎

من بیوفا نیم بوفا میخورم قسم  من چو شما نیم لبشما میخورم قسم

اس جواب سے سادات کا اور غصہ بڑھا۔

جب محمد شاہ بادشاہ ہوا تو بادشاہ کے دستخط خاص کے شُقّے اور احکام جن پر بادشاہ کی والدہ مریم مکانی کی مُہر لگی ہوئی اعتماد الدولہ محمد امین خان بہادر کی معرفت نظام الملک پاس آئے کہ ان نمک حرامون کے تسلط سے سوائے نماز جمعہ کے کسی احکام کے جاری کرنیکا مقدور نہین انکا خیال باطل یہ ہے کہ نیکوسیر اور گرذھر کے کامون کے انجامون کے بعد اول آپ کو ٹھکانے لگائین اور پھر اپنے اور کامون پر فائز ہون اور ہم کو آپ پر اعتماد کلّی ہے کہ اپنے آباؤ اجداد کی تربیت کے حقوق پر نظر کر کے احتیاط اور مابدولت کے استقلال سے غافل نہ ہون۔

نظام الملک کے وکیل وغیرہ کے نوشتجات پہونچے کہ سیدون نے گرزبردار آپ کے لئے تعین کئے ہین کہ آپکو بادشاہ پاس لائین ان گرزبردارون کے پہونچنے سے پہلے بادشاہی شُقّے اور اور خیر خواہون کے خطوط خاص لردیانت خان کے آئے کہ فرصت وقت نہین رہی جو کچھ کر سکتے ہو اُس کو جلدی کرو اب نظام الملک کو

تحقیق ہوگیا کہ دونون بھائی تمام خاندان ایران و توران کی بے آبروئی پر کمر باندھے بیٹھے ہین اور ترک منصب اور گوشہ نشینی مین ستمگاری ہنین اور تمام موروثی خانہ زادون اور دور و نزدیک جان نثار نوکرون کا دل نہایت افسردہ ہورہا ہے کہ وارث تخت و تاج بے اختیار ہے اور نماز جمعہ اور اجرائے احکام شرع پر قادر نہین۔ آگرہ کے نزدیک سے کنارۂ دریائے شور تک ہنود تبخانے بنا رہے ہین اور گاؤکشی کو منع کر رہے ہین تو چار و ناچار چارہ کار یہ جانا کہ بحکم و من یتوکل علے اللہ فہو حسبہ توکل ذاتِ پاک حق کو سرمایۂ ہمت بنایا اور بقول مشہور اسی مضمون کے دو کلمے سید عبداللہ خان کو لکھے اور عبدالرحیم و مرحمت خان وغیرہ ہوا خواہون فدویون کی ایک جماعت کے ساتھ اور پانچ چھ ہزار سوارون کی جمعیت کے ہمراہ وسط جمادی الاخریٰ ۱۱۳۲ سنہ مطابق سنہ ۲ جلوس مین نواح مندسور مین اس ضلع کے بندوبست کے لئے پیش خانہ کوچ نکالا اور پھر مراجعت کر کے اُجین مین آگیا۔ احمال و اثقال اُٹھا کر سرونج کی طرف کوچ کرنے کی شہرت دی اور دو تین منزل گیا اور موضع کایتھ مین اُترا پھر کوچ بہ کوچ ملک وسیع دکن پر متوجہ ہوا۔

غرۂ رجب ۱۱۳۲ سنہ کو دریائے نربدا سے عبور کیا۔ رستم بیگ خان فوجدار سرکار بیجاگڑھ عرف کھرگاؤن (از نربدا و تاپتی کو درمیان بُرہان پور سے ساٹھ میل شمال و مغرب مین) حسین علی خان کے رفقا مین تھا مگر وہ سیدون کی نمکحرامی سے جلتا تھا وہ جمعیت شائستہ کے ساتھ نظام الملک کا رفیق ہوا۔ نظام الملک نے اُسکی فوجداری بحال رکھی اس کی رعایت اور ترقیان کر کے اپنے ہمراہ لیا۔ مشکل کشا قفلون کی کنجی اقبال خود بنتا ہے اس روز دریائے نربدا سے عبور کیا عثمان خان قادری ہزاری حشام قلعہ آسیر کا ایک معتمد بوساطت خسرو چیلہ کے آیا جو سابق سے مربی عثمان خان کا اور سوال و جواب کا واسطہ تھا اور اُس نے نمکحرامون کی نمکحرامی کی اور اپنے احشام کی پریشانی احوال کے سبب سے نظام الملک کی طرف سے قلعہ داری کی استدعا کی۔ محمد غیاث خان اُس کو نظام الملک پاس لایا اور قلعہ کے فتح کی بشارت دی

نظام الملک نے اُسکو لائق انعام دیا اور طلب احشام اپنے خزانہ سے دی اور میر حفیظ اللہ خان بخشی و غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ اپنے بیٹے کو اُس کے ہمراہ کیا۔ خان مذکور نے ۱۳ رجب سنہ ۱۱۳۲ کو اس قلعہ پر تصرف کیا۔ ابو طالب قلعہ دار کو پکڑ لیا۔ نظام الملک خود قلعہ مین آیا اور اُسکا احتیاط سے ملاحظہ کیا۔ محمد غیاث خان کو برہان پور کی فتح کے لئے روانہ کیا۔ سید عالم علی خان نے جب نظام الملک کی دریائے نربدا سے عبور ہونے کی خبر سُنی تو اپنے رفیقون کی صوابدید سے محمد انور خان اور راؤ ینال گرمرہٹہ کو برہان پور کی حفاظت کے لئے بھیجا۔ یہ ہوا کی طرح اُڑکر عادل آباد مین برہان پور سے دس کروہ پر پہونچنا چاہتے تھے کہ رات کو آرام کرکے صبح برہان پور مین چلینگے اور محمد نور اللہ خان دیوان صوبہ مذکور برادر انور خان سے اتفاق کرکے شہر کے دروازون کو بند کرکے مردم شہر سے استحکام دیگر محافظت کرینگے۔ محمد غیاث خان نے لال باغ مین آنکر مورچال باندھے اور محمد انور خان اور راؤ ینالگر کی آمد آمد کی خبر سُنکر اُس نے دریائے تاپتی سے فوج کو اُتارا۔ مگر یہ امرا اندھیری رات مین شہر کے اندر داخل ہوگئے۔ شہر والون نے انور خان سے کہا کہ محاصرہ ہونے کی صورت مین اگر فتح جنگ کی فوج غالب ہوئی تو شہر لُٹ جائیگا صلاح کار یہ ہے کہ صلح کرلو ورنہین شہر سے نکل کر صف جنگ کرو انور خان کا دل و ہوش بجا نہ تھے۔ ابتدا مین اپنی بہادری کی شیخی بگھاری مگر آخر کو شاہ لکھی جو شہر کے مشہور مشائخ مین تھے وہ باعث امان جان و آبرو صوبہ دار اور اُس کے ہوئے اور خوف و امید کی حالت مین انور خان محمد خان کے استصواب سے فتح جنگ کی خدمت مین آیا۔ بے آبروئی و جان و مال کے تلف ہونے سے محفوظ ہوا بطریق نظر بند مجرا کرنے اور دیوان مین بیٹھنے کا حکم دیا۔ فتح جنگ نے شہر کے وضیع و شریف کو دلاسا دیا۔ اُس کا ذاتی رویہ کم آزاری اور رعیت پروری کا تھا۔ اُس نے اپنے منصوبون کو قسم دی کہ رعایا اور ضعفا مین سے کسی باشندہ پر تعدی نہ کیجائے۔ وہ اکثر کہا تھا کہ میرا قصد اور منظور نظر سوائے خلاصی و استقلال بادشاہ اسلام کے اور کچھ نہین ہے جو نماز جمعہ اور

اجرائے احکام شرع پر قادر نہین ہی۔ وہ سب مسلمانون کو اعانت کی ترغیب دیتا تھا۔ اگرچہ نظام الملک کے
محاسن اخلاق بہت ہین لیکن یہ امر غرائب روزگار سے ہی کہ برہان پور کی فتح سے دو تین روز پہلے
سیف الدین علیخان برادر حسین علیخان کی والدہ اپنے فرزند اور متعلقین کو لیکر اپنے بیٹے پاس
مراد آباد جانیکے ارادہ سے برہانپور مین آئی جب نظام الملک نے برہانپور کو فتح کرلیا تو وہ حیران تھی کہ
کیا کرون بعض کوتہ اندیش آدمیون نے نظام الملک سے کہا کہ مخالف زادون و محمد انور خان کا
مال اور اموال چھین لیجیے۔ انکا سپاہ ولشکر کے خرچ مین آنا عین مصلحت ہی۔ نظام الملک نے
بصوابدید محمد غیاث خان جواب دیا کہ ہمنے باوجود عسرت وتہیدستی کے محض بتوکل فضل آلہی اور بتوسل
اقبال بادشاہی اس عزیمت پر کمر باندھی ہے۔ اگر کامیاب ہوا تو ملک و مال ہمارا ہی۔ اور اگر خدا نخواستہ
بالعکس ہوا تو وبال آخرت کس لئے گردن پر لین۔ ہماری ہمت کے آگے ان بڑھیون اور بچون اور انور خان کے
کے مال اموال کچھ قدر نہین رکھتے۔ ہم کو استقلال بادشاہ کے سوا کوئی اور بات منظور نہین ہے
انشاء اللہ تعالیٰ صدق نیت کی برکتون سے بیشمار خزانے تصرف مین آئینگے۔ بعد اسکے
ایسی رکیک باتین ہماری مجلس مین مذکور نہ ہون۔ کہتے ہین کہ والدہ سیف الدین علی خان
نے اپنی حفظ آبرو کے لئے پیغام بھیجا کہ اسباب جواہر سب آپکی نذر ہین مگر نظام الملک نے
یہ جوانمردی کی کہ سیف الدین علی خان کے اہلکارون کو طلب کرکے خلعت دیا اور بچون کے
لئے میوہ بھجوایا۔ معتمد و فہمیدہ آدمی خان مذکور پاس بھیجکر دلاسا دیا کہ یہ ہمارے فرزندون کی جگہ
ہین اگر یہان رہین تو اُنکی جمعیت و معاش کا سامان تیار کیا جائے اور اگر بالجزم جانے پر
آمادہ ہون تو ہمارے آدمی دریائے نربدا تک پہنچا دینگے اُنکو جانا مقصود تھا اُسکی درخواست کی
نظام الملک نے عورات اور اطفال کی مدارات ارباب کرم کی ہمت کے موافق کی اور
دوسو سوارون کا بدرقہ شائستہ ساتھ کیا اور دریائے نربدا سے پار اُتار دیا۔ نظام الملک
باغ مین تھا کہ عوض خان بہادر ناظم صوبہ برار جو نظام الملک کا چچا تھا وہ اور بہت آدمی
جوق جوق اُس پاس آئے اور اُسکی فوج کا ضمیمہ بنے۔ نظام الملک نے بمقتضائے مصلحت

نظام الملک کا حسن اخلاق

عبدالصمد خان دلیر جنگ کی حسین خان افغان سے لڑائی اور حسین خان کا کشتہ ہونا

لعل باغ مین توقف کیا اور توپ خانہ کی تیاری کی۔
اسی زمانہ مین لاہور کے اخبار نویسون کی تحریر سے معلوم ہوا کہ حسین خان خویشگی کہ افغانان صاحب تمن مین مغرور و مشہور توابع سرکار قصور سے تھا چند سال سے اُسنے سرکشی اور مفسدی کا طریقہ اختیار کیا تھا نواح قصور و لاہور کی سیر حاصل پرگنات پر قبضہ کر لیا تھا اور علم مخالفت بلند کیا تھا۔ کئی دفعہ صوبہ دارون کی فوج کو بلکہ شاہزادون کی افواج کو شکست دی تھی عبدالصمد خان بہادر دلیر جنگ کی صوبہ داری کی ابتدا سے اُسنے اطاعت نہین کی جاگیردار اور صوبہ دار کے مقرر کئے ہوئے عمال اور عمدہ بادشاہی نوکرون کو اُسنے دخل کر دیا تھا بلکہ محال سے خارج نقد اور سے بینا گیا کہ سیدون نے اُس کو اشارہ کر دیا تھا کہ صوبہ دار کا دست تصرف کوتاہ کرے اور اس حسن خدمت کے عوض مین دارالسلطنت لاہور کی صوبہ داری دینی ٹھہرائی تھی اسلئے وہ پہلے سے اب زیادہ شوخی کرتا تھا۔ قطب الدین عامل صوبہ دار کو کہ صاحب فوج تھا مقابلہ کر کے مار ڈالا اور اُسکی فوج و خزانہ کو غارت کیا۔ آٹھ نو ہزار سوارون کو ساتھ لیکر پرگنات کی تاخت و تاراج شروع کی۔ دلیر جنگ سات آٹھ ہزار سوارون کے ساتھ لڑنے گیا۔ دونون لشکر موضع چھونی پر پہونچے جو لاہور سے تیس کوس پر تھا بہت دنون تک سخت لڑائیان ہوئین ایکدفعہ عبدالصمد خان کے لشکر کو ایسی شکست ہوئی کہ اُسنے خفا ہو کر اپنی ڈاڑھی نوچ لی۔ آخر خانے مخالفون کی کمر گاہ پر ایسا حملہ کیا کہ حسین خان کا فیلبان مارا گیا اور فقیر شاہ بھیک کہ حسین خان کا پیر مرشد تھا اور اُسکی جان کو حسین خان اپنی جان کی برابر عزیز رکھتا تھا اور حوضہ فیل مین اُسکا ردیف تھا۔ دلاوران توران کے تیر سے زخمی اور شکستہ ہوا حسین خان کی آنکھون مین جہان سیاہ ہوگیا۔ اس ضمن مین حسین خان کے بھی ایک زخم کاری لگا۔ اُس کے ہاتھی کا فیلبان نہ تھا ہاتھی ہر طرف دوڑتا تھا۔ سواری کے حوضہ مین آگ لگ گئی جسکا سبب تحقیق نہین معلوم ہوا۔ اُس حال مین وہ اور اُسکے ساتھ ایک جمع غفیر افغانون کی کشتہ ہوئی۔ اُسکے بعد دلیر جنگ نے جب اس فتح کی خبر سید عبداللہ خان کو بھیجی وہ دل مین ملول ہوا۔ مگر بدگمانی دور کرنے کے لئے

ظاہر مین اُسنے دلیر جنگ کو سیف الدولہ کا خطاب دلایا۔ نظام الملک کے بعد دلیر جنگ مغلون مین سی سیدون کی جان کا وبال تھا۔

نظام الملک کی خبرون کا سیدون کے پاس آنا

سیدون پاس برہانپور سے نوشتے آئے کہ جن سے قلعہ آسیر کا حال معلوم ہوا کہ نظام الملک کا چیلہ خسرو قلعہ کے ہزاریون پاس گیا اور قلعہ کے حوالہ کرنے کے باب مین سوال وجواب کا واسطہ بنا سادات نے جو طالب خان کو قلعہ دار آسیر بنایا تھا اُس کو بخوشی وناخوشی نظام الملک نے اپنا مطیع بنایا اُسکی کمال عسرت مین گذرتی تھی احشام کی تنخواہ دو سال کی چڑھی ہوئی تھی وہ نظام الملک نے اپنے خزانہ سے دیدی مرحمت خان نے جاکر قلعہ پر تصرف کرلیا اور قلعہ ارک برہانپور بھی بغیر اُس کے کہ کسی کی نکسیر بھی نہ پھوٹی اور نہ تلوار میان سے نکلی نظام الملک نے تسخیر کرلیا اور یہ خبر بھی آئی کہ عوض خان صوبہ دار برار کہ نظام الملک سے قرابت قریبہ رکھتا تھا اور شمشیر اور رائے صائب مین زمانہ کے مشاہیر مین سے تھا شائستہ فوج کے ساتھ فتح جنگ کے پاس آگیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انور خان صوبہ دار برہانپور اور ربنھا نمبالکر (ربنال کر) نامی مرہٹون مین سے نظام الملک کے رفیق ہوگئے ہین اور برہانپور کے تمام متصدی اور اطراف کے بعض زمینداروں نے نظام الملک کی طرف رجوع کرکے اطاعت اختیار کی سادات اس اخبار ملال افزا سے کاروبار مین سراسیمہ ہوئے دلاور علی خان ومہاراجہ بھیم سنگہ کو پیہم تاکید لکھی جانے لگی کہ وہ نظام الملک کے مقابل جائین حسین علی خان دکن کے جانے کی ہر روز وہر ہفتہ مین مصلحت تازہ کرتا تھا اور دلاور علی خان کی خبر کا انتظار کھینچ رہا تھا رتن چند مآل کار پر نظر کرکے کہتا تھا کہ فتح جنگ کو صوبجات دکن دیدیئے جائین تاکہ فتنہ جائے صلح ہوجائے وہ جانتا تھا کہ یہ فساد اسکی جان کا وبال ہے حسین علی خان اس صلح پر راضی نہین ہوتا تھا وہ نظام الملک کی صلح قبول کرنے سے خاطر جمع نہ تھا۔

کشمیر کا مذہبی فساد

عبد النبی کشمیری مخاطب بہ محبوب خان مدت دراز سے اپنی حماقت سے ہندوون کے ساتھ کاوش رکھتا تھا جب اُس نے یہ انقلاب روزگار دیکھا تو اوباش احمق مفسد مسلمانون کو اپنے ساتھ متفق کیا اور میر احمد خان نائب صوبہ کشمیر اور قاضی کشمیر کے گھر گیا اور ان سے

حضرت نے بروایت شرعی فرمایا کہ آپ یہ احکام جاری کیجئے کہ گھوڑ دن پر ہندو نہ سوار ہون وہ جامہ نہ پہنین اور پگڑی اور ہتھیار نہ باندھین. باغ و سبزہ زارون کی سیر نہ کرین اور مخصوص ایام مین اپنے نہانون نہ جائین۔ اُنھون نے جواب مین کہا کہ سارے ملک محروسہ مین بادشاہ اور ارباب شرع ذمیون کے لئے جاری فرمائینگے اُن کو ہم بھی یہان ہنود پر جاری کرین گے۔ محبوب خان یہ سنکر بے دماغ اور آزردہ خاطر ہوا۔ مسلمانون کی ایک جماعت کو اپنا معاون بنایا۔ اور جہان ہندو کو دیکھا اُس کو ستایا۔ کسی بازار اور کوچہ مین ہندو نہین گذرتا تھا کہ وہ اُسکو جھڑکتا نہو ایک دن معزز ہندو کشمیری مجلس رائے ایک جماعت کے ساتھ سبزہ و باغ کی سیر کو گیا تھا اور برہمنون کو کھانا کھلاتا تھا کہ محبوب خان دس بارہ ہزار مسلمان سوار اپنے ساتھ جمع کرکے وہان پہونچا اور پیٹا باندھنا مارنا (زدن وبستن وکشتن) شروع کیا۔ مجلس رائے کچھ آدمیون کے ساتھ میر احمد خان پاس دوڑا گیا۔ محبوب خان اپنی جماعت کے ساتھ مجلس رائے کے گھر اور محلہ پر چڑھ گیا۔ سارا مال لوٹ لیا محلہ کو آگ لگا دی۔ ہندو مسلمانون مین سے جو اُسکو منع کرتا وہ کشتہ وزخمی ہوتا۔ اُسکے بعد میر احمد خان کے گھر کو جا کر گھیر لیا اور وہان ایک آفت برپا کی۔ کوئی اینٹ مارتا ہے کوئی پتھر پھینکتا ہے کوئی گولی چلاتا ہے۔ جو کوئی ہاتھ آجاتا ہے ایک کمبختی مین پڑجاتا ہے بڑا بے عزت و بے حرمت ہوتا ہے بعض کو جان سے مار ڈالا ایک جماعت کو زخمی کیا اور کوٹ لیا میر احمد خان ایک رات دن نہ گھر سے باہر نکل سکا نہ اُنکے شر کو دفع کرسکا۔ سو حیلہ کرکے اس جماعت کے ہاتھ سے نجات پائی۔ دوسرے روز جمعیت فراہم کرکے میر شاہور خان بخشی کے اور متصدیون کے ساتھ سوار ہوا اور محبوب خان پر جا چڑھا اُسنے بھی اپنی جماعت سابق کو جمع کیا اور میر احمد خان سے لڑنے کھڑا ہوا۔ ایک جماعت نے پیچھے جا کر اس پُل کو جلا دیا جسپر سے میر احمد خان گیا تھا اور اس بازار کے رستہ کے دونون طرف کے مکانات جلا دیئے جہان میر احمد خان موجود تھا اور مقابل سے اور گھرون کی دیوارون اور کوٹھون پر سے تیر و بندوق و اینٹ و پتھر چلانے شروع کئے اور عورتون اور لڑکون نے اطراف سے نجاست و کلوخ جو ہاتھ لگتا اُسکو پھینکتے ایک جنگ عظیم ہوئی۔ میر احمد کا خواہر زادہ

سید ولی اور ذوالفقار خان بیگ نائب چبوترہ کوتوالی ایک اور جماعت کے ساتھ کشتہ و زخمی ہوئے
میر احمد خان کے لئے نہ پیچھے ہٹنے کی نہ آگے جانے کی راہ تھی۔ نہایت تنگ ہوا عجز کرکے ہزار خواری
خفت سے اس تہلکہ سے نجات ہوئی۔ محبوب خان محلہ ہنود پر گیا کوئی گھر نہ چھوڑا جسکو جلایا اور لوٹا
نہو۔ دوبارہ پھر میر احمد خان کے گھر پر آیا مجلس رائے اور ایک جماعت جسنے پناہ لی تھی بہت
ذلت کے ساتھ کھینچا اور انکو پکڑ کر انکے ناک کان کاٹے ختنہ کیا بعض کا عضو تناسل کاٹا انکو مقید
کیا دوسرے دن مسجد جامع مین جمع ہوکر ہنگامہ برپا کیا۔ میر احمد خان کو نیابت صوبہ داری سے
معزول کیا باقی فتنہ و فساد کو مخاطب بہ دیندار خان کیا اور مسلمانون نے اسکو حاکم قرار دیا
اور مقرر کیا کہ جب تک اور نائب صوبہ دار آئے تو دیندار خان کے حضور سے اجرائے احکام شرعی
اور تنقیح قضایا ہوا کرے پانچ مہینہ تک میر احمد خان بدخل و گوشہ نشین رہا اور دیندار خان
حاکم مستقل مسجد مین بیٹھکر امور ملکی و معاملات کے اجرا مین کوشش کرتا جب بادشاہ کو خبر پہنچی
تو مومن خان نجم ثانی کو عنایت اللہ خان صوبہ دار کشمیر کا نائب صوبہ مقرر کیا اہلکاران کشمیر
معاتب ہوئے۔ اواخر شوال مین مومن خان کشمیر سے تین کروہ پر آیا تو محبوب خان اپنے افعال اور
کردار ناصواب سے شرمندہ ہوا۔ اور خواجہ عبد اللہ پاس گیا۔ وہ کشمیر کے مشاہیر مین سے تھے اور
اُن سے کہا کہ اب ایک جماعت فضلا اور اعیان کی ہمراہ لیکر نائب صوبہ کے استقبال کو جائین
اور اسکو اعزاز کے ساتھ لائین خواجہ عبد اللہ نے ازراہ اتحاد ہدایت کی کہ تم میر شاہو خان بخشی پاس
جاؤ اور جو کچھ گذرا ہے اُسکا عذر کرو بعد اسکے ہم سب کی رفاقت مین مومن خان کے لانے کے لئے جاوینگا
خواجہ عبد اللہ کے کہنے سے محبوب خان میر شاہو پاس گیا۔ صاحب خانہ چند باتین کرکے شغل ضروری کے
بہانہ سے اٹھ گیا اور خواجہ کی صلاح سے محلہ چھبیلی اور کھگرون کے محلون سے آدمیون کی ایک
جماعت طلب کی اور گھر کے گوشہ و کنارون مین چھپا دی وہ محبوب خان کے منتظر رہے اور اُسپر
دفعتہً جا پڑے اول اُسکے دونون خردسال بیٹون کا جو اُس کے آگے آگے ہمیشہ چلا کرتے تھے
پیٹ چیرا اور اُسکو نہایت عقوبت و عذاب سے مارا۔ دوسرے روز مسلمانون کی ایک جماعت

اپنے مقتدا کے خون کے دعوی کے چربیلون کے محلہ پر گئے وہ سب شیعہ مشہور تھے۔ انہون نے اُنکو پیٹنا اور باندھنا اور مارنا شروع کیا دو روز جنگ رہی آخر کو مسلمان غالب رہے دو تین ہزار آدمی اس محلہ مین جن مین جمع کثیر مغل مسافرون کی تھی مع عورات اور اطفال مارے گئے اور لاکھون روپیہ کا مال غارت ہوا۔ دو تین روز تک فساد رہا۔ یہان سے فارغ ہو کر وہ قاضی اور بخشی کے گھر پر گئے میر شاہور خان نے لاحاصل ہاتھ پاؤن پیٹے۔ ایک مکان مین روپوش ہوا جس کا پتہ کسی کو معلوم نہ تھا۔ قاضی تغیر لباس کر کے باہر گیا اُس کے گھر کو ڈھا کر اینٹ سے اینٹ بجا دی اور ہاتھون ہاتھ اینٹون کو لے گئے۔ مومن خان شہر مین داخل ہوا امیر احمد خان کو سامان و بدرقہ کے ساتھ امین آباد بھیجا اور کشمیر کے آدمیون کے ساتھ طوعاً و کرہاً دارو مدار کے ساتھ موافقت کی۔



دلاور علی خان بخشی حسین علی خان کے پاس سابق مین مہم راجہ بوندی مین چھ ہزار سوار تھے۔ اُس نے بارہ تیرہ ہزار سوار جمع کر لئے۔ اُس کی مختلف خبرین منتشر ہوئین کہ وہ نربدا سے پار اُترا نظام الملک خصم کے مقابلہ کے لئے تیار رہو۔ عالم علی خان اس تدبیر مین تھا کہ دلاور خان کے نزدیک آنے کی خبر آنے تک مرہٹون اور نواح کے عمدہ فوجدارون کی سپاہ کو فراہم کر کے ایک سپاہ سنگین کے ساتھ اورنگ آباد سے چلے اور اُس طرف سے دلاور علی خان آئے۔ ہم دونون کی فوجین نسیم جنگ کی فوج کو بیچ مین گھیر لین۔ عالم علی خان نے اپنے چچا حسین علی خان کو خط مین لکھا کہ سات ہزار کے قریب قدیمی سوار اور اس نواح کے کمکیون اور فوجدارون اور متعینہ اورنگ آباد کے دو تین ہزار سوار لکھے گئے ہین۔ مین نے عمدہ جمعدارون کے چھ ہزار سوارون سے زیادہ نگاہداشت کئے ہین اور کر رہا ہون اور سرداران راجہ ساہو کی فوج کو مکی اور اور یکہ تاز مرہٹون کی جماعت جو جان و مال سے اس جناب کے فدوی ہین پندرہ سولہ ہزار سوارون سے کمتر نہ ہوگی کل مجمع تیس ہزار سوار سے زیادہ ہوگا۔ اوائل شعبان مین اورنگ آباد سے مین روانہ ہونگا اُس نے امین خان صوبہ دار معزول نادیر کو کہ حسین علی خان سے حد سے زیادہ ناراض تھا ایک

ایک لاکھ روپیہ نقد اور کچھ جنس دیکر بحسب ظاہر رفاقت پر راضی کرلیا جب عالم علی خان کے خیمہ کے باہر لگانے کی خبر آئی تو فتح جنگ نے عالم علی خان کے مقابلہ کے قصد سے لعل باغ سے برہانپور کی غربی جانب کوچ کیا اور آب تاپتی سے عبور کیا اور شرقی طرف ڈیرہ ڈالا۔ دلاور علی خان کی خبر سنکر فتح جنگ نے اول اُس کی فوج کا دفع کرنا اہم جانا اپنے متعلقون کو آسیر روانہ کیا۔ محمد غیاث خان اور شیخ محمد فاروق کے ساتھ توپخانہ روانہ کیا اور پھر خود آراستہ لشکر کے تھا دشمن کی طرف متوجہ ہوا۔ رتن پور سے دو تین کوس پرا اور برہانپور سے سولہ سترہ کوس پر آجے لکرائی کے تعلقہ مین خیمہ زن ہوا۔ اب دشمن سے اسکا فاصلہ دو کوس تھا۔ فتح جنگ تا مقدور مسلمانون کی خونریزی پر راضی نہ تھا اس لئے اُس نے حجت تمام کرنیکے لئے دلاور علی خان کو ملائم نصیحت آمیز پیغام بھیجے جس سے منع و دفع قتال و جدال ہو مگر فائدہ مرتب نہ ہوا ۱۶ شعبان ۱۱۳۲ھ / ۱۱ مئی ۱۷۲۰ کو طرفین کے لشکر کارزار پر مستعد ہوئے صف بندیان ہوئین اور لڑائی ٹھن گئی دلاور علی خان ہاتھی پر سوار تھا اور بڑی دلاوری سے لڑا اور ایک گولی کے لگنے سے بڑی بہادری سے مرا۔ سادات بارہ کی فوج کا مُنہ موڑ گیا لیکن راجپوت راجہ بھیم اور راجہ گج سنگھ فرار کی عار کو گوارا نہین کرتے تھے وہ ہندوستان کے بہادرون کے دستور کے موافق ہاتھی گھوڑون سے اُترے اور شمشیر و سپر ہاتھ مین لیکر تھوڑی کی یہ دونون راجپوت مع چار سو رجپوتون اور بعض جماعہ داران بارہ کشتہ ہوئے کل چار پانچ ہزار سوار و پیادہ دلاور علی خان تیغ و تیر و سنان کے طعمہ ہوئے۔ فتح جنگ کے لشکر مین فتح کے شادیانے بجنے لگے اس طرف بہت کم سردار زخمی و کشتہ ہوئے۔ غنیمت بہت ہاتھ لگی جس مین توپ خانہ اور ہاتھی سرکار مین ضبط ہوئے باقی جو چیز جس کے ہاتھ آئی تھی وہ اُسکو معاف ہوئی۔ اس جنگ کے بعد خبر آئی کہ عالم علی خان تالاب ہرتالہ پر برہانپور سے سات کوس پر آگیا ہے تو فتح جنگ نے اس خبر کو سنکر محمد متوسل خان کو تین ہزار سوارون کی جمعیت کے ساتھ برہانپور کی حفاظت اور رعایا کی کمک کے لئے بطریق ایلغار بھیجا لشکر کے آدمیون کے قبائل اکثر وہان تھے۔ خان مذکور نے ایک روز مین چالیس کوس کی مسافت طے کی اور جاکر شہر کا

بندوبست کیا۔

جب دلاور علی خان کی شکست ہونے کی خبر سادات کو پہونچی تو دونون بھائی نہایت مضطر و سراسیمہ ہوئے دکن جانیکے لئے ہر روز ایک فکر تازہ کرنے لگے۔ کبھی یہ ارادہ ہوتا کہ دونون بھائی اور بادشاہ دکن کو جائین کبھی یہ مصلحت ٹھہرتی کہ بادشاہ کے ساتھ سید حسین علی خان دکن روانہ ہو اور سید عبداللہ خان شاہجہان آباد جائے کبھی یہ مصلحت ٹھہرتی کہ قطب الملک بادشاہ کے ساتھ شاہجہان آباد روانہ ہو اور حسین علی خان دکن کو بہادرون کو ساتھ لیکر کوچ کرے کبھی یہ چاہتے کہ فتح جنگ کو نامہ و پیغام التیام آمیز کے افسون سے دکن کی صوبہ داری دی جائے اور صلح کی جائے غرض کسی تدبیر پر اقرار نہ ہوتا ہر ہفتہ و مہینہ مین دونون بھائیون اور بادشاہ کا پیش خانہ مختلف سمتون مین نکلتا اور پھر اس عزم مین خلل پڑتا اعتماد الدولہ کی شجاعت و رائے صائب کے سبب سے سیدون کے دلون مین دسواس و ہراس تھا تدبیر کار مین مذبذب تھے کبھی اسے نزاع کی کبھی اتفاق و مدارا کی شہرت ہوتی۔ ۲۷ر جون ۲۲ر رمضان ۱۱۳۲/۱۷۲۰ روز جمعہ کو اکثر آدمی مساجد دارالخلافہ مین نماز پڑھ رہے تھے کہ زلزلہ کی صدائے وحشت افزا زمین کے نیچے سے اور در و دیوار و چھتون کی حرکت سے آئی جس سے خلقت کو توہم ہوا اس دن رات مین صبح تک نو دس دفعہ عمارات اور زمین جنبش مین آئی کچھہ عمارتین شکست و ریخت ہوئین فصیل حصار کہین کہین پھٹ گئی شہرپناہ کے دو دروازون مین کچھہ نقصانات ہوئے مسجد فتحپوری کے تین کنگرے گر پڑے دس بارہ آدمی مجروح ہوئے۔ تعجب یہ ہے کہ ایک مہینہ دس روز تک ہر شبانہ روز مین چار پانچ دفعہ زمین اور عمارت مین جنبش آتی اور آواز نکلتی بعض آدمیون کے دل مین ایسی تیرہ وحشت چھائی کہ انہون نے چھت کے نیچے سونا موقوف کردیا اسکے بعد زلزلہ مین تخفیف ہوئی لیکن چار پانچ مہینہ تک کبھی کبھی زمین اور عمارات لرزہ مین آتین جو لوگ توہمات باطلہ مین مبتلا تھے وہ اس زلزلہ ہی کو سلطنت کے تزلزل ہونے کی بسم اللہ کہتے تھے۔

غرۂ ذیقعدہ کو یہ قرار پایا کہ بادشاہ سید عبداللہ خان شاہجہان آباد کو جائین اور سید حسین علیخان

ایک جماعت امرا رزم آزما کے ساتھ دکن کو روانہ ہوں اس ضمن میں اعتماد الدولہ محمد امین خاں سے بگاڑ ہوا۔ امیر الامرا کا ارادہ ہوا کہ اُسے مار ڈالے قطب الملک نے کہا کہ اگر اُسکو مار ڈالو گے تو میں خود مر جاؤنگا۔ اُس سے میرا عہد و پیمان ہو چکا ہے۔ غرض شب روز محمد امین خان بھی سیاہ توران کی معیت میں پیکار کے لئے کمر بستہ رہتا تھا۔

جب دلاور علی خان میدان کارزار میں کشتہ ہوا اور اُسکا لشکر غارت زدہ دو تین ہزار عالم علیخان برادرزادہ امیر الامرا حسین علی خان پاس آیا تو اُس نے اس ہزیمت خوردہ لشکر کو دلاسا دیا۔ اوائل ماہ رمضان ۲ سنہ جلوس میں تیس ہزار فوج کے ساتھ جن میں سے دس بارہ ہزار سوار راجہ ساہو کے تھے وہ نظام الملک سے لڑنیکے لئے اورنگ آباد سے برآمد ہوا اور کتل فیروزپور سے کہ صوبہ خاندیس و بالاگھاٹ اورنگ آباد کے وسط میں ہے آیا اور یہاں اُس نے استقامت کی اور مرہٹہ کی فوج اپنے ڈیرہ پر ہر طرف خاندیس کی رعایا کے مال کے تاراج کے لئے روانہ ہوئی ان دنوں میں انور خان جو از راہ غدر نظام الملک کا رفیق بنا تھا اُس نے عالم علی خان کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ نظام الملک کی ابھی قوت جتنی چاہئے زیادہ نہیں ہوئی اور اپنے زخمداروں کے احوال میں مشغول ہے اور تمہارے پاس جمعیت خاطر خواہ وافر تازہ دم وشائستہ موجود ہے فرصت وقت کو غنیمت گنو جلد مقابلہ میں آؤ اور مجھے یہ سمجھو کہ مصلحتاً یہ حرکت میں نے کی ہے۔ مجھے اپنوں سے جُدا نہ جانو۔ اتفاقاً یہ خط نظام الملک کے جاسوسوں کے ہاتھ پڑا انور خان قید ہوا اس کا اموال و اسباب ضبط ہوا ساری عزت حرمت اُسکی خاک میں ملی الحاصل نظام الملک نے صلاح حال از اندیشۂ مآل پر نظر کر کے عالم علی خان کو لکھا کہ تم مع اپنی قبائل کے دونوں چچاؤں پاس چلے آؤ تا کہ مسلمانوں کی خونریزی ناحق نہ ہو مگر اُس سے کچھ فائدہ نہ ہوا ناچار نظام الملک اپنی قبائل اور اسباب کو قلعہ آسیر میں پہونچا اور برہانپور کی سواد سے دشمن کی طرف متوجہ ہوا اور دریا پورنا جو برہانپور سے ڈیڑھ دن کی راہ پر ہے طغیانی پر تھا اس لئے عبور اور جنگ میں توقف ہوا۔ عوض خان اور اس نواحی کے زمینداروں کی راہ نمائی سے پایاب جگہ معلوم ہوئی تو نظام الملک اُتارہ کو

عالم علی خان کی شکست اور کشتہ ہونا

جلد ۹

پرگنہ بالاپور متعلقہ برار کی سمت مین عبور کرنیکے لئے بطور ایلغار گیا جب عالم علی خان کو اس جرأت کی خبر ہوئی تو وہ محاربہ کی طرف متوجہ ہوا۔ قصبۂ بالاپور کے قریب مکان مضاف قرار پایا پنجم شوال سنہ ۲ جلوس مین عالم علی خان افواج کی ترتیب مین مشغول ہوا۔ ہراولی مین تہور خان اور غالب علی خان پسر رستم خان دکنی و عمر خان بنی عم و داؤد خان و غیاث الدین خان و امین خان برادر جان عالم و محمد اشرف خان بخشی و فدائی خان دیوان و شمشیر خان و ہستی خان و محمد بیگ و رفاہت طلب خان و خواجہ رحمت اللہ خان و بہادران دکن و بارہ کی ایک جماعت اور بارہ ہزار کرناٹکی پیادے اور جنگی مست ہاتھی اور شائستہ توپخانہ کو لیکر متوجہ محاربہ ہوا اور نظام الملک نے مرحمت خان و نعمت الٰہی اور اپنے پسر کلان غازی الدین خان اور عبدالرحیم خان و رعایت خان و سعدالدین خان و داراب خان و کامیاب خان و محمد غیاث و اختصاص خان و قادر داد خان و روح اللہ خان و دلیر خان اور چند اس طرف کے راجاؤن مین سے بعض کو مقدمۃ الجیش اور بعض کو میمنہ و میسرہ بنایا اور خود مع عوض خان کے قول مین جاگیر ہوا اور رنبھا مرہٹہ اور بعض دلاورون کو باروبن کی حراست سپرد کی۔ توپ خانہ جو اپنے پاس تھا اور جو قلعہ آسیر وارک برہان پور کی تسخیر اور دلاور علی خان کے لشکر سے ہاتھ لگا تھا۔ ان سب کو رومی فرنگی توپ اندازون کی صلاح و تدبیر سے بمقتضائے الحرب خدعۃ ان کو تو دشمن کے سامنے کھڑا کیا اور رات کو اُس مین سے آدھے توپ خانہ کے مکان کو بدل کر اپنے مدعا کے موافق پسند کرکے گوشہ و کنار یمین و یسار مین آئین کمین کے موافق توپون کو چن دیا۔ ۶ ماہ مذکور کو دونون لشکرون کی صفوف کارزار آراستہ ہوئین پہلے اس سے کہ بہادرون کی ناک مین باروت کی بو پہونچی۔ عالم علی خان نے فوج کے ہراولون کے گھوڑے دوڑائے فتح جنگ کے توپ خانہ شرربار کے مقابلہ مین وہ آئے۔ شجاعت تو سادات کا جوہر ذاتی تھا اُنھون نے دائین بائین طرف کچھ نہ دیکھا دشمن کے گولون کے نیچے آئے نظام الملک کے توپچیون نے قابو کے وقت چارون طرف سے ایک دفعہ توپون مین آگ لگا دی جس سے سربازان بارہ اور

یکہ تازان دکن اور اور نبرد سازون کی ایک جماعت کثیر ہلاک ہوئی صفوف لشکر سے مسلح
فوج مغول نکلی اور تفنگ اندازون نے چستی وچالاکی سے باقی ماندون کو تفنگ کی شلک سے
مارا اور کمان دارون نے اکثر کو ہدف بنایا۔ عالم علی خان کی فوج مین تزلزل ڈالا جب عالم علیخان
اس احوال پر مطلع ہوا تو اپنی سواری کے فیل جس کے حوضہ مین غیاث الدین خان برابر بیٹھا تھا
اور اور پندرہ بیس فیل سوارون کو لیکر ہراول کی کمک کی اور فتح جنگ کی فوج کو تنگ کیا
اُس وقت فتح جنگ کے ہراول نے خصم سے جنگ گریز کرکے اُسکو اپنے توپخانہ کے روبرو لا ڈالا
جو علیحدہ کمین مین چنا ہوا لگا تھا اور ناگاہ اس توپخانہ مین آگ لگائی تو توپون اور ریکلون کی
آوازون سے ایک قیامت بپا ہو گئی اور دھوان آسمان پر پہونچا جب باروت کا دھوان دور ہوا
تو دیکھا کہ عالم علی خان کے ہراول مین غالب علی خان و غیاث الدین خان و شمشیر خان
و محمد اشرف خان و خواجہ رحمت اللہ خان و مستہ خان و محمدی بیگ اور بہت سے فیل نشین
اپنے اپنے ہاتھیون کے حوضہ و عماری مین مرے پڑے ہوئے تھے عالم علی خان باوجود اس
قتال کے اور خود زخمی ہونیکے مردانہ وار ثابت قدم رہا اور جب تک سانس چلتا رہا آگے قدم
بڑھاتا رہا کہتے ہین کہ جب اُسکے ترکش مین تیر باقی نہین رہے تو جو تیر دشمن کی طرف سے
اُسکے حوضہ فیل اور جسم مین لگتا اُس کو نکال کر وہ دشمن پر چلاتا اُس وقت اختصاص خان
نبیرہ خان عالم و محمد غیاث خان جس کی تیلی مین زخم لگا ہوا تھا عالم علی خان کے مقابل
آئے اور اُسکی جلاوت رستمانہ کو روکا۔ اختصاص خان کی ضرب شمشیر سے عالم علی خان کا ہاتھ
کارزار مین بیکار ہوا متوسل خان نے جو فتح جنگ سے قرابت قریبہ رکھتا تھا تردد نمایان کیا۔
آخرکار عالم علیخان کمال بہادری سے انیس فیل سوارون کے ساتھ میدان جنگ مین کشتہ ہوا
سنکراجی ملھار مرہٹہ زخمدار ہو کر چند مرہٹون کے ساتھ گرفتار ہوا۔ ہاتھی و خیمے و توپخانہ کل کارخانجات
جو اوباش لشکر کی لوٹ سے محفوظ رہے وہ نظام الملک نے ضبط کئے۔ اس لڑائی مین نظام الملک کے
رفقا مین سے کسی کو آسیب جانی نہین پہنچا۔ چند آدمی زخمی ہوئے وہ جراحون کے علاج سے

اچھے ہو گئے۔ جب خبر سید عبداللہ خان اور سید حسین علی خان کو پہونچی کہ دونوں لڑائیون
مین نظام الملک کا کوئی ملازم جان سے نہین مارا گیا تو کمال غم و غصہ مین آنکر انھون نے
کہا کہ شاید نظام الملک کے نوکرون نے آبِ حیات پی لیا ہے یا سب روئین تن ہین کہ تیغ
و سنان و بان و بندوق کے صدمون سے صحیح البدن رہتے ہین۔ دونون شکستون اور
دلاور علی خان و عالم علی خان کے مارے جانے سے دونون بھائیون کو جو غم و الم ہوا وہ
بیان نہین ہو سکتا خصوصًا حسین علی خان کو کہ ہر روز وہ اس رنج مین آنکھون سے ایک
چشمۂ خون بہا دیتا تھا اور دل پُر درد سے آہ سرد کھینچتا اور اپنے مال کار کو نہین جانتا تھا
کہ کیا ہوگا۔ فتح کے ایک ہفتہ کے بعد مکرر سنا گیا کہ قبائل حسین علی خان کو مع خزانہ و جواہر
و اجناس کے قلعہ دار دولت آباد نے پہلے اس سے کہ فتح جنگ کا لشکر اس طرف آئے قلعہ مین
جگہ دی۔ باوجودیکہ قلعہ دار بسبب جاگیر کے ضبط ہونیکے سید حسین علی خان سے کمال آزردگی
رکھتا تھا۔ لیکن اس نے سادات کا پاس کیا اور دونون بھائیون کی گردن پر احسان رکھا
اس خبر کو سنکر کہ نقود مخفیہ اور مال ضبط سے محفوظ رہا سید حسین علی خان کی جان مین جان
آئی۔ ان ہی دنون مین سنا گیا کہ بہادر خان ناظم حیدرآباد مع دلاور خان کے جو اسکا ہمزلف
تھا چھ سات (نو دس) ہزار سوارون کو لیکر نظام الملک پاس آیا اور اُس سے عہد رفاقت
استوار کیا۔

دونون بھائیون نے بہت سے مشورون کے بعد یہ قرار دیا کہ سید عبداللہ خان
قطب الملک تو شاہجہان آباد جائے اور بند و بست صوبون کا کرے اور امیر الامرا سید
حسین علیخان بادشاہ کے ہمرکاب مع امرائے نامدار اور عمائد ذوی الاقتدار نظام الملک کی
تنبیہ کے لئے جائے۔ امیر الامرا ایک لاکھ سوارون کے جمع کرنے کی فکر مین ہوا سید احمد خان
پسر اسداللہ خان کو بارہ کے عمدہ جماعہ دارون اور صاحب تمن افغانون کے بلانے
کے لئے بہت روپے اور طلب کے پروانے دے کر روانہ کیا چونکہ مسافت بعید قطع

کرنی پڑتی تھی اور جاعہ دارون اور رسالدارون کی نظر نظام الملک کی یاوری بخت پر اور سادات بارہ کے انقلاب روزگار پر تھی اس لئے دکن جانے پر راضی نہین ہوتے تھے فوج خاطرخواہ بہم نہ پہونچی تھی لیکن سادات کی زرپاشی عالم مین مشہور تھی اُنکی شجاعت کے ساتھ سخاوت بھی ہمعنان رہتی تھی تو بھی ساٹھ ہزار سوارون کے قریب قدیم و جدید مردم بادشاہی جمع ہوئے اور توپخانہ بڑا اور اسباب جنگ مہیا ہوا۔ سوائے اسکے توقع تھی کہ مردم بارہ اطراف سے نامور راجہ اور معتبر زمیندار آنکر متعاقب ملینگے آخر ماہ شوال مین دکن کی سمت کو پیش خانہ روانہ ہوا۔ اکبرآباد سے امیرالامرا کا دو کروہ کوچ ہوا۔ اوائل ماہ ذیقعدہ مین خدمت میرآتشی سید خانجہان سے چھن کر حیدر قلی خان کو ملی۔ ہم ماہ مذکور ۱۱۳۲ھ کو بادشاہ نے آگرہ سے تین کوس کوچ کیا۔ سید عبداللہ خان بھی حصول رخصت کے لئے ہمراہ تھا چنانچہ تفریق دفتر کے وقت سید حسین علی خان کا ارادہ یہ تھا کہ بائیس صوبون کی تمام سررشتہ دیوانی و بخشی گری و صدارت کو مع دونون دیوان تن و خالصہ کے اپنے ہمراہ لیجاؤن اور سررشتہ یکحرفی اپنے برادر قطب الملک کو نہ سپرد کرون تاکہ وہ شاہجہان آباد مین ایک جو معطل رہے۔ اُسپر بہت ردّ و قدح ہوکر یہ قرار پایا کہ حسین علیخان چار صوبون مالوہ و احمدآباد و اکبرآباد و اجمیر کا مع دکن کے چھ صوبون کے دفتر پر مفصل اور باقی صوبجات کا یکحرفی مجمل بادشاہ کے ہمراہ جائے۔

۱۵ ذیقعدہ کو بادشاہ کے جلوس کا جشن تھا عبداللہ خان چاہتا تھا کہ یہ جشن میرے سامنے ہو بعد اسکے وہ شاہجہان آباد کو کوچ کرے۔ لیکن حسین اس پر راضی نہ ہوا۔ آگے چلا اور عبداللہ خان کو بادشاہ کے پاس سے چار کوس پر سے رخصت کرا دیا۔ نقل ہے کہ حسین علیخان اسقدر عبداللہ خان پر غالب و متسلط تھا کہ زیادہ تر مقدمات مین عبداللہ خان کو مجبور ہوکر بھائی کی متابعت کرنی پڑتی تھی اور امیرالامرا اپنے اندازہ سے قدم آگے بڑھاتا تھا اس سبب سے بھائی کو یک گونہ ملال تھا۔ چودھوین ذیقعدہ کو فتح پور کے متصل لشکر اُترا۔ چار روز یہان جشن رہا۔ پانچوین روز کوچ بکوچ ممالک دکن کی طرف متوجہ ہوا کہ

امیر الامرا سید حسین علی خان کا مارا جانا

ثقات کی روایت سے یہ معلوم ہوا کہ سرکار عبداللہ خان و حسین علیخان کی جو جماعت قدیم نوکرون اور پُرانے رفیقون کی تھی اور وہ اِن دونون بھائیون کی بدولت لاکھون روپیہ کی جاگیر و مشاہرہ اور فائدہ پاتے تھے وہ ان بھائیون کی اس حرکت سے کہ اُنھون نے بادشاہ فرخ سیر کو شہید کیا تھا اور اختیار سلطنت ایک اقبال رتن چند کو دے رکھا تھا اُن کے دلون کو ان دو بھائیون کی طرف سے مقلب القلوب نے ایسا پھیر دیا تھا کہ وہ خلوت و جلوت مین اکثر کہا کرتے تھے کہ عبداللہ خان و حسین علی کی دولت کے زوال سے ہماری دولت کا زوال ہے بلکہ تمام مردم بارہہ کی بود و باش معرض فنا مین ہے معہذا ہرچہ باشد باشد دولت تیموریہ کے بدخواہون کا مکافات عمل مین گرفتار ہونا اور اس خاندان کے اعدا کا ان کے رشتے اعمال کے موافق سزا کا پہنچنا ہم کو منظور ہے تاکہ دولت سلطنت بار دیگر از سر نو رونق پائے اور اس دودمان والا کا بول بالا ہو۔ اور ان دونون بھائیون کے بعض اقربا پکار پکار کے کہتے تھے کہ عبداللہ خان و حسین علی خان کے کوئی فرزند نہین ہے کہ اُنکو یہ گمان ہو کہ ہمارے اعمال کی سزا ہماری اولاد و احفاد کو پہونچیگی مگر جو انھون نے صاحب تاج و تخت سے بدسلوکی کی ہے اسکی مکافات اپنے ضرور ہوگی لیکن ہمکو رحم اس جماعت پر آتا ہے کہ انکی ہم قوم و ہم وطن ہے مبادا وہ انکی رفاقت کے وبال مین گرفتار ہو۔ عقلائے عالم پر ظاہر ہے کہ کفران نعمت کر کے آقا پر تلوار کھینچنا اور ولی نعمت کی بے آبروئی اور بے ناموسی اور زوال دولت مین کوشش کرنیکا مآل یہ ہے کہ اپنا کام جزائے اعمال مین تمام ہو بادشاہان سلف کی تواریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر آقا نے نوکر پر تعدی کی ہو اور نوکر کی جانب حق ہو اور نوکر نے پاس نعمت و حق نمک نامنظور کر کے ولی نعمت کی بے حرمتی و بے ستری اور اُس کی جان و مال کے تلف کرنے مین کمر باندھی ہو تو آخر کار منتقم حقیقی اسکو خواری اور پاداش اعمال پر پہنچاتا ہے۔ تاکہ اہل بصیرت بحکم فاعتبروا یا اولی الابصار عبرت پکڑین خصوص وہ جماعت کہ ولی نعمت کے خوان دولت سے مدتون تک پرورش پا کے نہایت دولتمند ہوئی ہو نمک خوار موروثی ہو جسپر بہت احسان ہون وہ جزائے اعمال سے نڈر ہو کر نمک حلالون کے طریقے کے برخلاف

اپنا شعار اور مزید اعتبار کا سرمایہ بنائے۔ اور بیبا کی کرکے ایسے خاندان کی دولت خداداد کے استیصال پر کمر باندھے جو عالم و اہل عالم کے فیض کا چشمہ ہو وہ کیسے ایسے کام پر کمر بستہ ہو سکتی ہے یقین ہے جو بوئینگے وہ کاٹینگے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ۷ ذی الحجہ ۱۱۳۲ھ کو سید عبداللہ خان شاہجہان آباد سے چالیس کوس پر پہنچا۔ پہر رات گئی تھی کہ عزت خان کا بھیجا ہوا شتر سوار رتن چند کا یہ شقہ لایا کہ حسین علی خان و عزت خان و نوراللہ خان کشتہ ہوئے۔ اب اس قصہ کی شرح سنو سلطنت تیموریہ کے خاندان کا انتظام جاتا رہا تھا۔ دونون بھائیون کے تسلط کے لئے کل امور ملکی و مالی مین رتن چند کے اختیار سے جو سوائے قوم بارہ اور قوم بقال کے کسی پر نوازش نہین کرتا تھا۔ سب چھوٹے بڑے متنفر تھے اور ہر دیار کے شرفا رخواری اور بے اعتباری سے زیست کرتے تھے۔ اعتماد الدولہ محمد امین خان چین بہادر جانتا تھا کہ باوجود عہد و پیمان کے جب وقت سید حسین علی خان کو قابو ملیگا تو جیسا کہ دونون بھائی بادشاہ فرخ سیر کے ساتھ ایفاء وعدہ بجالائے ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی وعدہ پورا کرکے ہمارا وعدہ پورا کرینگے اس لئے وہ ہمیشہ بارہ کی زوال دولت کے درپے رہتا لیکن بغیر کسی رفیق شفیق کی مدد کے اس امر خطیر مین اقدام کرنا صلاح کار نہین جانتا تھا اب اُس کو سعادت خان عرف میر محمد امین مل گیا جسکا حال یہ ہے کہ مرزا نصیر سید شمس الدین نیشاپوری حسینی موسوی یعنی اولاد جناب موسی کاظمؑ سے تھا۔ اُس کے دو بیٹے تھے بڑا میر محمد باقر اور چھوٹا میر محمد امین۔ وہ ۱۱۰۰ھ مین بنگالہ مین آیا میر محمد باقر کو ساتھ لایا عظیم آباد پٹنہ مین اقامت اختیار کی۔ شجاع الدولہ ناظم بنگالہ نے اُس کی خبرگیری کی ۱۱۲۰ھ مین میر محمد امین عظیم آباد مین باپ کی زیارت کو آیا اور بڑے بھائی کے ساتھ شاہجہان آباد مین آیا۔ فرخ سیر کی ابتدائی سلطنت مین منصب ہزاری پایا صوبہ اکبر آباد کے محال عمدہ ہنڈون و بیانہ کی فوجداری اُسکو سپرد ہوئی اپنی اصابت تدبیر و شجاعت ذاتی سے اور سادات کی امداد سے نظم و نسق فوجداری مین مفسدون کی تنبیہ تادیب مین قرار واقعی کوشش کی خلعت ملا اور اضافہ پانصدی ہوا۔ کارطلبی و تردد جوئی مین یکتائے روزگار تھا

فرخ سیر مرحوم کے خون ناحق کی عداوت اُسکے دل مین جوش کرتی تھی۔ بادشاہ کے ایام کوچ مین بعض مطالب کے سرانجام کے لئے لشکر مین آیا۔ اعتماد الدولہ کے ساتھ ہمدم و محرم و رفیق و جانباز ہوا۔ میر حیدر خان کاشغری جو ترکان الوس جغتائیہ سے تھا اور میر شمشیر اُسکا لقب تورانی تھا اس لئے اُسکو میر کہتے تھے۔ مرزا حیدر فرمانروائے کشمیر مصنف تاریخ رشیدی اسکا جدّ کلان تھا (یہ تاریخ احوال تیموریہ مین اُسنے تالیف کی تھی) سید حسین علی خان کے رشتہ حیات کے منقطع کرنے پر اُسکو راضی کیا۔ اس ارادہ کے اقدام مین مصلحت کی جو کسی کے وہم و گمان مین بھی نہ تھا مصلحت کر کے تینون باہم اس راز مین محرم جانباز ہوئے اور اخفائے راز کے باہم عہد و پیمان ہوئے۔ اس راز کے اخفا مین اتنی کوشش کی گئی کہ بادشاہ اور قمر الدین خان پسر اعتماد الدولہ کو بھی اطلاع نہ ہوئی اور سوائے والدہ بادشاہ اور صدر النسا کے جو سید عبداللہ خان کی دست گرفتہ تھی کوئی اور شہر یک مصلحت نہ تھا۔ ششم ذیحجہ ۱۱۳۲ھ کو بادشاہ منزل نورہ مین آیا جو فتحپور سے ۳۵ کروہ عرفی تھی بادشاہ دولتخانہ کے قریب پہونچا تو اعتماد الدولہ اپنی طبیعت کی علالت کا اظہار کر کے حیدر قلی خان بہادر کے پیش خانہ مین چلا گیا۔ بادشاہ حرم سرا مین داخل ہوا تو سید حسین علیخان بادشاہ سے جدا ہو کر گلال بار کے دروازہ کے نزدیک پہونچا۔ میر حیدر خان کہ حسین علیخان کا روشناس تھا اور اُسے باتین کرنے کی اجازت تھی جان سے ہاتھ دھو کر امیر الامراء کی پالکی پاس آیا اور ایک عرضی لکھی ہوئی اُس پاس تھی وہ حسین علی خان کے ہاتھ مین دی وہ اُسکے پڑھنے مین لگا اُسنے اپنا حال بیان کرنا اور اعتماد الدولہ کی شکایت کرنی شروع کی اس طرح غافل کر کے چستی و چالاکی سے ایک خنجر آبدار اُسکے پہلو مین مارا۔ یہ بات بھی مشہور ہے کہ ایک اور مغل کو بھی اُسنے رفیق کیا تھا اُسنے بھی اپنی تلوار امیر الامراء کے پیٹ مین گھسائی مگر اُسکی کچھ اصل نہین ہی اول زخم جان ستان سے حسین علی خان کا کام تمام ہوا۔ اس جلدی مین نور اللہ خان پسر اسد اللہ خان نے جو عمزادہ مقتول تھا اور پالکی کے ساتھ پیادہ ہمراہ تھا میر حیدر خان کو تلواروں سے مار ڈالا۔ روایت ضعیف یہ بھی ہے کہ میر مشرف نے بھی پہونچکر اُس پر حربہ چلایا اور کام تمام کیا اور دوسرے مغل کو بھی

مار ڈالا۔اور خود زخمی ہوا۔ جان سلامت لے گیا۔مغلون نے ہر طرف سے ہجوم کرکے نوراللہ خان کو کشتہ کیا اور حسین علی خان کا سر بطریق ارمغان بادشاہ پاس لے گئے۔ خواجہ معقول خان ناظر (خواجہ سرا) سادات نے دست وبازی کرکے اپنے دو تین زخم لگوائے۔ تین چار روز بعد اپنے زخمون سے مرگیا۔حسین علی خان کا ایک سقہ اور خاکروب شرط فدویت وتہور بجا لائے کہ روتے ہوئے تلوار اور نیزہ ہاتھ مین لئے ہوئے صف ہجوم کو چیرتے پھاڑتے تسبیح خانہ کے نزدیک آئے مغلون کے پیاپے گولون اور تیر سے ہلاک ہوئے۔محکم سنگہ کے بخشی مصطفے خان نے جب خانہ جنگی اور حسین علیخان کے ساتھ شورش کی خبر سنی تو وہ محکم سنگہ کے ہمراہیون کی ایک جماعت لیکر بغیر مقدمہ کی تحقیق کے محکم سنگہ کی اجازت بغیر گلال بار کے دروازہ پر آیا کثرت اژدحام کر راہ نہ ملی تو دوسری طرف سے دیوان خاص کے سراچہ کو پھاڑ کر ننگی تلوار لئے گالیان دیتا ہوا اندر آیا۔مغلون کے تیر وگولی سے دو تین آدمیون کو زخمی کرکے جان سلامت باہر گیا۔حسین علیخان کے توپخانہ کے بعض آدمیون نے گلال بار کی اطراف مین تفنگ اور رال جنگی کے گولے مارے۔

جس وقت امیر الامرا کے بھانجے عزت خان نے امیر الامرا کے قتل کی خبر سنی تو اُسکی آنکھون مین عالم سیاہ ہوگیا۔اُسی لحظہ تہوری کو کارفرما ہوکر چار پانچسو سوار کی جمعیت کو ساتھ لے ہاتھی پر بیٹھ دولت خانہ کی طرف متوجہ ہوا۔حیدر قلی خان بہادر ابتدا مین سپہ سالار سے انتقام لینے کی مصلحت مین شریک اور ہمراز نہ تھا۔لیکن جب اُس نے بادشاہ کو امور سلطنت مین بے اختیار دیکھا اور مدار کار رتن چند اور ہندوؤن کے قبضہ اقتدار مین دیکھا اور مشاہدہ کیا کہ صاحب مدار جو صاحب السیف والقلم ہندوستان کے سمجھے جاتے ہین اپنی رائے اور شمشیر بارہ کے مقابل مغل ایرانی اور تورانی کے وجود کو معدوم جانتے ہین اور یہ نہین سمجھتے کہ ایک جماعت ہزار دو ہزار کوس کی مسافت بعیدہ طے کرکے آئی اور اپنے جوہر ذاتی وشمشیر آرائے صائب سے مملکت وسیع ہند کو بار بار بادشاہ نے بادشاہان ذوی الاقتدار اور راجہ ہائے نامدار سے مقابلہ ومقاتلہ کرکے تسخیر کیا ہے اور دو سال سے زیادہ خاندان

عزت خان کا بادشاہ پر چڑھنا اور مارا جانا

صاحب قران کے نمک پروردہ ہین کیونکر اپنے ولی نعمت کو بے اختیار دیکھہ کر اس عار کی برائی کو گوارا کرینگے۔ اس لئے اس شیر بیشۂ حیدری کے دل مین انتقام کا کانٹا کھٹکتا تھا جب دیکھا کہ بادشاہ کا طالع یاور ہوا تو اُسنے فدویت پر کمر چُست کی اور دونون لڑائیون مین جکا اور نزدیک ہوا بڑی بہادری کے کام کئے۔ غرض ہر گوشہ و کنارہ مین صدائے دار و گیر بلند ہوئی تو حیدر قلی خان بہادر کی رہنمونی سے اور اعتماد الدولہ کے حکم سے سعادت خان اپنے جوہر ذاتی کے سبب بیباکانہ گستاخانہ اُس وقت بادشاہ کے سراچۂ محل مین پہونچا کہ بادشاہ اندر تھا دونون بھائیون کے ہوا خواہ بادشاہ کے حق مین ارادہ فاسد رکھتے تھے۔ نواب قدسیہ بیگم مہر مادری کے سبب سے بادشاہ کے باہر جانے کو منع کرتی تھین۔ سعادت خان اپنے مُنہ پر شال ڈال کر گستاخانہ محل کے اندر آیا اور منت سماجت کر کے بادشاہ کا ہاتھ پکڑ کے محل سے باہر لایا اعتماد الدولہ نے بادشاہ کو ہاتھی پر سوار کرایا اور خود خواصی مین بیٹھا۔ بادشاہ کے سارے آدمی متفرق ہو گئے تھے اور امرا رجا بجا اپنے مکانون مین بادشاہی گھوڑون اور ہاتھیون کو لے گئے تھے سوار محمد امین خان چین بہادر و قمر الدین خان بہادر اور چالیس پچاس جانباز مغلون کے اور توپخانہ کی ایک جماعت کے کل مجموعہ سو دو سو سوارون کا بھی بادشاہ کے رکاب مین نہ تھا حیدر قلیخان بہادر سواری کے لئے ہاتھی گھوڑون کی اور توپخانہ کے آدمیون کی گرد آوری مین مصروف ہوا جمعیت معدود جو بادشاہ کی رکاب مین تھی وہ اور قمر الدین خان بہادر و سعادت خان عزت خان کے مقابل ہوئے۔ عزت خان شیر تیر خوردہ کی طرح غراتا ہوا شجاعت و تہوری کی داد دیتا تھا اور پیشقدمی کرتا تھا طرفین سے دار و گیر کی صدا بلند ہوئی۔ بارہ کے دلاورون نے بہادرانہ معرکہ کار زار مین قدم رکھا اور مغلان ایران و توران کے مغل بھی رستمانہ چپقلشین کرتے تھے اور جان نثار ایک دوسرے پر پیشقدمی پر سبقت لیجانے کے لئے ترددات نمایان کرتے تھے۔ ہر ساعت بارہ کی فوج بڑہتی تھی اور بادشاہ کے بھی ہمرکاب آدمی زیادہ ہوتے جاتے تھے۔ دونون طرف سے بلا فاصلہ تفنگ اجل کے تگرگ و ژالہ گولہ اور تیر جانستان برستے تھے قمر الدین خان بہادر و حیدر قلی خان

بہادر نے ہنگامۂ رزم کو ایسا گرم کیا کہ سب طرف سے واہ واہ ہوتی تھی۔ بادشاہ خود بھی دشمنون پر تیر چلاتا تھا۔ غارتگرون نے سید حسین علی خان کے بازار اور کارخانون کو لوٹنا شروع کیا اور اُس کے خیمون مین آگ لگا دی۔ صمصام الدولہ خان دوران بہادر منصور جنگ اپنی افواج کے ساتھ بادشاہ کے لشکر مین شریک ہوا۔ اسی عرصہ مین عزت خان کے بندوق کا گولہ لگا جس سے اُسکی جان گئی اور فوج بارہ متفرق ہوئی۔ بادشاہ کی فتح کا نقارہ بجا۔ اسی ہنگامہ مین بازار کے رستے اور صراف خانہ اور حسین علی خان کے اکثر کارخانے مع خزانہ کے ارابون کے جو منزل مین پہنچے تھے لُٹ گئے۔ اس لُوٹ کا حساب کروڑ روپیہ کا کیا جاتا ہے۔ جواہر خانہ اور خزانہ کہ پیچھے رہا تھا وہ سب تاراج سے محفوظ رہا ضبط بادشاہی مین آیا۔ پوچ اور بے سر و پا آدمیون نے جنکا دل دو بھائیون کے بغض سے بھرا ہوا تھا حسین علی خان کی ایسی بے حرمتی کی کہ اُسکا بیان کرنا بہتر ہے
بادشاہ کی مراجعت کے بعد حیدر قلی خان بہادر نے محکم سنگہ کی جان و آبرو کی امان دیکر اور عنایت بادشاہی کا پیمان کر کے اپنے پاس بلا لیا اور اُسکے جرائم معاف کرا کے منصب ششہزاری اور بعد ازان ہفت ہزاری کا منصب دیدیا مگر اُس نے اس نعمت کی قدر نہ جانی
اعتماد الدولہ نے رتن چند پاس پیغام استمالت مکرر بھیجے۔ اُسنے آبرو و جان کے بچنے کا خیال محال کر کے ہاتھی سے اُتر کر پالکی مین بیٹھکر دولت خانہ کا قصد کیا۔ مغلون اور بازار کے لُچون اور بیکار تماشائیون نے جنکے دل اسکے اطوار نا ہموار سے دانہ ہائے انار کی طرح پر خون تھے اُس کو پالکی سے اُتار کر خوب جوتی پیزار لات مُکے سے خبر لی اُسکے کپڑے اُتار کر لے گئے اور ننگا کر دیا۔ اس کو اعتماد الدولہ پاس لائے اُس نے اُسکو کپڑے پہننے کے لئے دیئے اور طوق و زنجیر کا زیور اُسپر اور زیادہ کیا ؎

آن را کہ چنان کند چنین آید پیش

رائے سرومن داس کائستھ جو قدیمی نوکر اور وکیل سید عبد اللہ خان کا تھا فقیر بنکر اپنے آقا کی خدمت مین گیا میر علی خان خدمتگار سید حسین علی خان کہ صاحب فیل و مکنت تھا دس پندرہ روز مقید رہا

وہ لڑائی مین زخمی بھی ہوا تھا وہ بادشاہ کی خدمت مین آگیا غرض سیدون کے رفیق کچھ عبداللہ خان پاس بھاگ گئے کچھ بادشاہ سے آن ملے سپاہ جو کسی طرف نہ بولی تھی وہ بادشاہ سے مل گئی۔ اب محمد امین خان نے اس لئے کہ عوام الناس اُسکو بُرا نہ کہین کہ سیدون کو قتل کرڈالا عزت خان وامیر الامراء و نور اللہ خان کے تابوت کو زربفت مین لپیٹا اور اُنکی نماز پڑھی اور یہ پکار کر کہا کہ اے یارو یہ شیر پڑے سوتے ہین اور جنازون کو اجمیر شریف روانہ کیا کہ اُنکے باپ کی قبر کے نزدیک خاک مین سپرد کرین سید عبداللہ خان نے مکرر سہ کرر کہا کہ ایسا معلوم ہوا کہ کوچ کے وقت کہار میسر نہین ہوئے اور تابوتون کے غلاف لُٹ گئے۔ (بعض کہتے ہین کہ شرارت سے تابوت زرباف کئے گئے تھے کہ وہ رستہ مین لٹ جائین) اور صندوق پڑے رہے اور دفن نہ ہوئے۔ پھر خارج سے معلوم ہوا کہ اُنکو اجمیر مین لیجا کر مدفون کیا۔

غرض امیر الامراء کو وہی صورت پیش آئی جو فرخ سیر کو پیش آئی۔ دنیا مین یہ ایک انتقام کی عمدہ مثال ہو کہ جو فرخ سیر نے اورون پر ظلم کیا وہ اُسپر سیدون نے کیا اور جو سیدون نے اُسپر ظلم کیا وہ اورون کے ہاتھ سے سیدون پر ظلم ہوا۔ کیا خوب سود النقد ہی اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے۔ ساداتکو اس غسل کی کچھ شکایت نہین ہونی چاہئے یہ تو وہی قتل تھا جس کو اُنہون نے خود انتظام ملکی مین داخل کیا تھا جو راہ اُنہون نے اورون کے لئے نکالی تھی اُسپر خود چلنا اور جو کنوان اورون کے لئے کھودا تھا اُس مین خود گرنا پڑا۔

امراء کے خطاب

اعتماد الدولہ کو ہشت ہزاری ہشت ہزار سوار دو اسپہ کا منصب اور ایک کروڑ پچاس لاکھ دام انعام اور وزارت سپرد ہوئی وزیر الممالک ظفر جنگ کا لقب ملا میر بخشی کی خدمت صمصام الدولہ کو ملی اور ہفت ہزاری پر ایک ہزاری کا اضافہ ہوا اور امیر الامراء کا خطاب ملا قمرالدین خان بہادر کو بخشی دوم کی اور داروغہ غسل خانہ کی اور اور خدمات عطا ہوئین اور ہزاری ہزار سوار کا اضافہ ہوا حیدر قلی خان بہادر کو شش ہزاری شش ہزار سوار دو اسپہ یک اسپہ کا منصب ملا اور ناصر جنگ خطاب ہوا۔ سعادت خان کو پنجہزاری پنجہزار سوار کا منصب اور سعادت خان بہادر کا

خطاب اور نقارہ عنایت ہوا۔ غرض ہر ایک قدیم اور جدید خانہ زاد اور وارد الاشاہی نوکر موافق جشن تردد جانفشانی مورد عنایات ہوا۔

سید عبداللہ خان شاہجہان آباد سے چالیس کوس پر تھا کہ بھائی کی سناؤنی آئی جس سے اُسکی آنکھون مین عالم سیاہ ہوگیا۔ سوائے صبر کے کچھ اور چارہ نہ تھا۔ روتا پیٹتا شاہجہان آباد کی طرف چلا۔ اس خبر کے آنے کے بعد اُسکے بعض ہمدمون نے مصلحت تبلائی کہ پہلے اس سو کہ اطراف کی فوج بادشاہ سے ملے اور حسین علی خان کا لشکر بادشاہ سے گردیدہ ہو بہت جلد وہان پہنچئے یہ مصلحت اُسنے پسندیدہ نہین کی اور کہا کہ اب بادشاہ مستقل امرا اُسکے ساتھ یکدل ہماری فوج خاطر شکستہ اب بادشاہ سے لڑنا اسکے بغیر نہین ہوسکتا کہ عالمگیر کی نسل مین سے کسی شہزادہ کو بادشاہ بنائے اور اُسکے استحقاق سے سامان بہم پہونچائے اور امیرون کو اپنا حامی بنائے غرض اس عمر رسیدہ سید کو جسقدر غم پر غم اور رنج پر رنج بڑھتے گئے اتنی ہی اُسکی عقل وہمت زیادہ بڑھتی گئی اب اُسکی ہوا ایسی بگڑ گئی تھی کہ جب وہ شاہجہان آباد کو چلا ہے تو اُسکی بھیر اور پیش خانہ پر میواتیون اور مفسد پیشہ زمیندارون نے ہر طرف فراہم ہوکر تاخت کی اور جو ہاتھ آیا اُسے لُوٹ کر لیگئے۔ ہرچند دل باختہ فوج تعین کی جاتی ہے کچھ فائدہ نہ ہوتا ایک جماعہ دار اور کچھ آدمی کشتہ ہوئے۔ ایک قافلہ جس کے ساتھ بعض کارخانجات حسین علیخان کے تھے شاہجہان آباد سے جاتا تھا وہ سید عبداللہ خان کے لشکر سے دو تین کوس پر مع کارخانجات ومال وناموس مردم غارت غول ہوا۔ سید عبداللہ اور کل سادات کی جاگیر مین رعایائے مالگذار اور اطراف کے مفسد پیشہ زمیندارون نے اتفاق کرکے عمال جاگیر کو بیدخل اور اخراج کیا اور انتظام سلطنت تک محصول خریف پر زیادہ تر رعایا پرگنات متصرف ہوئی۔ سید عبداللہ خان نے شجاعت اللہ خان اور مرتضیٰ خان کو دارالخلافہ روانہ کیا اور اس بارہ مین نجم الدین علیخان صوبہ دار شاہجہان آباد کو خط لکھا اور سپاہ کو بھی اشارہ کیا کہ کسی شاہزادہ کو بادشاہ بنانیکے لئے تیار کرین۔

۸ ذیحجہ ۱۱۳۲ھ کو نجم الدین علیخان کو یہ خبر پہونچی تو اُسنے کوتوال کو سوار اور

سید عبداللہ خان کو مرنے کی خبر پہونچنا اور سلطان ابراہیم کا بادشاہ بننا

پیادے دیگر اعتماد الدولہ کے گھر کو گھیر لیا۔ اعتماد الدولہ کے آدمیون کو پہلے خبر ہوگئی تھی اُنہون نے حویلی مین جابجا مورچال بنالئے تھے مصالحہ جنگ تیار تھا وہ اننند کے تار بجاہے تھے اُنہون نے اپنی دفع مضرت مین کوشش کی سید عبداللہ خان نے اعتماد الدولہ کے قبیلہ و ناموس سے پرخاش کرنے کو منع کردیا۔ شجاعت اللہ خان و مرتضیٰ خان اور جہاندار شاہ کے بیٹون کے پاس تکلیف سلطنت کے لئے گئے۔ انہون نے دروازہ بند کرلیا منت سماجت کے بعد اُنکو اندر آنے دیا اور آنیکا سبب پوچھکر اُنکو جواب ورشت دیا اور سلطنت کو قبول نہ کیا یہان سے مایوس ہوکر نیکوسیر پاس گئے تو اُس نے بھی انکار کیا۔ پھر سلطان ابراہیم خلف رفیع الشان پاس آئے اپنی غرض عرض کی کہ آپکے بادشاہ ہونے سے سادات کی ایک جماعت کی جان بخشی ہے بعد گفت و شنید سلطان محمد ابراہیم نے سلطنت قبول کی۔

۱۱ ذی الحجہ ۱۱۳۲ھ مین سلطان محمد ابراہیم کو تخت سلطنت پر بٹھایا اور ابوالفتح ظہیر الدین محمد ابراہیم لقب رکھا۔ دو روز بعد سید عبداللہ خان شاہجہان آباد مین داخل ہوا اور بادشاہ کی خدمت مین آیا غازی الدین خان غالب جنگ کو منصب ہشت ہزاری میر بخشیگری کا عہدہ اور خطاب امیر الامرائی کا عنایت کیا اور نجم الدین علیخان کو بخشیگری دوم صید صلابت خان ابن سادات خان کو بخشی گری سوم۔ اور بیرم خان کو بخشی گری چہارم مقرر کیا۔ مراتب و مناصب بڑھا کے امرار کی دلداری کی۔ رفیع الدرجات کے ایام سلطنت مین جو جماعت مساعدت زمانہ سے مایوس تھی ان مین سے ہر ایک کو طلب کرکے استمالت کی اور اُن کو اسی روپیہ درماہہ پر سپاہ کی گردآوری کے لئے سرگرم کیا حامد خان کی جاگیر ضبطی سے نکال دی منصب قدیم پر اضافہ جدید کیا۔ اعتقاد خان معضوب کو پھر منصوب کیا شائستہ خان و سیف خان و اسلام خان وصفی خان کی بہت چاپلوسی کرکے عنایتون کا امیدوار کیا۔ اور رفاقت کی تکلیف دی اسلام خان وصفی خان نے بہ لطائف الحیل پہلوتہی کی سیف خان و اعتماد خان نے منصب قبول کرکے سپاہ کی نگاہداشت کے لئے روپیہ لیا اعتقاد خان کا دلخواہ مدعا حاصل ہوا کچھ دنون رفاقت کی پھر اثنا رراہ سے دارالخلافہ کی طرف چلا آیا اسی طرح قدیم ملازمون کی جوان دنون مین

سلطان ابراہیم کی چند روزہ سلطنت اور اُسکی لڑائی محمد شاہ سے اور اسکا شکست پانا اور سید عبداللہ کا قید ہونا

خانہ نشین تھے پرداخت کی سید عبداللہ خان کے قدیمی نوکر جو پچاس روپیہ ماہوار پاتے تھے
اُنکے سراسری اسی روپیہ در ماہہ مقرر ہوا قدیم و جدید نوکرون مین اشتراک کی تنخواہ سے شرفا
و نجباء پواج دبے سروپا آدمیون مین تمیز باقی نہ رہی اس سبب سے باوجود شائستہ اضافہ کے
قدیمی فوج کی شکستہ خاطری و بیدلی ہوئی سید عبداللہ خان کی فوج کا بخشی ہمیشہ سے فرخ سیر سے دلی
محبت رکھتا تھا اور رتن چند کے تسلط سے متنفر تھا اور عبداللہ خان کے ساتھ کمال بیدلی سے
بسر کرتا تھا۔ اُسنے فوج جدید کی نگہداشت مین جوانون اور گھوڑون کے بُرے بھلے ہونے مین
امتیاز نہین کی۔ نجم علیخان اور بعض اور عمدہ امرا سرکار نے ندائے عام دیدی کہ خواہ کیسا ہی
چھوٹا ٹٹو اور بوڑھا لنگڑا گھوڑا لائین اُسکو بھی صحیح کرین جہان کوئی باورچی دُھنے جولاہے
قسائی کا شاگرد تھا وہ دس پندرہ کا ٹٹو جو حقیقت مین چار پانچ روپیہ سے زیادہ قیمت کا نہ ہوتا تھا
خرید کرا کے داغ کراتا اور یک ماہہ لیکر روپوش ہو جاتا۔ پاجیون کے سوا اشرافون نے بھی
سید عبداللہ خان کو مضطرب الحال دیکھ کر یہی طریقہ اختیار کیا تھا۔ بہرحال قدیم نوکرون کے در ماہہ کے علاوہ
ایک کروڑ روپیہ سپاہ جدید کے خرچ مین رائگان گیا۔ ثقات کی روایت ہو کہ عبداللہ خان سے جب ایک
مخلص نے کہا کہ بندگان عالی کس لئے روپیہ کو بیفائدہ آدمیون کو دیتے ہین تو اُسنے جواب دیا کہ اگر ہم نے
لڑائی مار لی تو تمام ملک مع محمد شاہ اور خزانہ ہماری ملک ہے اور دوسری صورت مین یہ بہتر ہو کہ زر ہم
اپنے ہاتھ سے بخشش کرین تاکہ دشمنون کے ہاتھ نہ آئے۔ اول یہ خبر آئی کہ محمد شاہ راجپوتانہ کی راہ شاہجہان آباد
جائیگا اس لئے سلطان ابراہیم نے شاہجہان آباد سے نکل کر عیدگاہ کو خیمہ گاہ بنایا ان دنون
مین غلام علی خان محمد شاہ کے لشکر مین سے اور تہور علی خان اکبر آباد سے سید عبداللہ خان
پاس آئے غلام علی خان اور نجابت علی خان جو سید عبداللہ خان کا برادر زادہ اور متبنی تھا
قلعہ و شہر شاہجہان آباد کی حراست کے لئے بھیجے گئے اور پھر محمد شاہ کی یہ خبر آئی کہ وہ اکبر آباد
کی راہ سے شاہجہان آباد کو آتا ہے تو عبداللہ خان نے فرید آباد کی راہ اختیار کی اور باقی
فوج کے انتظار کے سبب آہستگی کے ساتھ قطع منازل کرتا تھا کہتے ہین کہ باوجود اسقدر خزانہ اور فوج

اور حشم و خدم متکاثر کے عہدہ دار اور خواجہ سرا وغیرہ سلطان ابراہیم کے محل کے ہمراہ بدون زین کے گھوڑون پر سوار ہوتے تھے۔ ہر منزل و مقام مین نامدار افغان اور بارہ و عمدہ زمینداروں کی افواج لشکر محمد ابراہیم مین آتی جاتی تھی اور حسین علی خان کے نوکر کہ محمد شاہ کے لشکر کے رسالون مین نوکر ہوگئے تھے وہ یک ماہہ پیشگی لیکر جوق جوق سید عبداللہ خان کا لشکر زیادہ ہوتا تھا سوار اور پیادہ کی نوکری کا بازار ایسا گرم ہوا کہ برا اور اچھا گھوڑا عنقا ہوگیا۔ ایک ٹٹو دو تین جگہ صحیح ہوتا۔ محمد ابراہیم شاہجہان آباد سے ۳۵ کوس چل کر پلول مین آیا۔ سیف الدین خان برادر سید عبداللہ خان و شہامت خان بیٹے اور بھائیون سمیت اور سید محمد خان خلف کلان اسداللہ خان و ذوالفقار علیخان اور بارہ کے بہادرون کی جماعت جو سب ملکر بارہ ہزار سوار ہوتے تھے عبداللہ خان کے لشکر سے ملے ڈیڑھ دو سوار لبے سادات بارہ سے بھرے ہوئے لشکر مین داخل ہوئے جن مین سے ہر ایک سید اپنے تئین بیس سوارون کی برابر گنتا تھا اور ہر ایک کی زبان زد تھا کہ جنگ کے روز ہم کو تیر و تفنگ کی درکار نہین جب مقابلہ ہوگا حملہ اول مین برہنہ تیغ و خنجر لیکر شعلہ کی طرح توپخانہ کی آتش سے نکل کر مغلون کی فوج قول پر یورش کرینگے حاصل کلام یہ ہے کہ دہم محرم ۱۱۳۳ھ کو ایک لاکھ سوار جمع ہوگئے جن مین چودہ پندرہ ہزار پابو سوار تھے سوائے انکے چورامن جاٹ و محکم سنگھ اور ایک اور جماعت حسین علی خان کے نوکرون کی اور زمینداران اطراف کی سپاہ متفق ہوکر فوج مذکور پر اور زیادہ ہوئی۔ اس دن محمد شاہ کے لشکر کے تین ہاتھی اور چند قطار شتر چورامن جاٹ لوٹ کر بطریق تحفہ کے سید عبداللہ خان پاس لایا سید نے یہ تحفہ اُسی کو دیدیا اب لشکر محمد شاہی مین حیدر علی خان میر آتش نے زر پاشی بیدریغ کرکے اور بادشاہی لطف آمیز وعدے کرکے لوگون کی تالیف قلوب کی جو کام اُس نے عملہ توپخانہ سے روز جنگ مین لیا شاید کبھی اور میر آتش کے عہد مین زمانہ سلف مین کیا گیا ہو دہم محرم کو نواحی منزل پورن سے کوچ کرکے اور موضع شاہ پور سے گذر کر لشکر کا خیمہ لگا میر آتش اور امرار رزم کے تردد سے صفوف لشکر مرتب ہوئین باوجودیکہ افواج

محمد شاہی دشمن کی سپاہ سے آدھی تھی مگر اس مین سے ہر ایک دل سے جان نثاری کا ارادہ کرتا تھا عبدالصمد خان دلیر جنگ راجہ دھیراج سنگہ سوائی کا انتظار تھا مگر بُعد مسافت کے سبب سے دونون کو بروقت پہنچنا میسر نہین ہوا مگر شروع جنگ مین راجہ جے سنگہ کی تین ہزار سپاہ اور ایک نامی سردار حاضر ہوئے اور محمد خان بنگش بھی دو تین ہزار سوارون کے ہمراہ آیا۔ شیر افگن خان جکلہ دار کوہ سات آٹھ ہزار سوار لیکر اور عزیز خان روہیلہ بازید خان میواتی یکہ تازون کے ساتھ حضور مین آئے۔ اُسکے بعد محمد شاہ نے حیدر قلی خان کو توپخانہ کے ساتھ ہراول مقرر کیا سعادت علیخان برہان الملک محمد خان بنگش کو میمنہ کیطرف اور صمصام الدولہ نصرت یار خان و تائب خان کو ایک بہادرون کی جماعت کے ساتھ میسرہ کی جانب و اعتماد الدولہ محمد امین خان و ہادی خان و قمر الدین خان و عظیم اللہ خان و طالع یار خان کو ملتمش اور اعظم خان مردم کارزار دیدہ کے ساتھ طرح فوج اور شیر افگن خان و تربیت خان اور ایک گروہ فدویان عقیدت نشان کو بادشاہ نے اپنی رکاب مین قول اور میر جملہ و عنایت اللہ خان و روشن الدولہ ظفر خان رستم جنگ اخلاص خان و راجہ گوپال سنگہ بھدوریہ و راجہ بہادر کو چنداولی اور حراست کارخانہ جات پر مقرر کیا ایسے ہی مجاہد خان و امین الدین خان و اسد علیخان و سیف اللہ خان کو ایران و توران کے جنگ آورون کی جماعت کے ساتھ اور جے سنگہ سوائی کی فوج کو جا بجا یمین و یسار کی سپاہ کی کمک کے لئے ہمراہ سواری خدمہ محل پر مقرر کیا اور جنگی ہاتھیون کو سازون و یراق اور اسباب و ادوات حرب کے ساتھ آتش خانہ کے پیچھے قایم کیا۔ سید عبداللہ خان کو لشکر محمد شاہی کے شبخون مارنے کا خوف تھا اس لئے بعض افسرات کو ہاتھیون پر بسر کرتے تھے۔ ۱۲ محرم کو حسن پور کے سواد مین محمد شاہ کے لشکر سے تین کروہ پر سید عبداللہ خان کا لشکر اُترا فوج کی آراستگی ہر روز تازہ ترتیب سے ہوتی تھی اور پھر برہم ہو جاتی تھی ترتیب اس طور سے ہوئی کہ سیف الدین خان و سید محمد خان و شہامت خان مع بیٹے و بھائیون کے تہور خان و شجاعت اللہ خان و ذوالفقار علی خان و عبدالغنی خان و مظفر خان کو نجم الدین علی خان و غازی الدین خان غالب جنگ کی مدد کے لئے ہراول مقرر کیا

حامد خان وسیف خان وبیرم خان ونعمت اللہ خان وامیر خان وسید صلابت وعبد الغنی خان واخلاص خان افغان وعمر خان روہیلہ ودیندار خان جلال آبادی وعبد القدیر خان وصبغۃ اللہ خان وغلام محی الدین خان ودلیر خان وشجاع خان بلوچی وعبد اللہ خان ترین اور دلاورون اور بہادرون کی جماعت جسمین اٹھ آتشی فیل سوار تھے صف کارزار مین سلطان ابراہیم کے دست راست ودست چپ پر مقرر ہوئے اور سید عبد اللہ خان خود ابو الحسن خان بخشی سائر اور میر امن بخشی مردم بارہ وسید علی خان بخشی رسالہ کے ساتھ کہ قریب تیس ہزار سوار قدیم وجدید تھے اور ایک جماعت بارہ کے ہمراہ کہ کارزار کے وقت پیادہ ہوکر بڑی بہادری سے لڑتے ہین اور کبھی کارزار سے منہ نہین پھیرتے ہین مستعد مقابلہ ہوا۔

۱۳۔ محرم کو ڈیڑھ پہر رات گئی تھی کہ محکم سنگھ مع خداداد خان مرزا کے فوج محمد شاہی سے جُدا ہوکر سید عبد اللہ پاس آیا۔ کہتے ہین کہ عبد اللہ خان کے نوشتجات ان کے پاس اس مضمون کے پہونچے تھے کہ تمھارا مجرا ئے کلی یہ ہے کہ تا بمقدور باروت خانہ بادشاہی کو آگ لگاکے ہماری فوج مین آؤ۔ انھون نے ہر چند اس کام کے لئے تلاش کی مگر حیدر قلی خان کے خرم سے وہ اپنے کام کو نہ کرسکے ناچار فرار کرکے دشمن سے جا ملے جب صبح ہوئی تو محمد شاہ ہاتھی پر سوار ہوا اور سواری کے وقت بادشاہ کے حکم سے رتن چند کا سر پیر بخش نے جدا کرکے بطریق شگون ہاتھی کے پاؤن کے آگے رکھا۔ حیدر قلی خان میر آتش نے اپنی چھوٹی بڑی توپون ورہکلہ تفنگ وبان کی آوازین بلند کین کہ زمین لرز گئی دو پہر تک اس حالت نے اشتداد پایا۔ جب آفتاب ڈھلا تو لشکر عبد اللہ خان کی صفوف مین انتظام نہ تھا۔ لشکر کثرت سے تھا۔ سپاہ کے سردار کسی کا کہنا مانتے نہ تھے خود سر تھے جو چاہتے تھے سو کرتے تھے۔ ایک جماعت کثیر کشتہ ہوئی اور نئے ملازم حاکم یابو سوار اور قدیمی نوکر جن کی شکایت کا جراحت مرہم اضافہ سے نہین بھرا تھا فرار ہوگئے مگر بارہ کے بہادرون نے بارہا بہادرانہ اور مردانہ قدم جرأت آگے رکھا رستمانہ حملے کئے خصوصاً نجم الدین علی خان کے ستر ہزار سوارون نے توپ خانہ کے مقابلہ مین ایسے حملے کئے کہ فوج محمد شاہی تنگ آگئی اور اس کے بڑے بڑے جوانمردون کے پاؤن اُکھڑ گئے اور

فوج درہم برہم ہوگئی۔اس اثنا مین خاندوران بہادر منصور جنگ حیدر قلی خان ناصر جنگ
نجم الدین علی خان کے مقابل پہونچے اُن کی بہادری نے دشمن کے لشکر کو روکا۔نصرت یار خان
ودیانت خان بھی کمک کو آگئے۔غرض اُنہون نے نجم الدین علی خان کے مورچال مین جو درختون
کی پناہ مین تھا خلل ڈال دیا۔جب رات ہوگئی اور چاندنی نکلی تو حیدر قلی خان ناصر جنگ
توپ خانہ کی نامی توپین آگے لے گیا اور دشمن کو اُن کے چھوڑنے سے رات بھر سونے نہ دیا
حیدر قلی خان نے روپے اشرفیون کی تھیلیان کھول کر مٹھیان بھر بھر کر توپچیون کے
دامن مین ڈالین اور مخالفون کو مارا۔بڑی بڑی توپین برابر چھوٹتی تھین اور دشمن کا
کام تنگ کرتی تھین۔سنہ۷۶۶ھ مین محمد شاہ بہمنی کی فرمانروائی دکن مین محمد خان رومی بیجانگر
کی مہم مین توپون کو کام مین لایا تھا اور جب ہی سے وہ ہندوستان مین شائع ہوئین
جب سے اب تک کبھی ایسا توپ خانہ نہین چھوٹا جیسا کہ حیدر قلی خان کا اُس کے گولون نے
دشمنون کو ہرا دیا اور ہراس اپنر غالب ہوا اکثر سردار پیادہ ہو کر لڑے اور دہات اور
قصبات مین بھاگ گئے اور جو ان مین اندھیری رات مین بھاگے اُنکو چورون اور رہزنون
نے لوٹ لیا۔آخر شب مین دشمن کے لاکھ سوارون مین سے سترہ اٹھارہ ہزار
سوار باقی رہ گئے اُنہون نے قدامت اور سید عبد اللہ خان کی روشناسی کا پاس
کرکے توپ خانہ کے مقابل مین بھوکے پیاسے رات گذاری۔صبح کے قریب محکم سنگھ کے
ہاتھی پر ایک گولہ لگا تو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر ایسا بھاگا کہ پھر مدت تک کسی نے نہین دیکھا
کہ وہ مردہ ہے یا زندہ ہے جب دن ہوا محمد شاہ ہاتھی پر سوار ہوا رزم کا میدان گرم ہوا
نجم الدین علی خان سادات بارہ کے ساتھ حیدر قلی خان کے توپ خانہ کے مقابل آیا۔ریزش
وآویزش بشدت گرم ہوئی کشش وکوشش سخت ہوئی باوجود توپ خانہ کے قیامت برپا
کرنے کے نجم الدین علی خان نے ایسی بہادری دکھائی کہ میدان جنگ سے بادشاہی
لشکر کے پاؤن اُکھڑ گئے ہوتے کہ صمصام الدولہ منصور جنگ وقت پر کمک پر آگیا۔مردانہ

چپقلشین ہوئین درویش علی خان داروغہ توپ خانہ کی جان گئی اور دوست علی خان ایک جماعت کے ساتھ زخمدار رہوا۔ نصرت یار خان بھی زخمی ہوا اس حال مین سعادت خان برہان الملک اور شیر افگن خان مدد کو بارہ کے بہادرون کے صف کے مقابل آئے۔ سادات بارہ مین سے شہامت خان و فتح یار خان مع برادر و یک پسر و تہور علی خان و عبد القدیر خان برادر قاضی میر بہادر شاہی و عبد الغنی خان پسر عبد الرحیم خان اور نگ شاہی و غلام محی الدین خان و صبغۃ اللہ خان عرف شجاع و پسر شجاع پلولی زخمی ہوئے اور خدا کو جان سپرد کی۔ محمد شاہ کے لشکر مین سے داروغہ توپخانہ صمصام الدولہ و میارام منشی حیدر قلی خان ناصر جنگ عبد الغنی خان داروغہ توپخانہ و محمد جعفر نبیرہ حسین علی خان اور بعض اور مردم بے نام و نشان کے کسی اور نے دنیا سے سفر نہین کیا۔ اور کسی نامی آدمی کو آفت جانی نہین پہونچی۔ اس حالت مین کہ عبد اللہ خان نے نجم الدین علی خان پر عرصہ کارزار تنگ دیکھا۔ بارہ کے دلاورون کی جماعت کے ساتھ ہاتھی کو بڑھا کر بڑی بہادری دکھائی محمد شاہ کا ارادہ خود اُس سے لڑنے کے لئے جانے کا ہوا مگر ہواخواہون نے جانے نہین دیا۔ چورامن جاٹ نے اس پرخاش مین بہیر پر تاخت کر کے خوشی حد سے زیادہ کی اور ایک ہزار گاؤ اور اکثر خچر پر تیل کے اور چند شتر لوٹ کرلے گیا بادشاہ نے خود تیر چلایا اور آخر اعتماد الدولہ پسر محمد امین خان و ہادی خان داروغہ نے اُسکو بندوقون سے مار کر بہیر سے باہر نکال دیا۔ عبد اللہ خان نے سپاہ تازہ دم سے محمد شاہ کے لشکر مین تزلزل پیدا کیا کہ سعادت خان برہان الملک و حیدر قلی خان ناصر جنگ نے عبد اللہ خان کی فوج کی کمرگاہ پر حملہ کیا اور خوب لڑائی ہوئی۔ سید علی خان برادر حسن علی خان بخشی رسالہ زخمی ہو کر قید ہوا حیدر قلیخان نے دلیرانہ حملہ عبد اللہ خان پر کیا۔ سید بھی ہاتھی پر سے اُتر کر اور شمشیر ہاتھ مین لیکر بڑی شجاعت سے لڑا دو زخم لگے اور تقدیر الٰہی سے زندہ معرکہ مین اسیر ہوا۔ حیدر قلی خان پر خدا کی رحمت ہو کہ اُس نے ایسے وقت مین سید عبد اللہ خان کا احترام کیا اور سلام مؤدبانہ کیا! اس کی توقیر کو واجب جانا کمال اعزاز اور دلداری کے ساتھ اپنے ہمراہ ہاتھی پر سوار کر کے

بادشاہ پاس لایا۔ نجم الدین علی خان نے بھی شیر افگن خان سے سخت جنگ کی اُسکی آنکھ مین تیر لگا۔ شیر افگن خان نے اُسکی طرح خاطر جمعی کی اور اُس کو اپنے ہاتھی پر بٹھا لیا جب عبد اللہ خان ہاتھی سے اُترا ہے تو اُس کے ساتھ دو تین ہزار سوار ہمراہ تھے اُس کا یہ حال دیکھتے ہی باقی فوج مع سیف الدین علی خان و شجاعت اللہ خان و ذوالفقار علی خان و عبد اللہ خان ترین کے اس کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئی۔ یہ ضعیف روایت ہے کہ سیف الدین علیخان میدان رزم سے باہر نکل کر بارہ کو بھاگ گیا۔ غازی الدین غالب جنگ نے عبد اللہ خان و نجم الدین علی خان کے مقید ہونے کے بعد ایک ساعت ٹھہر کر عبد اللہ خان کی بہیر کو ہمراہ لیکر وطن کی راہ لی۔ محمد شاہ کے لشکر مین فتح کی عید ہوئی اور لشکر سادات مین شکست کا محرم ہوا۔ حیدر قلی خان ناصر جنگ سید عبد اللہ خان کو اور شیر افگن خان نجم الدین علی خان کو محمد شاہ پاس لائے بادشاہ نے اُنپر کمال رافت و شفقت کی اور جان بخشی کی نوید سنائی جس سے ان دو گرفتار اسیرون کی خاطر افگار مطمئن ہوئی۔ حیدر قلی خان ناصر جنگ کو سید عبد اللہ خان سپرد ہوا۔ اور شیر افگن خان کو نجم الدین علی خان حوالہ ہوا۔ محمد شاہ کو اُسکے نوکرون نے مبارکباد فتح دی اور اُس نے سب کو علیٰ قدر حال انعامات لائق سے سربلند کیا اور تحسین و آفرین کی۔ عبد الغنی خان اور سادات بارہ جو بادشاہ کے لشکر مین آگئے تھے وہ محفوظ و مامون رہے۔ سید عبد اللہ خان کے زر سرخ و سفید و جواہر مرصع و طلا و نقرہ و ہاتھی گھوڑے مع تمام کارخانجات جو لوٹ سے باقی رہے تھے وہ سرکار مین ضبط ہوئے۔ سلطان ابراہیم بے تقصیر نے بطریق ایلغار فرار اختیار کیا تھا وہ دو تین کوس سے بادشاہ پاس پکڑا آیا۔ بادشاہ نے اُس کی خاطرداری کی۔

۱۴ محرم کو اس فتح اور سید عبد اللہ خان و نجم الدین علی خان کے قید ہونے کی خبر شاہجہان آباد مین آئی تو گھر گھر اس نوید کے شادیانے بجنے لگے عبد اللہ خان اور نجم الدین علی خان اور سرداران بارہ کی خدمہ کہ صد ہا سے کم نہ تھین اور فتح و ہزیمت کے

تذبذب مین تھین وہ بادشاہی آدمیون کے پہونچنے تک جو کچھ نقد و زیور لے سکین برقع یا پھٹی پُرانی چادر پہن کے گھرون سے نکل کر شاہجہان آباد کے کوچہ و بازار مین روانہ ہوئین چند نجلیہ سیدہ خواہش ایزدی پر صبر و شکیب کرکے اپنی جگہ پر رہین عبداللہ خان کاشی کہ سید عبداللہ خان کا معتبر و معتمد تھا اور اُسکے متعلقون کی حراست اُس کے سپرد تھی اُس نے ایک جماعت کے ساتھ اتفاق کرکے امانت کے مال مین خیانت کی اور روپوش ہوگیا غلام علی خان کہ سید عبداللہ خان کی طرف سے شاہجہان آباد کا حاکم تھا وہ تغیر وضع کرکے بارہ کو گیا۔ نجابت علی خان کہ برادر حقیقی عالم علی خان کا اور عبداللہ خان کا متبنے تیرہ چودہ برس کا لڑکا اور غلام علی خان کا بھائی تھا بادشاہی آدمیون کے ہاتھ مین گرفتار ہوا۔ بادشاہ نے اُس کو سید عبداللہ خان پاس بھیجدیا۔ ۱۶ محرم ۱۱۳۲؁ھ کو بادشاہ نے فتحپور سے کوچ کیا اور لمبی منزلین طے کرکے ۱۹ کو شاہجہان آباد کے نزدیک آیا۔ سلطنت کے سرانجام کے لئے دو مقام کا حکم دیا۔ سر سواری حضرت قطب صاحبؒ کی زیارت کی وہان سے آنکر بخشیون کو حکم دیا کہ جن امرا اور خانہ زادون نے جانفشانی کی ہے اُن کو روبرو لائین۔ حیدر قلی خان بہادر ناصر جنگ شش ہزاری کا ہفت ہزاری منصب پر اضافہ کیا اور معز الدولہ کا خطاب دیا۔ ۲۲ کو شہر کی آئین بندی ہوئی۔ بڑے دبدبے اور شان سے دارالخلافہ کے قلعہ مین داخل ہوا۔ آخر ماہ محرم مین سیف الدولہ عبدالصمد خان بہادر دلیر جنگ و آغر خان لاہور سے آنکر ملازمت سے شرف اندوز ہوئے اوائل صفر ۱۱۳۳؁ھ مین راجہ جی سنگہ اپنے وطن سے اور راجہ گردھر بہادر صوبہ اودھ سے آنکر عنایات شاہانہ سے سرفراز ہوئے۔ نجم الدین علی خان کی بیٹی نواب قدسیہ بیگم پاس آگئی تھی بیگم کا ارادہ ہوا کہ اسکا نکاح محمد شاہ سے کرے مگر سید عبداللہ خان کو یہ امر ناگوار تھا اس سلیے یہ لڑکی نجم الدین علی خان کے گھر مین بھیجدی گئی۔ خبر آئی کہ اورنگ آباد سے نظام الملک چلا ہے مگر وہ اُلٹا بیجاپور کے بندوبست کے لئے مصلحتاً چلا گیا۔

راجہ جی سنگہ و گردھر بہادر نے اس بات پر نظر کرکے کہ افواج کی آمد و رفت اور گرانی غلہ سے

اکثر پرگنون کے باشندے بڑے پریشان حال ہورہے ہین اس لئے اُنھون نے بادشاہ سے التماس کیا کہ جبتک رعایا بحال ہو اور ملک کا بندوبست ہو جزیہ معاف کیا جائے۔ بادشاہ نے جزیہ معاف کر دیا

راجہ اجیت سنگھ کی معزولی

اس زمانہ مین زوال سلطنت کی علامت کوئی نہ کوئی ظاہر ہوتی جاتی تھی۔ راجا جیت سنگہ کو اس رفاقت کے صلہ مین گجرات کی حکومت عنایت ہوئی تھی جو اُس نے کسی زمانہ مین سادات کے ساتھ کی تھی اور اجمیر کی حکومت خود محمد شاہ نے اس شرط پر دی تھی کہ اگر بادشاہ اور سیدون کے درمیان لڑائی کا ہنگامہ برپا ہو تو اس مین کسی کی طرفداری وہ نہ کرے اور اگر کسی کی اعانت کرے تو بادشاہ کی غرض اجمیر و احمدآباد کے دونون صوبے راجہ کو محمد شاہ کی بقائے دولت تک حسب ضابطہ بادشاہی ملے تھے۔ راجہ سادات کا شریک رفیق تھا اُسکو اپنا رفیق و معین بنانیکے واسطے محمد شاہ کی جانب سے یہ تدبیر کی تھی کہ دونون صوبون کا فرمان مع پنجہ کے نشان کے اُس پاس بھیجدیا تھا۔ اب راجہ نے ان دونون صوبون کے آدمیون پر وہ ستم ڈھایا کہ خدا کی پناہ۔ بہت سے باشندے وہان سے بادشاہ کی حضور مین استغاثہ کے لئے آئے۔ یہان اہل دربار کو راجہ سے کینہ اس سبب سے چلا جاتا تھا کہ وہ سادات کا رفیق پرلے درجہ کا تھا۔ راجہ بھی مذہبی تعصب کے سبب سے مسلمانون کے ساتھ ناحق کا دشمن کرتا تھا۔ بادشاہ نے ان دونون صوبون سے راجہ کو خارج کیا۔ گجرات کی صوبہ داری مظفر خان کو جو صمصام الدولہ و راجہ جے سنگہ سوائی کے متوسلین مین سے تھا عنایت کی جب راجہ اجیت سنگہ کی معزولی کی خبر اس صوبہ گجرات مین منتشر ہوئی تو راجہ کے نائب نے چاہا کہ حیدر قلی خان کے آنے تک شہر کو غارت اور تجار کو تاراج کرکے باہر چلا جائے۔ مہر علی خان بخشی معزول جو راجہ کی نیابت چند روز کرچکا تھا اور راجہ کے محاسبے سے آزردہ تھا اور حیدر قلی خان بھی بخشی مذکور اور صفدر خان ثانی سے ملول و مکدر تھا ان دونون نے اتفاق کرکے اس نظر سے کہ راجپوتون کا ظلم دفع ہوگا اور حیدر قلی خان کی خوشنودی حاصل ہوگی اور حسن خدمت کے حقوق اسپر متحقق ہونگے ایک جماعت افاغنہ اور رعایا کی جمع کرکے راجہ کے نائب کے سر پر جا چڑھے۔ ایک جنگ ہوئی اور راجپوتون کی جمع کثیر کشتہ و زخمی ہوئی نائب مغلوب محصور اپنی حویلی مین ہوا صفدر علیخان بابی کے خواہرزادہ کی اعانت سے خفت و خواری کے ساتھ شہر بدر کیا گیا۔ وہ اپنے وطن جودھپور کی راہ مین دست اندازی

کرتا ہوا چلا گیا اور مظفر علی خان جو اجمیر کا صوبہ دار مقرر ہوا تھا بسبب عسرت و بے سرانجامی کے قصبہ رواڑی سے جو شاہجہان آباد سے تیس کوس ہے آگے نہ بڑھا تھا کہ یہ خبر آئی کہ اجیت سنگہ راجہ جودھپور اجمیر میں آگیا اس پاس تیس ہزار سوار اور اطراف کے زمیندار اور راجپوت ہمراہ ہیں اس سبب سے بھی مظفر علی خان نے رواڑی میں چند روز توقف کیا۔ راجا اجیت سنگہ نے اجمیر میں داخل ہوکر اول منادی پھروائی کہ تمام قصبات و سب دوکاندار و اہل حرفہ اپنے پیشہ میں بے اندیشہ و خرخشہ مصروف ہوں۔ مسجدوں کے موذنوں اور خادموں کو بلاکر اپنی بدنامی دور کرنے کے لئے اور قواعد اسلام کی تبعیت کے اظہار کے لئے تاکید کی کہ وہ اپنی مساجد کی تعمیر کریں اور تمام ارکان بادشاہی کو بلاکر اُس نے محمد شاہ کا وہ فرمان دکھادیا کہ جس میں قول و قسم لکھے ہوئے تھے کہ محمد شاہ کی بقائے عمر و دولت تک اجمیر و احمد آباد کی صوبہ داری راجہ پاس بحال رہیگی۔ اب اُس نے اپنے عرائض اور اس فرمان کی نقل دیوان بادشاہی کے ساتھ صمصام الدولہ و روشن الدولہ پاس بھجوائی اور عرضداشت میں یہ درخواست کی کہ احمد آباد کی صوبہ داری حضور کی مرضی کے لئے نذر کرتا ہوں مگر اجمیر کی صوبہ داری کا امیدوار اور خواستگار ہوں اگر وہ بحال نہ رہیگی ہمچشموں میں میری آبرو نہ رہیگی اور جب آبرو نہ رہی تو جان لیکر میں کیا کرونگا اس لئے امیدوار ہوں کہ دونوں صوبوں میں سے کوئی ایک صوبہ عنایت ہو۔ ان دونوں صوبوں کے ساتھ میرا سر اور میری جان وابستہ ہے جب راجہ اجیت سنگہ کے یہ نوشتے آئے تو صمصام الدولہ قلت زر اور دشواری جنگ پر نظر کرکے مصالحت پر اور ترک منازعت پر مائل ہوا اور کہا کہ صوبہ اجمیر میں اکثر بزرگوں کے مزار ہیں اور دار الخلافہ کے نزدیک ہے اس لئے صوبہ گجرات اجیت سنگہ کے لئے بحال رکھنا مناسب ہے اور صوبہ اجمیر بادشاہ کے کسی مخلص کو دینا چاہیئے مگر بادشاہ کا اور بعض ارکان دولت کا خصوص حیدر قلی خان کا ارادہ یہ ہوا کہ راجہ کی تنبیہ و تادیب کرنی چاہیئے۔ حیدر قلی خان کے ساتھ اور امرا شریک نہ ہوئے تو اُس نے سعادت خان بہادر جنگ کو بلایا جو اس وقت اکبر آباد کی صوبہ داری پر سرافراز تھا۔ وہ فوراً آیا سامان کارزار درست ہوا مگر اور امرا اُسکے

ساتھ متفق نہ ہوئے۔ پھر بادشاہ نے بھی اعانت مین پہلو تہی کی۔ اتنے مین یہ خبر آئی کہ مظفر علیخان کا
تو سارا اسباب سپاہ نے اپنی تنخواہ مین لے لیا اور اُس نے صوبہ داری کا فرمان اور خلعت بادشاہ کی
خدمت مین بھیجدیا اور خود جلیپور چلا گیا۔ اُسکے تعاقب مین بعض زمینداروں اور مفسدون نے
بادشاہی ملک کو تاخت و تاراج کیا۔ راجہ اجیت سنگھ نے نارنول کو خوب لوٹا۔ یہان فوجدار
بازید خان سے راجہ کا مقابلہ نہ ہوسکا پھر راجہ سے صمصام الدولہ نے لڑنے کا ارادہ کیا۔ افواج
مغلیہ نے اُس کے ساتھ اتفاق نہ کیا۔ حیدر قلی خان اُسکے ساتھ متفق ہوا اور خیمہ سے باہر نکلا خلوت
مین صمصام الدولہ نے بادشاہ سے کہا کہ لڑنا مصلحت نہین ہے اگر راجہ کو فتح ہوئی تو بادشاہی کا
کیا ٹھکانا ہے۔ اور اگر راجہ کو شکست ہوئی تو وہ پہاڑون مین جا چھپیگا تو روپیہ اور لشکر کہان ہو
جو اس کا علاج کریگا۔ پھر قمر الدین خان نے اس کام کا بیڑا اُٹھایا اور سید عبد اللہ خان
اور نجم الدین علی خان کی رہائی کی درخواست کی تو وہ نامنظور ہوئی۔ اجیت سنگھ نارنول پر
قبضہ کرکے رواڑی مین آیا جو شاہجہان آباد سے پچاس میل پر ہے۔ اس کی روک تھام مین
سپاہ کے نفاق و عدم اتفاق سے اور کام کرنے مین نارضامند ہونے سے سارے
عزم اور آزادی بیکار رہی اور آخر کار امیر الامرا صمصام الدولہ شہر سے باہر نکلا اور راجہ کی
دلجوئی بار بار کی۔ راجہ اپنے ارادہ سے باز رہا۔ راجہ جو یہ چاہتا تھا کہ اگر اجمیر اُسکو ملجائیگا
تو وہ گجرات کو چھوڑ دیگا اس کا متوقع وہ کیا گیا۔ نظام الملک اورنگ آباد سے بادشاہ
پاس آتا تھا۔ اُس کے آنے پر تمام تدابیر اور سرانجام و انتظام ملکی موقوف رہا۔
تاریخ ہندی رستم علی مین سال پنجم جلوس کے سوانح مین لکھا ہے کہ راجہ اجیت سنگھ کی
تنبیہ کے لئے شرف الدین خان ارادتمند خان امرا کی جماعت کے ساتھ بھیجا گیا۔ راجہ نے
علانیہ بغاوت اختیار کی تھی اور اجمیر و سانبھر پر قبضہ کرکے وہ نارنول مین آیا۔ شرف الدین
کے ساتھ راجہ جے سنگھ سوائی اور محمد خان بنگش اور گوپال سنگھ راجہ بھداور تھے ایک لاکھ
سوار اور دو لاکھ سے زیادہ پیادے ساتھ تھے۔ راجہ اجیت اس خبر کو سنکر جو اس باختہ ہوا

اور نارنول سے بھاگا اور گدھ بینی کے قلعہ مین پناہ لی۔ یہان وہ چند روز ٹھہرا پھر ایک اونٹ پر سوار ہو کر جودھپور چلا گیا۔ امرائے شاہی کی معرفت درخواست کی اور اپنے بیٹے دھوکل سنگھ کو امرائے شاہی کے حوالہ کیا کہ وہ بادشاہ پاس اسکو لے جائین۔ اس اثنا مین اجیت سنگھ کو اُسکے چھوٹے بیٹے بخت سنگھ نے مار ڈالا۔ دھوکل سنگھ نے دربار شاہی مین آ کر باپ کی جانشینی کا خلعت پایا۔ اپنے ملک کو اُس نے مراجعت کی اور وہان کا حکمران ہوا۔ اُسکے بھائی بخت سنگھ نے قلعہ کا محاصرہ کیا اور یہان کے راجہ کو بھگا کے آپ خود راجہ بن بیٹھا۔ اس سال مین راجہ جے سنگھ نے ایک بڑا شاندار نیا شہر انبیر اور سنگانیر کے درمیان آباد کیا اور سوائی جے سنگھ کے نام پر جے پور اس کا نام رکھا۔ خافی خان لکھتا ہے کہ راجہ اجیت سنگھ کو نظام الملک کی آمد آمد کی خبر نے خواب غفلت سے بیدار کیا اور اُس نے پیغام دیا کہ مین صوبہ احمدآباد سے ہاتھ اُٹھاتا ہون اور صوبہ اجمیر کے بحال رہنے کی درخواست کرتا ہون۔

بزم آرائی

سلاطین نامدار کا دستور ہے کہ وہ رزم سے فارغ ہو کر بزم کی آرائش کرتے ہین اور اسکے سوا فرخ سیر کی بیٹی سے بادشاہ کی شادی کا بھی جشن تھا ان دونون جشنون کے لئے سب اقسام کا اسباب طرب مُہیا رہا اور ۵ جلوس کے عشرہ ثانی ربیع الاول مین ان جشنون کی تیاریان ہوئین۔ دستور کے موافق امرا کو خلعت انعام ملے عشرہ ثانی ربیع الاول مین محمد امین خان چین بہادر نے انتقال کیا

نظام الملک کی وزارت

عنایت اللہ خان کو وزارت کی نیابت تفویض ہوئی۔ نظام الملک بار بار بلایا گیا تھا۔ وہ ربیع الآخر کے عشرہ ثانی مین شاہجہان آباد کے نزدیک آیا۔ اسکی نسبت برہم کار منافقون نے بادشاہ سے کلمات نامناسب کہے مگر بادشاہ نے اُنکو نہ سنا۔ ۲۲ ربیع الآخر ۱۱۳۳ھ کو نظام الملک بادشاہ کی ملازمت سے شرف اندوز ہوا۔ پنجم شہر جمادی الثانی ۱۱۳۴ھ کو قلمدان و خلعت وزارت اُسکو عنایت ہوا نظام الملک ہر چند چاہتا تھا کہ وزارت کا بندوبست اس طرح ہو کہ بادشاہ کی نیک نامی ہو اور خزانہ جمع ہو مگر برہم کار مخل ہوئے اور انہون نے چند کلمات افترا بادشاہ کے کان مین پھونکے اور وزارت مین دخیل ہوئے۔ خصوصاً بادشاہ کی کوکی کہ ایک زن سحر آفرین

پُرفن صاحب جوہر تھی۔خواجہ خدمتگار خان بادشاہ کا مقرب تھا اُسکے ساتھ وہ ہمراز اور ہمدم ہوئی کفایت اور خزانہ جمع کرنیکے لئے وہ آدمیون سے بہت روپیہ پیشکش کے نام سے لیتی اور بند وبست وزارت مین خلل ڈالتی۔سادہ لوح بادشاہ کو اور مقرب بھی نظام الملک کی طرف سے بہکاتے رہتے۔معز الدولہ حیدر قلی خان جو میر آتش مستقل تھا چرب زبانی سے مقدمات مالی وملکی مین دخیل ہوتا تھا جب نظام الملک نے حیدر قلی خان کی حرکات پر اشارہ کیا بادشاہ نے اُسکو ملائمت سے نصیحت کی تو اپنے صوبہ احمد آباد کو روانہ ہوا اور وہان جاکر اکثر بندہاے بادشاہی کی جاگیرین ضبط کرلین اُسکی جب فریاد ہوئی اور اُسکو فہمائش کی گئی اُس نے سنا نہین تو اُسکی جاگیرین اطراف شاہجہان آباد مین احمد آباد کی جاگیرون کے عوض مین ضبط ہوئین۔

سید عبداللہ خان نے مسلخ ذی الحجہ ۱۱۳۲ھ کو اس جہان فانی سے روضۂ جاودانی کو کوچ کیا کہتے ہین کہ وہ مسموم ہوا لیکن اس مین عجیب بات یہ ہو کہ ثقہ آدمیون کی زبانی معلوم ہوا کہ جس وقت سلطان محمد ابراہیم و سید عبداللہ خان سے مقابلہ کے لئے محمد شاہ سوار ہوا ہی تو اُس نے خدا سے عہد کیا تھا کہ فتح اور مستقل سلطنت پانے کی صورت مین کسی سید کو قتل واستیصال نہین کرونگا خواہ اُس نے کیسی ہی بڑی تقصیر کی ہو۔اور نظام الملک بھی سید عبداللہ خان کی رعایت مین کوشش کرتا تھا اور جب خلا ملا مین ان دو بھائیون کا ذکر آتا تو سید عبداللہ خان کو فرخ سیر کے بارہ مین وہ بے قصور بتاتا اور مدعیون کے مقابل مین وہ اصلاح مین کوشش کرتا تھا چنانچہ دونون بھائی جو نمک حرام اور حرام نمک لکھے جاتے تھے اُسکو منع کیا۔ہرگز یہ نہین معلوم ہوتا کہ وہ مسموم کرنے مین شریک ہوا ہو العلم عند اللہ۔

اگرچہ دونون بھائیون نے خصوصًا سید عبداللہ خان نے فرخ سیر کے شہید کرنیکے باب مین اور رشوت لینے مین اور اجارہ کی سختی مین اور اور سلوکون مین ایسے کام کئے کہ جس سے خلق کو شکایت ہوئی بگران سب کامون کا سبب دیوان رتن چند تھا۔وہ خلق کی ایذا مین زیادہ کوشش کرتا تھا۔حسین علی خان دکن جانے سے پہلے زر کارسازی کے لینے سے نہایت نفرت

سید عبداللہ خان کی وفات

سید عبداللہ خان و سید حسین علی خان کے خصائل

رکھتا تھا۔ دکن مین جا کر اُسکو محکم سنگھ اور پیشکارون نے بگاڑ الیکن اسپر بھی اس زمانہ مین دونون بھائی رعیت پروری اور کم آزاری مین کافہ انام مین ممتاز تھے۔ سید حسین علی خان بڑے بھائی سے صاحب کمالون اور ارباب حاجت کے ساتھ زیادہ سلوک کرتا تھا اپنے وقت کا حاتم تھا ہر روز فقرا مین بہت طعام اور غلہ خام تقسیم کرتا تھا۔ اُسنے اورنگ آباد مین رفاہ خلق کے لئے ایک حوض بنایا وہان کے آدمیون کو پانی کی کمی کے سبب سے بہت تکلیف ہوتی تھی۔ وطن بارہ مین سرا اور پل اور عمارات عاقبت بخیر تعمیر کرائین۔ سید عبداللہ خان بھی تحمل و بردباری و وسعت خلق مین مشہور تھا۔ ملا عبدالغفور بوہرہ ملک التجار بندر سورت ایک کروڑ کئی لاکھ روپیہ چھوڑ مرا تھا جسکو فرخ سیر کے متصدی ضبط کرنا چاہتے تھے مگر سید حسین علی خان نے یہ سب روپیہ عبدالحق پسر ملا عبدالغفور کو دلوا دیا صحیح النسب سید کے لئے یہ ضرور ہی کہ وہ خلق محمدی و سخاوت ہاشمی و شجاعت حیدری سے بہرہ تمام رکھتا ہو۔ ان دونون مین یہ تینون صفتین تھین۔ نظام الملک کی واپسی کے بعد اسکے سوا کوئی معرکہ نہین واقع ہوا کہ برہان الملک سعادت خان بہادر کو صوبہ اکبر آباد کے علاوہ صوبہ اودھ مرحمت ہوا۔ اس صوبہ جدید کے انتظام کے واسطے برہان الملک گیا اور اکبر آباد مین اپنا نائب نیل کنٹھ کو مقرر کر گیا۔ ایک دن یہ نائب ہاتھی پر سوار جاتا تھا کہ ایک جاٹ نے درخت کی پھلنگ پر بیٹھکر اُسکو تفنگ کا ایسا نشانہ بنایا کہ دنیا مین اسکا نشان نہ رکھا۔ سعادت خان بہادر کا ارادہ تھا کہ آنکر انتقام لے کہ صمصام الدولہ نے موقع پاکر راجہ جے سنگھ سوائی کو جو جاٹون کا پرانا دشمن تھا انتظام وانتقام کی نظر سے آگرہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ سعادت خان فقط صوبہ اودھ ہی کا صوبہ دار رہ گیا۔ سعادت خان ہرچند جاٹون کی تنبیہ اور تادیب مین ترددات نمایان کرتا تھا مگر تراکم اشجار دشوار گذار اور قلب مکان جاٹون کی ایسی پناہ گاہ تھے کہ اُنکا استیصال واقعی نہین ہوتا تھا۔ ایران و توران و افغان کے چند امرائے مغلیہ اور توپخانہ اور مصالح قلعہ گیری اور دو لاکھ روپیہ کا خزانہ راجہ کے ہمراہ کیا گیا راجہ جے سنگھ نے جنگل کو کاٹ کاٹ کر مورچالون کو بڑھانا شروع کیا اور جاٹون کی گڈھیون کو گھیرا چوراہن جاٹون کا بوڑھا راجہ تھا اُسکے قلعہ تھون کا محاصرہ کیا اور اُسکے بھتیجے بدن سنگھ کو

جاٹون سے لڑائی

اپنے ساتھ متفق اور اُس کے استحقاق کے دعوے کی تائید کرکے جاٹون مین پھوٹ ڈالدی چوڑامن جاٹ کے بیٹے محکم سنگہ نے باپ سے کچھ ایسی گستاخی کی کہ وہ باپ بیٹون کی شان کے لئے شایان نہ تھی اس لئے چورامن زہر کھاکر مرگیا۔ محکم سنگہ اسکا جانشین ہوا۔ وہ احمق تھا۔ راجہ جی سنگہ نے اُس کے رفیقون کو توڑ کر بدی سنگہ کا ساتھی بنا دیا۔ محکم سنگہ بھاگ گیا۔ نہم صفر ۱۱۳۵ھ مین قلعہ تھون فتح ہوا اور ایک دو اور گڑھیان تسخیر ہوئین تو افواج بادشاہی کے تسلط سے جاٹ اپنے مقام و ماوائے مین بھاگ گئے اور آدھی رات کو اپنے گھرون مین آگ لگائی اور باردت خانہ کو جھلسا لگایا نقد و جنس جو اُٹھا سکے اُٹھاکر بھاگ گئے توپین اور غلہ بہت چھوڑ گئے جان سلامت لے گئے بندہائے بادشاہی کے تصرف مین گڑھیان آئین خزانہ کی بڑی شہرت تھی اسکا پتہ کہین نہین لگا بہت مکان اُسکے لئے کھدوائے گئے اس شرط سے بدی سنگہ راجہ ہوا کہ وہ بادشاہ کو خراج دیا کرے

میر محمد حسین معروف بہ نمود و نابود کا مذہب جدید

محمد شاہ کی سلطنت مین بھی عجیب غریب واقعات و حادثات وقوع مین آتے رہے چنانچہ کابل مین قوم کا سید مشہد مقدس کا رہنے والا میر محمد حسین آیا۔ اُس نے عمدۃ الملک امیر خان صوبہ دار کابل کے ہان رسوخ پایا اور اُس کی کسی رشتہ دار عورت سے اپنا نکاح کیا۔ جب یہ رشتہ تعلق پیدا ہوا تو کابل سے عالمگیر بادشاہ کے واسطے بہت تحفے تحائف در عطیے وغیرہ لیکر وہ روانہ ہوا۔ لاہور مین پہونچا تھا کہ عالمگیر کے مرنے کی خبر اس پاس آئی تو اُس نے وہ سب تحفے تحائف سترا سی ہزار روپے کو بیچ ڈالے اور اس سرمایہ کو بغل مین دبایا اور توکل اور فقر کا جامہ پہنا۔ علم سے بے بہرہ نہ تھا دو چار طالب علمون کو شاگرد بنایا۔ ایک نئی زبان کا رنگ جمایا کہ قدیمی فارسی کے الفاظ متروک جن سے لوگون کے کان آشنا نہ تھے ان مین امالہ و اشباع و قواعد غریبہ خرچ کئے اور اُس کو اپنے شاگردون کو تعلیم کیا اور اسی مین اپنی بات چیت کرنی شروع کی پھر ایک نیا مذہب اختراع کیا کہ پیغمبری اور امامت کے بیچ مین ایک درجہ بگوگیت کا گھڑا اور خود بگوگ ہونے کا دعوٰے کیا۔ ایک کتاب تالیف کی اس کا نام اجورہ مقدسہ رکھا۔ گویا وہ اُس کی زبان مخترع مین قرآن تھا

جواسپر خدانے بھولی بھٹیاری کے محل (یہ مقام شاہجہان آباد سے دو میل کے فاصلہ پر ہے)
مین نازل کیا تھا یہ پہاڑی اسکے واسطے گویا کوہ طور تھی اسپر جاتا اور کوئی نہ کوئی ڈھکوسلا
گھڑلاتا وہ بیان کرتا تھا کہ ہر پیغمبر الوالعزم کے بعد نو بیگوگ ہوتے ہین خاتم الانبیا کے اول بیگوگ
حضرت علی مرتضیٰ اور آٹھوین حضرت امام رضا تھے نوان بیگوگ مین ہون۔ امام ہشتم تک امامت
وبیگوگیت دونون ایک ہی شخص کی ذات مین جمع ہوتی تھین مگر لبعد ازان دونون جدا ہوگئین
بیگوگیت نے مجھہ مین اور امامت نے حضرت امام محمد تقیؑ مین انتقال کیا اور مین خاتم البیگوگیت
ہون۔ پانچ وقت کی نماز کے سوا صبح تمام دوپہر کو تین بازدید مقرر کین جو یون پڑھی جائین
کہ مربع کی شکل پر چار صفین ایک دوسرے کی طرف منہ کئے ہوئے کھڑی ہوتین اور زبان نوایجاد
مین کچھہ پڑھنت پڑھی جاتی۔ غرض کفر کی باتین ایسی کرتا جو شخص مرید ہوتا اُسکا نام وہ نہایت
عجیب غریب کھتا اپنا نام نمود اللہ نمود وانمود رکھا اور شاگرد کا نام فرالود رکھا۔ غرض وہ
اقوال کا ذبہ اور افعال باطلہ کو شائع کرتا رہتا اور دنیا کو اپنے جال مین پھنساتا رہتا۔ یہان تک
اسکے اعتبار کی نوبت پہونچی کہ خود بادشاہ فرخ سیر چھپ کر اُسکی ملاقات کو گیا تو اسکا دماغ ایسا
چلا کہ اپنے حجرہ کا دروازہ نہ کھولا جب بادشاہ بہت گڑگڑایا تو اُسکو اندر بلایا جب حضرت کو
بادشاہ نے نذر پیش کی تو اُسپر نظر نہ کی مگر بادشاہ کو اپنا تصنیف کیا ہوا صحف نذر دیا اور اُسکی
لکھائی کا ستر روپیہ لے لیا جب حضرت سے بادشاہ نے اپنی نذر قبول کرنے کے لئے بہت کچھہ کہا
تو فرمایا اچھا غریبون اور بیکسون مین اُسکو بانٹ دو۔ فرخ سیر کے عہد مین اُسکی یہ صورت رہی
اب محمد شاہ کا عہد آیا اس کے فرقہ نے اور بھی زور پکڑا۔ محمد امین خان وزیر نے اُس کے
استیصال کا ارادہ کیا۔ نمود اللہ کی گرفتاری کے لئے سپاہیون کو بھیجا تو حضرت نے
سپاہیون کو یون بہکایا کہ اپنی ایک پیاری شکل کی بیٹی کے ہاتھہ روٹیان بھیجین۔ اور سپاہیون سے
کہا کہ فقیر کے گھر کا ناشتا اتنے کر و مین آتا ہون کہ اتنے مین یہ خبر آئی کہ درد قولنج سے محمد امین خان کا
بُرا حال ہو رہا ہے یہ سنکر سپاہی اُلٹے چلے گئے۔ جو لوگ توہمات باطلہ مین گرفتار تھے وہ یہ سمجھے

کہ ان حضرت کی گستاخی سے درد قولنج اُٹھا۔ یہان تک اس وہم نے لوگون کو گھیرا کہ محمد امین خان کے بیٹے قمر الدین خان نے اُس کی بھینٹ کے لئے پانچ ہزار روپے بھیجے۔ اب ان حضرت پاس دم بدم یہ خبر آتی ہو کہ وزیر کا دم لبون پر ہو بھلا ایسے وقت مین کیون نذر قبول کرنے لگے وہ اپنی بگوگیت مین بنّہ لگاتا جب نذر پیش ہوئی تو فرمایا کہ اُسے لیجاؤ۔ ہم نے اُس کافر کے جگر تیر ایسا مارا ہے کہ کبھی زندہ نہ بچیگا۔ مین مسجد مین شہید ہونے کے لئے آبیٹھا ہون میرا باپ بھی مسجد مین شہید ہوا تھا۔ اگرچہ مین خود ایک دفعہ شہید ہو چکا ہون اب مین دوبارہ شہید نہین ہونگا۔ قمر الدین کے آدمیون نے گڑگڑا کر عرض کیا کہ کچھ جواب لکھ دیجئے تو یہ لکھدیا کہ تیر از کمان جستہ وآب از جو رفتہ باز نمی آید۔ اور ایک قرآن کی آیت لکھدی جس کا حاصل مطلب یہ تھا کہ مومنین کے لئے شفا اور ظالمین کے واسطے خسارت اُترتی ہے۔ یہ لکھ کر کہا کہ لیجاؤ لیکن جب وہان پہونچوگے تو بیمار کو زندہ نہ دیکھوگے یہی ہوا کہ آدمیون کے آنے سے پہلے وہ تیر اجل کا نشانہ ہوا۔ قاعدہ ہے کہ وزیرون کے مرگ مفاجات مین زہر کھانے کا گمان ہوا کرتا ہے۔ مگر یہان ایک اور ہی زہریلا سانپ نکلا جس کا کاٹا لوگون کے نزدیک نہ جیا۔ دو تین برس کے بعد یہ نمود وا نمود نابود ہوسے پھر کچھ مدت یہ سلسلہ اُن کی اولاد مین جاری رہا مگر ۱۱۹۶ھ مین کوئی اس نسل کا پانی دیوا اور نام لیوا نہ رہا۔

جب حیدر قلی خان کو خبر لگی کہ اطراف شاہجہان آباد مین اُس کی جاگیرین ضبط ہوئین تو اُس نے بادشاہ کے بعض مقربین سے عرض کیا کہ جاگیرون کے ضبط ہونے کی صورت مین مجھ سے نوکری کی توقع نہ رکھین حیدر قلی خان پر نالشین بہت سی ہوئین اور اُسکی نافرمانی حد سے گذری تو وہ احمد آباد کی صوبہ داری سے بدلا گیا اور غازی الدین خان بہادر خلف الصدق نظام الملک بہادر فتح جنگ اُس کی جگہ مقرر ہوا۔ یہ صوبہ داری دکن کی صوبہ داری کا ضمیمہ ہوئی جاٹون کی مہم کے انفراغ کے بعد دوم ماہ صفر ۵ جلوس کو احمد آباد کے بندوبست کے لئے احمد آباد کو نظام الملک روانہ ہوا اور اُس کو یہ خدمت بھی سپرد ہوئی کہ اگر حیدر قلی خان

حیدر قلی خان

اطاعت نہ کرے تو اُس کی تادیب کرے جب وہ اکبرآباد مین آیا تو حیدرقلی خان کی سالوسی اور چاپلوسی کے خطوط معذرت آمیز نظام الملک پاس آئے جب نظام الملک مالوہ مین آیا تو خطوط سے معلوم ہوا کہ حیدرقلی خان کو جنون ہوگیا۔ ایک اور روایت یہ ہے کہ نظام الملک کی یہ خبر سنی کہ وہ احمدآباد مین آیا ہے اور عوض خان بہادر افواج دکن کے ساتھ اور باجی راؤ وغیرہ مرہٹے راجہ ساہو کے اس سے مل گئے ہین اور احمدآباد کے ہمراہی اُسکے مطیع ہوگئے ہین تو اس نے تمارض کیا اور اپنی مالیخولیا کی شہرت دی۔ بادشاہ پاس بیٹے کے ہاتھ عرضداشت بھیجی کہ مین بادشاہ پاس آنے کو مجبور ہون اور اُس کے بعد خود روانہ ہوا جب نظام الملک کو جھالوہ مین یہ خبر معلوم ہوئی تو اُس نے اپنے عم حامدخان بہادر کو احمدآباد مین اپنا نائب مقرر کیا اور خود اوائل جمادی الاخری ۱۱۳۵ھ مین دارالخلافہ کی طرف مراجعت کی۔ بادشاہ کے حضور مین پہنچکر اُس نے وزرائے خیراندیش کا طریقہ اختیار کیا۔ امور ملکی کا بندوبست خزانہ کی گردآوری اطراف کے فساد کے دفعیہ مین ازراہ فدویت داظہار کفایت سعی کی۔ مگر حضور کے برہم کارون کے حسدوعناد سے جیسا کہ چاہیئے تھا کہ امور ملکی کا بندوبست وکاروزارت ہونہ ہوا۔ ارکان سلطنت جو اس وقت بڑے بڑے کامون پر مامور تھے یہ تھے صمصام الدولہ امیرالامرا بخشی اول اعتماد الدولہ معزالدین خان بخشی دوم روشن الدولہ بخشی سوم سید صلابت خان بخشی چہارم عزۃ الدولہ شیر افگن خان اور لطف اللہ خان صادق صدرالصدور۔ بادشاہ کے مزاج پر روشن الدولہ بڑا حاوی تھا۔ عمدۃ الملک نواب میرخان ایک قدیم الخدمت اور خاندانی امیرزادہ تھا۔ دلیرانہ ہمت اور مردانہ دماغ رکھتا تھا اس کی ظرافت اور لطیفہ سنجیان ایسی تھین کہ سارے دربار کو آفات اور مصائب مین بھی ہنسی کے مارے لٹا لٹا دیتا تھا۔ شاہ صاحب محمد درویش کی صاحبزادی رحیم النسا بادشاہ کی کوکی تھی۔ بادشاہ سے اُسکو وہ تقرب حاصل تھا کہ بادشاہ کا قلمدان اُس کے سپرد تھا اور وے صاحب دستخط تھی محل کے اندر عرائض پر احکام اسی کے جاری ہوتے تھے۔ غرض بادشاہی اختیارات کی

کل کوکنی بی کو کی کے ہاتھ مین تھی۔

نظام الملک کا دوبارہ دکن جانا

نظام الملک بہادر کے دکن جانے کی روایتین مختلف بیان کی جاتی ہین مگر خافی خان نے جو ثقہ معتبر آدمیون سے روایت سنی ہے وہ یہ ہے کہ ان ہی ایام مین ایران کے فساد کی خبر آئی کہ سلطان حسین شاہ فرمانروائے ایران پر محمود خان شاہ افغانستان غالب آیا۔ اصفہان پر سرحد شیراز تک قابض ہوا اور اہل اصفہان پر بڑی خرابی لایا سلطان حسین کو مقید کیا شاہزادہ طہماسپ مع برادر و پسران سلطان حسین قلعہ اصفہان سے باہر اس ارادہ سے گیا کہ لشکر فراہم کرے محمد شاہ پاس پیہم یہ خبرین آتی تھین۔ ایک دن نظام الملک نے خیر خواہی کے اظہار کے لئے عرض کیا کہ اول اجارہ محال خالصہ جس سے ملک کی خرابی و ویرانی ہوتی ہے برطرف ہونی چاہیئے دوم رشوت جسکا نام پیشکش رکھا گیا ہے جاری ہو رہی ہے وہ بادشاہون کے داب سے بعید اور رائے سلیم کے خلاف ہے موقوف کی جائے۔ سوم عالمگیر بادشاہ کے عہد کے موافق جزیہ جاری ہونا چاہیئے چہارم شیر شاہ نے ہمایون سے ہندوستان چھین لیا تھا اور ہمایون شاہ ایران پاس گیا تھا تو شاہ ایران نے اُسکی کمک خدمتگاری و مہمان پرستی واقعی کی تھی اگر اس وقت افغانون کی اذیت کے دفع کے لئے فرمانروائے ایران کی کومک کی جائے تو تواریخ مین خاندان تیموریہ کی نیکنامی یادگار روزگار رہیگی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ہمارے پاس ایسا آدمی کونسا ہے جو ایسی مہم پر مامور کیا جائے۔ فتح جنگ نے عرض کیا کہ حضور بندہ ہائے کارطلب مین سے جس کسی کو مامور فرمائینگے حکم کی اطاعت بجا لائیگا۔ اگر خانہ زاد کو اس مہم کے لئے حکم ہوگا تو دل و جان سے کوشش کریگا۔ اور اسی طرح بادشاہ کی خدمت مین خیر اندیشی و خیر خواہی کی باتین عرض کین۔ اس مصلحت کے واسطے بادشاہ نے مشورہ اور امرائے حضور سے کیا۔ اُنہون نے نظام الملک کی طرف ایسی باتین بادشاہ سے عرض کین کہ نظام الملک سے بادشاہ بدگمان ہوگیا۔ اس سبب سے کہ رویہ سلطنت کے موافق عنایات و آداب اطاعت بادشاہ بالکل نہین رہی تھین۔ نظام الملک آداب بادشاہی کے نسق کے لئے از سر نو اجرائے حکم چاہتا تھا

اور یہ بات مقربون کے دلون مین کانٹون کی طرح چبھتی تھی اس لئے نظام الملک کے مرکوز خاطر جو تھا وہ اصلا بادشاہ کے خاطر نشان نہ ہوتا تھا۔ ناتجربہ کار بادشاہ کو نظام الملک بہادر کے حق مین فاسد فکرون نے ایسا بہکایا کہ نظام الملک نے عاقبت اندیشی اور اپنی آبرو کے لحاظ سے اپنی نیک صلاح و مصلحت اس مین دیکھی کہ اواخر ماہ ربیع الاول سنہ ۶ جلوس مین شکار کے نام سے چند روز کی رخصت لی اور دارالخلافہ سے نکل کر اور آب و ہوا کی تبدیل کا بہانہ بنا کے گنگا کے کنارے پرتیس چالیس کوس پرشاہجہان آباد سے شکار کھیلتا ہوا پہونچا۔ اس اثنا مین خبر آئی کہ ضلع صوبہ احمدآباد اور مالوہ مین مرہٹون اور مفسدون نے فساد اُٹھا رکھا ہے صوبہ اول تو اس سپہ سالار سے اور صوبہ دوم اُس کے بڑے بیٹے غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ سے تعلق رکھتا تھا اس لئے نظام الملک نے بادشاہ کی حضور مین عرضداشت بھیجی کہ ان دونون صوبون کے انتظام کے لئے جانے کی رخصت دی جائے۔ دریائے گنگ کے کنارہ پر سورون ایک مشہور شکارگاہ ہے وہان سے مفسدون کی تنبیہ کے لئے دکن روانہ ہوا۔ ابھی اُجین پہونچا نہ تھا کہ مرہٹے اُس کی آمد آمد کی خبر سنکر عبرت پذیر ہوئے اور آب نربدا سے پار دکن مین چلے گئے۔ مفسدون نے بھی اپنی لوٹ مار کم کی نظام الملک نے اُجین کی نزدیکی تک تعاقب کیا۔ جب اُس نے سُن لیا کہ مرہٹون نے دریائے نربدا سے عبور کیا تو اُس نے معاودت کی پرگنہ سہور مین آیا جو مالوہ کے مضاف مین بلدہ سرونج سے قریب ہے وہ چاہتا تھا کہ صوبہ مالوہ کا بندوبست کرکے بادشاہ پاس جائے۔

مبارز خان اور نظام الملک کی لڑائی

دو سال ہوئے کہ عالم علی خان کی جنگ کے بعد مبارز الملک نظام الملک پاس آیا تھا اور عقیدت اور اخلاص کو ظاہر کیا تھا۔ نظام الملک بہادر نے اُس کے چار ہزاری منصب پر دو ہزاری کے اضافہ کی اور عماد الملک مبارز خان بہادر ہزبر جنگ کے خطاب کی تجویز کرکے بادشاہ سے منظوری منگائی تھی۔ ماہی مراتب و پالکی جھالردار خود تواضع کی اور اُس کے بیٹون اور رفیقون کے لئے بڑے بڑے اضافے اور خطاب تجویز کئے اور

خود رعایت کرکے سابق کی جاگیر اور خدمات پر اضافہ کیا۔ عماد الملک مبارز خان نے فتح جنگ سے عہد و قرار کیا کہ جبتک بادشاہ آپ کی قدردانی کریگا تو مین بادشاہ کا نوکر رہونگا اور اگر یہ نہ ہوگا تو مجھے آپ اپنے مطیع رفیقون مین سے جانین۔ اب دکن کی طرف سے خبر آئی کہ مبارز خان ناظم صوبہ حیدر آباد اس ارادہ سے حیدر آباد سے اورنگ آباد کی طرف چلا آئے کہ کل دکن کی صوبہ داری اُس کے نام پر مقرر ہوئی اور بیجا پور کے صاحب فوج افغانون عبد الغنی خان و دلیر خان و بہادر خان اور نواح کے عمدہ فوجدارون کو کمک کے لئے طلب کیا ہے عضد الدولہ عوض خان بہادر منور جنگ جس سے کہ نظام الملک بہادر کی عمہ منسوب تھی اور نظام الملک کی طرف سے دکن کی نیابت صوبہ داری پر مقرر تھا اسکو لکھا کہ مین آتا ہون آپ اورنگ آباد کو خالی کیجئے اور ایسے ہی اورنگ آباد کے اور منصبدارن کو نوشتجات استمالت آمیز پہونچے اور حضور کے نوشتجات سے ظاہر ہوا کہ باوصف اس کے کہ غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ اُس سپہ سالار کا بیٹا بطریق نیابت وزارت کا کام کرتا تھا اُس کو بدل دیا اور اعتماد الدولہ قمر الدین خان بہادر کو وزیر مقرر کیا۔ اور کوکی مرتشیہ کا استقلال اور زیادہ کیا۔ اس لئے بعض اور وجوہ کے سبب سے نظام الملک مالوہ سے دکن کی سمت چلا گیا اور اواخر ماہ رمضان مین اورنگ آباد مین آگیا مگر خطوط مصلح آمیز عماد الملک کو لکھے جن کے جواب مین لکھا آیا کہ مبارز الملک نے اپنے ارادہ کو فسخ کیا۔ نظام الملک باوصف اس کے کہ سراپا حلم و تمکین تھا اور مکرر اُس نے نصیحت آمیز نوشتجات بھیجے اور مواثیق سابق کے حقوق یاد دلائے اور اورنگ آباد مین دو مہینے تک دفع الوقت کرتا رہا۔ مگر مبارز خان کی موت اُس کو دامن کشان اورنگ آباد کی طرف لاتی تھی اور اس پاس بہادر خان برادر داؤد خان پنی کی۔ اور اور سرداروں کی بہت سی جمعیتین جمع ہوگئی تھین اور بے شمار پیادے اکھٹے ہوگئے تھے اور روز بروز اُس کی جمعیت بڑھتی جاتی تھی اور اس بات سے مرہٹون کا فساد بڑھتا جاتا تھا

اور ملک مین خرابی پھیلتی جاتی تھی۔ اس واسطے ذیقعدہ مین نظام الملک بہادر اورنگ آباد سے چلکر تالاب جبونت نگر کے کنارہ پر آیا جو بلدہ سے نزدیک تھا۔ اور نامہ ہائے نصیحت آمیز بمقتضائے مصلح خیر لکھے کہ مسلمان کی خونریزی دفع شر کے لئے حجت تمام ہو مگر مبارز الملک کو دکن کی صوبہ داری کا ست ایسا چڑھا ہوا تھا کہ اُس نے کچھہ نہ سنا کبھی اُس نے یہ ارادہ کیا کہ ایلغار کرکے نظام الملک بہادر کی فوج کے مقابل آئے کبھی اپنے مشیرون سے مصلحت کرتا کہ نظام الملک کے لشکر کے دائین بائین طرف سے ہوکر دوسرے رستہ سے اورنگ آباد مین ایلغار کرکے جائے اور اُسکو تسخیر کرکے اپنے تصرف مین لائے چنانچہ اسی قصد سے نظام الملک کی فوج کے سامنے سے منحرف ہوکر دریائے پونا سے گذرا اور سوار اور پیادون کی ایک جماعت کو اپنے ایک میر شمشیر کے ہمراہ نالہ قلب کے کنارہ پر بھیجا کہ وہ نظام الملک بہادر کی فوج کو روکے۔ اس نالہ پر فریقین کی سپاہ متعینہ مین جنگ ہوئی۔ مبارز خان کی فوج کے بہت آدمی مع سردارون کے مقید ہوئے اور نظام الملک کی فوج نے فتح و نصرت سے مراجعت کی۔ پھر ۲۳ر محرم ۱۱۳۶ھ کو اورنگ آباد سے چالیس کوس پرے قصبہ شکر کھیڑہ پر مقابلہ کا اتفاق ہوا نظام الملک اور عماد الملک نے اپنی اپنی فوج بندی کی دونون فوجیں متقابل ہوئین۔ نظام الملک نے تیز چلنے مین سبقت اس لئے نہین کی کہ مسلمانون کی خونریزی پر پیشقدمی اس سے ظہور مین نہ آئے مگر مبارز خان نے پیشقدمی کی۔ دونون طرف سے بہادرون اور دلاورون نے رزمگاہ مین قدم رکھا۔ ۲ر محرم ۱۱۳۷ھ ۱۷۲۴ کو ایسی لڑائی ہوئی کہ کمتر دیکھنے اور سننے مین آئی۔ تیس چالیس کے قریب فیل سوار نامی سردارون نے جان آفرین کو جان سپرد کی مبارز خان کے دو بیٹے اسعد خان و سعود خان کشتہ ہوئے اور دو بیٹے محمد خان و حامد اللہ خان زخمی ہوکر دستگیر ہوئے مبارز خان کے ہاتھی کا فیلبان زخمی ہوکر ہاتھی پر سے گر پڑا تھا مبارز خان اپنے خون سے بھرا ہوا کرتہ کفن کی صورت پہنکر فیلبانی کرتا تھا آخر کو زخمہائے کاری نے اُس کا کام بھی تمام کیا نظام الملک بہادر کی فوج مین فتح کے شادیانے بجے مبارز خان کے لشکر مین تین ہزار آدمی مقتول ہوئے

نظام الملک نے جو مبارز خان کی سپاہ کے قیدی زخمی تھے خاصکر اُسکے دو بیٹون کے احوال کی بڑی خبرگیری کی اور اُنکا علاج کرایا دوا غذا دی مردون کی تجہیز وتکفین اچھی طرح کی مبارز خان کے بیٹون اور امیرون کے جو جواہر و اثمشہ ضبط ہوئے تھے وہ پھر اُن کو دیدیئے۔

بعد فتح کے اورنگ آباد مین نظام الملک گیا اس ضمن مین حیدر آباد کے سوانح نگار کے نوشتے پے در پے آئے کہ خواجہ احمد خان پسر مبارز خان جسکو حیدر آباد مین باپ کی نیابت مقرر ہوئی تھی وہ محمد نگر کے قلعہ مین گیا جو حیدر آباد کے قریب ہے اُسپر متصرف ہوا اور اپنے مال ومتاع کو قلعہ مین لے گیا اور قلعہ کا بندوبست کیا نظام الملک اورنگ آباد مین ٹھہر کر حیدر آباد گیا اور اس ضلع کا بندوبست کیا خواجہ احمد خان نظام الملک کی طرف سے بیجا وسوسے و توہم رکھتا تھا قلعہ کی پشت گرمی اور خزانہ کے موجود ہونے سے اور اس شہرت سے کہ بادشاہ کی طرف سے اُسکو صوبہ داری اور قلعہ داری کا فرمان پہونچتا ہے تمام صوبہ مالوہ مین فساد وشورش کا مادہ فساد ہوا ایک سال تک اطراف کے عمال وقلعہ دارون زمینداروں کو لکھتا رہا کہ وہ دخل نہ دین اور جا بجا قلعہ دارون اور زمینداروں کی مدد کے لئے فوجین مقرر کین اور بعض مفسدون کو جنکو مدتون سے مبارز خان نے قلعہ مین مقید کر رکھا تھا اُن کو چھوڑ دیا کہ ما دہ فساد کو بڑھائیں اُنہون نے اپنے محالات مین جاکر تمام صوبہ مین اس مرتبہ پر شورش برپا کی کہ عمالون کا عمل یک لخت اُٹھ گیا اور تحصیل بند ہو گئی اور مسافرون کی آمدوشد جاری نہ رہی بعض محالات مین مفسدون نے عمالون پر حملہ کر کے ایک ہنگامہ برپا کیا چنانچہ اس فساد مین کاظم علی خان فوجدار نواح بھونگر ایک جماعت کے ساتھ مارا گیا لیکن آخر کو نظام الملک نے طرح طرح کی مہربانی ولطف و احسان اضافہ ہائے نمایان اور خطاب ہائے موروثی کے عطا کرنے سے خواجہ احمد خان کو شہامت خان کا خطاب اور خواجہ محمود خان کو مبارز خان کا خطاب دینے سے اور سیر حاصل جاگیرون کے عنایت کرنے سے اور تمام مبارز خان کے وابستون پر نوازش کرنے سے ایسا خواجہ احمد کو ممنون کیا کہ اُس نے قلعہ کی کنجیان دیدین۔ نظام الملک قلعہ مین گیا اپنی طرف سے قلعہ دار کو

مع لشکر مقرر کیا اور مفسدون کی تنبیہ مین واقعی مصروف ہوا ان ہی دنون مین کہ صوبہ حیدرآباد کے ملک کے انتظام مین نظام الملک اشتغال رکھتا تھا انوارالدین خان بہادر شاہجہان آباد سے اس پاس آیا اُس نے اس پر بہت مہربانی کی حیدرآباد کی صوبہ داری کی خدمت پر مقرر کیا اُس نے حیدرآباد کے بدبختون کی اور ضلع سگاکل وغیرہ سرکارون کے متمردون کی تنبیہ و تاکید بوجہ احسن قرار واقعی اسی طرح کہ اس کانٹے بھرے ملک مین انتظام اور کمال امنیت ہوگئی اور منافع کلی کو جو کبھی ابتدا رتسخیر ملک سے عالمگیر اور بہادر شاہ کے عہدون میں خزانے مین نہین داخل ہوا تھا وہ داخل کیا۔ غرض اگر نظام الملک کا سارا انتظام بالتفصیل لکھا جاوے تو اختصار کا سر رشتہ ہاتھ سے جاتا ہی نظام الملک فتح جنگ بہادر ہمیشہ فدویت مین مصروف رہتا اور کوئی حرکت بیجا صلاح وقت سے غیر اس سے ظہور مین نہ آتی اور فی الحقیقت وہ کوئی کام سوا اسکے نہین کرتا جس سے خاندان تیموریہ کی سلطنت جو ہاتھ سے جا چکی تھی رونق تازہ ہوتی اور سرمو نافرمانی نہین کرتا محمد شاہ بادشاہ نے بتقاضائے وقت فیل اور جواہر بھیجے اور آصف جاہی کا خطاب پایا وہ ملک کے بندوبست اور مفسدون کی تنبیہ اور سرکشون کی تادیب اور زیردستون کی غمخواری حال مین مشغول ہوا جو سابق عملداری مین مرہٹون اور دشمنون کا فساد تھا اس مین تخفیف ہوئی اگرچہ بجسب ظاہر مبارز خان سادات کی قرارداد کے موافق نہین دیتا تھا اور مرہٹون کی تنبیہ و تادیب مین نمایان تردد کرتا تھا لیکن جس جا غنیم کے منصوبے قابو پاتے تھے چوتھ سے زیادہ جو کچھ لے سکتے تھے لیتے تھے اور اکثر راہین مخوف تھین

احمد نگر کا ذکر

جب نظام الملک یہان احمدآباد کا صوبہ دار مقرر ہوا اور حیدر قلی خان بہادر بادشاہ پاس آیا تو اُس نے دو بھائیون شجاعت خان و ابراہیم خان کو جو اُس کے پیش آور دے تھے احمدآباد مین اور اُن کے تیسرے بھائی رستم علی خان کو بندر سورت مین اپنا نائب مقرر کیا نظام الملک نے اپنے عموی حامد خان کو اپنا نائب مقرر کیا شجاعت علی خان اپنے بھائی ابراہیم علی خان کو شہر مین چھوڑ کر خود پرگنات کے بندوبست کے واسطے گیا تھا

جب اُسنے حامد خان کی آمد کی خبر سنی تو اُس نے چاہا کہ شہر مین پہونچکر دروازے بند کرکے حامد خان کو نہ آنے دون یا امان کا قول لیکرا طاعت کرون اس باب مین مختلف اقوال ہین مرہٹون سے ان تینون بھائیون کا فساد رہتا تھا جنگ اور فوج کشی ہوتی تھی اور عمال چوتھ نہین دیتے تھے۔ صفدر علی خان بانی حیدر قلی خان کی سختی کا سوختہ تھا وہ آٹھ سات ہزار سوارون کے ساتھ دوڑ کر حامد خان سے جا ملا اور اُسنے ان بھائیون کے صاحب داعیہ ہونے کا حامد خان کے خاطر نشان کیا اتفاق سے شہر مین شجاعت خان اور حامد خان ایک ہی وقت مین داخل ہوئے شجاعت خان اپنا ہاتھی حامد خان کے ہاتھی کے برابر لایا دونون طرف سے قتال و جدال شروع ہوا شجاعت خان کشتہ ہوا ابراہیم قلی خان اپنے گھر مین جا کر چھپا صفدر خان بانی کہ حیدر قلی خان کے سبب سے اس خاندان کا دل سے سخت دشمن تھا بجسب ظاہر میانجی ہوا طرفین کو سمجھایا اور بان دھری ہوا۔ اس صوبہ مین بان دھری اس شخص کو کہتے ہین کہ مقدمات و معاملات مالی مین صاحب مطلب مغضوب کو حاکم پاس لیجا کر ہاتھ پکڑ کر ملازمت کے لئے لاتا ہے اور اُسکی بدقولی کا کفیل ہوتا ہے۔

ابراہیم قلی خان نے اس بان دھری پر اعتماد کیا اور ایک جماعہ دار کی معرفت حامد خان سے ملاقات کی اُسنے اُسپر بہت مہربانی کی اور اُسکی تسلی مین کوشش کی خلعت و جلیبہ دیکر رخصت کیا۔ ایک ہفتہ کے بعد صفدر علی خان کے اغوا سے اور برہم کارون کی رہنمائی سے حامد خان اپنے قول سے پھر گیا اور اُسنے یہ مصلحت جانا کہ ابراہیم قلی خان کو طلب کرکے مقید کرے بلکہ اُسکی حیات کے شجر کو قطع کرے کہتے ہین کہ **مصرع**

نہان کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا + گوش بگوش سرگوشی سے یہ خبر اس جماعہ دار کو ہوئی جس کی وساطت سے حامد خان سے ابراہیم قلی خان کی ملاقات ہوئی اُس نے حقیقت حال پر ابراہیم قلی خان کو مطلع کیا اور کہا کہ اگر ہو سکے تو تو نکل مین تیرا رفیق ہون محفوظ جگہ تجھے پہونچا دونگا مگر اُس نے فرار کے عار کو قبول نہین کیا حامد خان کے

سزاول اُسکو تیس یا چالیس رفیقون کے ساتھ جو اس بیکسی کی حالت مین اُس کے ہمراہ تھے لے گئے دروازہ پر چوبدارون نے اُس سے ہتھیار مانگے اُن مین سے دو چار کو مار کر وہ حویلی مین گیا۔ وہان حامد خان ڈر کر دیوانخانہ سے کہین چلا گیا۔ غرض زد و کشت کے بعد ابراہیم قلی خان اور اُسکے ہمراہی کشتہ و زخمی ہوئے حامد خان نے ابراہیم کا سر کاٹ کر اُسکی لاش کے ٹکڑے دروازے پر لٹکا دیئے۔

جب رستم علی خان نائب سورت کو اپنے دو بھائیون کے اس طرح کشتہ ہونے کی خبر ہوئی تو اُس کے رگ و پے مین خون جوش کرنے لگا اور اُس نے دونون بھائیون کے خون کے انتقام کے لئے یہ کیا پیلوجی مرہٹون کا سردار ایک سال سے دس گیارہ ہزار سوارون کے ساتھ نواح بندر سورت سے چوتھ وصول کرنے کے لئے اطراف مین فساد و تاخت و تاراج کر رہا تھا اور رستم علی خان سے مکرر مقابلہ و مقاتلہ ہوا تھا۔ پیلوجی واقعی دخل نہ پاتا تھا اس حال مین بتقاضائے وقت رستم علی خان نے پیلوجی وغیرہ سے مہربانی آمیز وعدہ کیا اور اُسے صلح کر کے اپنے ساتھ رفیق بنایا۔ پیلوجی نے بھی قابوئے وقت کو ہاتھ سے نہ دیا مرہٹے ہمیشہ طرف مغلوب کے پالسنہ کو اپنی خوش طالعی جانتے تھے اور خوب اُنکے اس طرح پو بارے ہوتے تھے اُس نے اپنی فوج کے ساتھ اُسکی رفاقت کی حامد خان نے رستم علی خان کی یہ لغو حرکت سنکر فوج کو مرتب اور توپخانہ کو آراستہ کیا اور مرہٹون کے سردار اکنتھ کو بارہ ہزار سوارون کے ساتھ اپنا شریک کیا دریائے مہی کے کنارہ پر پہونچکر ایک سخت لڑائی ہوئی طرفین کے لشکرون مین سے جمع کثیر کشتہ و زخمی ہوئی اور اُس روز حامد خان کو شکست عظیم ہوئی اور اُسکے خیمہ و خرگاہ تاراج ہوئے وہ میدان جنگ سے دریا کی طرف بھاگا رستم علی نے فتح کے شادیانے بجائے اور جرگاہ سے ایک دو کروہ پر خیمہ زن ہوا دوسرے روز حامد خان اپنی فوج کو اور بعض کے قول کے موافق پیلوجی کو جو رستم علی خان کی سرکشی کا ذخیرہ تھا اپنی طرف لطف آمیز پیغام بھیجکر مائل کیا اور جنگ کا نقارہ از سر نو بجایا اور معرکۂ جنگ مین قدم رکھا اور اس طرف سے رستم علیخان بھی جو بعض قدیم الخدمت نوکر کارزار دیدہ کشتہ و زخمی ہو گئے تھے مقابلہ مین مشغول ہوا۔ اس حالت مین

پیلوجی نے رستم علی خان کی بھیر پر تاخت کی بعد زد و خورد کے رستم علی خان کو شکست فاحش ہوئی اور وہ کشتہ ہوا اس فساد مین چند روز کے لئے دونون طرف سے مرہٹون کی خوب بن آئی چپڑی اور دو دو۔ دونون طرف سے خوب لوٹ ہاتھ ہائی اور دوکانون کو لوٹ لیا اور جو کچھ اور لوٹ سکے اُسکو لوٹ لیا۔ پرگنہ بڑودہ اور دریا مہی کے نواح مین وہ لوٹ مچائی کہ معاذ اللہ

سربلند خان کا احمد آباد کا صوبہ ہونا

جب محمد شاہ بادشاہ کو یہ خبرین پہونچین تو اُس نے سربلند خان کو احمد آباد کا صوبہ مقرر کرکے بھیجا نظام الملک بہادر نے حامد خان کو اپنے پاس بلا لیا۔ باوجودیکہ سربلند خان پاس سات آٹھ ہزار سوار تھے جن مین اکثر رزم دیدہ آدمی تھے اور توپ خانہ عظیم ہمراہ تھا مگر مرہٹون کی فوج پرگنات مین ایسی پھیلی ہوئی تھی کہ وہ ملک کا بندوبست اور غنیم کی تنبیہ نہین کرسکا اور مرہٹون کا تسلط روز بروز زیادہ ہوتا گیا غلہ کا نرخ گران ہوگیا سربلند خان شہر مین بطریق محصورین کے بیٹھ گیا۔ اس نے مظلومون پر جو تعدی ہوتی تھی اُس سے چشم پوشی کی اور مرہٹون کے پاس تیس ہزار سوار جمع تھے نہ اُن کی تنبیہ کرسکا نہ اُن سے پیکار کرسکا شہر کے دروازون تک اکثر پرگنات کو مرہٹے تاخت و تاراج کرتے تھے بہت بیوپاریون اور اہل حرفہ اور موالید ثلاثہ کے کاسبون نے جلاوطنی اختیار کی اور اطراف مین چلے گئے۔ ملک تاراج ہوا۔ سپاہ ضروری و غیر ضروری نوکر تھی وہ مرہٹون کو دفع نہین کرسکتی تھی سپاہ کے جامعہ دارون نے سپاہ کی تنخواہ کو طلب کیا اُسکے واسطے پرخاش شروع کی تو آخر کو تسلی اور سپاہ کے رفع فساد کے لئے یہ مقرر ہوا کہ جامعہ دارون کو تنخواہ کی چھٹی جس صراف و بیوپاری کے نام وہ چاہتے لکھ کردی جاتی تھی اور وہ جاکر بیوپاری اور تجار کو پکڑ کر مقید کرتے اور شکنجۂ عذاب مین کھینچکر اپنا روپیہ تحصیل کرتے۔ پرگنہ بزنگر بہت آباد قصبہ تھا وہ بالکل ویران ہوگیا اس مین تجار اور قوم ناگیر کے نامور جو لاکھون روپیہ کی داد و ستد کرتے تھے آباد تھے اور یہان ہندوستان کے تمام معمورون کے طرح طرح کے مال اور زر نقد جمع اور موالید سہ گانہ کی کانون سے بھرا ہوا تھا۔ اقسام مال و زر نقد یہان کے

حیدرآباد مین آصف جاہ کے بندوبست کا بیان

رہنے والون کے صوبہ دار غارت سے نہین بچا سکتے تھے جب محمد شاہ سے یہ عرض ہوا تو اُس نے
سربلند خان کو صوبہ داری سے بدل کر راجہ ڈونگر سنگہ کو اسکی جگہ مقرر کیا جب راجہ یہان آیا تو سربلند خان
نے اُسکو دخل نہ دیا جنگ پر خواہش کرنی چاہتا تھا مگر نہ کر سکا تو پھر ایسا کہین بھاگ کر چلا گیا کہ چند روز
تک اُسکا پتہ نہ معلوم ہوا وہ بادشاہ پاس گیا اس لئے وہ مغضوب ہوا اور مدت تک بادشاہ
نے اُسکو ملازمت سے محروم رکھا حاصل یہ ہے کہ ہندوستان مین یہ صوبہ جو سیر حاصلی مین ہندوستان
کے سارے صوبون کی ناک تھا اس مین میوے کثرت سے ہوتے تھے اکثر حبوبات و لقبولات
و اقسام اقمشہ ایسے بیش بہا ہوتے تھے کہ ربع مسکون کے تجار کے واسطے اور سلاطین ہفت اقلیم کے
تحفے بھیجنے کے لئے ہندوستان کی آبرو بڑھاتا تھا اسقدر ویران ہوا کہ تجار اور زیادہ تر اہل حرفہ
جلا وطن ہوئے اور خانمان بدروشی کو ترک کیا اطراف مین جا کر پراگندہ ہو گئے مگر پھر فضل الٰہی
سے مظلومون کی فریادرسی کے لئے نظام الملک بہادر فتح جنگ آصف جاہ نے اُس ملک پر
اپنا سایہ ڈالا اور اس صوبہ کی آبادی اور بحال ہونے کا سبب ہوا۔

واگنکیڑا اور نوجڑا اور پرگنات کوال اور سرکار ایلکنڈل وغیرہ مین مفسد جو اکثر پرگنات مین
سرکشی کرتے تھے اور کوہ نشین متمرد سب تھوڑی مدت مین بہادران اسلام کے مطیع ہوئے اور
اکثر جگہ ظلم مین کمی ہوئی سابق کے صوبہ دارون کے عہد مین ہمیشہ راہون مین مرہٹے تاخت
و تاراج کرتے تھے اور راہزن فتور و فساد مچاتے تھے اور مفسد زمیندار مسافرون کا چلنا مشکل
کرتے تھے اب اسکے برخلاف ان راہون مین امن امان کے ساتھ آمد و رفت جاری ہو گئی مرہٹے
جاگیر دارون پر اپنے طرح طرح کے ظلم کر کے چوتھ لیتے تھے اور سوائے اسکے دس روپیہ سیکڑہ بنام
سردیس مکھی زمیندارون اور رعایا سے تحصیل کرتے تھے اور کمائش وار ہر ہفتہ اور مہینہ مین بدلتے تھے
اور رعایا کے حوصلہ سے زیادہ فرمائشین کرتے تھے اور جاگیر دارون کے عمّال کو جبراً ذلیل کرتے
تھے اور تصدیع دیتے تھے اب آصف خان نے یہ مقرر کیا کہ چوتھ کے عوض صوبہ حیدرآباد سے نقد
خزانہ سے روپیہ مرہٹون کو دیتا اور دس روپیہ سیکڑہ بابت سردیس مکھی کے جو رعایا سے لیا جاتا تھا

وہ معاف کیا اس طرح چوتھ کے گمائشتہ داروں اور سرویس مکھی اور راہداری کے گماشتون سے نجات ہوئی جن سے مسافرون اور آنے جانے والون اور بیوپاریون کو بڑی اذیت ہوتی تھی۔ جب بادشاہ نے آصف جاہ کو بدل کر قمر الدین خان بہادر کو خلعت و قلمدان وزارت عطا کیا تو آصف جاہ کو وکالت کا فرمان عنایت آمیز مع خلعت و فیل و جواہر بھیجا۔

اگرچہ آصف جاہ اپنے بادشاہ سے دُور دراز حیدر آباد مین آزادانہ حکومت کرنے لگا اور اُس کے قابو سے نکل گیا مگر ہمسایہ کے مرہٹون سے وہ محفوظ و مصئون نہ تھا۔ اس وقت مرہٹون کی حکومت بڑے لائق فائق سردارون کے ہاتھ مین تھی آصف جاہ کا ایسا مقدور نہ تھا کہ وہ اُن کی برابر کھڑا رہتا اس لئے اُس نے ایسی حکمتین کین اور پیچ پر پیچ ڈالے کہ مرہٹون کا زور اُس کی طرف سے ہٹ کر دلی مین اُس کے دشمنون پر پڑا۔ آصف جاہ کی تدبیر مرہٹون کے باب مین

## مرہٹون کی سلطنت کے استقلال کی حالت

ساہو کو تمکو یاد ہوگا کہ اعظم شاہ نے بادشاہی قید سے چھوڑ دیا تھا اُسکی دار الخلافہ ستارہ تھی تارا بائی کا بیٹا سیواجی مر گیا تو راجہ رام کا بیٹا دوسری رانی سے سنبھا دوم راج گدی پر بیٹھا اُسکی دار السلطنت کولاپور تھا یہ دونون خاندان آپس مین رقیب تھے۔ آصف جاہ نے اپنی عقل دور اندیش سے یہ تدبیر سوچی تھی کہ مرہٹون مین ضعیف گروہ کو تقویت دیکر اُسکے قوی گروہ کو ضعیف کرنا چاہئے۔ اس لئے وہ سنبھا دوم کا جو کمزور اور ضعیف تھا حامی و مددگار ہوا۔ اس وجہ سے اور اور سببون سے ساہو کا گروہ دب دبا گیا تھا اگر اُس کو ایک وزیر بالاجی وسوا ناتھ نہ ہاتھ آ گیا ہوتا تو وہ اپنی قوت نہ دکھا سکتا۔ اُس کی بدولت ساہو جی کو اپنی پہلی عزت حاصل ہو گئی سیواجی کے وقت سے پیشوا کا عہدہ چلا آتا تھا اب اس زمانہ مین مرہٹون کی سلطنت مین دو اعلےٰ عہدے تھے ایک پت نیدھی یعنی نائب السلطنت کا اور دوسرا بالاجی وسواناتھ پیشوا

اُس کے بعد پیشوا کا کئی لائق پیشوا مقرر ہو چکے تھے مگر بالاجی وسوا ناتھ راؤ ایسا پیشوا ہوا کہ اُس نے پیشواؤن کے نام کی بنیاد ہی جما دی یہ پیشوا قوم کا برہمن کانکن کا رہنے والا کسی گاؤن کا موروثی پٹواری تھا اس مین برہمنون کی فطرتی عادتون کے علاوہ ہمت اور جرأت ایسی تھی کہ برہمنون مین شاذ و نادر ہوتی ہے گو وہ خود بڑا سپاہی نہ تھا بلکہ گھوڑے پر اسقدر کم چڑھنا آتا تھا کہ جب دشمنون کے خوف سے گھوڑا دوڑانا پڑتا تھا تو دو آدمی اُس کے گھوڑے کو اِدھر اُدھر ہو کر تھامے رہتے تھے وہ پہاڑی آدمی تھا اگر گھوڑے پر چڑھنے کی مشق نہ ہو تو تعجب نہین غرض وہ خود بھی لایق تھا اور اُس کی اولاد اُس سے بھی زیادہ لایق ہوئی اول وہ کسی جدونبسی راجہ کا ملازم ہوا اور وہان سے راجہ ساہو کی ملازمت مین آیا یہان اُس نے اپنی لیاقت و ذہانت سے راجہ کی نظرون مین وقار اور سب ہم نظرون سے زیادہ اعتبار پیدا کیا اُس نے کمال کا کام یہ کیا کہ مشہور بحری قزاق اور زبردست سردار آنگرائی کو سنبھاجی دوم کی طرف سے توڑ کر کانکان مین ساہو کا رفیق بنا دیا راجہ ساہو نے بالاجی کو اس کی حُسن خدمات کا یہ صلہ دیا کہ اُس کو پیشوا کا عہدہ مرحمت کیا اور مستحکم قلعہ پورندھر اور اُس کے گرد کا ملک بھی عنایت کیا اور مالگزاری کا انتظام اُس کے سپرد ہوا جس کا بندوبست اُس نے ایک نئی طرح سے کیا جس سے اُس کی کمال ذہانت اور لیاقت معلوم ہوتی ہے۔ واقعی اس انتظام نے مرہٹون کی سلطنت کی رونق زیادہ کر دی اول کام اُس نے یہ کیا کہ مہاراسٹر کے بلاد مین جو درہمی برہمی ہو رہی تھی اور مغربی ساحل پر جو فساد برپا ہو رہے تھے ان سب کو مٹا دیا پھر اپنے اضلاع کو اور شہر پونہ کو جو اُسکے جانشینون کا دارالسلطنت ہوا اپنی حُسن تدبیر سے بڑی رونق دی اس ملک مین جو رہزنون اور قزاقون کے گروہ کے گروہ لوٹ مار کرتے پھرتے تھے ان کا انتظام کیا دیہات کے آباد کرنے پر اُس نے بڑی توجہ کی۔ زراعت کی ترقی کے واسطے اُس نے بہت تھوڑی جمع مقرر کی اور بتدریج اُس کو بڑھایا۔

تم کو یاد ہوگا کہ اس بالاجی کی بدولت یہ کام بھی ہوا تھا کہ ۱۷۱۸ء میں سید حسین علیخان کے ماتحت فوج لیکر وہ دہلی گیا تھا اور اس سید کی بدولت ان شرائط پر بادشاہ سے عہد پیمان ہوئے تھے کہ مرہٹون کے پاس جسقدر ملک سیواجی کی وفات کے وقت تھا وہ راجہ ساہو کو دیا جائے اور دکن کے چھ بادشاہی صوبون اور خراج گذار ریاستون ترچناپلی اور تنجور اور میسور سے چوتھ اور سردیس مکھی دی جائے اور اس کے عوض مین ساہو بادشاہ کا مطیع رہے اور دس لاکھ روپیہ سالانہ خراج دیا کرے اور تمام ملک کے امن امان اور رعایا کے حفظ جان و مال کا ضامن رہے یہ فائدے بالاجی کو سید حسین علی خان کی خدمت گذاری سے حاصل ہوئے تھے مگر جب سید حسین علی خان مرگیا اور اُسکے خاندان کا سارا کارخانہ خاک مین مل گیا تو بھی راجہ ساہو اور بادشاہ دہلی کے تعلقات مین کوئی تغیر نہین ہوا فرخ سیر کی وفات پر بھی بالاجی دہلی مین ٹھہرا رہا اور ۱۷۲۰ء مین عہدنامہ مذکور کو محمد شاہ کی مہر و حکم سے مستحکم کیا اور راجہ ساہو کو اُس نے دہ ہزاری کا خطاب عنایت کیا غرض اس عہدنامہ سے مرہٹون کو جو دولت اور سلطنت حاصل ہوئی اُس کے سبب سے اس دانشمند پیشوا نے مرہٹون کا وہ پُرانا رنگ ڈھنگ قزاقون اور رہزنون کا بدل دیا۔ اس عہدنامہ پر بھی مرہٹون کو اختیار تھا کہ وہ اپنے حقوق کی تحصیل خود کرین اس تحصیل مین وہ نہایت سختی و جبر کرتے تھے اب بالاجی نے اس سختی کو ترقی سے یون بدلا کہ پہلے چوتھ اٹکل پچو لی جاتی تھی اس لئے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ چوتھ اس زر مالگزاری پر لی جائے جو مستقل طور پر راجہ ٹوڈرمل اور ملک عنبر نے زمین پر مقرر کی تھی گو اس سبب سے کہ ملک ویران ہوگیا تھا مالگزاری مذکورہ کا ایک حصہ حاصل ہوتا تھا بالاجی نے اس قاعدہ کی تکمیل پوری پوری نہین کی مگر اس سے مرہٹون کا دعوے غیر محدود رہا۔ مرہٹون کو باقی تحصیل مین جبر و تعدی کرنے کا موقع مل جاتا تھا اُس نے خاص اضلاع مین توسیع فتوحات کے لئے سردارون کے واسطے حقوق

مختص المقام مقرر کئے مگر اس سے یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں سب جدا جدا نہ ہو جائیں اس لئے باہمی اتفاق کے لئے اس محاصل کو جدا جدا بالتفصیل تقسیم کیا اور اس تقسیم کی تقسیم در تقسیم کی اور ہر ایک سردار کے واسطے ایک خاص حصہ محاصل کا تجویز کیا اس لئے ایک ضلع پر کئی سرداروں کی اور اُن کے ملازموں کی توجہ رہنے لگی راجہ کے رشتہ داروں کی بسر اوقات کے لئے جدا جدا دیہات یا بعض اضلاع انعام و جاگیرین دیدیئے تھے وہ سب ایک سرا کے احاطہ اضلاع مین واقع تھے آئندہ بھی چھوٹی چھوٹی جاگیرین خاص خاص آدمیون کو مرحمت ہوتی تھین علاوہ اس کے ہر سردار کو صدر مقام کے لئے ایک دو گاؤن کی ضرورت ہوتی تھی اور تمام سردار اس بات کے خواہان تھے کہ ان دیہات مین ہم کو اختیار و اقتدار حاکمانہ حاصل ہو جس مین وہ رہتے تھے یا موروثی افسر تھے غرض اس تقسیم اور تقسیم در تقسیم اور تعین حقوق کا بڑا نتیجہ بالاجی کی مدنظر ہمیشہ رہتا تھا کہ برہمنون کا اختیار بڑھے اس طرح حاصل ہو گیا کہ مرہٹے سردارون کے پیچھے حساب کتاب کا عذاب لگایا گیا جتنے جاگیردار اور سردار تھے سب جاہل تھے وہ اپنی جاگیرون کے محاصل اور تقسیم در تقسیم کے حسابون کو بغیر برہمنون کے کیونکر سمجھ سکتے تھے اس لئے وہ برہمنون کے دست نگر ہو گئے اس طرح اپنی قوم کی عزت بڑھنے سے پیشوا کی قوت کو بڑی تقویت حاصل ہوئی۔

جب بالاجی کا انتقال ہوا تو اسکا بیٹا باجے راؤ باپ کا جانشین ہوا۔ یہ راؤ برہمنون کے سارے خاندان مین اور مرہٹون کی ساری قوم مین سیواجی کے سوا قابلیت اور لیاقت مین سب سے زیادہ تھا مگر بالفعل اُسکو وہ تمام اختیارات نہین حاصل ہوئے جو اُسکے باپ کو حاصل تھے اسکا سبب یہ تھا کہ راجہ کے دربار مین اسکا بڑا مخالف پت نیدھی سری پت راؤ تھا وہ بھی برہمن تھا اور ستارہ سے اِدھر کے ملکون کا رہنے والا تھا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ راجہ کی سلطنت اور حکومت کو مہاراسٹر مین استحکام دے اور کولاپور کے راجہ کو مغلوب کرے اور سیواجی کے وقت کا کرناٹک کا میدانی ملک فتح کیا ہوا جس کو مغلون اور سیواجی کے بھائی کی اولاد نے دبا لیا ہے۔

اُسپر قبضے کرے اور ہندوستان کے فتح کرنیکے ارادہ سے پہلے دکن مین حکومت کو استقلال دے مگر اُسکے خلاف بلجے راؤ کی رائے عالی بہادرانہ یہ تھی کہ لٹیرے سوارون کا گروہ جو دشمن کے ملک مین زیادہ بکار آمد ہوگا وہ اپنی قلمرو مین محکوم نہ ہوگا اور ملک مین لوٹ مار بغیر اُنکو چین نہین آئیگا وہ ملک مین امن امان قایم نہین رہنے دیگا۔ فوج کے مستقل انتظام سے ملک کی حکومت کا عمدہ اہتمام ہوسکتا ہو اس لئے مرہٹون کو شمالی ملک مین لیجانا چاہئے جہان اب تک وہ نہین گئے اور وہین سے اُن کا پیٹ بھرنا چاہئے اس سے اُنکے حوصلے اور اُنکے سردارون کے عزم بڑھینگے یہان رہینگے تو اپنے ملک کو کھائینگے وہ ہمیشہ یہ چاہتا تھا کہ دُور دُور کی مہمات مین لشکر مصروف رہے جس سے راجہ کی سلطنت کو وسعت برائے نام ہو اور اضلاع سے جو محاصل کا روپیہ آئے اُس سے خزانہ معمور ہو اور سپاہ کا دل لوٹ مار سے خوش رہے اور اپنے ملک مین امن رہے اور دشمنون سے جنہون نے اُنکو پامال کیا تھا عوض لیا جائے اُس نے اپنے دشمنون یعنی مسلمانون کی سلطنت کا حال یہ بیان کیا کہ اب اس مین کچھ دم باقی نہین ہے جیسی اُسکی اصل بالکل سڑا اور گل کر بودی ٹیا پھوس ہوگئی ایسی کسی اور جگہ کمزور نہین ہے جہان اس کے خشک تنہ پر ہمارا ہاتھ لگا تو وہ گریگا اور اُس کی ساری شاخین گر کر خشک ہوجائینگی راجہ کے سامنے ایک اور تقریر پُرزور یہ کی کہ اب ہمارا وہ زمانہ آگیا ہے کہ ہندوؤن کی زمین سے بیگانون کو نکال باہر کرین اور اُن کی سلطنت کو پامال کرین اور یون قیامت تک نیکنامی حاصل کرین اے راجہ اپنی کوشش سے تیری سلطنت کو یہان سے ہمالیہ تک پھیلائین آپ نربدا پار جانے کی اجازت دی اُسپر راجہ بے اختیار ہوکر بولا کہ تو ایسا ہی لائق باپ کا بیٹا ہے کہ مجھے یقین ہے کہ میرے جھنڈے تو ہمالیہ پہاڑ پر گاڑ دیگا۔

راجہ ساہو کے دربار مین جو یہ مباحثے پیش ہوئے ان مین بلجے راؤ کی رائے کو غلبہ رہا اور روز بروز اس کا اختیار اور اقتدار بڑھتا گیا اور اُس کی امداد کی ضرورتون کے سبب سے راج اس کا محتاج ہوگیا۔ اگرچہ راجہ ساہو قابلیتون سے خالی نہ تھا مگر بادشاہی

ساہو کی خصلت اور پیشوا کی لیاقت

محلون کی ناز پروردگی کے سبب سے جسم مین چستی چالاکی اور مضبوطی اور مزاج مین جفاکشی نہ تھی برخلاف اس کے باجے راؤ لشکر مین پیدا ہو ۔ وہین رہا سہا دبرون اور تجربہ کارون مین تربیت پائی۔ سوائے اسکے اس مین فہم و فراست خداداد تھی تجربہ کار ہوشیار تھا اور اپنے بھائی برہمنون کی طرح روکھا سوکھا بودا ٹھنڈا نہ تھا بلکہ خوش مزاج صاحب تدبیر سلیقہ مند تھا مرہٹون کی سپاہیانہ خصائل رکھتا تھا سادہ سپاہی تھا۔ سفر کی ماندگی اور کامون کی محنت کی کچھہ اصل نہین سمجھتا تھا۔ مزاج مین سادگی ایسی تھی کہ گھوڑے پر سوار ہے راہ مین باجرہ کا کھیت آگیا اس مین سے دس پانچ بالین توڑلین اور اُنکے دانے نکال کر چبائے اور پیٹ بھر لیا۔

باجے راؤ کے شمالی صوبون کے عزم کے مغل و مسلمان خود ممد و معاون ہوئے مبارز خان کی لڑائی سے تھوڑی مدت پہلے آصف جاہ کو مالوہ اور گجرات کی حکومت سے منتقل کردیا تھا جب آصف جاہ کو مبارز خان پر فتح حاصل ہوئی تو اُس نے اپنے چچا حامد خان نائب صوبہ دار گجرات کو لکھا کہ وہ فساد برپا کرے۔ اس نے پیلاجی اور سنتاجی مرہٹون کے سردارون کو اپنا طرفدار اور یار بنایا اور اُنکی امداد سے بادشاہی فوجدارون اور جاگیرداروں کے گماشتون کو ملک سے باہر کردیا اور خود مختاری کا مدعی ہوا جب محمد شاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے تورانی امیرون کے اکھیڑنے کے واسطے قطب الملک پاس جو قید خانہ مین پڑا تھا ایک معتمد آدمی بھیجا اور پیغام دیا کہ اب بھی تم سے کچھہ ہوسکتا ہے تو اس بچارے سید نے یہ جواب دیا کہ اگر حضور کا ہاتھہ میرے سر پر ہو تو سب کچھہ کرسکتا ہون اب تک پانچ چھہ ہزار سوار میرے قابو مین ہین اُن کی مدد سے جو کچھہ حکم ہو بجا لاسکتا ہون جب مخالفون کو اس کی خبر ہوئی تو انھون نے اس سید کو زہر دیکر قید ہستی سے رہا کیا پھر حامد خان کی تادیب تنبیہ کے واسطے مبارز الملک سربلند خان کو گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا نظام الملک سے یہ صوبہ لے لیا۔ سربلند خان کو ایک کروڑ روپیہ سامان درست کرنے کے واسطے دیا گیا۔ اُس کی سفارش سے سید نجم الدین علی خان بھی قید سے رہا ہوا اُس نے سادات بارہ کو جمع کیا۔ سربلند خان

سپاہ دوست آدمی تھا وہ ہر صوبہ مین کچہ کچہ دنون رہ چکا تھا تھوڑے بہت اُس کے پُرانے دوست موجود تھے۔ تھوڑے دنون مین ایک لشکر شائستہ اس پاس جمع ہو گیا سربلند خان نے گجرات کے لئے اپنی نیابت کی سند شجاعت خان کو بھیجی اسپر حامد خان غصہ ہو کر اپنی بے مقدوری کے سبب سے گجرات سے موضع دہد مین آ کر مقیم ہوا اور کنتاجی کو اپنی اعانت کے لئے طلب کیا اور ایک جمعیت بہم پہونچائی اور اس کو ساتھ لیکر گجرات پر چڑھا شجاعت خان بھی گجرات سے نکلا اور حامد خان سے لڑا اور جان کھو بیٹھا مقتول کا بھائی رستم علی خان بندر سورت مین حاکم تھا اُس نے جب بھائی کے مرنے کی خبر سنی تو اُس نے پورا سامان جنگ تیار کیا اور پیلاجی گائیکوار کو جو اس نواح مین تاخت و تاراج کرتا تھا اپنے ساتھ متفق کیا اور بندر سورت سے چلا حامد خان اور سنتاجی تیس ہزار سوار لیکر احمد آباد سے چلے بیچ مین لڑائی ہوئی ظاہر مین پیلاجی رستم علی خان کی طرف تھا مگر باطن مین وہ سنتاجی سے ملا ہوا تھا اُس نے دغا سے اپنے ساتھی کو لڑائی مین قتل کرا دیا۔ حامد خان کو جتوا دیا جس نے اس کی کمک کے عوض مین اپنے ممالک مقبوضہ کی چوتھ اور سردیس مکھی مرہٹون کے لئے مقرر کر دی۔ سربلند خان وزارت کی امیدواری مین اکبر آباد اور اجمیر کے دوراہہ پر ٹھہرا ہوا تھا کہ اُس کو بادشاہ حکم بھیجا کہ گجرات کو روانہ ہو اس وقت بادشاہ تورانی امیرون سے ایسا ناراض تھا کہ اُس نے آصف الدولہ سے مالوہ کا صوبہ لے لیا اور گردھر کو اُسکی جگہ مقرر کر دیا نجم الدین علی خان کو اجمیر کی صوبہ داری عنایت ہوئی اور اُسکو سربلند خان کی اعانت کے واسطے حکم ہوا وہ بھی اپنا سامان درست کر کے اُس سے جا ملا حامد خان بھی سنتاجی اور پیلاجی کو ہمراہ لے میدان جنگ مین دشمن سے مقابل ہوا مگر شکست پائی۔ سربلند خان اور سردارون نے ایک اور راہ سے جا کر احمد آباد پر قبضہ کر لیا حامد خان آصف جاہ پاس چلا گیا۔ یہ واقعہ سنہ ۱۱۴۲ھ ۱۷۲۹ کا ہے اب دوسرے سال مین آصف جاہ نے مرہٹون کے ساتھ حامد خان کو لڑنے کے واسطے گجرات پر بھیجا

مسلمانون کا مرہٹون سے مدد طلب کرنا اور چوتھ دینا

حدود گجرات مین مرہٹون کے ساتھ مین بڑی لڑائیان ہوئین نجم الدین علی خان نے مرہٹون کو خوب ٹھیک بنایا مرہٹون نے بدھ نگر اور بیل نگر جاگیر امیر الامرا کو تاخت و تاراج کیا۔ خانہ زاد خان پسر سربلند خان و سید نجم الدین علی خان ساٹھ ہزار سوارون و پیادون کی جمعیت اور چند ضرب توپ خورد و کلان لیکر میدان کھنبایچ مین مرہٹون کے مقابل ہوئے مرہٹون کی ایک جماعت کثیر کو قتل کیا اور باقی کو بھگا دیا دریائے نربدا تک اُسکا تعاقب کیا۔ حدود گجرات سے باہر نکال دیا مبارز الملک سربلند خان بہت فوج رکھتا تھا۔ پانچ لاکھ روپیہ کی ہنڈوی ماہ بماہ بادشاہ سربلند خان پاس بھیجتا تھا اور یہ بھی مقرر ہوچکا تھا کہ جبتک گجرات کا انتظام کلی نہ ہو تو گجرات کا محاصل سپاہ ہی مین خرچ ہو جب بادشاہ کو اس فتح کی خبر پہونچی تو صمصام الدولہ کی صوابدید سے زیادہ فوج کی برطرفی کا حکم ہوا اور سربلند خان کا درماہہ موقوف ہوا جبتک سربلند خان پاس یہ حکم نہین پہونچا تھا اس صوبہ مین بادشاہ کے سطوت کا آوازہ بلند تھا اور ستم زدہ خستہ حال دستمند تھے۔

دربار شاہی کی کیفیت اور راجہ جے سنگھ کا صوبہ گجرات مین مقرر ہونا

ان دنون مین بادشاہ کے دربار مین اور ہی گل کھلا روشن الدولہ مین ہر چند بعض صفات حمیدہ تھین لیکن اسکے سارے کامون کا مدار رشوت پر تھا صوبہ کابل کی بابت بارہ لاکھ روپیہ سال بسال خزانہ عامرہ سے روشن الدولہ کے حوالہ ہوتا تھا اس مین سے آدھا آپ کھا جاتا تھا اور آدھا بادشاہ پاس بھیجدیتا تھا اور ایسے ہی اور کامون مین عمل کرتا تھا اسپر امرا نے منازعت کرکے اسکا پردہ فاش کیا۔ بادشاہ نے اُسپر عتاب کیا اور محاسبہ لیا بادشاہ کے متصدیون نے دو کروڑ روپیہ اُسکے ذمہ نکالا بادشاہ کے حکم سے روشن الدولہ سے یہ روپیہ طلب ہوا مجبور ہوکر یہ روپیہ اُسکو اُگلنا پڑا وہ بادشاہ کی نظر سے گرگیا اور اخراجات کا کام صمصام الدولہ کو سپرد ہوا شاہ عبد الغفور بھی مرتشی تھا بادشاہ کے مزاج مین دخیل تھا وہ بھی معرض عتاب مین آیا اور محبوس و مقید ہوکر بنگالہ بھیجا گیا بادشاہ کی عزیز کوکی رحیم النسا ربھی ان دونون مختارون کی ہمراز تھی اُسکا بھی محل سے اخراج اور ادبار سے ازدواج ہوا۔ غرض اب بادشاہ کے مزاج مین

صمصام الدولہ نے بڑا دخل پیدا کیا اُس نے سربلند خان کی جگہ راجہ ابھے سنگہ کو گجرات کا صوبہ مقرر کیا اور سربلند خان کو بادشاہ پاس بلایا راجہ نے اپنی آرام طلبی کے سبب سے اپنا نائب گجرات بھیجا سربلند خان نے اُس کو شکست دیکر نکال دیا اُسکے بعد دوسرا نائب بھیجا اسکا حال بھی پہلے نائب کا سا ہوا پھر راجہ خود پچاس ساٹھ ہزار سپاہ لیکر گجرات روانہ ہوا سربلند خان ہرچند بادشاہ اور آصف الدولہ سے تشویشین رکھتا تھا لیکن بسبب قلتِ زر و اسباب سفر ناچار ابھے سنگہ سے لڑا اور اُسکو ایک دفعہ شکست دیدی اسی فتح کو غنیمت جانا اور آئندہ جان لیا کہ راجہ سے مین نہین لڑ سکتا اس لئے پیغام سلام کرکے راجہ سے صلح کر لی اور پگڑی بدل بھائی بن گیا اور اُس سے روپیہ اور سامان سفر لیکر شاہجہان آباد کی طرف چلا بادشاہ کی مرضی کے برخلاف راجہ ابھے سنگہ سے سربلند خان لڑا تھا اس لئے بادشاہ نے دو سو گرزبردار بھیجے کہ سربلند خان کو قید کرکے لے آئین اکبرآباد مین جب سربلند خان آیا تو گرزبردارون نے اُسے قید کر لیا۔ یہان وہ عفو تقصیر کے انتظار مین مقیم ہوا تو ہمراہ کی سپاہ نے جو اکثر برطرف ہو گئی تھی تنخواہ کے تقاضے کی شورش کی برہان الملک جس نے سربلند خان کی مدتون نوکری کی تھی وہ اکبرآباد مین تھا اُس نے سربلند خان سے درخواست کی کہ مین اپنے پاس سے تنخواہ چکا دون تو یہ بات سربلند خان کو گران معلوم ہوئی اور اُس نے کہا کہ خدا کے فضل سے میرا حال ایسا نہین ہو کہ دوستون کا احسان اُٹھاؤن اسکی حرم سرا مین خزانہ مخفی تھا اُس سے اشرفیان نکال کر سپاہ مین تقسیم کر دین۔

آصفجاہ کا مرہٹون مین فساد ڈلوانا اور انکی سلطنت جانا

جب آصفجاہ وزارت کے عہدہ سے مستعفی ہو کر ۱۷۲۳ء مین تیسری مرتبہ دکن مین آیا تو اُس نے اب ارادہ یہ کر لیا کہ وہ ایک خودمختار ریاست قایم کرے چنانچہ تم پڑھ چکے ہو کہ وہ مبارز الملک کو مار کر دکن مین مستقل حاکم ہو گیا اگر اُس پاس سے مالوہ اور گجرات کے صوبے نہ نکل جاتے تو دو تہائی ہندوستان کا بادشاہ وہ ہو چکا تھا۔ اب دکن مین اُسکی سلطنت ایسی شان و شوکت سے جم گئی تھی کہ اُس نے ارادہ کیا کہ مرہٹون سے جو اُسکے ہمسایہ مین بڑے اندیشہ ناک دشمن تھے اپنے معاملا کو درست کرکے وہ مرہٹون کی خصلت سے خوب واقف تھا اُنکے آپس مین جو فساد اور عناد تھے اُنکو خوب سمجھتا تھا اُن کے بڑے بڑے

سرداروں سے اُسکا اتحاد تھا اُس کو مرہٹون کے آپس کے فساد اور نفاق سے جو فتحیابی وکامیابی کی امید تھی وہ اپنی حسن لیاقت سے نہ تھی اب اُس نے یہ چھیڑ نکالی کہ باجے راؤ کو شمالی ملک کی مہمات مین مصروف دیکھکر سری پت سے جو پیشوا کا مخالف تھا رسم وراہ پیدا کرکے یہ عہدنامہ حاصل کرنا چاہا کہ حیدرآباد کے گرد کے اضلاع سے چوتھ اور سردیس مکھی نہ لی جائے (ان دونون چیزون کے لینے کا فیصلہ پہلے مرہٹون کے حق مین بادشاہی حکم سے ہوچکا تھا) اور اُسکے عوض مین ملک یا نقد روپیہ ٹھہر جائے غرض اس سے یہ تھی کہ اُسکی دارالسلطنت کے گرد ملک بالکل مرہٹون کی اس مداخلت سے خالی ہوجائے جو بار بار ان محصولون کے سبب سے ہوتی تھی۔ اور ایک ملک جو سب طرح مرہٹون کے جھگڑون سے پاک ہو اُسکو حاصل ہوجائے اس راجہ اور سری پت کو اُس نے راضی کرلیا مگر پیشوا جو آیا تو اُس نے اس نظام کو ناپسند کیا بھلا وہ اپنے اختیارات کو جو غیر محدود تھے کیون اس انتظام کو منظور کرکے محدود کرتا خیر یہان اس امر پر گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ نظام الملک اپنی قدیمی چال چلا جس مین اسکو پہلے کامیابی حاصل ہوچکی تھی وہ یہ تھی کہ ان دنون مین کولاپور کا راجہ سنبھاجی دوم مرہٹون کی ریاست کا دوسرا دعویدار ساہو کی اقبالمندی کے مقابل مین پھیکا پڑا تھا اپنے خاندان کے ملک صرف جنوبی حصہ پر اُسکا قبضہ تھا اور باقی ملک کا وہ دعویدار تھا اب اس دعویدار کی حمایت پر آصفجاہ نے کمر باندھی اور بادشاہ کا اپنے تئین قائم مقام سمجھکر اُس نے یہ حاکمانہ حکم دیا کہ ہم کو یہ بڑا شبہ واقع ہوتا ہے کہ میرے ملک سے چوتھ اور سردیس مکھی وغیرہ حقوق کا روپیہ مرہٹون کا حق مقرر ہے وہ سنبھاجی کا حق ہے یا ساہو راجہ کا فریقین اپنے دعوے کو بدلائل پیش کرین تمام راجہ ساہو کے کلکٹرون کو اُٹھا دیا اور چوتھ کا روپیہ ادا نہ کیا۔ راجہ ساہو اس امر کو سنکر آپے سے باہر ہوا کہ اسی وقت لشکر کو خود چڑھا کر لے جائے مگر پیشوا نے اُسکو ٹھنڈا کرکے اس مہم کا اہتمام اپنے ذمہ لیا اور تھوڑے دنون مین اپنی دانشمندی سے سپاہ اور سامان سپاہ کو جمع کیا اور اس خوبصورتی سے اس کام کو انجام دیا کہ اپنے راجہ کی سلطنت کی بنیاد پختہ کردی نظام الملک نے اس اپنی عمدہ تدبیر کے پورا ہونے کے

واسطے پہلے اس سے کہ ساہو کے مقابلہ مین میدان جنگ مین آئے اُس سے مصالحت کی باتین کرنی شروع کین اور یہ اُس سے کہا کہ مین نے یہ تجویز فقط تمھارے ہی فائدہ کے لئے پیشوا کے ہاتھ سے رہائی دلوانیکے لئے سوچی تھی پس راجہ کو چاہیے کہ جن لوگون کو موقوف کیا ہے اُن کو بحال کرے وہ ہمیشہ اُسکے وفادار تابعدار رہینگے مگر اس وقت ایسی چالاکی کی باتین بنانا نظام الملک کی غلطی تھی شاید یہ باتین اور وقت راجہ کو اپنے وزیر پر شک لاتین مگر اس وقت تو سارا غصہ راجہ کا اس طرف جھکا ہوا تھا پیشوا کی شیوا بیانی اور خوش زبانی کب ایسی باتون کی طرف متوجہ ہونے دیتی تھی غرض برسات کے موسم مین دونون طرف لشکرون کے سامان ہوتے رہے اور سنہ ۱۷۲۷ء کو نظام الملک کی ہراول کی فوج کو پیشوا صدمہ پہونچا کر پھر گیا اور دشمن کو دق کرنیکے واسطے اورنگ آباد کو جا دھمکایا اور یہ مشہور کر دیا کہ میرا ارادہ برہانپور کے غارت کرنیکا ہے اس سبب سے دشمن شمال کو چلا۔ کچھ فوج اُس نے دشمن کے سامنے کی باقی فوج سے بڑی تیزی اور تندی چالاکی سے گجرات پر یورش کی اب آصف جاہ یہ سوچا کہ دشمن کا تعاقب کرنا بے سود ہے اس لیے وہ جنوب کی طرف چلا اور پونہ پر حملہ کیا لیکن پیشوا جلدی سے گجرات کے باشندون کو قتل کر خون کے ندی نالے بہا اور سیکڑون گھرون کو بے چراغ کر کے اپنے ملک کی حفاظت کے واسطے بہت جلد آ گیا اب یہان آصفجاہ کی فوج نے کچھ کام نہ کیا اس کام کے کرنے مین اُسکے بڑے دوست مرہٹے تھے اُنکی دوستی پر چندان اعتبار نہ تھا سوائے اسکے آپس مین نااتفاقی تھی غرض اس وقت نظام الملک بڑی مصیبت مین پھنسا اور اس سرزمین مین گھر گیا جس مین پانی ملنا بھی دشوار تھا آخر کو لاچار ہو کر اُس نے کولاپور کے راجہ سنبھاجی کا بھی ساتھ چھوڑا اور سنہ ۱۷۲۹ء مین راجہ ساہو سے اس اقرار پر صلح ہو گئی کہ چوتھ اور سردیسمکھی کی تمام باقیات کا روپیہ ادا کرونگا اور چند مضبوط قلعے اپنے ملک کے آئندہ محصول ادا کرنے کے لئے ضمانت مین سپرد کرونگا یہ پہلا ہی وقت تھا کہ یہ دونون رقیب میدان جنگ مین آمنے سامنے آئے کیا خدا کی قدرت ہے کہ وہ اورنگ زیب کے زمانہ کا بوڑھا تجربہ کار امیر جس نے سیکڑون میدان مارے ہون وہ یون عاجز ہو کر ایک نوجوان برہمن سے ایسی شرائط پر صلح کرے جبکہ باجی راؤ اس کام مین مصروف تھا سری تیلے بھی

سنبھاجی ثانی کولاپور کے راجہ کو گھیر کر شکست دی اور ۱۷۳۰ء میں اُسے مجبور کر کے یہ دستاویز لکھائی کہ تمام مرہٹوں کا مسلم اور سردار ساری ریاست کا مستحق راجہ ساہو ہی وہ راجہ فقط حوالی کولاپور پر جس کی مغربی حد سمندر سے محدود ہی قابض رہیگا۔ اس کام سے سری پت راؤ کی بھی عزت ہوئی مگر یہ کام اُس رتبہ اور شان کا نہ تھا جو باجے راؤ نے کیا تھا گو آصف جاہ کو یہ خفت اپنے رقیب کے سامنے پیش آئی مگر پھر بھی وہ مرہٹوں کی حکومت کے توڑنے کی حکمتیں سوچتا رہا اور آخر کو اُس نے ایک بڑا زبردست دشمن پیشوا کے لئے کھڑا کیا۔

ترمبک راؤ

ترمبک راؤ دھابری ایک بڑا مرہٹوں کا سردار تھا اور وہ گجرات میں لڑا تھا اور اُسکی بدولت مرہٹوں کی حکومت کی صورت گجرات میں جمی تھی مگر پیشوا نے گجرات کے حاکم سے جو عہدنامہ کیا اُس سے کچھ ثمرہ ترمبک راؤ کو اپنی جانفشانی کا نہیں حاصل ہوا بلکہ وہ اُنّا باجی راؤ کو حاصل ہوا اس سبب سے اُسکا دل پیشوا سے کھٹنے اور جلنے لگا اور اُس نے آصف جاہ کو اپنے ساتھ متفق کیا اور پینتیس[۳۵] ہزار آدمی دکن کی طرف لیجاکر یہ ارادہ مصمم کیا کہ راجہ ساہو کو پیشوا اور برہمنوں کے پھندے سے نکالے باجے راؤ نے بہت چستی اور چالاکی سے یہ چاہا کہ یہ دونوں اُسکے قوی دشمن متفق نہ ہوں اس لئے گو اُسکی فوج ترمبک راؤ سے آدھی تھی مگر اُس میں چُنے چُنے سوار اور خانہ پرور سپاہی تھے اس سپاہ کو وہ جلدی سے گجرات میں لے گیا شیر کی مونچھوں کو اُسکے غار میں اُکھیڑنے کا قصد کیا ترمبک راؤ کے ہراول کو نربدا کے قریب شکست دی اور پھر اُسکی بھاری فوج پر جا پڑا ترمبک راؤ نے یہ ارادہ کیا کہ کیا فتح حاصل کیجئے یا جان دیجئے اس لئے اُس نے اپنے ہاتھی کے پیروں میں زنجیریں ڈلوا دیں اس بلند ہمتی سے سپاہ نے بڑا سخت مقابلہ کیا اور باجے راؤ بھی گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لشکر کا دل بڑھاتا رہا۔ آخر کار ترمبک راؤ کے ایک گولی اتفاق سے لگی جس سے وہ مرگیا۔ اور اس طرح ۱۷۳۱ء میں اس قوی دشمن کا خاتمہ ہوا نظام الملک کا یہ دوسرا وار تھا وہ بھی خالی گیا اب اُسکو فقط اپنی ذات سے رقیب سمجھنا پڑا۔ اس فتح سے پیشوا کو بالکل مگر برائے نام غلبہ مرہٹوں کی بادشاہت پر ہوگیا۔ دشمن کے ساتھ اُس نے بڑی نرمی برتی۔ دشمنوں کو بہت تنگ نہ کیا۔

بلکہ ٹرمبک راؤ کے بیٹے کو گدی پر بٹھایا اور وہ حقوق اور مرافق مرہٹون کے جو گجرات مین متعین تھے باین شرط عطا فرمائے کہ نصف آمدنی اُسکی معرفت سرکار ساہوجی مین داخل ہواکرے یہ راجہ لڑکا تھا اس لیئے اُس کی مان کو اُسکا محافظ مقرر کیا اور گجرات کا انتظام اُسکی طرف سے پیلاجی گائیکوار کو سونپا یہ بڑا ہوشیار سردار تھا یہ خاندان وہی ہی جس کے راجہ آجکل بڑودہ مین حکومت کرتے ہین بھیل اور کولی قومون کی اعانت سے اس خاندان کا عروج ہوا تھا وہ ان چھوٹی قومون کے سردار اور افسر تھے یون اس دانشمند پیشوا نے اپنے ملک کے جھگڑون کو تمام کیا

سربلند خان اور مرہٹون کی شرائط صلح اور اُس کا نتیجہ

سربلندخان مرہٹون کی خصلت اور عادت سے خوب واقف تھا اب اُس نے دیکھا کہ نظام الملک بازی لیگیا تو اول اُس نے بادشاہ سے متواتر امداد طلب کی مگر وہان نقارخانے مین طوطی کی آواز کون سنتا تھا تو پھر اُس نے مرہٹون سے ان شرائط پر صلح کر لی کہ وہ اپنے ملک کی محاصل زمین اور سائر کی چوتھ اور سردیس مکھی دیگا یہ دونون محصول ملکر پینتیس روپیہ سیکڑہ کل محاصل ملک پر ہوتی تھی اور اسکے عوض مین راجہ کو ڈھائی ہزار سوار ہر وقت کمک کیواسطے تیار رکھنے پڑینگے اور چوتھ کی تحصیل کے واسطے دو ایک کلکٹر اُسکی طرف سے رہینگے سوا اسکے کچھ اور رعایا سے نہ مطالبہ کیا جائے اور بادشاہی سلطنت کے قیام اور استحکام مین ہر طرح کی کوشش کی جائے ایک بڑی بیڈھب شرط یہ تھی جو باجی راؤ نے راجہ کی طرف سے کی تھی کہ جو زمیندار اور سردار کسی طرح کا خلل انداز ملک کے امن مین ہوگا اُسکا انتظام کرنا ہمارا کام ہوگا یہ شرط گائیکوار کی مرضی کے خلاف تھی کیونکہ وہ بھیلون اور کولیون کا سردار تھا اور ان دونون قومون کی گذراوقات لوٹ مار پر تھی اس شرط سے اُنکے رزق کا دروازہ بند ہوتا تھا پیلاجی گائیکوار اس وقت ٹرمبک راؤ ڈھابری کا نائب تھا وہ اس شرط سے یون جل گیا کہ گویا اسے باجی راؤ کو اختیار ہوا کہ اگر ٹرمبک راؤ اور اُسکے دوستون مین سے کوئی ملک مین دست اندازی کرے تو اُسمین بھی وہ دخیل ہو اس سبب سے اُس نے نظام الملک سے اتفاق پیدا کیا اور پونہ کا قصد اس نیت سے کیا کہ راجہ کو پیشوا کے ہاتھ سے چھڑائے مگر پیشوا کی پیشقدمی اور دانشمندی فرزانگی کے آگے ٹرمبک راؤ ٹین کرکے رہ گئے

آصف جاہ اور باجے راؤ کی مصالحت

جب آصف جاہ کی کوئی چال ٹھیک نہ بیٹھی اور پیشوا اُسپر غالب ہوا اور اُسکو یہان تک اقتدار حاصل ہوگیا کہ چاہتا تو آصف جاہ کو اُسکی تدابیر پرتزویر کا مزا چکھا دیتا مگر یہ دونون آدمی عقلمند تھے اور خوف دونون طرف تھا۔ باجے راؤ یون ڈرتا تھا کہ مہات دور دراز پر جانا ہی اور ہمسایہ مین آصف جاہ جیسے دشمن کو چھوڑنا عقل دور اندیش کا کام نہین اس مین بڑا خوف ہی کہ کہین عزت اور آبرو جو گھر کی سلطنت مین حاصل ہوئی ہے برباد نہ جائے آصف جاہ کو یہ خوف تھا کہ مین نے بادشاہ کا مقابلہ کیا ہے کہین میری جگہ باجے راؤ کو بادشاہ نہ مقرر کردے غرض یہ دونون عاقل غاصب اس وقت اپنی مصلحت اسی مین سمجھے کہ چپکے چپکے دونون نے آپس مین صلح کر لی اور اُن مین قول وقسم ہوگیا دونون ایک دوسرے کے ممد ومعاون رہین۔

ہولکر اور سیندھیا

اس وقت مین مرہٹون کی اور بڑے خاندانون کی نیو پڑی جب باجے راؤ نے مالوہ پر دھاوا کیا تو اُس نے اپنی سپاہ کے حصون کے تین بڑے افسر مقرر کئے اوداجی پوار ملہار راؤ ہلکر رانا جی سیندھیا اوداجی تو پہلے سے بھی ایک چھوٹا سا سردار تھا اُس نے ملک دھار پر جو گجرات اور مالوہ کی سرحدون پر واقع ہی قبضہ کیا تھا مگر اُسکو اور نہ اُسکی اولاد کو وہ عروج اور رتبہ حاصل ہوا جو سیندھیا اور ہلکر کے گھرانے کو حاصل ہوا ملہار راؤ ہلکر ایک چرواہے کا لڑکا تھا۔ دریائے نیرا پر پونہ کے جنوب مین وہ بھیڑ بکریان چراتا تھا رانا جی سیندھیا کا خاندان ستارہ کے قریب معزز شمار ہوتا تھا مگر تنگدستی کے سبب سے وہ باجے راؤ کے ادنے خدمتگارون مین نوکر ہوا یہ تینون سردار بعض اور خود مختار سردار نہ تھے۔ بلکہ باجے راؤ کے محکوم تابعدار تھے اُسکی طرف سے مہات عظیم کا سرانجام دیتے تھے۔

راجہ ابھے سنگھ کا حال اور اسکی صوبہ داری گجرات

سربلند خان کی معزولی کا حال پڑھ چکے ہو کہ اُسکی جگہ راجہ ابھے سنگھ جودھپور والا مقرر ہوا تھا اگرچہ ایک خود مختار راجہ کو کسی صوبہ مین حاکم مقرر کرنا سب وقتون مین قابل اعتراض اور مصلحت کے خلاف ہی اور خصوصاً ابھے سنگھ جیسے راجہ آوارہ مزاج کو تو اس کام پر مقرر کرنا سراسر حماقت تھا اُس نے اپنے باپ اجیت سنگھ کو قتل کیا تھا۔ اس قتل کا سبب مورخون نے جدا جدا بیان کیا ہے

راجہ اجیت سنگہ نے بادشاہ سے مخالفت اختیار کی تھی اسلیئے قمرالدین خان نے اُس سے وعدہ کیا کہ باپ کو مارڈالے تو اُسکو جودھپور کی ریاست ملجائیگی اسلیئے اُسنے باپکے خون سے ہاتھ لال کیئے کوئی لکھتا ہے کہ کسی رجپوت کی لڑکی سے ابھے سنگہ کی نسبت ٹھہری تھی مگر راجہ اجیت سنگہ نے خود اُس سے شادی کرنی چاہی اس لئے بیٹے نے غیرت مین آکر باپ کو مارڈالا اور یہ عورت راجہ کے ساتھ ستی ہوگئی۔ غرض جس بے دفا راجہ نے باپ کو دغا سے قتل کیا ہو اُس سے وفاداری اور جان نثاری کی امید کرنی آگ سے پانی کی امید رکھنی ہے مگر بات اس مین یہ تھی کہ ابھے سنگہ کو ایسے قوی ذریعے حاصل تھے کہ مغلون کی حکومت کو حاصل نہ تھے اور وہ اپنے ذریعون کی بدولت اس باتکے قابل سمجھا گیا کہ سربلند خان کے قبضہ سے گجرات نکال لیگا اور مرہٹون کی لوٹ مار سے بچاویگا۔ پہلا مطلب تو حاصل ہوا کہ سربلند خان کو ایک سال مین فوج کشی کرکے ۱۷۳۰ء مین گجرات سے باہر کردیا۔ مگر دوسرا مقصد حاصل ہونا ہیچ تھا پیلاجی گایکوار اگرچہ ۱۷۳۲ء مین بڑودہ سے خارج ہوگیا تھا مگر اب تک اُس مین اسقدر دم باقی تھا کہ جب راجہ ابھے سنگہ نے اپنی حکومت کا استحکام اس مین سمجھا کہ کسی طرح اُسکو ٹھکانے لگائے چنانچہ ۱۷۳۲ء مین اُسکو دغا سے مارڈالا۔ اسپر اُسکے بھائی بندون کے ایسی آگ لگی کہ وہ گجرات پر چڑہ گئے اور اُسکو برباد کردیا اور آس پاس کی قزاق قومون بھیل اور کولیون کو برانگیختہ کیا کہ وہ کبھی مسلمانون کی مطیع نہ ہوئین۔ غرض ان جنگلی قومون اور گایکوار کے خاندانے ملکر ملک گجرات کو آپس مین تقسیم کرلیا بلکہ انہون نے جودھپور پر جاکے ہاتھ پھیکا جس کے سبب سے راجہ ابھے سنگہ گجرات کو چھوڑ کر اپنی ریاست کے واسطے یہان نائب چھوڑ کر بھاگا گیا اور اس نائب سے کچہ نہ ہوسکا۔

پہلے لکھ آئے ہین کہ مالوہ مین راجہ گردھر صوبہ دار تھا یہ راجہ جوانمردی سے خالی نہ تھا اُس نے باجی راؤ سے لڑنا شروع کیا اور بادشاہ سے باربار بسبب قلت سپاہ کے امداد مانگی مگر وہان سے کچہ جواب نہ آیا آخرکار اس لڑائی مین وہ مارا گیا اور اُس کی اُس کا بھتیجا دیارام مقرر ہوا وہ بھی لڑتا رہا اور بادشاہ کو لکھتا رہا کہ جب تک مین زندہ ہون ہندوستان سے مرہٹون کو روک رہا ہون میرے مرنے کے بعد وہ سارے ملک مین پھیل جائین گے

مالوہ کی صوبہ داری پر باجی راؤ کا مقرر ہونا

مالوہ کی صوبہ داری پر باجی راؤ کا مقرر ہونا

غرض وہ بھی مرگیا ۱۱۴۳ھ مین محمد خان بنگش اُس کی جگہ مقرر ہوا مگر اُسکو بندیلون سے ایسا معرکہ آن پڑا کہ وہ اُس مین مصروف ہوا۔ راجہ جے سنگہ والی جے پور کو صوبہ عنایت ہوا راجہ خود علم نجوم مین بڑی مہارت رکھتا تھا اور علم و ہنر کا بڑا قدر شناس تھا۔ دلی میں آجتک جے سنگہ پورا اور جنتر منتر اُس کے نام کو یاد دلا رہے ہین۔ اس وقت وہ بڑا معزز راجہ تھا مگر مستقل مزاج اور عالی ہمت نہ تھا۔ مرہٹون سے اُس کو موروثی تعلق تھا مگر یہ تعلق ایسا نہ تھا کہ دغابازی سے وہ مالوہ مرہٹون کو دیدیتا جب اُس نے دیکھا کہ مرہٹون سے مقابلہ کرنے مین کچھہ فائدہ نہین ہے تو بادشاہ سے اُس نے یہ صوبہ باجی راؤ کو ۱۱۴۶ھ ۱۷۳۴ مین دیدیا اب اس مالوہ کی مہم مین مرہٹون کو بندیل کھنڈ مین بھی جانے کا اتفاق ہوا جس کا ذکر نیچے دس پانچ سطرون کے بعد لکھا جاتا ہے۔ گجرات اور مالوہ کے صوبون کے نکل جانے سے سلطنت کو بہت ضعف ہوگیا ایسے وقت مین افسوس ہے کہ مسلمانون کے ننگ و نام کے رکھنے والے جوانمرد اور جنگ آور موجود نہ تھے۔ نامردون سے کیا کام ہوتا ہے جہان شیر کا کام ہو وہان لومڑی سے کیا کام نکلتا ہے۔ جہان لوہے کی تلوار کا کام ہو وہان لکڑی کی تلوار سے کیا سرانجام ہوتا ہے۔ پانی سے آگ کا کب کام نکلتا ہے۔ خاک سے ہوا کا کیا خاک کام ہوتا ہے۔ قاعدہ ہے جہان جُبن اور نامردی گھر بناتی ہے وہان مکاری دغابازی بے وفائی بے ایمانی ضرور اُس کے ہمسایہ مین آباد ہوتی ہین۔ صمصام الدولہ نے تمام باغیون کی تنبیہ اور سلطنت کے انتظام کو مکاری اور عیاری پر موقوف رکھا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ حیلون اور شعبدون سے سارے فتنہ اور آشوب کو دور کردون اور آصف جاہ اور باجی راؤ جیسے دشمنون کو لطائف الحیل مین ٹال دون بھلا پانی مین کیونکر آگ لگ سکتی ہے۔ یہ ارادہ اُس کا کیونکر پورا ہوتا ایسی تدبیرون سے تو اور سلطنت کی قوت گھٹتی اور باغیون کی تقویت بڑھتی روز بروز نفاق کا دروازہ کشادہ ہوتا تھا اور حوادث اور فتنون کا مادہ زیادہ۔ ایسے وقت مین تو ایسا کوئی بادشاہی شوکت

صاحب سطوت عالمگیر جیسا ہوتا کہ متمرد سرکشون اور باغی گردن کشون کے نخل نخوت اور بغاوت کو اپنے صدمون سے جڑ بیڑ سے اُکھیڑ کر پھینکتا۔

غضنفر اور بنگشون کی لڑائی اور مرہٹون کا دخل

جب مالوہ اور گجرات پر مرہٹون کا تسلط ہوگیا اور بادشاہ سے ان کا تدارک کچھ نہ ہوا تو اُن کا اور آگے حوصلہ بڑھا اور صوبہ الہ آباد اور اکبرآباد پر اُن کا دانت ہوا جس وقت باجے راؤ مالوہ مین آیا ہے اُس وقت محمد خان بنگش جو مالوہ کا صوبہ دار تھا بندیلکھنڈ کے راجہ چیتر سال سے لڑ جھگڑ رہا تھا اس راجہ کی ریاست مالوہ اور الہ آباد کے درمیان واقع تھی۔ محمد خان بنگش اپنی قوم کے بہت سے سپاہیون کو ساتھ لیکر بندیل کھنڈ پر چڑھ گیا اور اکثر مقامات پر قبضہ کرلیا وہان کے دار الملک مین اس جدید ملک کے انتظام کے لئے اقامت اختیار کی۔ راجہ اُس کے ہاتھ سے ایسا تنگ آیا کہ اُس نے ناگپور کلان کے مرہٹون سے استعانت کی درخواست کی۔ باجے راؤ کے ان سردارون سے جو اُجین مین تھے وعدہ کیا کہ ہم اس اعانت کے عوض مین ملک اور روپیہ دینگے۔ باجے راؤ نے اُس کی درخواست منظور کی اور سپاہ روانہ کی۔ جو بجلی کی طرح محمد خان بنگش پر جا پڑی وہ گھبرا کر قلعہ چیت گڈھ مین محصور ہوا۔ اس قلعہ کو مرہٹون نے ایسا محاصرہ کیا کہ گھاس کا تنکا نہین پہونچنے دیا۔ اور یہان تک قلعہ والون کو کھانے پینے کی تنگی ہوئی کہ گائے گھوڑے گدھے کتّے تک نہ چھوڑے۔ جو کھانے کی چیزین نہ تھین وہ کھائین۔ باہر نکلنا میسر نہوا۔ غضنفر جنگ کے زن و فرزند فرخ آباد مین تھے وہ امرا حضور سے استغاثہ و استمداد کرتے تو کوئی نہین سُنتا۔ دہلی کی سلطنت مین ایسی قدرت ہی نہ تھی کہ وہ اعانت کرتی آخر ناچار ہوکر احمد خان کے بیٹے قائم خان نے اقوام سے رجوع کی اور اُس کی بیوی نے سروسیل کے پٹھانون کے پاس اپنی چادر بھیجی کہ وہ بنگش کو گرفتاری سے خلاص کرین۔ (پٹھانون مین اس طرح چادر بھیجنا نہایت ضرورت کی حالت مین عزت بچنے کے لئے درخواست کرنا ہے)

افغان ہم قومی کی حمیت کے سبب سے جمع ہوئے۔ غضنفر جنگ کی بیوی اور بیٹے سے تھوڑے روپیہ کا سرانجام ہوسکا افغانون نے اسی پر قناعت کی اور وہ قایم جنگ کو اپنا افسر بناکے وقت پر غضنفر خان پاس پہونچے اور قلعہ سے اُسکو نکالا اور الہ آباد مین پہونچایا بیٹے نے یہ بڑا کام کیا کہ باپ کو بچایا ہرگاہ اس بچنے سے اسکا صوبہ نہ بچا۔ راجہ بندیلکھنڈ نے باجے راؤ کو اسکی حسن خدمات کے عوض مین جمنا کے عوض مین جمنا کے کنارہ پر جھانسی کا علاقہ دیا۔ بعدازان جب مرنے لگا تو باجے راؤ کے لئے ایسے حقوق بندیلکھنڈ مین چھوڑ گیا کہ جن کے سبب سے کل ملک مرہٹون کے ہاتھ لگ گیا۔ کوئی لکھتا ہے کہ راجہ نے باجے راؤ کو تبنے کر لیا تھا

غضنفر پر بادشاہ کا عتاب

امرا حضور نے غضنفر جنگ پر مرہٹون اور بندیلون سے مغلوب ہونے کا قصور ثابت کیا تو وہ مورد عتاب مین آیا اور الہ آباد کی صوبہ داری سے معزول ہوا۔ اور مبارز الملک سربلند خان کی عفو تقصیرات ہوئین اور وہ الہ آباد کا صوبہ مقرر ہوا۔ اُس نے اپنے بڑے بیٹے خانزاد خان بہادر غالب جنگ کو صوبہ مذکور مین نائب مقرر کیا وہ خود اکثر بادشاہ پاس رہتا مگر دربار مین شکستہ خاطر ہونے کے سبب سے کمتر جاتا اکثر گھر مین پڑا رہتا۔

متفرقات حالات

اِن ہی دنون مین حیدر قلی خان مع اپنی بیوی کے خس خانہ مین سوتا تھا رات کو خس خانہ مین آگ لگی بیوی نیم سوختہ زندہ نکلی میان ایسا سوختہ ہوا کہ کسی علاج سے اچھا نہ ہوا دنیا سے چل بسا۔ اور ۵ جمادی الاولی ۱۱۳۵ھ کو محمد یار خان صوبہ دار شاہجہان آباد نے انتقال کیا۔ اسی سال مین میر آتشی کی خدمت مظفر خان برادر صمصام الدولہ کو مفوض ہوئی اس سال مین چہارم شوال کو برہان الملک کے باروت خانہ مین آگ لگی۔ فیروز شاہ کا منارہ آدھا اڑ گیا اور اُسکے نیچے کی آدھی عمارت اُڑکر دور جا پڑی اس زمانہ مین نجم الدین علیخان رحمت الٰہی سے واصل ہوا اور اجمیر کی صوبہ داری علاوہ میر آتشی کے مظفر خان کو ملی دہم جمادی الاخری کو بادشاہ کچھ بیمار ہوگیا۔ ۷ شعبان کو راجہ ابھے سنگھ پسر مہاراجہ اجیت سنگھ بادشاہ پاس آیا تھا اُسنے سنا کہ مرہٹون نے اُسکے وطن مین فساد مچایا۔ اس لئے وہ رخصت لیکر اپنے دار الملک

جودھپور میرٹھا کو روانہ ہوا اس سال مین ایک ہندو جوہری نے پنجابی کفش دوز دون مین سے ایک کفش دوز کو ہولی کے ہنگامہ مین مارڈالا تھا اُنھون نے بادشاہ سے فریاد کی جب کسی نے نہ سُنی تو اُنھون نے جامع مسجد مین دو جمعون کی نماز نہ پڑھنے دی قاضی کو بے عزت کیا روشن الدولہ انتظام کو گئے تو اُنپر بھی دور سے جوتیان پھینکی گیئن غرض مشکل سے یہ دنگا مٹا۔

آخر شوال اور ماہ ذیقعدہ مین شاہجہان آباد مین عفونت کے سبب سے سب چھوٹے بڑے تپ مین مبتلا ہوئے۔ پٹنہ والہ آباد و اکبرآباد سے بیماری شروع ہو کر شاہجہان آباد مین آئی۔ یہان سے پانی پت و لاہور مین اُس نے سرایت کی مگر انجام بخیر ہوا تھوڑے آدمی مرے۔ ماہ رجب ۱۱۴۳ مین بعض راتون کو ایسی سردی پڑی کہ مٹکے اور ٹھلیون مین پانی جم گیا اور برف پڑی۔ اس شہر مین کبھی ایسی جاڑے کی شدت نہین ہوئی۔

پانچوین رجب ۱۱۴۵ کو بادشاہ شاہجہان آباد سے اعزآباد بروتھ کی طرف سیر شکار کو گیا۔ سرزمین اکبرآباد مین مرہٹون کی شوخیون کی خبر سنکر اُنکی گوشمالی کے ارادہ سے ایک دو منزل بادشاہ چلا اور ہنڈن ندی کے کنارہ پر سات آٹھ روز قیام کیا جب مرہٹون کے باہر چلے جانے کی خبر سُنی تو ماہ شوال مین شاہجہان آباد مین چلا آیا۔ بادشاہ کا سیر و شکار کو جانا

دہم رمضان ۱۱۴۶ کو بادشاہ نے مظفر خان بہادر میر آتش برادر صمصام الدولہ کو مرہٹون کی تنبیہ کے لئے روانہ کیا جب مرہٹون نے گجرات اور مالوہ کے صوبون کو تسخیر کر لیا اور کوئی اُسکا تدارک ظہور مین نہین آیا تو اُنہون نے تگ و تاز کو اور دست طلب کو دراز کیا آہستہ آہستہ آگے قدم بڑھایا اور کچھ مدت گذرنے کے بعد ملک بادشاہی کے ایک دو محال پر تصرف کیا یہان تک کہ ایک زمانہ گذرنے کے بعد وہ گوالیار تک جو اکبرآباد سے قریب ہی متصرف ہوئے۔ آصف جاہ نے مرہٹون کے اغوا مین کوشش کی فساد کو بڑھایا اور مرہٹون کو اور بلاد کی تسخیر پر دلالت کر کے دلیر کیا۔ ارکان سلطنت کے ضعف کو مرہٹے دیکھکر خود بخود آگے بڑھنے کا ارادہ رکھتے تھے اب آصفجاہ کی تحریک کے بہانہ کو خاطر خواہ جانکر قدم آگے بڑھایا۔ امیر الامرا اور خالصہ کے محالات پر اُنہون نے مظفر خان کا مرہٹون کی تنبیہ کے لئے جانا

تاخت و تاراج کی جب مرہٹون کی تاخت و تاراج نے حدود گوالیار سے آگے بڑھکر محالات متعلقہ اکبرآباد و اجمیر پر بھی سرایت کی تو امیر الامرا نے ناچار ہوکر اپنے بھائی مظفر خان کو جو گھر مین بیٹھا اپنی شجاعت کی شیخیان بگھارتا تھا مرہٹون کی جنگ اور تنبیہ کے لئے بادشاہ سے رخصت دلائی اور بائیس امیر مع سپاہ کے اُسکے رفیق اور معین کئے افواج شاہی اُسکی ہمراہی مین گئی۔ غرض وہ بڑے ٹھاٹھ سے مرہٹون سے لڑنیکے لئے روانہ ہوا مرہٹون کی لڑائی کا ضابطہ جنگ بطور چپاولی قرار دی ہے اثناء راہ مین کہین مظفر خان سے مرہٹے دوچار نہ ہوئے وہ سرونج مین جاکر مقیم ہوا اس میدان مین مرہٹون نے چند ماہ اُسکو محصور رکھا اور اجناس و غلہ کو اس پاس جانے نہ دیا مظفر خان بہادر نے خودداری کرکے بادشاہ اور اپنے بھائی کے حکم کا انتظار کیا جب حکم معاودت صادر ہوا تو اُس نے خدا کا شکر کیا اور بادشاہ اور بھائی کی خدمت مین آیا دوازدہم محرم ۱۱۴۸ھ کو بادشاہ کی کورنش بجالایا اس سفر پر اُسکے خوشامدیون نے کہا کہ ع این کار از تو آید و مردان چنین کنند + چہارم جمادی الثانی کو امیر الامرا صمصام الدولہ اور اعتماد الدولہ قمر الدین خان مرہٹون کی تنبیہ کےلئے بادشاہ سے رخصت ہوئے یہ دونون بہادر بھی مظفر خان کی طرح مرہٹون کو تلاش کرکے اُلٹے چلے آئے

شوال ۱۱۴۸ھ مین مرہٹون نے قصبہ سانبھر پر کہ شاہجہان آباد سے سو کوس پر ہے تاخت کی وہان کے فوجدار فخرو نے تین چار ہاتھی اور تین لاکھ روپیہ کا مال اسباب خانہ مرہٹون کو دیا کہ وہ اس سے دست بردار ہون مرہٹون نے اُسپر قناعت نہ کی فخرو کو ایسا لوٹا کہ صرف اُس کے بدن پر کپڑے چھوٹے۔ قصبہ مذکور کے قاضی نے جاہلیت کی حمیت کو کار فرمایا کہ پہلے اپنے عیال کو مارا اور پھر جہان تک ہوسکا مرہٹون سے لڑا اور مجروح ہوکر اپنے گھر مین پڑا

اس زمانہ مین راجہ بھگونت کچھار زمیندار غازی پور ضلع کوڑہ مین سرکشون کا بڑا سرغنہ تھا وہ جان نثار خان کو ہمیشہ آزار پہونچاتا تھا جان نثار خان و قمر الدین خان کا بہنوئی ضلع کوڑہ کا ناظم تھا جب کوڑہ مین نواب سربلند خان صوبہ الہ آباد مین آیا تو جان نثار خان نے

بھگونت کے استیصال کے لئے اس سے مدد مانگی۔ سربلند خان نے کہا کہ بھگونت کے مطیع کرنے میں بہت مدت لگیگی میرے پاس سپاہ کے خرچ کے لئے روپیہ نہین ہے۔ اگر تم روپیہ دو تو مین بھگونت کو سزا دون۔ جان نثار خان نے روپیہ دینے سے انکار کیا تو سربلند خان نے الہ آباد کو مراجعت کی بھگونت سنگھ جان نثار خان کی جان لینے کے لئے اپنا قابو ڈھونڈ رہا تھا کچھ تھوڑی مدت کے بعد اُس نے دفعتہً جا کر اُسکو مار ڈالا۔ اسکا سارا مال اسباب لوٹ لیا اُسکے گھر کی عورتون پر متصرف ہوا (منتخب اللباب مین لکھا ہے کہ روپ رائے پسر بھگونت نے اُسکی بیٹی پر تصرف کرنا چاہا مگر اُس نے اپنی عصمت بچانے کے لئے زہر کھا کر جان دیدی) یہ خبر سنکر قمر الدین خان وزیر کو بڑا غصہ آیا وہ امرا دہلی کو ساتھ لیکر بھگونت سے لڑنے کے لئے نکلا بھگونت قلعہ غازی پور مین متحصن ہوا۔ وزیر نے سب طرح کی کوششیں کین مگر اُنکا کچھ اثر مرتب نہ ہوا تو آخر کو محمد خان بنگش نواب فرخ آباد کو قلعہ غازی پور کا محاصل سپرد کر کے دہلی چلا گیا نواب مذکور نے بھگونت سے کچھ روپیہ لیکر معاملہ کر لیا اور فرخ آباد کو معاودت کی اس سے بھگونت کو پہلے سے بہت زیادہ دلیری ہوئی اُس نے کوڑہ پر قبضہ کر لیا جب بادشاہ نے ضلع مذکور برہان الملک کو سپرد کیا تو وہ ۱۱۵۰ھ مین ہیبت ناک سپاہ لیکر گیا قلعہ غازی پور سے بھگونت تین ہزار سوار لیکر دفعتہً لشکر کے روبرو آیا۔ نواب کے توپخانہ سے اُسکے بہت آدمی مارے گئے۔ گو بھگونت ان توپون کی مار سے بچکر ہراول پر حملہ آور ہوا جس کا سردار ابوتراب خان تھا۔ بھگونت نے اُسکو مار کر نواب کے قول پر حملہ کیا میر خدا یار خان چھ ہزار سوارون کے ساتھ اُس سے لڑا سخت لڑائی کے بعد اُسکو شکست ہوئی تو نواب خود اُس کی کمک کو گیا اور بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ بھگونت کو گھیر کر درجن سنگھ نے مار ڈالا نواب برہان الملک نے بھگونت کا سر کاٹ کر بادشاہ پاس بھیجا۔ اور کھال مین بُھس بھر کر قمر الدین خان پاس بھیجی بعض کہتے ہین کہ درجن سنگھ بھگونت کا رشتہ دار اور نواب کا نوکر تھا بعض اس کو برہمن بتاتے ہین۔ راجہ بھگونت کو فارسی کتابون مین اجازو ازارو اور اداروبھی لکھا ہے برہان الملک چند روز اس چکلہ مین رہکر شاہجہان آباد کی طرف روانہ ہوا رجب ۱۱۵۱ھ کو

بادشاہ کی ملازمت کی۔ ۱۰ شوال کو ابو المنصور خان صفدر جنگ داماد خواہرزادہ برہان الملک اور شیخ عبداللہ خان وغیرہ نے اس سبب سے رخصت کی درخواست دی کہ پسر بھگونت نے مرہٹون کو اپنی کمک کے لئے بلایا تھا۔

**امیر الامرا صمصام الدولہ وزیر الممالک اعتماد الدولہ کا باجی راؤ مرہٹہ کے لئے جانا اور اس مہم کا انجام**

اسی عرصہ مین ۱۲ ذیقعدہ ۱۱۴۲ھ کو یادگار خان کشمیری کو کہ چرب زبان اور ہوشیار اور امیر الامرا صمصام الدولہ کے رفقا مین سے تھا راجہ جے سنگہ سوائی اور آپاجی راؤ پسر بالا مرہٹہ پاس بھیجا کہ جو راجہ ساہو کی طرف سے ممالک ہندوستان کی تسخیر کے لئے مامور ہوا تھا کہ وہ راجہ جے سنگہ سوائی کی معرفت مرہٹون سے جواب سوال کرے۔ گجرات اور مالوہ کی صوبہ داری بھی انکو دیجئی تھی مگر مرہٹون نے کسی بات کو نہ سنا اور گجرات اور مالوہ کے صوبون کے لینے پر انکی حرص کی آگ نہ بجھی بلکہ اُنھون نے اپنا مقدور پیشتر سے بیشتر دیکھا اُنھون نے اور زیادہ پاؤن پھیلائے۔ پیشوا کو اس وقت بڑی فرصت حاصل تھی کیونکہ کولاپور کے راجہ سے پہلے ہی صلح ہو چکی تھی نظام الملک سے کچھ خوف باقی نہ رہا تھا اُس نے تو خود مرہٹون کو شمال کا رستہ بتلا دیا تھا۔ وہ بیٹھا ہوا اپنی جداہی سلطنت قائم کر رہا تھا گو اور اطراف سے بالکل غافل نہ تھا مغربی ساحل پر جو دشمن پیشوا کے راجہ کے تھے ان دور دراز کی مہمات کے زمانہ مین مغلوب کر لیا تھا گجرات مالوہ بندیلکھنڈ مین بادشاہی اہلکار کا نام نہ تھا۔ اسکے محصول سے اسکی سپاہ کثیر کا کام چل رہا تھا اجمیر و بندیلکھنڈ کے راجپوت اسکے دوست تھے۔ ہان برارمین خاندان بھوسلا نے سلطنت کی ایک نئی شاخ قائم کی تھی جس سے ناگپور کی ریاست کی بنیاد پڑی اگرچہ یہ ریاست پیشوا کی مخالف ہوئی مگر اُس نے مغلون کے ساتھ لڑنے مین کچھ خلل نہین ڈالا۔ پیشوا کے زیر حکومت بڑے بڑے جوانمرد افسر ہولکر اور سیندھیا تھے جب یہ سب باتین جمع ہو گئین تو باجی راؤ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اپنی قوت کو بادشاہ دہلی پر آزمایئے۔ بادشاہ نے ۲۰ ذیقعدہ ۱۱۴۹ھ کو امیر الامرا صمصام الدولہ کو مرہٹون کی تنبیہ کے لئے رخصت کیا۔ اُس نے اکبرآباد مین تیس چالیس ہزار سوار مع توپ توپخانہ اور ادوات کارزار کے آراستہ کئے۔ ہندوستان کے بعض عمدہ راجہ اسکے ہمراہ تھے۔ سرداران مغل و ہندوستانی

اُسکے ملازم ہمرکاب تھے علاوہ انکے مغلیہ اور تورانیہ قدیمی ملازم بادشاہ کے اُسکے ہمراہ تھے اس لشکر کے ساتھ اجمیر کی راہ پر دشمن کا منتظر تھا محمد خان بنگش اپنے مسکن فرخ آباد سے بادشاہ کے حکم سے مرہٹون کے روبراہ تھا ان تمام مشہور امرائے مقتدرین سے کسی کی جرأت نہ تھی کہ مرہٹون پر خود تاخت کرتا اور اُنکے کان اینٹھتا خود صمصام الدولہ بیٹھا ہوا تدبیرات سوچتا اور انکا خلاصہ جے سنگہ لکھتا۔ اُنکے جواب مین جے سنگہ کے دل مین جو کچھ آتا وہ امیر الامرا کو لکھ بھیجتا۔ راجہ ابھے سنگہ راٹھور اپنے وطن مین افیون کی پینک مین رہتا دن کو خواب مین رات کو بیچ و تاب مین رہتا کہ کیا کرنا چاہیئے جب امیر الامرا اُسکو طلب کرتا تو خود داری اور اپنے ملک کی حفاظت کا عذر لاطائل لکھ بھیجتا علیٰ ہذا القیاس اعتماد الدولہ کبھی اپنے سے غافل کبھی ہراس مین اپنے لشکر گاہ مین اپنے رفقا اور اپنے ہم قوم امرا سے مشورہ کرتا مگر عقدہ حل نہ ہوتا ہمیشہ آصف جاہ کی اعانت کی امید رکھتا صمصام الدولہ و بادشاہ سے آصف جاہ نہایت آزردہ خاطر ہو کر دکن کو چلا گیا تھا وہ ان طرفون کے مفاسد کی اصلاح پر التفات نہ کرتا بلکہ یہ چاہتا تھا کہ جس صورت سے ہو سکے ارکان سلطنت و اعیان مملکت کی کسر شان ہو۔ آصف جاہ کی طرف سے بادشاہ سوء ظن رکھتا تھا امیر الامرا کی ممانعت کے سبب آصف جاہ سے رجوع نہین کرتا بلکہ قطعی امرائے تورانیہ سے بدگمان ہو کر کسی سے اپنی اعانت نہین چاہتا تھا روز و شب تذبذب مین گذرتے تھے اور کوئی کام کسی بنائے درست پر نہین قائم ہوتا تھا حضور بادشاہ کے امرائے بمقدور اور منصبدار معذور کسی کام کو نہین کرتے تھے اُن مین سے اکثر کو لیاقت بھی نہ تھی بعض مثل عمدۃ الملک وغیرہ کے امیر الامرا کی ناخوشی کے سبب اُسکی مرضی کے خلاف کسی التماس کی مجال نہ رکھتے تھے اگر عمدۃ الملک یا مبارز الملک سربلند خان کہ جرأت اور کام کی لیاقت رکھتے تھے کچھ کہتے تو بادشاہ صمصام الدولہ کی مرضی کے خلاف کسی کی بات نہ سنتا جو کچھ بادشاہ کے دل مین آتا وہ صمصام الملک کو لکھ بھیجتا اور وہ عذر مین عرائض دور از کار جواب مین لکھ بھیجتا۔ امرا مین سے ہر ایک مرہٹون سے مصالحت چاہتا تھا اور مرہٹون کے استیصال کو امیر الامرا اپنی تاب و توان سے باہر جانتا تھا

و جنگ کی شقوق پر تامل عمیق ہوتا اور معاملہ کا انفصال ناتمام اور ملتوی رہتا۔ سب باتون سے اصلح شاہجہان آباد کی مراجعت ٹھہری۔

برہان الملک کا مرہٹون سے لڑنا اور اُنکو شکست دینا۔

برہان الملک سعادت خان بہادر جنگ فقط اودھ کا صوبہ دار اور خواص بادشاہی کا داروغہ تھا۔ تین امیرون مین سے جن کا ذکر اوپر ہوا اُن سے مدارج مین کمتر تھا۔ لیکن نہایت شجاع و غیور مردانہ صاحب شعور اور جویائے نام و ننگ اولوالعزم با فرہنگ تھا وہ امرا کی سُستی دیکھکر اور مرہٹون کی شوخی سے دل تنگ ہوا باوجودیکہ صوبہ کی حدود شمالی گنگا کی طرف تھے اور اُسکو دکنیون سے سروکار نہ تھا اُس نے محض غیرت کے سبب مرہٹون سے رزم کا عزم کیا اور پیکار کے لئے مستعد ہوا۔ وہ اپنی فوج کو پیکار کے لئے ہمیشہ اراستہ رکھتا تھا اب از سر نو آراستہ کیا اور اسباب حرب و آذوقہ کو جسقدر مناسب تھا مہیا کیا اور اپنے داماد ابوالمنصور خان صفدر جنگ کو ساتھ لے اپنے دار الملک سے کوچ کیا اور گنگا سے پار گیا اور جمنا سے پار اُترنے کا ارادہ تھا کہ راجہ بھدورا کی کمک کرے۔ راجہ برہان الملک سے توسل رکھتا تھا۔ اُسکے قلعہ کا محاصرہ مرہٹون نے کر رکھا تھا اُس نے برہان الملک کو عرائض لکھی تھین کہ وہ میری امداد کرے۔ برہان الملک نے جواب مین لکھا کہ کبھی عاجز ہو کر مرہٹون کو کوڑی نہ دینا مین ابھی آیا۔ مرہٹون اور بندیلون نے آپس مین اتفاق کر کے جمنا کے گھاٹون پر اپنا اژدحام کر رکھا تھا اُنپر سے عبور کرنا آسانی اور جلدی سے نہین ہو سکتا تھا۔ راجہ کو مرہٹون کے ہاتھ سے ایک صدمہ عظیم پہونچا۔ راؤ ملھار نے کہ بلاجے راؤ کا عمدہ سردار تھا جمنا سے پایاب جگہ سے عبور کیا اور برہان الملک کے عقب مین آیا چکلہ اٹاوہ آگرہ کے موتی باغ تک جس جگہ آبادی دیکھی اُسکو جلایا غارت کر کے خاک کی برابر کیا۔ سعد آباد و جالیسر پر دست درازی کی اور اُنکو خراب کیا۔ ۲۲ ذیقعدہ کو سنہ ۱۱۴۹ کو برہان الملک بلائے ناگہانی کی طرح ملھار راؤ ہلکر پر گرا۔ اکثر مرہٹون کو قتل اور تین عمدہ نامدار سردارون کو اسیر کیا۔ اعتماد پور تک کہ چار کروہ مسافت پر تھا تعاقب کیا اور راہ مین کشتون کے پشتے لگا دیئے۔ ملھار راؤ کے ایک زخم لگا اور فراریون کے ساتھ گیا اور بھاگ گیا۔ راہ مین جمنا مین کچھ مرہٹے ڈوبے۔ باجے راؤ کے پاس

بلھار راؤ گیا۔ یہ سپہ سالار دکن قصبہ کوٹلہ آبادی سادات مین کہ گوالیار کے قریب تھا ٹھہرا ہوا تھا برہان الملک اُسکے تعاقب مین دھول ماری کی طرف آیا کہ اکبر آباد سے اٹھارہ کوس پر دریائے چنبل کے اس طرف واقع ہی اُس نے سنا تھا کہ باجے راؤ وہان ہی۔ اسکا ارادہ تھا کہ باجے راؤ سے جہان ملاقات ہو وہان مقابلہ و مقاتلہ مین مشغول ہون کہ ہندوستانیون کی آبرو گئی ہوئی بھر حاصل ہو اور بگڑی ہوئی بات بنے۔ مگر وہان مرہٹون کے لشکر کا پتہ نہ تھا ناچار برہان الملک اپنے خیمون مین آیا اور دو روز آرام کیا اور حکم دیا کہ لشکر کا ہر سوار چار روز کا سامان کھانے پینے کا اپنے ساتھ لیکر مسلح و مکمل ہو کر ہمراہ ہو اور خود بھی پانی سے بھری مشکین اور پکی روٹیان ساتھ لین اور حکم دیا کہ جو شخص ملازمون مین سے اپنے خیمہ گاہ مین رہیگا اُسکے گھوڑے کی دم کاٹکر تشہیر کیجائیگی اور ہاتھیون پر بھاری جزائل کو اونٹون پر رکھکر ہلکی توپون اور ضربون کو ہمراہ لیا اور کھانے پینے کی چیزین اونٹون اور خچرون پر لدی ہوئی ساتھ لین اور مصمم عزم کیا کہ اگر چنبل کے اس طرف غنیم ہوگا تو مع فوج دریا کے پار جا کر اُس سے دست برد مردانہ اور مبارزت دلیرانہ کرونگا جب سامان تیار کر کے حرکت پر مستعد ہوا تو برہان الملک کی جرأت و جلادت کی خبر صمصام الدولہ کو پہونچی تو وہ بڑا متردد ہوا اُس نے چاہا کہ مین بھی برہان الملک کی طرح نام پیدا کرون یا اُسکو بھی اپنی طرح بدنام اور رسوا کرون اس لئے اُس نے شتر سوارون کے ہاتھ متواتر مکتوبات بھیجے ان مین بقسم لکھا کہ مین آپ آتا ہون ہم تم دونون ملکر دشمن کو استیصال کرینگے زنہار کار مین جلدی نہ کرنا۔ برہان الملک بہادر نے امیر الامراء کے خطوط آنے سے عین سواری و تیار کر کے وقت اپنا ارادہ ترک کیا۔ تین چار روز بعد امیر الامراء آیا۔ بادشاہ کے حکم سے جو بسبب مرہٹون کے قرب کے خوفناک تھا اور صاحب فوج امیر مہم و مدافعہ مین مامور تھے قمر الدین خان بھی مع اپنی فوج کے شاہجہان آباد سے تیس کوس پر اجمیر کی سڑک پر تھا محمد خان غضنفر جنگ بنگش بھی اپنی جمعیت کے ساتھ ایک طرف غنیم کا منتظر تھا۔ صمصام الدولہ اور برہان الملک مین ملاقات ہوئی طرفین مین ضیافتین ہوئین اس طرح غنیم کو چھ سات روز کی فرصت مل گئی اور برہان الملک کے تعاقب کا اضطراب باجے راؤ کے دل سے باہر ہوا۔ اُس نے شاہجہان آباد کو فوج سے خالی تصور کیا برہان الملک کی فتح کی یہ ہوائیان اُڑین کہ سارے مرہٹے دکن کو بھاگ گئے۔ جب باجے راؤ کے کان مین

برہان الملک کو صمصام الدولہ کا باجے راؤ سے لڑنے کے لئے منع کرنا اور شاہجہان آباد پر باجے راؤ کا تاخت کرنا

یہ خبر پہونچی تو وہ مرہٹون کی بدنامی کا دھبہ مٹانے کے لئے اور زیادہ لڑائی پر آمادہ ہوا اور اُن سے کہا کہ اب مین بادشاہ کو جتلاتا ہون کہ ہندوستان خاص مین ہون اور اُسکی دارالسلطنت مین اپنے مرہٹون کو دکھلاتا ہون اور اپنی لڑائی کے شعلون کو بھڑکاتا ہون وہ بڑی بڑی منزلین طے کرتا ہوا ۹ ذی الحجہ ۱۱۴۹ھ مین تغلق آباد مین آیا۔ اُس دن کالکا کا میلہ تھا اس مین ہندو مسلمانون کا جمگھٹا تھا۔ اس میلہ کو اُس نے بڑی دلجمعی سے لوٹا بہت مال جمع کیا۔ رات کو قطب صاحب کے مزار کے قریب آیا۔ پھر عرفہ کے دن مینا بازار اور آبادی کی دوکانون کو جلایا اور غارت کیا۔ دوپہر کے قریب حویلی پالم کو تاراج کیا۔ کالکا کے مجروح و مضروب شہر مین آئے۔ مرہٹون نے قتل و غارت کو زبان حال و مقال سے ظاہر کیا۔ اس خبر کے سننے سے اور مجروحون کے حال دیکھنے سے دہلی مین نہایت ہول پیدا ہوا۔ بادشاہ کے حکم سے دس پانچ امیر ٹوٹی پھوٹی سپاہ لیکر باہر نکلے اور تال کٹورہ پر کہ شاہجہان آباد سے بہت قریب ہے لڑائی شروع ہوئی دو چار غیرت مند امیر مارے گئے باقی بے حیا اپنا سا مُنہ لیکر شہر مین چلے آئے۔ شاہجہان آباد کے قریب جو بادشاہی لشکر تھے وہ اس خبر کو سنکر اور بادشاہ کی تنہائی کا اندیشہ کرکے ہر ایک ایلغار کرکے شاہجہان آباد کی طرف دوڑے اور چند روز مین جمع ہوگئے۔ باجے راؤ نے جب برہان الملک کا آنا سنا تو لینے مین تاب مقاومت نہ دیکھی چار و ناچار قصبہ پواڑی و پاٹودھی کی طرف گیا اور دونون قصبون کو خاطرخواہ لوٹا۔ اسی راہ سے گجرات اور مالوہ چلا گیا اور کہین نہین ٹھہرا۔ برہان الملک کے سوا کسی اور کو مرہٹون کے تعاقب کی ہوس نہ تھی۔ ہر ایک امیر کچھ بہانہ بناکے اپنی جگہ سے نہین ہلا۔ اب ارکان شاہی سے کچھ اور نہ ہوسکا۔ سوائے اس کے کہ نظام الملک کی منت سماجت کرین۔ بادشاہ نے جو لشکر کشی کی اس سے مرہٹون کی نظرون مین بادشاہ کی عزت اور گھٹ گئی۔ تھوڑی مدت کے بعد باجے راؤ نے خود عہدنامہ کی بابت خط و کتابت شروع کی۔ مالوہ اور گجرات دینے کی تجویز دربار شاہی مین ہوئی ان ملکون کے دیدینے کا پوشیدہ پوشیدہ عہدنامہ لکھا گیا مگر اُسپر امرائے شاہی کا اتفاق نہ ہوا۔ مرہٹون کے

ایک سردار کو یہ حال معلوم ہوگیا۔ اُس نے یہان کے نفاق کا حال باجے راؤ کو لکھ بھیجا تو باجے راؤ نے اپنی درخواستون کو بڑھانا اور مالوہ اور گجرات کے سوا متھرا اور الہ آباد و بنارس ہندوؤن کے مقدس شہرون کو بھی مانگا۔ اگرچہ بادشاہ مین یہ قدرت نہ آئی تھی کہ وہ علانیہ مرہٹون کا مقابلہ کرتا مگر ایسا ذلیل بھی نہ ہوا تھا کہ وہ اس درخواست کو منظور کرتا۔ اب اُس نے کچھ تھوڑا سا نقصان اُٹھا کر مرہٹون کو ٹھنڈا کرنا چاہا۔ مرہٹون نے بھی اپنا مقصود عظیم ہاتھ سے نہین دیا بلکہ اُس پر عمل کیا کہ یکے راہگیر و دیگرے راہ دعوی کن۔ مرہٹون کے حال پر جو اور عنایتین کی تھین منجملہ اُنکے یہ بھی تھی کہ مرہٹے راجپوتون کے ملک سے خراج وصول کرین اور آصف جاہ کے ملک مین سے جو حقوق اُنکو حاصل ہین اُنپر اضافہ کرین اور وجہ ان حقوق کے عنایت کرنے کی یہ تھی کہ آصف جاہ اور راجپوتون کی لڑائی مین مرہٹے مصروف ہو جائین۔ یہ مقصد کسیقدر حاصل بھی ہوا۔

آصف جاہ نظام الملک کو بادشاہ مرہٹون کے فسادون اور خللون کا بانی مبانی جانتا تھا۔ اب معلوم ہوا کہ اس سے عہدہ برآ ہونا دشوار ہے تو اُسکی دلجوئی ضروری جانی اور سنہ ۱۱۵۰ھ مین اُس کے پاس بادشاہی شقے اشفاق آمیز گئے اور بادشاہ نے اُس کو اپنے پاس بلایا۔ آصف جاہ بھی مرہٹون کا حال دیکھ کر چوکنّا ہوگیا تھا کہ مین نے اپنے منصوبے کو حد سے بڑھا دیا۔ اور اب اُسکو بادشاہ کے ضعیف ہونے سے ایسا ہی اندیشہ تھا جیسا کہ پہلے اُسکے دشمن ہونے سے خوف تھا۔ سوا اسکے دربار دہلی اُس سے امداد اور استعانت کے لئے التجا کر رہا تھا اور اس بُرے وقت مین اُسی کو اپنا بیڑا پار کرنے والا سمجھا تھا اور اُس کی سرکشی اور بغاوت کی باتون کو سب بھول گیا تھا اُسی کو اپنی بلاؤن کا ٹالنے والا جانتا تھا اب آصف جاہ نے بھی یہ سوچ سمجھکر بادشاہ کی اعانت کا ارادہ مصمم کر لیا۔

باجے راؤ کے آنے سے دِلّی والون کے دلون پر جو صدمہ ہوگا وہ وہی خوب جانتے ہونگے مگر اس کا یہان آنے سے فقط بادشاہ کو اپنی ہیبت دکھانی اور ڈرانا منظور تھا اُسکو غصہ دلانا منظور نہ تھا۔ اس لئے اُس نے شہر پر اپنی فوج کی دست درازی نہ ہونے دی مگر دو ایک کام ایسے

دکھا دیئے جن سے معلوم ہو جائے کہ ہان اس مین قدرت غارتگری اور نقصان پہونچانے کی ہے نہایت آدمیت کے ساتھ بادشاہ سے خط وکتابت شروع کی مگر اُس کا نتیجہ کچھ نہ ہوا پھر وہ شہر سے تھوڑی دور چلا گیا اور اُسنے بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ شہر کے پاس رہنے مین مجھے یہ اندیشہ تھا کہ کہین فوج اُسکو لوٹ نہ لے اس لئے پرے ہٹ گیا ہون جب وہ شہر سے پیچھے ہٹا تو شہر کی خلقت اُسے کچھ اور سمجھی اور لڑنے کے لئے آمادہ ہوئی مگر پھر شکست کھا کر اور آفت اُٹھا کر شہر مین چلی آئی۔ جب سعادت خان کو قمرالدین خان ساتھ لے دارالسلطنت کی امداد کے لئے پہونچا تو باجے راؤ نے اُلٹے جانے کا قصد کیا۔ اس طرح واپس جانا مرہٹون کے آئین جنگ کے موافق کچھ بے عزتی کی بات نہ تھی بادشاہ نے اُس کو مالوہ جاگیر مین اور تیرہ لاکھ روپے عنایت کئے۔ یہ کامیابی اُسکو ایسی ہوئی کہ اب تک اُسکی کسی قوم کے سردار کو نہین حاصل ہوئی تھی اُس کا ارادہ تھا کہ جمنا کے نیچے سے پار اُترے اور گنگا جمنا کے دوآبہ کو لوٹتا ہوا جائے۔ مگر برسات کے قریب آنے اور آصف جاہ کے دلّی کی جانب بڑھے آنے سے یہ قصد کیا کہ دکن کو جلد چلا جائے وہان اُس کو بعض اور کامون کی بھی ضرورت تھی اگرچہ دکن کو باجے راؤ چلا گیا مگر آصف جاہ دلّی کی طرف بدستور چلا آتا تھا۔ کیا خدا کی قدرت ہے کہ وہ آصف جاہ جس کا بادشاہ دشمن تھا اور رات دن اُس کی بیخ کنی کی فکر مین رہتا تھا اب اُس نے کس منت اور سماجت سے اُسے اپنی حمایت کے لئے بُلایا اور بالکل اختیار اُس کو دیدیا اور کہدیا کہ جو کچھ وہ میری سلطنت سے لڑائی کا سامان جمع کر سکے اکھٹا کرے۔ غرض آصف جاہ دہلی مین ربیع الاول سنہ ۱۱۵۰؁ھ مین پہونچا اور اپنے بیٹے غازی الدین خان کو دکن مین نائب کر آیا تھا۔ اب بادشاہ نے آصف جاہ کو مرہٹون سے لڑنے کے لئے روانہ کیا۔ اور مالوہ کی صوبہ داری بجائے باجے راؤ کے غازی الدین خان کو مرحمت ہوئی۔ اب وہ اکبرآباد مین آیا ساری سلطنت ایسی ضعیف ہو گئی تھی کہ کہین سے سامان جنگ عمدہ مہیا نہ ہوا۔ اُس پاس فقط پینتیس ہزار سپاہ تھی۔ اور اُس مین بعض راجپوت راجہ بھی ہمراہ تھے وہ اب تک محمد شاہ کا ساتھ دیئے جاتے تھے۔ توپخانہ کا سامان اُسکے ساتھ نہایت عمدہ تھا۔ اب سعادت خان کا بھانجہ

صفدر جنگ بھی لشکر کے ساتھ اُسکی تائید کرنے کے لئے آیا پیشوا اس سے دو چند فوج لیکر دریائے نربدا سے پار اُترا۔ اگرچہ اُسنے اپنی فوج کا تخمینہ بہت کیا تھا مگر بعض سپاہ اس سے نہ مل سکی۔ اب اُس کو اُس دشمن کے مقابل آنا پڑا جس سے وہ پہلے ہزیمت پا چکا تھا۔ مگر اس سے اسکی شہرت مین کچھ فرق نہین آیا تھا اُسکے ساتھ وہ ہندو راجہ تھے جو شجاعت اور مردانگی ماں کے پیٹ سے لیکر نکلے تھے۔ بادشاہ کا نام بھی اب تک لوگون کے دلون مین ہیبت اور خوف پیدا کرتا تھا ان باتون کے سوا آصف جاہ کے بھاری توپ خانہ کے سامنے ہلکی مرہٹے سپاہیون کا ٹھہرنا مشکل تھا۔ گو یہ سب باتین تھین مگر یہ پیشوا اپنی سپاہ کو سوچ بچار کرکے آگے بڑھائے لایا۔ اس وقت نظام الملک اس بڑی لڑائی کی جوابدہی کے ذمہ سے مضمحل ہوا جاتا تھا دم پیرانہ سالی نے بھی ضعیف کردیا تھا اُسنے خود حملہ نہ کیا اور نہ اُسکی پُرانی حکمت چل سکی کہ مرہٹون کو اپنے ساتھ لیکر مرہٹون سے لڑتا۔ لوہے کو لوہے سے کاٹتا۔ غرض اُسنے جو حزم اور احتیاط سے بھوپال کے قلعہ کے قریب اقامت اختیار کی اُس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ اُس سے پیشوا کو خوف بھی جاتا رہا اور وہ یہ سمجھا کہ دشمن نے خود اپنے تئین آپ ایک مستحکم مقام مین قید کر رکھا ہے۔ غرض اس حصار نے اگرچہ حملون کا اثر نہ ہونے دیا مگر دشمن کا حوصلہ بڑھایا اور اُس نے سارا ملک گرد و نواح کا تاخت و تاراج کیا اور سپاہ جو آصف جاہ کی امداد کے واسطے آئی تھی اُسکو ملنے نہ دیا اور راہ آمد و شد کی بالکل مسدود کردی۔ اس سبب سے سپاہ کی شکستہ دلی روز بروز بڑھتی چلی گئی اور دشمنون کی فوج کے دل دن بدن بڑھتے چلے گئے جب اودہ کا صوبہ دار لشکر لیکر نہ آیا تو نظام الملک کی رہا سہا دل اور بھی بجھ گیا پیشوا نے جہان تک ہوسکا مغلون کی سپاہ کو گھیرے پڑا رہا اور اُنکی مصیبت کو اس سبب سے زیادہ کردیا کہ کسی مفرد سپاہی کو جو اُسکے لشکر مین آنے سے خوش تھا اپنی طرف نہین آنے دیا۔ اب یہ دونون رقیب میدان جنگ مین ترازو کی تول تھے۔ ہر ایک اپنے پلڑے کو اورون کی امداد سے بھاری کرنے کی آرزو رکھتا تھا۔ مگر یہ آرزو کسی کی پوری نہ ہوئی نہ باجی راؤ کی فتوحات بڑھانے کے لئے بھوسلا نے امداد کرنی گوارا کی۔ نہ باجی راؤ کا بھائی حقیقی استعانت کے لئے آسکا کیونکہ اس وقت

اُس نے پرتگیزون کو اُنکی آبادی بسائن پر گھیر رکھا تھا اور قریب تھا کہ فتح پانے کو تھا۔ اس پکی پکائی ہانڈی کو چھوڑ کر کہان جاتا۔ اب دوسری طرف آصف جاہ کا یہی حال تھا کہ اُسکا دوسرا بیٹا ناصر جنگ بادشاہ کے دربار مین تھا وہان سے وہ سپاہ لیکر دکن کی فوج کو محنت مشقت سے نہ چھٹا سکا جب بھوپال کے شہر پر بہت ہجوم ہوگیا تو آصف جاہ نے بڑی مشکل اور آفت سے اپنے تئین اس پھندے سے نکالا اور توپون کی امداد سے بہت سہج سہج سفر تین میل کا ایک ایک دن کرنا شروع کیا مگر پھر اُسکو وہی وقت پیشوا کا آگے پیش آیا جو پہلے آچکا تھا اور مجبور ہو کر یہ عہدنامہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر بادشاہ کو دیا کہ سارا مالوہ اُسکو دیا جائے جو نربدا اور چنبل ندی کے درمیان واقع ہے اس مین بالکل اختیار حکومت دیا جائے اور خرچ لڑائی کا جو پچاس لاکھ روپیہ سے کم نہ تھا بادشاہی خزانہ سے ادا کیا جائے۔ غرض یہ عہدنامہ بادشاہ کے دستخط کے واسطے لیکر آصف جاہ دلی کی طرف چلا اور پیشوا اپنے ملک کو گیا۔ پھر یہ دونو رقیب کبھی آمنے سامنے نہ ہوئے لیکن پیشوا کے سامنے اس پیر کہن سال کا بیٹا کھڑا ہوا اور اُس نے باپ کا عوض لے لیا۔ اب مرہٹون کا دماغ آسمان پر ہوگیا تھا اُنھون نے نظام الملک کی حکومت اور سلطنت کو بالکل دکن سے اُکھیڑنا چاہا مگر وہ اس کام مین خود ذلیل ہوئے۔ پیشوا کی اس محنت و کامیابی کی ایسی دہوم سارے ملک مین ہوئی کہ اور شور و فساد ملک مین دبے رہے۔ عہدنامہ ہنوز بادشاہ کے دستخط سے مرتب نہین ہوا تھا کہ ۱۱۵۱ھ مین نادرشاہی بلا آئی جس سے سب لوگ ایسے بدحواس ہوگئے کہ سب کچھ بھول گئے۔ ایک مدت کے بعد ہوش حواس درست ہوئے۔

اپنی کتاب کو نادرشاہ کا سارا حال لکھ نادرنامہ اور درۂ نادرہ بنانا منظور نہین ہے اسکا وہی حال جو ہندوستان سے متعلق ہے تفصیل اور کچھ اور مختصر حال اسکا لکھتا ہون۔ اس وقت ہندوستان کی سلطنت کی وہی کیفیت تھی جو تیمور اور بابر کے عہد مین ہو رہی تھی اس لئے ضرور تھا کہ کوئی مغرب سے اس ملک کا خبر لینے والا آوے۔ سوائے اسکے ایران کے ملک کا بھی حال ایسا ہی ہو رہا تھا کہ جس سے ہندوستان پر حملہ ہونا ضرور تھا۔ اب ہم کچھ ایران کا حال لکھتے ہین۔

ایشیا کے ملکون کا یہ دستور رہ گیا ہے کہ کسی خاندان کا عروج دو سو برس سے زیادہ نہین رہتا

اس امر کو ہم نے کئی جگہ اپنی تاریخ مین بالتفصیل بیان کیا ہی۔ اب ایران مین خاندان صفوی کی سلطنت کو دو سو برس کا عرصہ گذر چکا تھا اس لیئے اب اُسکا ایسا پتلا حال ہو گیا تھا کہ مغربی افغانون نے ایران پر حملہ کیا۔ اُنکا سردار بڑا عالی حوصلہ اور صاحب ہمت محمود خان تھا۔ اُس نے سنہ ۱۱۳۴ مین اصفہان کو فتح کر لیا اور حسین شاہ شاہ ایران کو گرفتار کر لیا اور دار الخلافہ پر قبضہ کر لیا اور خود بادشاہ ہو گیا۔ باقی ملک کے فتح کرنیکا بھی ارادہ کیا۔ اُس مین کبھی شکست کبھی فتح پاتا رہا۔ ان افغانون کی اسقدر تعداد نہ تھی کہ وہ سارے ملک پر تصرف کر سکتے۔ محمود جب تخت پر بیٹھا تو اُس نے سب اہل ایران کو اپنے عہدون پر بحال کیا مگر ایک ایک افغان اُنکے ساتھ شریک کر دیا۔ غرض ابتدائے سلطنت مین اُس نے عمدہ تدبیرین کین۔ لیکن آخر کو ایسا درشت مزاج ہو گیا کہ اُسکے خود بعض افسر اُس سے برگشتہ ہو گئے اور اہل ایران کے ساتھ مراعات چھوڑ دی اور تین سو ایرانیون دغا سے مار ڈالا۔ غرض تین برس سلطنت کر کے سنہ ۱۱۳۷ / ۱۷۲۴ مین مر گیا۔ اُسکا رشتہ دار اشرف جانشین ہوا وہ نہایت جوانمرد اور صاحب تدبیر اور معظم تھا۔ مگر اس وقت یہ آفت آکر پڑی کہ ایران مین جو افغانون کے تسلط سے بدنظمی پھیلی تو روس کے بادشاہ پیطر اعظم اور شاہ روم نے اُسکے شمالی اضلاع پر حملہ کیا۔ اور آخر کو جو صلح ہوئی تو ایران کی سلطنت سے بہت سے اضلاع علیحدہ ہو گئے شاہ ایران قید مین تھا اُسکا بیٹا شاہزادہ طہماسپ نکل گیا تھا اور شمالی مغربی اضلاع مین جو افغانون نے ابتک فتح نہین کیے تھے وہ بادشاہ بن بیٹھا اور اُس نے روس اور روم سے پیغام سلام شروع کیے اور یہ اُن سے اقرار کیا کہ اگر مجھے میرے باپ دادا کی سلطنت افغانون سے دلا دین تو مین اُنکو وہ اضلاع دیدونگا جو انہون نے اب اپنے قبضہ مین کر لئے ہین مگر پیطر تو مر گیا تھا فقط شاہ روم نے اُسکی درخواست کو منظور کیا اور اشرف نے کچھ تو اُسکو تلوار سے اور کچھ اس لعنت ملامت سے اُسکو روکا کہ شیعون کے عوض مین سُنیون کا گلا کاٹنا کونسا اسلام ہی۔ شاہزادہ طہماسپ خود صاحب لیاقت نہ تھا اُسکے پاس سامان بہت کم تھا۔ رعایا اُسکی دوست نہ تھی اُسکی کوششین بھی کچھ ٹھکانے کی نہ تھین دشمن اُسکو ذلیل جانتے تھے کچھ خوف اُسکا نہ رکھتے تھے مگر سنہ ۱۷۲۷ مین قسمت سے اُسکو ایک لائق اور مستقل مزاج آدمی ایسا مل گیا جس نے اُسکو باپ دادا کے تخت پر ایک دفعہ بٹھا دیا۔ اور وہ آدمی کون تھا۔ نادر شاہ تھا۔

نادر شاہ کا اصلی نام نادر قلی خان تھا اور اُسکے باپ کا نام امام قلی تھا۔ قوم اُسکی افشار تھی وہ کچھہ رتبہ کا آدمی نہ تھا۔ بعض اُسکو پوستین دوز بتاتے ہین اِس پستی خاندان کو میرا حمدی ندیم میر منشی نادر شاہ اس پیرایہ مین بیان کرتا ہی کہ اس دُرِ شاہوار کو اپنے ذاتی آب رنگ پر فخر ہے کچھہ معدن پر نازش نہین ہے، نادر کے لڑکے کی شادی جب محمد شاہ کی بیٹی سے ہوئی ہے اور دُلہن والون کی طرف سے آدمی پیغام لیکر آئے کہ ہمارے ہان دستور ہی کہ دولھا اپنی سات پشت کا نام بتائے۔ تو اُس نے یہ کہا کہ بگو داماد شما پسر نادر شاہ ست و نادر شاہ پسر شمشیر تا ہم چنین تا ہفتاد بار بشمار۔ غرض نادر شاہ ۱۱۰۰ء مین پیدا ہوا اُسکے لڑکپن کا حال تو کسی نے کچھہ لکھا نہین مگر یہ معلوم ہوتا ہی کہ آغاز عمر ہی مین شجاعت اور مردی تہور و خداقت کے آثار اُس سے ظاہر ہونے لگے تھے سترہ برس کی عمر مین وہ ازبکون کے ہاتھ مین جو خراسان کو لوٹنے آتے تھے گرفتار ہوا اور ماں بھی اُس کے ساتھ پکڑی گئی چار سال وہ قید مین رہکر رہا ہوا اور ماں نے اُسکی اس قید ہی مین دنیا کی قید سے چھوٹ گئی۔ اب یہ جو چھوٹ کر اپنے وطن مین آیا۔ جب تک وہ شاہ طہماسپ کی خدمت مین پہونچا حال اُسکا سوا اُسکے نہین لکھا گیا کہ اس مرد عجیب کی طبیعت ہمیشہ ایک ہی وتیرہ پر یکسان رہی اول اپنے ملک کے ایک میر بابل بیگ کا ملازم ہوا اُسکو قتل کیا اُسکی لڑکی کو بھگالے گیا اُس سے نکاح کیا۔ رضا قلی مرزا اُس سے پیدا ہوا۔ پھر لٹیرون کو ساتھ لیکر لوٹ مار سے اوقات بسر کرتا رہا۔ اُس وقت سے اُس کی بہادری کا شہرہ ہونا شروع ہوا والی خراسان نے اُسکو نوکر رکھہ کر ازبکون سے لڑایا۔ اس جنگ مین اُس نے اپنی شجاعت اور مردانگی دکھائی کہ سپاہی سے افسرون مین اُس کی ترقی ہوئی مگر یہان کچھہ ایسی حرکات نامناسب کین کہ والی خراسان نے اُسکو لکڑیان مار کر نکال دیا۔ وہ اس سبب سے ایسا غضب مین آیا کہ مشہد سے چلا گیا۔ اُسکا چچا کلات مین ایک چھوٹے قبیلہ افشار کا سر طائفہ تھا اُس پاس چلا گیا۔ مگر چچا بھی بھتیجے کی حرکتون سے تنگ گیا اُسکو نکال دیا۔ پھر اُس نے اپنی لوٹ مار شروع کی۔ اب اس وقت مین دولت صفویہ پر زوال آرہا تھا سارے ملک مین شور و غوغا مچ رہا تھا۔ تین ہزار فتنہ برپا کرنے والے نادر کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ اُسکو اپنا امیر بنایا۔

اُس نے خراسان پر سخت خراج لگایا جب چچا نے دیکھا کہ بھتیجے کا اختیار اور اقتدار یون روز افزون ہے تو اُس نے خط لکھا کہ تم شاہ طہماسپ کی نوکری کرکے افغانون سے لڑنے جاؤ اور اپنی بدبخت بادشاہ کی امداد کرو۔ نادر نے جواب لکھا کہ اگر بادشاہ میرے پہلے جرمون کو معاف کرے تو مین خدمت گزاری کے واسطے حاضر ہون۔ پرانے قصور جو بادشاہ کے ہان سے معاف ہو گئے تھے اُنپر یہ ایک نیا قصور اور بڑھایا کہ اپنے چچا کو مار ڈالا۔ اور یہ سمجھا کہ وہ اُسکی ترقی کا حارج ہو۔ اور خراسان مین افاغنہ سے لڑنے پر تیار ہوا۔ چونکہ ان افغانون کو خراسان سے نکالنا منظور تھا اور وہ نادر کی قوتِ بازو سے بن پڑا اس لئے شاہ طہماسپ نے اُس کے پہلے قصورون کا ذرا خیال نہ کیا۔ اب فتوحات نادری سے بادشاہی مہمون کو رونق حاصل ہونے لگی مگر بادشاہ کو اول ہی سے نادر پر رشک و حسد تھا۔ ایک مہم مین نادر مصروف تھا جب بادشاہ نے اُسکی طلبی کے واسطے حکم لکھا تو اُس نے آنے سے انکار کیا۔ اس لئے بادشاہ نے اُسے باغی کہا۔ اس لفظ کو سنکر وہ ایسا برافروختہ ہوا کہ بادشاہ پر فوج لیکر جھک پڑا اور اُسکو ایسا مغلوب کیا کہ جو اُس نے کہا وہ بادشاہ کو کرنا پڑا اور اُس وقت سے بادشاہ کا کچھ اختیار باقی نہین رہا۔ اب اس اولوالعزم نے اپنے ملک کے آدمیون کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا اور اُنکو اپنی ہمت مردانہ دکھا کر مرد بنایا اور تھوڑے دنون مین بجلی اور آندھی کی طرح سارے ملک پر پھر گیا۔ اُسکی شہامت اور جلادت اور سرعت کے کام دیکھکر عقل دنگ ہوتی ہو کہ ملک کے ملک اور صوبے کے صوبے فتح کرتا چلا گیا۔ سب سے عظیم الشان کام اُسکا یہ تھا کہ اُس نے ایران کو ۱۱۴۳ھ مین بالکل پٹھانون سے پاک صاف کر دیا اور اُس کے عوض مین بادشاہ نے چار ملک عظیم خراسان اور مازندران و سیستان و کرمان یعنی اپنا آدھا ملک اُس کو مرحمت کیا۔ جس شخص نے ظالم دشمنون کے پنجون سے ملک نکالا ہو اُسکے لئے یہ بڑا انعام نہ تھا۔ بادشاہ نے اُسکو یہ بھی اجازت دیدی کہ وہ اپنے سر پر تاج رکھے اور اپنے نام پر سلطان کا لفظ بڑھاوے۔ مگر اُس نے انکار کیا ۱۱۴۶ھ مین اُس نے رومیون کو بحر ... پر روک کر صلح نہایت استحکام کے ساتھ کر لی۔ اہل عرب کو مغرب مین آگے نہ بڑھنے دیا۔ سلطان روم کو شمال سے خارج کر دیا اور جو صوبے سلطنت ایران کے دشمنون کے قبضون مین چلے گئے تھے اُن سب کو دوبارہ لے لیا۔ یہ سب کام ۱۱۴۶ھ تک کئے ۱۱۴۸ھ مین ایران کی سلطنت کو وہ وسعت دی کہ اُسکی حدود اپنی قدیمی صورت پر قایم ہو گئین پھر ۱۱۵۰ھ تک مین خاندان صفویہ کا خاتمہ کیا۔

نادرشاہ کا حملہ ہندوستان پر

اور دفعۃً اپنے مذہب کو بدل ڈالا۔ کیا تو شیعہ تھا یا سُنّی ہو گیا۔ حقیقت مین نادر کا کوئی مذہب سوائے خود بینی کے نہ تھا۔ جب اُسنے اپنا کام شیعہ ہونے مین بنتے دیکھا شیعہ رہا۔ جب اور ملکوں کے فتح کرنے مین دیکھا کہ سُنّی ہونا کام آئیگا سُنّی ہو گیا۔ اب وہ مستقل بادشاہ ہوا اور یہ سکہ اُس کا چلا جس پر ایک طرف نادرشاہ ایران زمین وخسرو گیتی ستان۔ دوسری طرف الخیر فیما وقع منقش تھا جسکو بذلہ سنج لاخیر فیما وقع پڑہتے تھے ۱۱۴۸ھ مین اُسنے اپنے استحکام سلطنت کے لئے افغانون کو اپنا رفیق بنایا اور ۱۱۵۱ھ مین ہندوستان پر آندھی کی طرح چڑھ آیا۔ اب اس کا مفصل حال ہم لکھتے ہین۔

جب نادرشاہ نے خلجیون کا ملک فتح کر لیا تو تیموریہ سلطنت سے اُسکی سلطنت کا ڈانڈا بیڈا مل گیا۔ وہ ہندوستان کی سلطنت کے ضعف اور ناتوانی سے خوب واقف ہو گیا۔ ہندوستان سونے کی چڑیا ہمیشہ سے مشہور ہے اُسنے یہ ارادہ کیا کہ کسی طرح اس چڑیا کو پکڑنا چاہیے اور اُسکی چونچ سے جواہرات اُگلوا کے اور مہمات کے نقصانون کو پورا کرنا چاہیے۔ سوا اس کے یہ خیال بھی اُسکو تھا کہ یہ جنگجو فوج اُسکے زیر حکم ہے اگر نئی نئی فتوحات مین مصروف نہ کیجائیگی تو خود آپس مین دنگہ فساد کریگی اور لڑکر کٹ مریگی۔ غرض ہندوستان پر اُسکا حملہ حذاقت اور دانشمندی سے خالی نہ تھا۔ اور لڑائی کے واسطے یہ سبب بھی پیدا ہو گیا کہ قندھاری افغان ادھر سے نکل کر تمام کوہستان کابل مین پھیل گئے تھے۔ چونکہ کابل مین بادشاہ کی طرف سے صوبہ دار رہتا تھا اس لئے نادرشاہ نے محمد شاہ پاس نامہ محمد خان کے ہاتھ بھیجا جس مین اتحاد اور وداد قدیم کی باتین بیان کین جو ایران اور ہندوستان کے بادشاہون کے درمیان ہمیشہ سے چلی آتی ہین اور پھر یہ لکھا کہ تم بھی اپنے صوبہ کابل کے نام حکم بھیجدو کہ وہ افغانون کو نکال دے تا کہ دونون طرف سے دب کر اس فرقہ کی قرار واقعی گوشمالی ہو جائے۔ یہان اِن دنون مین عیش وعشرت کا زور شور تھا۔ محمد شاہ بہادر صاحب سریر تھا تن آسانی کے سوا کسی کام سے کام نہ تھا۔ ہر وقت ہاتھ مین جام اور بغل مین دل آرام تھا۔ کس کو دماغ تھا کہ نامہ کا جواب لکھتا۔ سوائے اسکے نادرشاہ کی نادرشاہی کو کون مانتا تھا۔ اب تک اُس کو نادر قلی سب سمجھے بیٹھے تھے۔ اب تردد یہ پڑا کہ اصل جواب کیا لکھین اور جواب لکھین تو القاب کیا لکھین۔

خیر یہ تو بہانہ ہی تھا مگر اصل حقیقت یہ تھی کہ ہندوستان کی سپاہ مین سکت کہان تھی کہ وہ افغانون کو نکالتی اور روکتی مصلحتاً یہ توقف تھا اور یہ سمجھا تھا کہ نادرشاہ کو حسین خان افغان مارکر قندھار سے پیچھے بھگا دیگا۔ جب محمد خان ایلچی ایک سال کے بعد بھی نہ آیا تو اُس پاس نادر نے اپنے آدمی دوڑائے اور اصل حال پوچھا۔ جب یہ آدمی بھی جواب لیکر نہ آئے اور ایک سال کے اندر قندھار فتح ہوگیا اب بھی دلّی سے جواب نہ آیا تو نادر کو بھی غصہ آیا اور کابل پر وہ اُمنڈ کر چڑھ آیا۔ ناصر خان صوبہ کابل نے کچھ مقابلہ کیا مگر آخر کو شکست پائی۔ نادر کا کابل پر بھی تسلط ہوگیا۔ یہان کابل و قندھار دونون فتح ہوئے وہان دلّی مین جو کوئی امیر الامرا خان دوران خان سے یہ خبر کہتا تو وہ ہنسکر یہ کہتا کہ تمھارے گھر بہت بلند پہاڑ پر ہین اس سبب سے تم کو نادرشاہ قزلباشون اور مغلون کے ساتھ دور سے دکھائی دیتا ہے اور سارے بادشاہ کے رفیق اور مصاحب یہ کہتے تھے کہ یہ ساری افترا پردازیان اعتماد الدولہ اور آصفجاہ اور اور تورانی امیرون کی ہین۔ نادرشاہ کے ایلچیون کو بھی بتلاتے تھے کہ وہ زکریا خان تورانی حاکم لاہور نے بناکر بھیجے ہین بعض یہ خیال کرتے ہین کہ آصف جاہ جب دکن کو گیا تو نادرشاہ کو خفیہ ایلچی بھیجکر سنکار گیا کہ آپ بے تکلف چلے آئین یہان دلّی تک میدان صاف ہے۔ مگر یہ کب عقل باور کر سکتی ہے کہ وہ امیر کسی ملک مین درجہ اول رکھے وہ دشمنون کو اپنے گھر بلائے۔ اب یہان نادرشاہ نے کابل مین مقیم ہوکر صفر ۱۱۵۱ھ کو اپنے ایلچی کے ہاتھ پھر بادشاہ کو ایک خط لکھا اور اُس مین پہلی حرکات پر اُسکی لعنت ملامت کی اور یہ تحریر کیا کہ باوجود ان سب باتون کے ہمارے اور تمھارے اتحاد مین فرق نہین آیا امید ہے کہ آئندہ اُسکو تم برقرار رکھو گے۔ یہ ایلچی دس آدمیون کے ہمراہ جب جلال آباد مین آیا تو مارا گیا۔ نادر کو اس واقعہ پر علم ہوا وہ پہلے ہی سے محمد خان ایلچی کے انتظار مین پر اضطرار تھا۔ اب یہ خبر سنکر اور بیقرار ہوا۔ اُس نے اکتوبر ۱۷۳۸ء شعبان ۱۱۵۱ مین کوچ کر دیا۔ اب تک دلّی کا دربار اس غفلت مین بیٹھا تھا کہ کابل و پشاور کے درمیانی پٹھان نادر کو آگے نہ بڑھنے دینگے۔ مگر اس وقت مرہٹون کی لڑائی کے سبب صوبہ کابل کا انتظام بالکل بگڑ رہا تھا۔ راستون کے انتظام کے واسطے جو افغانون کو روپیہ دیا جاتا تھا وہ بھی نہین پہونچتا تھا۔ غرض دشمنون کے آنے کے لئے سارے درے اور راستے غیر محفوظ کھلے پڑے تھے

نادرشاہ نے اول جلال آباد مین آنکر قتل عام کیا۔ پشاور مین آیا۔ دریائے اٹک سے پار اُتر کر پنجاب مین نومبر ۱۷۳۸؁ء رمضان ۱۱۵۱؁ھ مین پہونچا اور یہان ایک قیامت برپا کی۔ ہزارون لٹیرے ملک کو لوٹنے لگے۔ دریائے راوی کے کنارہ پر زکریا خان صوبہ دار لاہور اپنی سپاہ کے انبوہ کو نادرشاہ کے سامنے لڑنیکے لئے لے گیا لیکن احمقون کی صلح اور جنگ عجیب غریب ہوتی ہے۔ نادر گھوڑا دریا مین ڈال کر اُتر گیا اور چند قزلباش سوارون نے زکریا خان کا لشکر تتر بتر کر دیا۔ تو وہ خود بھی جا کر نادر کا مطیع اور تابعدار بن گیا۔ اب آگے دلّی سے سو میل پرے روک ٹوک بادشاہ جا پہونچا۔ محمد شاہ نے بھی اُسکی آمد آمد کی خبر سُنکر تھوڑی بہت فوج اکھٹی کی۔ آصف جاہ بھی جسکی دانائی اور مردانگی سب کے نزدیک مسلم تھی آن پہونچے۔ راجہ جے سنگھ اور راجاؤن نے اس وقت امداد مین لیت ولعل کیا۔ غرض دو مہینے مین چلتے چلتے چار منزلین طے ہوئین۔ کرنال مین ڈیرے خیمے پہنچے۔ علی مردان خان کی نہر کے گرد توپون کا ذخیرہ باندھ کر پڑے۔ برہان الملک سعادت خان صوبہ اودھ کا بڑا انتظار ہو رہا تھا اُس پاس توپخانہ نہایت عمدہ تھا۔ ۵ ارذیقعدہ ۱۱۵۱؁ھ کو وہ بھی آن پہونچا۔ خاندوران خان اُسکے استقبال کے واسطے گیا اور اُسکو بادشاہ پاس لایا۔ اُسکو حکم ہوا کہ امیرالامرا کے پاس لشکر اُتارے مگر ایرانیون نے یہ چاہا کہ اُسکے لشکر کو بادشاہی لشکر سے ملنے نہ دین۔ چنانچہ باہم مقابلہ ہوا۔ اور خفیف مقابلہ لڑائی کی صورت پکڑ گیا۔ جب بادشاہ نے آصف جاہ سے کہا کہ برہان الملک کے لشکر کی کمک پر جاؤ تو اُس نے یہ کہا کہ پہر دن باقی ہے برہان الملک کا لشکر منزلین مار کر ہارا تھکا آیا ہے بہتر ہے کہ آج کے دن آرام کرے برہان الملک جلدی نہ کرے کل توپخانہ کو آگے رکھکر اور کل لشکر کو ترتیب دیکر انتظام سے لڑینگے۔ اسکو آصف جاہ کی سہل انگاری خاندوران خان سمجھا اُس نے بادشاہ سے کہا کہ برہان الملک دور نکل گیا ہے وہ دشمن سے لڑ رہا ہوگا حیف کی بات ہے کہ ایسا جوانمرد جان فشان مرنے کے لئے جائے اور ہم اُسکا تماشا دیکھا کرین۔ میری غیرت اور مروت کا یہ اقتضا نہین ہے کہ مین اُسکے پہلو مین جا کر نہ کھڑا ہون اورون کو اختیار ہے یہ کہہ کر کھڑا ہو گیا اور ہاتھی پر سوار ہوا اور لشکر ساتھ لے برہان الملک کے لشکر سے آدھ کوس پر جا کھڑا ہوا۔ نادرشاہ کے لشکر نے حملے پر حملے کئے اور دو گھنٹہ لڑائی کا ہنگامہ گرم رہا۔

ایران کی آزمودہ کار سپاہ کے روبرو اس سپاہ کی کیا حقیقت تھی اُس نے گھنٹہ دو گھنٹہ مین تھوڑی
دیر مین مار کر دھوئین اُڑا دیئے۔ میدان جنگ مین بہت بڑے بڑے سردار کام آے۔ امیرالامرا
خاندوران خان زخمی ہو کر میدان سے پھرا۔ یہان بادشاہی انتظام کی یہ خوبی تھی کہ امیرالامرا
پہنچا نہ تھا کہ سب ڈیرے خیمے لٹ گئے اور سارے کارخانون کی خاک اُڑ گئی یہ بھی نہین معلوم ہوتا تھا
کہ امیرالامرا خاندوران خان صمصام الدولہ بہادر کہان فروکش تھے۔ اس بیچارے زخمی کو خیمہ کا
بھی کہین سایہ نہ ملا۔ ایک بے چوبہ کہین پڑا تھا اُس مین اُتارا۔ اعتماد الدولہ آصف جاہ اور خواجہ سرا
بادشاہی عیادت کے لئے آئے۔ وہ آنکھین بند کئے پڑا تھا جب ہوش آیا تو یہ زبان پر لایا کہ ہم نے تو
اپنا کام تمام کیا اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ مگر اتنا ہم کہے جاتے ہین کہ بادشاہ کو نادرشاہ
کی ملاقات کے لئے اور نادرشاہ کو دلی مین مت لیجانا جس طرح ہو سکے اس بلا کو اسی جگہ سے ٹالنا
۱۹ تاریخ خاندوران خان کا تو انتقال ہوا۔ اب برہان الملک اور اُس کے رفیق دشمن سے میدان مین
لڑرہے تھے اُن کو چارون طرف سے قزلباشون نے گھیر لیا۔ ایک نوجوان ہم وطن برہان الملک کا
گھوڑا دوڑا کر اُسکے ہاتھی کے سامنے گیا برہان الملک نے تیر اُس پر چلانا چاہا۔ اُس پر اس نوجوان نے
یہ کہا کہ محمد امین دیوانہ شدہٗ باکہ میجنگی۔ اور یہ کہکر نیزہ زمین مین گاڑا اور گھوڑے کو اُس سے باندھا
اور خود رسہ پکڑ کر ہاتھی پر عماری کے اندر برہان الملک پاس جا بیٹھا۔ برہان الملک ایران کے
دستور سے واقف تھا اُس نے اطاعت اختیار کی اور پنجۂ تقدیر کا اسیر ہوا۔ لشکر قزلباش کے ہمراہ لشکرگاہ
مین پہنچا صرف ایک گھنٹہ دن باقی رہا تھا کہ نادرشاہ اپنے خیمہ مین اُلٹا چلا آیا۔ بادشاہی مورچے
مستحکم بہت تھے اُن پر حملہ نہین کیا۔ برہان الملک کی تقصیرات معاف کردین اور اُسکو اپنے ساتھ
دسترخوان پر بٹھایا۔ اب برہان الملک پاس یہ خبر پہنچی کہ امیرالامرا مر گیا۔ اُسکو ایک مدت سے امیرالامرائی
کی لو لگی ہوئی تھی۔ اس لئے اُس نے بادشاہ سے مصلحت آمیز باتین بنانی شروع کین اور نادرشاہ کو اس
بات پر راضی کر لیا کہ حضور دو کروڑ روپیہ لے لین اور یہین سے واپس تشریف لیجائین۔ نادرشاہ اس بات پر
راضی ہو گیا۔ برہان الملک نے یہ بشارت اپنے بادشاہ کو لکھی۔ یہان بادشاہ اور آصفجاہ سر بگریبان

حیران پریشان انگشت بدندان بیٹھے تھے کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہی۔ آئندہ کیا کرین کہ اس فردہ کو سنکر شادان ہوئے۔ بادشاہ نے فوراً آصف جاہ کو روانہ کیا۔ اُس نے برہان الملک کی وساطت سے نادر کی ملازمت حاصل کی اور دو کروڑ روپیہ بھیجنے کا وعدہ کرکے وہان سے رخصت ہوا محمد شاہ کی خدمت مین آیا اور اپنی کاروانی اور دولت خواہی ظاہر کی۔ برہان الملک کی حسن خدمات کو اُڑا دیا۔ بادشاہ نے اُس سے خوش ہوکر امیر الامرائی کا خلعت بیش بہا مرحمت کیا دوسرے روز ۱۶ ذیقعدہ ۱۱۵۱ھ ۱۴ فروری ۱۷۳۹ء کو نادر شاہ کے بلانے سے محمد شاہ اُسکی ملاقات کے لئے گیا جب لشکر کے قریب وہ پہونچا تو نصر اللہ مرزا کو استقبال کے لئے بھیجا جب وہ رستہ مین ملا تو بادشاہ نے تخت رواں کو زمین پر رکھوا کر اُسکو گلے لگایا اور اُسکو فرزندون کی طرح ساتھ لیکر نادر شاہ کے خیمہ پر پہنچا وہان نادر بھی خیمہ کے باہر استقبال کے لئے آیا اور اپنی مسند پر اُسکو نہایت تعظیم سے بٹھایا بعد اسکے دردمندی اور بھائی بندی کی باتین ہونے لگین۔ نادر شاہ نے شکایت کی کہ اتنے خط مین نے بھیجے آپنے اُسکا جواب نہ دیا اس سبب سے مجھے یہان آنا پڑا۔ بادشاہون کو ایسا تغافل مناسب نہین ہے۔ محمد شاہ نے اسکا یہ جواب دیا کہ اگر یہ تغافل نہ ہوتا تو آج یہ ملازمت کی سعادت کیونکر حاصل ہوتی۔ اس جواب کو نادر شاہ سنکر بڑا خوش ہوا اور بولا کہ حق تعالیٰ ہندوستان کی سلطنت آپ کو مبارک کرے۔ یہان کی فرمانروائی آپ ہی کا حق ہی جو شخص آپکے حکم سے سرتابی کرے اُس کی گوشمالی کے لئے مین حاضر ہون۔ غرض بادشاہ ہنسی خوشی اپنے خیمہ مین واپس آیا۔ اب یہان سے مورخون کی یہ گھڑت شروع ہوتی ہی۔ برہان الملک امیر الامرائی کی تمنا مین بیٹھا تھا جب اُس نے سنا کہ آصفجاہ اُسے لے اُڑا تو وہ بہت دل ہی دل مین گھٹا۔ غیظ و غضب مین آنکر نادر شاہ سے عرض کیا کہ نظام آصفجاہ احمق مقتدا ہے کہ اُسکو نہیں ، مقیتوا اندشد آپنے کیا غضب کیا کہ دو کروڑ روپیہ پر قناعت اختیار کی اور ہندوستان کے خزانون اور دفینون اور فلان فلان جواہرات لاکھون روپیہ کی قیمت کے چھوڑ دئے دو کروڑ روپیہ تو یہ فقیر اپنے گھر سے نکال کر دے سکتا ہی۔ بادشاہی خزانون اور امراء اور تجار اور مہاجنون کی دولت کا کیا ٹھکانا ہی۔ آپ شاہجہان آباد چلئے اور ان قارونی خزانون کو نہ چھوڑئے۔ نادر یہ سنکر

بڑا خوش ہوا اور اُسنے آصف جاہ کو سوال و جواب کے واسطے طلب کرکے نظربند کرلیا۔ اور اُس سے کہا کہ بادشاہ کو بلا دو۔ اُسنے کہا کہ آپسے یہ عہد نہین ٹھہرا تھا۔ نادر نے کہا کہ ہم اپنا عہد نہین توڑتے ہین بادشاہ کی عزت آبرو اور سلطنت و دولت سے کچھ کام نہین رکھتے ہین صرف ملاقات منظور ہے غرض آصفجاہ نے عرضی بادشاہ کو لکھی۔ بادشاہ تنہا آیا نادر نے اُسکو عزت حرمت کے ساتھ خیمہ مین اُتروادیا۔ اور کہا کہ اسباب تجمل سلطنت اور مستورات حرم سرا کو مع اپنے عملہ فعلہ کے یہان بلالو اور خاطر جمع سے یہان استراحت کرو اور اُسکے لشکر مین حکم بھجوادیا کہ جس کا جی چاہے یہان آجائے جس کا جی چاہے وہان چلا جائے بادشاہ نے مجبور وہی کیا جو اُسنے کہا۔ بعد اُسکے برہان الملک اور طہماسپ خان جلائر کے ہاتھ اپنا فرمان اور بادشاہ کا شقہ لطف اللہ خان صادق قلعہ دار شاہجہان آباد کے نام بھیجا کہ وہ سارے کارخانے شاہی اُنکے حوالہ کرے۔ غرض اُنہون نے یہان آنکر قلعہ دار سے کنجیان لے لین اور سارے کارخانون پر قبضہ کرلیا۔ جب یہ حال گذرا تو محمد شاہ کا لشکر پریشان ہوا۔ اکثر راہ مین قزلباشون کے ہاتھ سے جو تاخت و تاراج کرتے پھرتے تھے مارے گئے اور جو اُسکے ہاتھ سے بچے اُنکو ہندوستانیون نے زندہ نہ چھوڑا۔ اور اگر زندہ چھوڑا تو کپڑا بدن پر نہ چھوڑا۔ القصہ غرہ اول ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ / مارچ ۱۷۳۹ء مین شاہجہان آباد کے اندر محمد شاہ و نادر شاہ داخل ہوئے اور نادر شاہ بادشاہی محلون مین قلعہ کے اندر اُترا اور اپنے سپاہیون کو محلون مین جا بجا حفاظت کے لئے بھیجدیا اور حکم دیدیا کہ کوئی سپاہی رعایا پر دست درازی نہ کرے۔ اور اگر کوئی خلاف حکم کرے تو اُسکے گوش و دماغ کو کاٹ ڈالو۔ باوصف اسکے کہ نادر شاہ نے یہ دور اندیشیان کین مگر ہندوستانی اس خونخوار فوج سے راضی نہ ہوئے۔ اتفاق سے عید اور نوروز دونون ایک روز ہوئے اس لئے بڑی دھوم دھام سے جشن ہوا۔ جامع مسجد مین عید کے دن نادر شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ چوتھے روز عصر کے وقت مشہور ہوا کہ بھنگیر خانہ مین بیٹھے بیٹھے ایک بھنگڑ بولا کہ او محمد شاہ رنگیلے تیرا کیا گناہ مغل کو ایک قلماقنی کے ہاتھ سے مروا ہی دیا۔ یہ ہوائی خبر سارے شہر مین ہوا کی طرح پھیل گئی۔ دلی کی خلقت اُن قزلباشون پر پل پڑی جو محلون مین محافظت کے واسطے مقرر تھے۔ اور مختلف جگہ مین متفرق تھے اُنکو بےخبر جاکر قتل کرڈالا۔ اس وقت ہندوستانی

امرا کا پاجی پن یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ جن ایرانی سپاہیون کو اپنی حفاظت کے واسطے نادر سے کہہ
لے گئے تھے اُنکی بھی حفاظت نہ کی بعض نے اُنکو قتل کے لئے عوام الناس کے حوالہ کردیا اور بعض نے
خود مورچے جماکر اُنپر حملہ کیا جب نادر کو اس قضیہ کی خبر ہوئی تو اُسنے چند آدمی بھیجے کہ وہ آدمیون کو
سمجھادین کہ میرے مارے جانے کی خبر بے اصل ہی مگر ان آدمیون کو بھی لوگونے مار ڈالا رات بھر نادر نے
صبر کیا اور سارے آدمیون کو جو اُس پاس تھے حکم دیا کہ وہ چپ چاپ بیٹھے رہین جو حملہ کرے اُسکا جواب دین خود
کسی پر حملہ نکرین جب صبح ہوئی تو نادر شاہ خود گھوڑے پر اس نظر سے سوار ہوا کہ اس شورش کو مٹائے
مگر اُسکے سوار ہونے سے اور فتنہ برپا ہوا اس مین سب مورخون کا اتفاق ہی کہ ہرگز نادر کی نیت
یہ نہ تھی کہ وہ دلّی والون کو خود تکلیف دے یا اورون سے تکلیف پہونچائے مگر وہ شہر مین سوار ہوا
تو اُسپر پتھرون کی بوچھار شروع ہوئی بلکہ ایک شخص نے تفنگ اُسپر چلایا جس سے ایک پیک اُس کا
پہلو مین گر کر مر گیا اپنی آنکھون کے سامنے اُسنے دیکھا کہ جا بجا قزلباش مردہ پڑے ہین اور لشکر بھی
اُسکا لشکر گاہ سے شہر مین آن پہونچا تو اُسنے قتل عام کا حکم دیدیا اور کہدیا کہ جہان ایک ایرانی مردہ
دیکھو وہان ایک ہندوستانی زندہ نہ چھوڑو جس وقت اُسکے لشکر کا ہاتھ تلوار پر پڑا تو شہر والون کا ہاتھ
یون کا یون ہی رہ گیا پھر نہ ہلا صبح سے دوپہر تک کشتون کے پشتے لگ گئے اُدھر تلوار کی آنچ سے
آدمیون کا کام تمام ہو رہا تھا اِدھر آگ کی آنچ سے مال اسباب مکان خاک ہو رہے تھے اس وقت وسط شہر مین
روشن الدولہ کی مسجد مین نادر شاہ تلوار کھینچے ہوئے بیٹھا ہوا تھا اور اُسکی آنکھون مین خون اُتر رہا تھا
کسی کا یارا نہ تھا کہ شفاعت کے لئے زبان ہلا سکے اُسکا غضب قہر خدا تھا سب امیر دیکھتے تھے اور دم
نہ مارتے تھے ایک خواجہ سرا محمد شاہ پاس روتا ہوا گیا کہ حضور کی رعایا قتل ہو گئی یہ سنکر بادشاہ آبدیدہ
ہوا اور آصف جاہ اور قمر الدین خان کو لیکر نادر شاہ پاس پہنچا اور اُس سے اپنی رعایا کے قصور معاف
کرنیکے لئے کہا نادر نے کہا کہ بادشاہ ہند کی کوئی درخواست ایسی نہین ہوئی جس مین خونریزی ہو اسلئے تلوار
اپنی نیام مین رکھی سارے شہر مین ایرانی نقیب امان امان کہتے ہوئے بھاگے پل کی پل مین امن امان ہو گیا اس سے
معلوم ہوتا ہی کہ اُسکی سپاہ کا کیا عمدہ انتظام تھا کہ اِدھر اُسنے اپنی تلوار کو نیام مین ڈالا اُدھر سارے لشکر کی

تلوار نیام مین پڑ گئی اگر کسی کی تلوار گردن پر رکھی ہوئی تھی تو وہین رہی آگے نہ چلی اب اس مین مورخون کا اختلاف ہی کہ کتنے آدمی مرے آٹھ ہزار سے ڈیڑھ لاکھ تک تخمینہ کیا ہی مگر سچ یہ ہی کہ جن لوگون کا خانہ چیتا تاریک ہوا اُنکی خانہ شماری اور مردم شماری کون کرتا ہی نادرشاہ کے آدمیون کو جو ہندوستانیون کے ہاتھ سے قتل ہوئے کوئی سات سو بتاتا ہی کوئی ہزار کہتا ہی پانی پت کی لڑائی مین نادر کے تین آدمی مرے تھے اور بیس زخمی ہوگئے تھے ہندوستانی بیس ہزار مرے تھے۔ غرض ایرانی اور ہندوستانی دونون کے لئے یہ ہنگامہ پانی پت کی لڑائی سے بڑا تھا جو امرار بھاگ کر دہلی سے کچھ فاصلہ پر کسی قلعہ مین محصور تھے اُن سب کو نادر نے مار ڈالا جس شخص پر اُسکو گمان اس معرکہ مین شریک ہونے کا ہوا اُسکی جان نہ چھوڑی۔ بعد اس کے اپنے پسر دوم نصراللہ مرزا کا محمد شاہ کی بیٹی سے نکاح کیا جو محفلین سوگ اور سوز کی تھین اب وہ سرور رقص سرود کی مجلسون سے بدل گئین معلوم ہوتا ہی کہ دلّی کے آدمی کیسے لہو و لعب کو پسند کرتے تھے اور امرار دہلی کس درجہ نالایق ہوگئے تھے کہ ہنوز ایرانی دلّی سے گئے نہ تھے کہ اُنکی مجلسون مین یہ نقلین ہونی شروع ہوگئین کہ ایرانیون کے چہرے خونخوار بنائے جاتے اور ہندوستانی گڑگڑاتے ہوئے اُنکے پاؤن مین گرتے اس پر اہل مجلس خوش ہوتے اور قہقہے مارتے۔ غرض دہلی مین نادرشاہ اٹھاون دن رہا محمد شاہ سے خلوت مین ملاقاتین رہین اور اُس نے انتظام سلطنت اور دوام دولت کے قیام اور استحکام کے واسطے بہت نصیحتین کین پھر اُس نے امرار اور اعیان سلطنت کو بلا کر بادشاہ کی خیر خواہی کے لئے تاکید اور تنبیہ کی اور اطراف کے حاکمون کے نام یہ حکم گشتی پھرایا کہ محمد شاہ کی اطاعت کرو۔ آخر فقرہ اس تحریر کا یہ تھا کہ من و محمد شاہ یک روحیم و دو بدن اگر خدا نخواستہ خبر طغیانی شمارا از صفحہ خلقت محو خواہم کرد۔ جو اُس نے کہا اگرچہ اُسکے کرنے کی فرصت تو اُسے نصیب نہین ہوئی مگر جن کو اُس نے دھمکایا تھا اُنہون نے اُس کی تقلید کرکے بہت جلد اس خاندان کو خاک مین ملا دیا گویا نادر اس خاندان کے ذلیل اور خوار کرنے کا خود سبق لوگون کو سکھا گیا اور اُسکے ہیبت کو لوگون کے دلون سے اُٹھا گیا اگرچہ وہ امرار کی بڑی خاطرداری کرتا تھا مگر اُن کو خوب پہچانتا تھا ایکدن قمرالدین خان سے پوچھا کہ آپ کی کسقدر بیبیان ہین اُس نے عرض کیا کہ ساڑھے آٹھسو۔ نادر نے اپنے نوکرون سے کہا کہ ڈیڑھ سو اور قیدی عورتون مین سے بھیجدو کہ وزیر صاحب کو منصب مین

باشیگری (یعنی ہزار آدمیون کی افسری) کا حاصل ہوجائے۔ اس قتل عام ہی پر بس ہوئی اس ہندوستان کی چڑھائی سے نادرشاہ کا بڑا مطلب یہ تھا کہ یہان کے مال سے اپنے تئین مالا مال کرے جب سے اُس نے فتح حاصل کی تھی دولت کے لوٹنے پر عش تھا۔ اول اُس روپیہ کے دلانے والا سعادتمند سعادت خان تھے جس نے اپنے بھتیجے شیرجنگ کی معرفت دو کروڑ روپیہ گھر سے منگاکر خزانہ نادری مین داخل کیا تھا جب سعادت خان مرگیا تو اُنکی جگہ سربلندخان ہندوستانی اور طہماسپ خان ایرانی کھڑے ہوئے اول اُنھون نے بادشاہی خزانون اور جواہرات پر تصرف کیا بیگمات تک کا زیور اُتروالیا تخت طاؤس لے لیا بعد اس کے بڑے امیرون کے گھر ضبط کئے بعض امیرون پر زجر و تعدی کرکے بہت سا مال چھین لیا پھر چھوٹے چھوٹے ملازمون اور عام رعایا کی کمبختی آئی سارے شہر کے دروازون پر پہرہ بندی تھی کہ کوئی شہر سے مال لیکر نہ نکل جائے غرض مال بتلانے کے لئے ہر دولتمند کے گلے پر چھری رکھی ہوئی تھی بہت سے غیرت مند زہر کھاکر مرگئے بہت سے لوگ بیچارے پکڑے گئے باندھے گئے۔ نادر کی طرف سے جو ظلم تھا سو تھا بیچ کے یہ اہلکار اپنا گھر دولت سے بھرنے کے لئے غریبون کی جان کھائے جاتے تھے۔ دس وصول کرتے تو پانچ آپ کھاتے غرض جان اور مال اور عزت اور آبرو کے لئے گھر گھر رونا تھا اہل صوبہ سے برسون کی باقی کا روپیہ وصول کیا گیا جب نادر کو خوب معلوم ہوگیا کہ اب کوئی ٹھکانا روپیہ کے ہاتھ لگنے کا باقی نہین رہا تو اُس نے مراجعت کا ارادہ کیا اور اُس نے محمد شاہ کو خود تخت سلطنت پر بٹھایا اور سارا زیور پہنایا اور عہدنامہ لکھا جس مین دریائے سندھ کی مغرب طرف کا ملک سارا اُسکی قلمرو مین داخل ہوا۔ اب جو لوٹ وہ ہندوستان سے لیگیا اُسکے تخمینہ مین اختلاف زمین و آسمان کا ہی کوئی ستر کروڑ بتلاتا ہی کوئی پندرہ کروڑ لکھتا ہی اور بہت سے جواہرات بتلاتا ہی جنکی قیمت کا تخمینہ نہین ہوسکتا۔ اس نادرشاہ کے آنے کی ہزارون حکایتین اور روائتین مشہور ہین سیکڑون نقلین اُسکی اب تک نقل مجلس ہوتی ہین مگر صحیح صحیح حال اُسیقدر سمجھنا چاہیے جو نادرشاہ نے خود اپنے بیٹے رضا قلی کو خط مین لکھا ہی اور اُس مین وہ سارا حال لکھا ہی جو لاہور سے محمد شاہ کے دوبارہ تخت پر بٹھانے تک

گذرا ہی اُس کا خلاصہ ہم ذیل مین درج کرتے ہین۔

اول خبرے از جنگ فوجے از سپاہ ایران با مقدمۂ لشکر ہند و غلبۂ ایرانیان میدہد و بعد از کوششے کہ برائے ملحق شدن لشکر سعادت خان بہ لشکر محمد شاہ نمودہ فائدہ بران مترتب نشدہ بود مینویسد و بعد ازان میگوید بدین مضمون کہ چون این مدد بمحمد شاہ رسید مستظہر گشت و لشکر خود را ہا نمودہ در میدان صف محاربت آراست و ما کہ در آرزوی چنین بودیم قرار دل بجہت صیانت اردو گذاشتہ و از قادر متعال استعانت جستہ بر دشمن حملہ بردیم تا دو ساعت تمام تنور حرب گرم بود و آتش توپ و تفنگ خرمن سوز عمر اعدا بعد ازان بعون الٰہی بہادران شیر شکار صف خصم را برہم زدہ ایشان را متفرق کردند درین مقام تفصیل نامہائے اعاظم امرا کہ کشتہ و زخمی و اسیر شدند مینویسد از جملہ مقتولین خاندوران و از ماسوین سعادت خان را ذکر میکند و بعد میگوید کہ این جنگ دو ساعت طول کشید و دو ساعت و نیم عساکر ما غنیم را تعاقب کردند ہنوز یکساعت از روز باقی بود کہ معرکۂ حرب بکلی از دشمن پاک شد و چون استحکامات اردوے ایشان مستحکم و مضبوط بود فرمان دادیم کہ از یورش دست بدارند خزانہ بسیار و چند فیل و قدرے از توپخانہ بادشاہ ہندوستان و نفائس و غنائم از ہر قسم بسبب این فتح بدست افتاد و از بیست ہزار متجاوز از دشمن بر خاک ہلاک افتادند و خیلے بیش ازین نیز در قید اسار در آمد بعد ازین جنگ فی الفور لشکر محمد شاہ را احاطہ کردہ راہ مراودت با اطراف و حوالی را بر ایشان مسدود ساختیم و توپہا و خمپارہ ہا را بجہت با خاک یکسان کردن استحکامات مہیا نمودیم چون اختلال و اغتشاش عظمی در اردوے ہندیان راہ یافتہ و بہیچ وجہ آوارہ پذیر نبودند محمد شاہ از روی اضطرار لابد شدہ بعد از یک روز در پنجشنبہ ہفتدہم ذیقعدہ نظام الملک را باردوے ما فرستادہ روز دیگر خود با اعیان ملک بحضور رسید در وقتے کہ محمد شاہ رو باردوی ما آمد بملاحظہ اینکہ ما ترکانیم و او نیز از سلسلۂ ترکانیہ و خانوادہ گورگانیہ است فرزند عزیز نصر اللہ مرزا را تا بیرون اردو باستقبال فرستادیم وارد خیمۂ بادشاہی ما گشت نظر بملاحظہ قرابت ایلی آنچہ لازمۂ احترام بادشاہی وی بود معمول داشتیم و او مہر سلطنت خود را بما سپرد و ما حکم کردیم کہ کسے متعرض سراپردہ شاہی و متعلقان دیگر سلطنت و امرا و اعیان مملکت نشود درین وقت بادشاہ و حرم بادشاہی جمیع اکابر و اعاظم ہندوستان کہ آزار و حرکت کردہ اند بدہلی رسیدہ اند و ما نیز در بیست و نہم ذی القعدہ بجانب دہلی حرکت خواہیم کرد ارادہ این ست کہ نظر بملاحظہ نسب محمد شاہ

وقرابت ایلی کہ دنیا بین ست اور او دوبارہ بر بادشاہی ہندوستان مقرر نمودہ تاج سلطنت برسروی نہیم حمد خدائے را کہ بانجام چنین کارہا قدرت داد۔ باقی ہم ان باتون کو غلط جانتے ہین کہ آصف الدولہ اور سعادت خان دونون نے یا اُن مین سے ایک نے نادرشاہ کو بلایا تھا یا یہ سعادت خان نادرشاہ کو بہکا کر دلّی مین لایا تھا۔ اب ان دونون کہانیون کے سوا ایک کہانی اس سے بڑھ کے اور غضب کی سنو جس کو آجکل فرنگستانی مورخ اور محقق بھی یقین کرتے ہین اور ہم اُسکی نقل آگے کرتے ہین۔ اس ملک مین ایک گروہ یا وہ گو دن اور حماقت پیشون کا ہی کہ وہ اپنے تئین عالمون سے بہتر اور حکیمون سے برتر سمجھتا ہی اور بازاری آدمیون مین اپنی عقل فروشی کے لئے دماغ سے گھڑ گھڑ کر کہانیان کہا کرتا ہی اُنکو اپنی عقل کے زور سے ایسے پیرایہ مین لے آتا ہی کہ اصل واقعہ کچھ سے کچھ نظر آنے لگتا ہی اور بے اصل بات اصلی واقعہ معلوم ہوتا ہی۔ افسوس ہی کہ بعض اوقات ایسی باتون کو عقلمند بھی یقین کرنے لگتے ہین۔ اب وہ نقل یون ہی کہ نادرشاہ نے آصف جاہ کو بلایا اور کہا کہ او بڈھے تو نے ہم کو قندھار مین کیا لکھ کر بھیجا تھا کہ اگر بندگان حضور یہان تشریف لائین تو پچاس کروڑ روپیہ غلام حاضر کریگا بادشاہ اور امرا کے خزانے اور دفینے علاوہ اسکے ہین۔ اب وہ روپیہ کہان ہی۔ جا آج کل کی اور مہلت ہی اگر روپیہ لایا خیر ہی۔ نہین پھر تو نہین۔ آصف جاہ یہ سنکر سیدھا برہان الملک کے پاس گیا اور کہا بھائی آج یہ مجھپر آفت آئی ہی کل تم پر آنے والی ہی۔ مین وہی آصفجاہ ہون کہ ملک دکن کو کئی دفعہ مین نے خاک مین ملایا۔ اُکھڑ لڑائیون مین نام پایا۔ آج یہ قزلباش بچہ بے نام ونشان مجھے یون لعنت ملامت کرتا ہی اس جینے سے تو ڈوب مرنا بہتر ہی۔ میرا ارادہ ہی کہ زہر کا پیالہ پی کر مر رہون۔ خدا کے ہان نادر سے میرا سوال وجواب ہو رہیگا برہان الملک نے بھی کہا اچھا مین بھی یہی کرتا ہون اس بڑھاپے مین کون بے عزتی اُٹھائے۔ غرض برہان الملک نے جاکر اپنے گھر مین زہر کا پیالہ پی لیا اور خدا کو جان سونپ دی اور آصف جاہ گھر مین آرام سے سوتا رہا۔ صبح اُٹھکر جو سنا کہ برہان الملک فوت ہوا تو ظاہر مین رنجیدہ مگر دل مین خوش ہوا۔ بعض نے اس مین اور نمک مرچ یہ لگایا ہی کہ دونون آصف جاہ اور برہان الملک کو نادر نے بلایا اور اُن کی دغابازی اور بے وفائی پر لعنت ملامت کی اور ڈاڑھی مین تھوک دیا۔ اس لئے دونون نے آپس مین یہ ٹھہرایا کہ زہر کا پیالہ پی کر جان آفرین کو جان دیدین۔ آصفجاه

جھوٹ موٹ دم چڑا کر پڑ رہا۔ برہان الملک نے آدمی کو خبر کے لئے بھیجا اُس نے جا کر کہا کہ آصف جاہ کا دم لبوں پر ہے تو وہ اس کام مین رقیب سے کم رہنے کو بے عزتی سمجھا اور سچ مچ زہر کا پیالہ پی گیا اور مرگیا آصفجاہ بھلا چنگا صبح اُٹھا اور اُس نے فخریہ دوستون سے کہا کہ کیا دشمن کو مارا ہے فقط اصل حال یہ ہے کہ نادر شاہ دہلی مین تھا کہ برہان الملک سرطان کے پھوڑے سے مرگیا۔

محمد علی وردی خان اور شجاع الدولہ داماد جعفر خان کا بیان۔

جب نادر شاہ یہان سے چلا گیا تو اول اُسکا اثر یہ ہوا کہ سلطنت دہلی سے تین زرخیز صوبے بنگال بہار اڑیسہ علیحدہ ہو گئے اور اُن مین جدا ہی علی وردی خان کی ایک ریاست قایم ہو گئی۔ شجاع الدولہ قوم افشار سے تھا اور جعفر خان کا داماد تھا۔ جب جعفر خان کو صوبہ بنگالہ کی نظامت اور دیوانی مرحمت ہوئی تو اُسکی سفارش سے شجاع الدولہ اڑیسہ کا صوبہ دار ہوا۔ مگر ان داماد اور خسر مین ایسا مزاجون کا اختلاف تھا کہ وہ پاس پاس رہنا پسند نہین کرتے تھے اور شجاع الدولہ کی بی بی زیب النسا اپنے باپ کے گھر خاوند کی بے پروائی کے سبب سے رہتی تھی اور اُسکا بیٹا سرفراز خان اپنی مان کے ساتھ رہتا تھا اور نانا نواسہ کو بہت چاہتا تھا۔ جعفر خان کا پہلے نام مرشد قلی تھا اس لئے جو شہر اُس نے بنا یا اُسکا نام مرشد آباد رکھا۔ اُسی مین وہ رہتا تھا۔ شاہزادہ اعظم شاہ کے رفیقون مین ایک شخص مرزا محمد تھا اُسکے دو بیٹے مرزا محمد علی اور حاجی احمد لائق فائق تھے جب شاہزادہ اعظم مارا گیا تو مرزا محمد زمانہ کے ہاتھ سے تنگ ہو کر شجاع الدولہ صوبہ دار اڑیسہ کے پاس چلا گیا اُسکی بی بی بھی قوم افشار سے تھی اور شجاع الدولہ کی رشتہ مند تھی کوئی کہتا ہے کہ اُسکی انّا تھی پھر مرزا محمد علی بھی باپ پاس گیا اور اس سرکار مین نوکر ہو گیا اور روز بروز اپنی حسن لیاقت کے سبب سے ترقی پاتا گیا اور شجاع الدولہ کے مزاج پر حاوی ہوتا گیا۔ اُس نے پھر اپنے بھائی حاجی احمد کو بھی یہان دہلی سے مع اہل و عیال کے بلوالیا۔ وہ بھی شجاع الدولہ کے رفیقون مین شریک ہو گیا۔ ان دونون بھائیون کی حسن تدبیر سے ملک اڑیسہ کا خوب بندوبست ہو گیا اور ریاست کو خوب استحکام ہو گیا اُس کی آمدنی بھی بڑھ گئی۔

شجاع الدولہ نے بادشاہ کی خدمت مین آدمی بھیجکر مرزا محمد علی کو مرزا محمد علی وردی خان کا

خطاب دلا دیا جعفر خان کو تو داماد سے رنجش تھی مگر اُسکے بیٹے علاؤ الدولہ سرفراز خان یعنی نواسے سے
کمال محبت تھی جب اپنا وقت مرگ قریب دیکھا تو نواسہ کو اپنا جانشین مقرر کرنا چاہا۔ محمد علی وردی خان
اور حاجی احمد سے شجاع الدولہ نے مشورہ کیا اور ان بھائیون نے بادشاہ دہلی کی خدمت مین اُسکی
طرف سے درخواستین بھیجین کہ ملک اڑیسہ اور بنگالہ کی نظامت اور دیوانی اُس کو مرحمت ہو اور اپنی
سپاہ کے معتمد آدمیون کو ظاہر مین موقوف کیا اور اُن سے کہدیا کہ تم مرشدآباد مین مختلف مقامات پر
جاکر جمع ہو اور اس خبر کے منتظر رہو کہ کب جعفر خان کے گھر مین شجاع الدولہ آتا ہے۔ برسات کا موسم بھی
قریب تھا اس لیے کشتی وغیرہ سب سامان درست کرلیا اور جعفر خان کی ڈیوڑھی تک برابر ڈاک لگا دی کہ
جس وقت قاصد اجل آئے تو فوراً خبر پہنچ جائے جب یہ یقین ہوگیا کہ جعفر خان پانچ چھ روز کا مہمان ہے
تو شجاع الدولہ مع محمد علی وردی خان اور اور رفقا کے کٹک سے چلدیا اور اپنے بیٹے محمد تقی خان کو
جو دوسری بی بی سے تھا اڑیسہ مین اپنا قائم مقام کیا۔ راہ ہی مین جعفر خان کے انتقال کی اُدھر خبر
پہونچی اُدھر بادشاہ کی طرف سے سند بھی آگئی۔ وہ بہت جلد مرشدآباد مین پہنچا اور چہل ستون مین جعفر خان کا
جانشین ہوگیا اور شادیانے سند نشینی کے بجوادیئے اب سرافراز خان دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا کر کیا سکتا تھا کیا ہو
ناچار سوار اُسکے چارہ نہ دیکھا کہ باپ کی خدمت مین حاضر ہوا اور نذر اور مبارکبادی دی شجاع الدولہ
نے نہایت عدالت سے کام کیا۔ سرافراز خان کو بدستور دیوان صوبہ رکھا دوسرے بیٹے محمد تقی خان کو اڑیسہ کا
نائب صوبہ اور مرشد قلی خان اپنے داماد کو جہانگیر پور ڈھاکہ کا حاکم اور محمد علی وردی کو عظیم آباد مین
اپنا نائب مقرر کیا اور بادشاہ کے ہان سے اُسکو مہابت جنگ کا خطاب اور پنجہزاری کا منصب دلایا۔
جب نادر شاہ دہلی مین آیا تو شجاع الدولہ اپنی اجل سے مرگیا۔ علاؤ الدولہ سرافراز خان باپ کا
جانشین ہوا۔ حاجی احمد اور محمد علی وردی خان کے تمام رشتہ دار ریاست مین دخیل تھے۔ اِدھر اُن سے
سرافراز خان کی بگڑی اور اِدھر نادر شاہ کے دینے کے لئے زر کثیر کا مطالبہ آیا۔ خرچ کم کرنیکے واسطے
محمد علی وردی خان نے لشکر کے موقوف کرنے کی صلاح سرافراز خان کو بتائی اُس سے اور شبہہ
اُس کے دل مین پیدا ہوا۔ حاجی احمد اُس کے بھائی سے دیوانی لے لی۔ اس پر اُس نے جل کر

اپنے بھائی کو ایک ایک بات کی سو سو باتین لکھ کر بھیجنی شروع کین جب محمد علی وردی خان نے دیکھا کہ سرافراز خان سے کسی طرح نہین نبھیگی تو اُس نے اپنے پُرانے دوست مومن الدولہ محمد اسحق خان بہادر کی سعی سے ایک کروڑ روپیہ نذرانہ دینے کے وعدہ پر یہ حکم منگا لیا کہ سرافراز خان کا گھر ضبط کرو اور اُس کے ہاتھ تلے سے تینون صوبے نکال لو۔ غرض ۱۱۵۲ھ ۱۷۳۹ء مین ان تینون صوبون کا وہ مالک ہوگیا اور سرافراز خان کا گھر بار ضبط کر کے اُس نے بادشاہ کا نذرانہ بھی بھیجدیا۔ اب یہ ایک طول طویل قصہ ہی جس کے پڑھنے سے دل گھبراتا ہی کہ اُس نے کس طرح سے مرشدآباد پر قبضہ پایا اور سرافراز خان کو کیونکر نکالا اسکا فیصلہ کرنا نہایت مشکل ہی کہ آیا سرافراز خان نے محمد علی وردی خان سے بدسلوکیان کین یا اُس نے نمک حرامی کی اور فریب اور دغا اور مکاری سے ان تینون صوبون پر قبضہ پایا۔

اڑیسہ مین سرافراز خان کا بہنوئی مرشد قلی خان صوبہ تھا۔ اُسکو محمد علی وردی خان مہابت جنگ نے لکھا کہ تمھارا ما فی الضمیر کیا ہی۔ اُسکا ارادہ صلح کا تھا۔ مگر اپنے داماد باقر علی خان کے کہنے سے اُس نے مصالحت سے انکار کر دیا۔ اور مہابت جنگ دس بارہ ہزار سوار لیکر اڑیسہ کی طرف روانہ ہوا۔ سخت لڑائی کے بعد مرشد قلی خان کو شکست ہوئی اور وہ جان بچا کر بھاگ گیا اور پھر آئندہ لڑنے کی قسم کھائی مگر کٹک مین یہ معاملہ پیش آیا کہ مہابت جنگ نے اپنے بھتیجے صولت جنگ کو وہان صوبہ دار مقرر کیا تھا اُس نے سپاہ کی تنخواہ مین تخفیف کرنی چاہی۔ اس سپاہ نے قبول نہین کیا کیونکہ بیچارے غریب الوطن مرشدآباد سے گئے تھے مگر کٹک کے آدمیون نے گھر کی نوکری سمجھ کر تھوڑی تنخواہ قبول کر لی۔ غرض اس طرح قدیم الخدمت موقوف ہوتے گئے اور نئی فوج بھرتی ہوگئی۔ اس نوجوان نے جوانی کی مستی مین انکو ایسے ایسے کام کرنے شروع کئے کہ کٹک مین ایک قیامت برپا کر دی اسپر لوگون نے باقر علی خان داماد مرشد قلی خان کی تحریک اور ترغیب سے ایک ہنگامہ برپا کر کے صولت جنگ کو گرفتار کر لیا اور باقر علیخان کے حوالہ کر دیا۔ ہرچند صولت جنگ کے مان باپ نے مہابت جنگ سے کہا کہ باقر علی خان کو اڑیسہ دیکر صلح کر لے اور صولت جنگ کی جان بچالے مگر اُس نے کسی کا کہنا نہ مانا اور فوج کو چڑھا کر ملک اڑیسہ مین لے گیا اور باقر علی خان کو شکست دی اور بھتیجے کو اجل کے حلق مین سے نکال کر لے آیا اور وہان

مرہٹون کا ملک بنگال مین غدر مچانا

صوبہ اڑلیسہ کا انتظام کرکے مرشد آباد ۱۱۵۶ھ سنہ ۱۷۴۲ع مین آیا تو کیا سنتا ہو کہ ملک کو مرہٹے تاخت و تاراج کر رہے ہین۔ یہ پہلی ہی دفعہ تھی کہ برار کے راجہ رگھوجی بھوسلانے اپنے سپہ سالار بھاسکر پنڈت کو پچیس ہزار سپاہ دیکر یہ ارادہ کیا کہ ہندوستان مین اپنی فتوحات مین توسیع دے۔ علی وردی خان ہنوز بردوان مین پہونچا تھا اور یہان اُس نے اپنا سامان جنگ نہین رکھا تھا کہ مرہٹون نے اُس کے ملک کے گرد نواح مین غدر مچا دیا کچھہ لڑائیون کی چھیڑ چھاڑ ہوئی مرہٹون نے یہ کہا کہ اگر دس لاکھ روپیہ دو تو اُلٹے چلے جائین مگر علی وردی خان نے اُس سے انکار کیا اور اُس نے مرشد آباد جانیکا قصد کیا اُسکے ساتھ پانچ ہزار سپاہ تھی مگر بہیر بہنگاہ اُس کے ساتھ ایسی ہوئی کہ جس سے نظم سپاہ مین خلل پڑا اور اس سبب سے اُسکا بڑا نقصان ہوا تمام توپین اور خیمے اور سارا اسباب باربرداری اُسکا مرہٹون کے ہاتھ لگا۔ مگر اُس نے مرہٹون کی شرائط کو جو بسبب فتحیابی کے سخت کرتے جاتے تھے انکار کیا۔ چار روز مین وہ کٹوا مین پہونچا اور اُسکا بھتیجا صولت جنگ بھی کمک کے لئے آگیا میر حبیب ایک سردار جو مہابت جنگ کی نوکری چھوڑ کر مرہٹون سے جا ملا تھا اُسکے ماتحت مرہٹون نے مرشد آباد پر حملہ کیا لیکن علی وردی خان بطور ایلغار کے اس شہر مین آپہنچا اور اُس کو مرہٹون کی لوٹ مار سے بچایا مگر اپنے دوست جگت سیٹھ کو نہ بچا سکا۔ تیئیس لاکھ روپیہ اُسکے گھر سے مرہٹے نکال کر لیگئے اب سارے دکن مین مرہٹے ایسے پھیل گئے کہ گنگا کے مغرب مین سوائے مرشد آباد اور اُسکی نواح کے کوئی جگہ اُن سے خالی نہ تھی یہ موسم برسات کا تھا اس اثنا مین محمد علی وردی خان نے اپنا ساز سامان نہایت درست کرکے ایک سپاہ جرّار لیکر دریاؤن کے پایاب ہونے سے پہلے کشتیون کے پل باندھ کر پار اُتر گیا اور دفعتہً مرہٹون کو جا دبایا اور اُنکو ایسا بھگایا کہ اُنکے سارے خیمے اور اسباب ہاتھ لگے اور جنگلون مین گھیر گھیر کر اُنکا خوب شکار کیا۔ پھر کچھہ دنون بعد مرہٹون نے کٹک پور پر حملہ کیا یہان بھی علی وردی خان نے اُنکو شکست دیدی اور وہ سب کے سب بنگال سے چلے گئے محمد شاہ نے اس حسن خدمات کے عوض مین علی وردی خان اور اُسکے خاندان کو بڑے بڑے خطاب عنایت اور خلعت مرحمت کئے اور صفدر جنگ صوبہ دار اودہ کو حکم دیا کہ اُسکی اعانت کو جائے

مصطفیٰ خان سے مخالفت جنگ علی وردی خان کا ملکان اور اسکا انجام

مگر علی وردی خان نے فتح حاصل کر کے اس سبب کی دوستی سے جو حقیقت مین دشمن کی دشمنی سے زیادہ مخوف تھے نجات پائی اُسکو صفدر جنگ پر شبہہ ہوا کہ کہین وہی ان صوبون کو نہ دبالے ایک مرہٹون سے لڑائی ہو رہی ہو دوسری اس سے ہو جائے تو پھر مشکل پڑے اس لئے صفدر جنگ جب عظیم آباد مین آیا تو بامین مناسب اُسکو لکھہ بھیجا کہ آپکی ضرورت مرشد آباد مین نہین ہو آپ اُلٹے اودھ کو تشریف لیجائیے دس لاکھ روپے بھی سفر خرچ کے لئے بھیجدیئے تکلیف اُٹھانے کی اجرت دیدی اور بادشاہ کو بھی لکھ بھیجا کہ مجھے صفدر جنگ جیسے آدمیون کی استعانت کی ضرورت نہین ہے سب سے زیادہ عمدہ تدبیر بنگال بچانے کی بادشاہ کو سوجھی وہ یہ کہ بالاجی راؤ کو علی وردی خان کی امداد کے لئے بھیجا راگھوجی بھاسکر پنڈت کے شکست پانے سے بڑے طیش مین آیا وہ خود سپاہ کثیر بڑے سامان سے لیکر بنگال پر چڑھ آیا یہان بالاجی مرشد آباد مین اپنے ہم وطنون کے نکالنے کے لئے آپہنچا تھا اسکا سبب کہ یہ کام کیون اُس نے اختیار کیا آگے بیان کیا جائیگا اُس نے راگھوجی کو بالکل اضلاع بنگال سے ۱۱۵۵ھ مین شکستین دیکر خارج کردیا۔ دوسرے برس بھاسکر پنڈت بہت سی سپاہ لے کر بنگال پر چڑھا اور دشمن سے بہت کچھ روپیہ مانگا مگر ایکدفعہ علی وردی خان اور ہی سپاہیانہ پیچ کھیلا مصطفیٰ خان اور راجہ جانکی رام نے تمہید مصالحت مین کوشش کی کچھ ایسے افسانون کے فسون بنائے کہ بھاسکر پنڈت اور اسکے بڑے بڑے سردار اس بات پر راضی ہوئے کہ میدان گنگ پور مین ایک خیمہ کے اندر ملاقات آپس مین ہو اور باقی شرائط صلح کا فیصلہ ہو اس ملاقات مین آخر صفر یا شروع ربیع الاول ۱۱۵۷ھ بھاسکر پنڈت اور اُسکے سب رفیقون کو بلا کر علی وردی خان نے قتل کر ڈالا اور پھر مرہٹون کی سپاہ پر حملہ کر کے شکست دیدی فقط ایک گائکوار کا سردار بچکر گیا۔ مگر اس دغابازی اور فتح دونون سے کچھ فائدہ نہوا۔ علی وردی خان حقارت سے اپنے دشمنون کو تو جانور سمجھتا تھا مگر یہ کام اُسنے مصطفیٰ خان کے ساتھ بڑی دغا کا کیا۔ وہ کیا کرے مقتضائے زمانہ ہی تھا۔ آج کل دغابازی کا بازار گرم تھا سب کو بے ایمانی کا آسرا تھا مہابت جنگ دل کا سخی ہاتھ کا فیاض تھا اور اپنے رفیقون کے ساتھ بڑے بڑے سلوک کرتا تھا۔ اور جو اُن سے وعدہ کرتا اُسے پورا کرتا۔ اب اس کی خرچ میں جب اُسے مشکل پڑی تو طبیعت کی

فیاضی سے رفیقون سے بڑے بڑے وعدے کرلئے مگر انکا پورا کرنا اندیشہ سے خالی نہ تھا غرض کے وقت وعدہ کرنا سہل ہوتا ہی مگر بعد غرض نکلنے کے اُسکا ایفا مشکل ہوتا ہی اٹے وقت مین مصطفیٰ خان سے بہار کی صوبہ داری دینے کا وعدہ کر بیٹھا جب وقت نکل گیا تو یہ سوجھی کہ کہین اپنی طرح سے بہار کی صوبہ داری سے وہ بھی بنگال کی صوبہ داری پر ڈنکا نہ بجائے کیونکہ یہ مصطفیٰ خان ہی اسکا سپہ سالار تھا جس نے اُسکو اس رتبہ پر پہنچایا تھا اُسکی لیاقت کا نقش دل پر تھا غرض اس بات پر دونون مین رنجش شروع ہوئی اتنے مین یہ معاملہ درپیش آیا کہ مصطفیٰ خان کے دو رفیق علی وردی خان کے دربار مین آئے اور اُنہون نے کہا کہ مصطفیٰ خان بھی آتا ہی خواجہ سرا مہابت جنگ سے آکر کہا کہ محل سرا مین تشریف لیچلیے حضور کے گھر مین نواب بیگم کو ہیضہ ہوا ہی مہابت جنگ بیتاب ہوکر اوران دونون آدمیون سے یہ کہ کر کہ تم بیٹھو مین آتا ہون محل مین چلا گیا ان دونون کو شبہ ہوا کہ شاید آج مصطفیٰ خان کے قتل کا ارادہ ہی جو یہ خود بہانا کرکے محل مین چلا گیا ہی یہ سمجھکر وہ وہان سے چلے راہ مین مصطفیٰ خان ملا اُس سے اُنہون نے یہ کہا کہ آج آپ کہان جاتے ہین وہان تو یہ تجویز ہوئی ہی وہ یہ سنکر اُلٹا اپنے گھر آیا اور اپنے تن کے نو ہزار سوارون کو لیکر بگڑ بیٹھا اِدھر بھی سپاہ کی کمربندی ہوئی اُس وقت نہ پوچھو کہ مہابت جنگ کی جان پر کیا بنی ہوئی تھی۔ آخر کو دونون مین یہ فیصلہ ہوگیا کہ مصطفیٰ خان نے استعفا دیدیا اور مہابت جنگ نے اُس کو سترہ لاکھ روپیہ تنخواہ کا اس شرط سے دیدیا کہ وہ اُسکی عملداری مین نہ رہے مصطفیٰ خان آٹھ نو ہزار اپنے آدمیون کے ساتھ مرشدآباد سے چل دیا اور اپنی چھاونی مین آگ لگا گیا جب شہر والون کی جان مین جان آئی اب وہ راج محل مین گیا وہان سے ہاتھی اور توپخانہ لیا پھر بہار کے لینے کا ارادہ مصمم کرلیا۔

## ہیبت جنگ اور مصطفیٰ خان کی لڑائی اور اسکا انجام

اس وقت مہابت جنگ کا بھتیجا ہیبت جنگ بہار مین فرمانروا تھا۔ چچا کا خط آگیا تھا کہ جبتک مین نہ آؤن مصطفیٰ خان سے نہ لڑنا مگر اُس نے اسکا خیال نہ کیا ترہت سے کوچ کیا اور اس پرانے تجربہ کار سپہ سالار اور اُسکی سپاہ آزمودہ کار پر حملہ کردیا قریب تھا کہ اُسکو بالکل شکست ہو اور خود گرفتار ہو مگر عجب اتفاق ہوا کہ ہیبت جنگ کی سپاہ بھاگی جاتی تھی کہ مصطفیٰ خان کا فیلبان گولی کی ضرب سے ہاتھی سے نیچے گرا اس سبب سے ہاتھی بگڑا۔ ناچار مصطفیٰ خان اُس پر سے اس نظر سے کودا کہ ہیبت جنگ کو گرفتار کرلے

مگر اُسکی سپاہ نے یہ جانا کہ وہ بھی فیلبان کی طرح ہاتھی سے گرا ہی اس لئے سپاہ متفرق اور منتشر ہوگئی اور اس بڑے اسپاہی کو سوائے اسکے کچھہ بن آیا کہ میدان سے بھاگ کر اپنی سپاہ مین جا ے غرض یہ لڑائی بڑے لطف کی ہوئی کہ دونون لشکر آپس مین ایک دوسرے سے بھاگے ایک ہفتہ کے بعد مصطفی خان نے پھر ہیبت جنگ کے لشکر پر حملہ کیا مگر ہیبت جنگ کو فتح ہوئی اور مصطفے خان کی زخمی آنکھ مین زخم لگا اور دو اُسکے بڑے رفیق مارے گئے اس شکست کے بعد اُسنے یہ سنا کہ علی وردی خان بھی آتا ہی اس لئے وہ بھاگ گیا چچا بھتیجون کی فوج نے اُسکا سخت تعاقب کیا اور اودھ کی سرحد تک اُسکا پیچھا نہ چھوڑا۔ پھر ایک مدت کے بعد وہ ہیبت جنگ سے لڑا مگر شکست کھا کر مارا گیا۔

اس عرصہ مین علی وردی خان پر مرہٹون کا ایک اور حملہ ہوا راگھوجی کو جب اپنے سپہ سالار بھاسکر اور اُسکے ساتھ اُنیس[19] افسرون کا دغا سے قتل ہونا معلوم ہوا تو اُسکو نہایت غصہ آیا اور اُسنے یہ بھی دیکھا کہ یہان پر فساد اور غدر ہو رہے ہین اور اسکے سبب بے انتظامی اپنے پاؤن پھیلا رہی ہی اس لئے وہ بھی یہان لشکر لیکر اپنے پاؤن پھیلانے آیا اور علی وردی سے بہت کچھہ روپیہ اور ملک مانگا علی وردی خان نے دو مہینے تک تو لیت و لعل میں ٹالا کبھی کچھہ شرائط صلح پیش ہوئین غرض جب موسم لڑائی کے واسطے آگیا تو اُسنے راگھوجی بھوسلا کے لشکر پر حملہ کیا اور کئی دفعہ شکست دی اور ایک دفعہ یہان تک نوبت پہنچی کہ راگھوجی گرفتار ہی ہو گیا ہوتا مگر بچ گیا۔ پھر ایک دفعہ مرہٹون نے مرشدآباد پر حملہ کیا مگر علی وردی خان نے اپنی شجاعت اور دلاوری سے شہر کو محفوظ رکھا یہ مرشدآباد ہی مرہٹون کا مرشد تھا جو اُنکے ہاتھ سے بچا نہین تو مرہٹون نے کسی متمول شہر پر ہاتھ نہین ڈالا جسکو لوٹ لاٹ کر برباد نہین کیا۔ کٹوا کے قریب راگھوجی کو بڑی شکست ہوئی اور ساری اُسکی سپاہ مین بے انتظامی پھیل گئی اس لئے وہ سنہ ۱۱۵۹ھ ۱۷۴۸ء مین اُلٹا چلا گیا اب میدان کی لڑائیان موقوف ہوئین علی وردی خان نے اپنے نواسے سراج الدولہ کی شادی بڑی دھوم دھام سے کی کچھہ دنون امن امان رہا مگر پھر جو جھگڑے شروع ہوئے تو علی وردی خان کے مرنے پر ختم ہوئے۔

راگھوجی بھوسلا جو گرفتار ہی سے بچکر نکل گیا وہ علی وردی خان سے دو افغان سردارون شمشیر خان و سردار خان کی دغا تھی ان دونون سردارون کو موقوف کیا مگر اُسنے یہ بے احتیاطی کی کہ اُن کو چھہ ہزار سپاہ کے ساتھ بہار مین رہنے دیا جسکا انجام بُرا ہوا۔ کٹک میر حبیب کے قبضہ مین مرہٹون کی طرف سے تھا

علی وردی خان کی مرہٹون سے لڑائیان

علی وردی خان سے خلاف مرہٹیان

اس زمانہ مین علی وردی خان کے پیچھے بھی کوئی نہ کوئی کھٹکا لگا رہا اُسنے کٹک کی فتح کا ارادہ کیا اس کام مین کامیابی کی صورت نمودار ہوئی تھی کہ اُسکے دو بڑے سردار میر جعفر اور عطاء اللہ بگڑ بیٹھے اُنکو مرشد آباد مین لاکر موقوف کیا۔ مرہٹون کے سپہ سالار جانوجی نے پھر مرشد آباد پر حملہ کیا مگر اُسکو اپنی بہادری سے اُسنے ہٹا دیا غرض اب اس جوانمرد پر ایک بلاؤن کا دریا اُمنڈ آیا نمک حرام بغیرت بے وفا افسر سردار خان اور شمشیر خان جو بہار مین مقیم تھے اُنھون نے بہت سے اوباش اور بدمعاش اپنے پاس جمع کیے بہار مین اس وقت ہیبت جنگ صوبہ دار تھا اُسنے چچا سے ان دونون بدمعاشون کی معافی تقصیرات کی درخواست کی اور بہت منت وسماجت سے یہ التجا کی کہ اُنکو پھر ملازم رکھ لیجیے اب تک اسکا سبب نہین معلوم ہوا کہ وہ اس بات کو کیون چاہتا تھا اگرچہ مہابت جنگ کا دل اس درخواست کے منظور کرنے سے راضی نہ تھا مگر بھتیجے کی دلشکنی بھی منظور نہ تھی اسلیے اُسنے درخواست منظور کر لی اول ہی ملاقات مین یہ گل کھلا کہ ہیبت جنگ نے اس نظر سے کہ ان دونون بے وفا بے ایمان سردارون کا دل صاف ہو اپنے نوکرون اور پہرہ دار سپاہیون کو علیحدہ کر دیا اور تنہائی مین ملاقات کے لیے بلایا جب شمشیر خان آیا اور وہان اُسنے یہ تنہائی دیکھی تو ہیبت جنگ کو اپنے ہاتھ سے مار ڈالا۔ اور اپنے ہمراہیون کو ساتھ لے جھٹ پٹ پٹنہ پر قبضہ کر لیا ایک غدر مچا دیا ہیبت جنگ کا باپ حاجی احمد بعد سرفراز خان کے برباد کرنیکے بھائی سے ناراض ہو کر گوشہ نشین ہوا تھا اُسکو باغیون نے گرفتار کر لیا اور دولت بتلانیکے لیے نہایت تکلیف دی یہان تک کہ وہ مر گیا گو اُسنے اپنی دولت نہ بتائی مگر باغیون نے اپنی قسمت سے پائی اور اُسکو سپاہ کے بھرتی کرنے مین خرچ کرنا شروع کیا اور بیچارے غریب باشندون سے نہایت جبر اور قہر سے روپیہ وصول کیا اور ہیبت جنگ کی بی بی کو بھی جو مہابت جنگ کی بیٹی تھی یہ باغی لے اُڑے غرض یہ سارا حال سنہ ۱۱۶۱ھ ۱۷۴۸ مین گذرا اب اس وقت اس جوانمرد کی مصیبتون کو دیکھنا چاہیے کہ ادھر ان باغیون کا ادھر مرہٹون کا شور بھتیجے اور بھائی کا قتل ہونا بیٹی کا باغیون کے ہاتھ مین پڑنا جو افسر اپنے پاس ہون اُنکا قابل اعتبار کے نہ ہونا ایسے وقت مین اس دانشمند شجاع نے اپنے منتخب افسرون کو جمع کیا اور اُنکی نہایت تشفی اور تسکین کی اور بڑے بڑے انعام اکرام کے وعدے کیے اور یہ بھی کہہ دیا کہ جو مجھسے ناراض ہو وہ خوشی سے

چلا جائے میرے پاس رہے۔ غرض اس حکمت سے سارے اُس کے افسر خیر خواہ اور سپاہ دل سے ہوا خواہ ہو گئی سب پہلی باتون سے چشم پوشی کر کے اُس نے میر جعفر کو کٹک کا صوبہ دار مقرر کیا۔ اور مرشدآباد عطاء اللہ اور ایک اپنی بھتیجے کو سپرد کیا اور بڑی تیاری اُس نے باغیون کی سرکوبی کے لئے کی اور اُس کے کہنے سے شہر کے تمام دولتمند جنکو لڑنا نہین آتا تھا گنگا کے پار چلے گئے اور اُس نے یہ اشتہار دیدیا کہ سارا شہر مرہٹون سے لڑنیکے لیے تیار رہے اب وہ چالیس ہزار سپاہ اور بہت سا ذخیرہ اور سامان لیکر ایک نواڑہ مین بیٹھ دریا پار اپنے گھر کے دشمنون کے مارنے کے لئے چلا اور جتنا آگے بڑھتا گیا اُسکا لشکر بھی بڑھتا گیا اور باغیون کا سردار اپنی ایک اور خطا بازی کے سبب سے اُس کے ہاتھ مین پڑ گیا جس کا بیان آگے آتا ہے اس طرف سے شمشیر خان بھی پچاس ہزار سپاہ لیکر روانہ ہوا اس اثنا مین راگھوجی بھوسلا کا بیٹا جانوجی اور میر حبیب بھی لشکر لیکر آن پہنچے یہ سارا کام ان مرہٹون اور میر حبیب کے اغوا سے کیا تھا۔ اب یہ افغان اس لشکر مین گئے وہان اُنکو خلعت مرحمت ہوئے اور بہار کی صوبہ داری عنایت ہوئی پھر وہان سے چلے آئے اب ان افغانون کا ارادہ ہوا کہ اپنی تنخواہ کا دعوی اُن پر ثابت کیجیے اس لئے انہون نے میر حبیب کی دعوت کی اور ایک خیمہ مین اُسکو اُتارا اور اُسکے گرد پہرہ چوکی بٹھایا جب وہ چلنے لگا تو افغانون نے کہا کہ سارے کام ہم نے آپکے حکم کے بموجب کئے ہین اب ہماری تنخواہ کا چالیس لاکھ روپیہ عنایت کیجئے بعد بہت گفتگو کے دو لاکھ روپیہ دیکر میر حبیب نے خلاصی پائی غرض اس طرح ان افغانون اور مرہٹون مین اتفاق کی جگہ نفاق ہوا علی وردی خان نے دوسرے روز آنکر باغیون پر حملہ کیا اور اُنکو شکست عظیم دی شمشیر خان مارا گیا اور اُسکے سارے مال اسباب پر قبضہ ہوا اُس کے خیمہ مین جس وقت مہابت جنگ نے اپنی بیٹی کو بھی دیکھا تو خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا۔ مرہٹے جیسے آئے تھے ویسے ہی نامراد چلے اور اس ملک کو بالکل خالی کر گئے۔ کچہ کنک مین باقی تھے اُس نے خدا کا نہایت شکر بھیجا۔ غربا و مساکین مین بہت روپیہ تقسیم کیا اور رفیقون کو مالا مال کر دیا۔ جو باغیون کے اہل و عیال گرفتار ہو کر آئے تھے اُن کے ساتھ نہایت مروت اور محبت سے پیش آیا۔ غرض جو زخم اُس کے دل پر اپنے دوستون کے ہاتھون سے پہلے پہنچے تھے اُنکا اندمال یون ہو گیا اُس نے بہت چاہا کہ حبیب سے صلح ہو جائے مگر اس کام مین کامیاب ہوا۔ اب آئندہ موسم مین کیا دیکھتا ہے کہ مرہٹون کے

جتھو

گروہ کے گروہ اِدھر اُدھر سرحدون پر تاک جھانک کر رہے ہین غرض ان سب تکالیف کے سوا یہ ایک بھاری آفت آئی کہ سراج الدولہ اُس کا نواسہ جس کو وہ بیٹے سے زیادہ چاہتا تھا اُس سے باغی ہو گیا اسے مانا اپنے حق مین کانٹے بونے تھے مرہٹون سے بہت سی لڑائیون کے بعد اُس نے ان شرائط پر سنہ ۱۱۶۴ھ (۱۷۵۱ء) مین صلح کر لی کہ کٹک اُن کے حوالہ کیا اور بنگال کی چوتھ کا بارہ لاکھ روپیہ سالانہ مقرر کیا۔ علی وردی خان کے حالات بھی آصف جاہ کے حالات سے بہت مشابہ ہین بعد بہت سی فتوحات کے اُسکو بھی مرہٹون کے آگے گردن نیچے کرنی پڑی اور اُنکے لیے تھیلی کا مُنہ کھولنا پڑا۔ کچھ دنون اب امن سے کاٹے مگر یہ کھٹکا لگا رہا کہ دیکھیے اب آگے کیا ہونا ہے کیونکہ وہ اپنے نواسے سراج الدولہ کی نالائقی اور بیہودہ مزاجی کو خوب سمجھتا تھا۔

جمادی الاولی سنہ ۱۱۶۹ھ مین اسّی برس کی عمر مین استسقا کے مرض سے وفات پائی ابتدا جوانی سے اُسکو شراب اور رقص و سرود اور ممنوعات کے ساتھ رغبت نہ تھی وہ صوم و صلوٰۃ اور تلاوت قرآن اور اوراد و وظائف کا پابند تھا بہت سویرے اُٹھ کر اول وقت صبح کی نماز پڑھتا اور پھر چند مصاحبون کے ساتھ قہوہ پیتا خود حقہ نہین پیتا تھا مگر اپنے اور رفقا کو پلاتا تھا دو گھڑی دن چڑھے دربار عام کرتا سب سردار اور اہالی موالی و ملازم اور ارباب حاجت حاضر ہوتے ہر شخص اپنا احوال عرض کرتا مقصد حاصل کرتا پھر وہ خلوت مین جاتا وہان خاص رشتہ دار اور بعض مصاحب جمع ہوتے شعر خوانی اور نقل و حکایات بیان ہوتے کھانے کا اُسکو نہایت شوق تھا عمدہ عمدہ کھانے روز یہ سب ملکر کھاتے بعد کھانا کھانے کے سب رخصت ہو جاتے پھر وہ سوتا کچھ سو کر وہ نماز پڑھتا اور پھر قرآن کی تلاوت کر کے عصر کی نماز پڑھتا رات دن مین بعد عصر ایک ہی دفعہ شورہ یا برف کا پانی پیتا اُسکے بعد فاضل عالم جمع ہوتے حدیث و قرآن کا ذکر رہتا دو گھنٹہ یہ صحبت رہتی بعد اُسکے جگت سیٹھ اور عمائد آتے اُن سے معاملات ملکی مین گفتگو ہوتی شہر و دیار کے اخبار کا استفسار ہوتا پھر کچھ تھوڑی دیر ناچ گانے کا شغل رہتا پھر وہ محل مین جاتا رات کو وہ کھانا نہ کھاتا مگر کچھ میوہ وغیرہ سے شوق کرتا جب تہائی شب گذر جاتی تو وہ آرام کرتا دو گھڑی رات رہتی تو پھر ہی صبح کی نماز مین مصروف ہوتا۔ اس عجیب زمانہ مین یہ افغان امیر بھی عجیب غریب صائب تدبیر جوانمرد دلیر تھا

علی وردی خان کی وفات و خصائل

نادرشاہ کے چلے جانے کے بعد شاہجہان آباد کا حال

اب ہم پھر دلی کے حال پر متوجہ ہوتے ہیں۔

نادرشاہ کے جانیکے بعد شہر مُردون سے پُر تھا اور زندون سے خالی تھا کئی دنون پر ویرانی برستی تھی محلے سے محلے جلے پڑے تھے۔ مُردون کی سڑاند سے بھیجا نکلا جاتا تھا نہ کوئی کسی کو کفن دینے والا تھا نہ گور مین دفن کرنے والا تھا مرکر ہندو مسلمان سب ایک ہو گئے۔ ڈھیرون مین جل کر خاکستر ہو گئے یہ تو شہر کی کیفیت تھی۔ دربار کا حال یہ تھا کہ کچھ دنون تو وہ بھاری نیند مین سوتا رہا اور جب اُٹھا تو اُسکی آنکھون مین اسقدر چیپڑ لگا ہوا تھا کہ دیکھنے سے گھن آتی تھی خزانہ مین پھوٹا بادام نہ تھا محاصل اور خراج کا کہین پتا نہ تھا سپاہ تباہ اور خستہ حال تھی اس پر مرہٹون کا بھی خوف بالکل نہین گیا تھا جو صوبے اُنکے قبضہ مین چلے گئے تھے وہ اُنکے ہاتھ سے تباہ ہوئے تھے اُن سب مصیبتون اور آفتون پر درباریون کا جھگڑا نہ چکا۔ وہی ایک فریق تورانی امیرون کا تھا جن کے سرتاج آصف جاہ اور قمرالدین خان وزیر تھے دوسرا گروہ اُن امیرون کا تھا جو اُنکو خارج کرنا چاہتا تھا اور اُن مین بادشاہ بھی شمار ہوتے اگر بیچ مین مرہٹون کا جھگڑا نہ آن پڑتا تو اِن امیرون نے سلطنت کے ٹکڑے کر کے کبھی کے آپس مین تقسیم کر لیے ہوتے اور خاندان تیموریہ کو بے نام و نشان کر دیا ہوتا۔

مرہٹون کے معاملات

جس وقت یہان نادرشاہی ہو رہی تھی اُس وقت باجے راؤ سہما بیٹھا تھا اُس نے یہ کہا کہ نادرشاہ ایسا دشمن ہے کہ اس وقت سب آپس کے جھگڑون کو سمیٹ کر لپیٹ رکھین اور دکن کے ہندو مسلمان دونون ملکر اپنے دشمن سے سمجھ لین مگر اتفاق کہان تھا خیر جب نادرشاہ چلا گیا تو باجے راؤ مین پھر دم آیا اور اُس نے وہی اپنا دعوی پیش کیا کہ آصف جاہ نے جو عہدنامہ لکھا ہے اُس پر بادشاہ مہر و دستخط کرے (اس عہدنامہ کا حال وہان لکھا ہی جہان سے نادر کا ذکر شروع ہوتا ہی) اب اس کام کے لئے اُسکو دہلی جانا چاہئے تھا مگر اُس نے دکن کو اپنی مہمات کے لئے پسند کیا کہ پیشواؤن کے خاندان کو مرہٹے بُری نظرون سے دیکھتے تھے اور اُسکے بہت سے رقیب اور حریف پیدا ہو گئے تھے اور اُسکے ہاتھ سے راجہ کو چھٹانا چاہتے تھے سیندھیا اور ہلکر تو البتہ خیرخواہ اس خاندان کے تھے کیونکہ اُنکی نمود اور شان اِن ہی کے سبب سے ہوئی تھی ٹرمبک دھابری کا جھگڑا اب تک فیصلہ نہوا تھا سری پت راؤ اُسکا پُرانا رقیب موجود تھا جتنے قدیمی خاندان مرہٹون کے تھے وہ اس پیشوا کے

انتظام سے خاک میں ملے جاتے تھے اس لئے اُس کو آگ سے جلانا چاہتے تھے۔ گائکواڑ کے خاندان کے حقوق میں گجرات کے اندر اس پیشوا کے انتظام سے خلل پڑ رہا تھا سب رقیبوں میں طرار حصہ قوت شوکت راگھوجی تھا وہ کئی دفعہ پیشوا سے انتظام سلطنت ستارا کے باب میں جھگڑے اُٹھا چکا تھا۔

آصف جاہ کے ملک پر باجی راؤ کا حملہ کرنا اور شکست کھانا اور اُس سے صلح ہو جانا

باجی راؤ نے آصف جاہ کے ملک پر حملہ کیا۔ اس وقت آصف جاہ تو دلّی کے دربار میں تھا مگر اسکا بیٹا ناصر جنگ باپ کا قایم مقام تھا وہ دس ہزار سپاہ لئے برہانپور میں پڑا تھا۔ باجی راؤ نے اول شہر کا محاصرہ کیا۔ اسکو یہ خیال تھا کہ اس تدبیر سے اُسی طرح کامیاب ہونگا جیسا کہ اُس کے باپ پر فتحیاب ہوا تھا مگر اس نوجوان عالی ہمت نے اپنی ایسی قدرت دکھائی کہ اُسکو شکست دی اور جب اُسکو امداد پہنچ گئی تو اور دشمنوں کو شکست دیکر احمد نگر پر پہنچ گیا اور پونہ کا قصد کیا۔ اس وقت پیشوا نے صلح کرنے کو مصلحت جانا ۱۷۴۰ع ۱۱۵۳ھ میں اُس نے آشتی کر لی۔ اس وقت وہ بڑی بڑی پریشانیوں میں گرفتار تھا کہ اپنے گرو کو یہ مایوسی کا خط لکھا ہو کہ مجھے بڑی بڑی مشکلات پیش ہیں۔ قرض دینا ہے ہر طرف سے مایوسی نے گھیر رکھا ہو میرا حال اس وقت ایسا ہو جیسا کہ کوئی شخص زہر کھانے کو بیٹھا ہوا اب میں دارالسلطنت ستارا کو جاتا ہوں وہاں میرے بہت دشمن ہیں وہ میری چھاتی کو اپنے پیروں سے دلینگے اس وقت تُو آجائے تو میں تیرا اُسکا ممنون منت ہوں معلوم نہیں اس وقت اُسکو کیا سوجھی تھی کہ وہ ہندوستان خاص کو جاتا تھا کہ صفر ۱۱۵۳ھ اپریل ۱۷۴۰ع میں دریائے نربدا پر موت نے دامن پکڑ لیا سارے منصوبے خاک میں مل گئے اُس کے تین بیٹے تھے۔ ایک بالاجی راؤ وہ اپنے باپ کے عہدہ پر پیشوا مقرر ہوا۔ دوسرا رگھناتھ تیسرا شمشیر بہادر جو ایک مسلمان عورت کے پیٹ سے تھا مگر اُسکے زیر حکومت سارا بندیلکھنڈ تھا (باندہ کے نواب اُسی کی اولاد میں سے تھے)

باجی راؤ کی موت ۱۷۴۰ع

موت کے آنے سے پہلے باجی راؤ کے آخر زمانہ میں اُسکا بھائی جمناجی کاکن میں لڑائیاں لڑ رہا تھا جن دشمنوں سے وہ لڑ رہا تھا اُن پاس ایسے قلعے اور جزیرے تھے کہ ایک طرف اُنکے سمندر دوسری طرف پہاڑ اور جنگل تھے اُنکے فتح کرنے کے واسطے بہت کچھ سامان کی ضرورت اس نے جمناجی کو اُنپر فتح نہیں حاصل ہوئی۔ اب ان دشمنوں کی تفصیل یہ ہے کہ ایک کولابہ کا مشہور قزاق انگرائی تھا

وہ برائے نام ساہوجی کا مطیع تھا وہ اس ہزنی کو اپنی بجری چوتھ کہا کرتا تھا۔ انگریزون نے بھی پرتگیزون کی مدد لیکر اُسپر وار کئے مگر کچھہ نہ کرسکے۔ ہالینڈ والون نے بھی اُس سے سمجھنا چاہا مگر کوئی اُس سے نہ سمجھہ سکا۔ اُسکے خاندان مین دو بھائیون مین فساد ہوا جن مین سے ایک بھائی کی طرفداری پیشوا نے کی دو قلعے اُسکے جو گھاٹون کے نیچے تھے لے لئے مگر اُس سے یہ جھگڑا ختم نہ ہوا۔ ایکدفعہ پیشوا نے انگریزی بیڑے کی امداد سے بھی اُسپر حملہ کیا مگر کوئی فیصلہ پیشوا کی زندگی مین اس کام کا نہ ہوا۔ دوسرے دشمن اُس کے سیاہ رنگ کے مسلمان جنجرہ کے حبشی تھے وہ خشکی مین بھی مرہٹون کو چین نہین لینے دیتے تھے اُنکے ملکون کو اپنا ہمرنگ بنا دیتے تھے بہت سے قلعون پر انہون نے قبضہ کرلیا۔ پیشوا کی سعی اور کوشش کا غایت یہ نتیجہ تھا کہ ۱۱۴۹ھ ۱۷۳۶ء مین انکو اس بات پر راضی کرلیا کہ وہ اُنکی لوٹ کھسوٹ سے باز آئین تیسرے فرنگستانی دشمن پرتگال والے پرتگیز تھے اُن سے یون لڑائی کی ٹھنی کہ وہ انگرائی کے دو بھائیون کی لڑائی مین ایک بھائی کے طرفدار تھے سنہ ۱۱۵۰ھ ۱۷۳۷ء یہ لڑائی شروع ہوئی ۱۱۵۳ھ ۱۷۴۹ء مین یون ختم ہوئی کہ سالسٹی و بسائن اور کونکن کے دو چار شہر جو اُسکے قبضہ مین تھے چھن گئے۔ بسائن کے محاصرہ مین پانچہزار آدمی مقتول ہوئے پس اسی پر قیاس کرنا چاہئے کہ اُسکا کسقدر نقصان ان لڑائیون مین ہوا ہوگا۔ باجے راؤ کو یہ خیال تھا کہ جو اُسکا جانشین ہوگا اُس کو ان مصائب کا ہجوم ضرور اُسکو مغلوب کریگا۔ مگر اُسکا بیٹا بالاجی جو جانشین ہوا وہ ایسا ہوشیار اور عاقل تھا کہ اُس نے باپ کی مصیبتون کا بوجھ سہار لیا اور اُس نے نہایت استقلال اور ہمت سے ساری مشکلون کی دلدل سے اپنے تئین نکال لیا

دشمنون کا ذکر ہم پہلے ہی لکھہ چکے ہین ان سب مین بھوسلا خاندان کا بانی رگھوناتھ عضب تھا وہ لشکر کے آس پاس ملک کا رہنے والا تھا پہلے وہ سوارون مین نوکری کرتا رہا مگر جب راجہ ساہو دلی کی قید سے رہا ہوکر آیا تو یہ اسکا دل سے رفیق ہوا۔ راجہ نے اُسکو برار اور اُسکے آگے جو جنگلی ملک تھا اُسکا حاکم مقرر کردیا جب وہ مرگیا تو اُسکا بیٹا جانشین نہ ہوا۔ بلکہ راگھوجی بھوسلا اُسکا چچیرا بھائی جانشین ہوا وہ راجہ کا رفیق بھی تھا اور ہمزلف بھی۔ اب اُس نے ملک برار مین اپنی حد سے پرے اُس علاقہ پر جو خاص باجے راؤ سے علاقہ رکھتا دست درازی شروع کی اور محصول اور خراج وصول کیا اس سبب سے پیشوا کو

ناگپور کے دشمن

اندلشیہ پیدا ہوا۔ اور یہ بھی خطرہ ہوا کہ کہین راجہ اُسکو متبنیٰ نہ کرے اور راج اُسی خاندان مین قایم ہو جاے۔

بالاجی کی جانشینی کے خلاف سازشین

جس وقت باجے راؤ مرا تو راگھوجی بھوسلا جو کرناٹک مین سپہ سالاری کر رہا تھا۔ ستارہ مین دوڑا آیا اور باپوجی نائک کو پیشوا بنانیکے لئے ساتھ لایا۔ یہ نائک بڑا دولتمند اور معزز تھا اور باجے راؤ پیشوا پر اُسکا روپیہ لینا تھا اُسکو یہ پٹی پڑھائی کہ اپنا روپیہ بالاجی سے لیکر اُٹھے۔ قرض کا یہ سبب ہو گیا تھا کہ ملک تو ویران پڑا تھا اُسے ایسا محاصل حاصل نہ ہوا تھا کہ بڑی بڑی مہمات کے خرچ کے لئے کافی ہوتا ناچار اُسکا خرچ قرض سے ہوتا تھا۔ اب بالاجی کو یہ دقت پیش آئی کہ ہندوؤن کے ہان ایسے وقت مین باپ کا قرض نہ چکانا بڑی بیغیرتی کی بات سمجھی جاتی تھی۔ سوا اسکے نائک نے راجہ کو بھی نذرانہ اس نظر سے پیش کیا کہ اُسکو عہدہ پیشوا ملجاے۔ مگر بالاجی کا پایہ بالا تھا۔ اس لئے کہ سری پت راؤ جیسا باجے راؤ کا مخالف تھا ایسا ہی راگھوجی سے ناموافق تھا۔ باجے راؤ کا نہایت لائق بھائی جمناجی آیا۔ دل و جان سے اپنے بھتیجے کا پیشوا ہونا چاہتا تھا۔ بالاجی کا دیوان ایسا ہوشیار تھا کہ تھوڑے دنون مین روپیون کے توڑون کا ڈھیر لگا دیا۔ ان سب باتون کے سوا خود بالاجی کی لیاقت اور شہرت دوسرے اُسکے باپ دادا کی عزت تیسرے اس عہدہ کا موروثی استحقاق ان سب باتون کے سبب سے اُسے روپیہ کا کیا توڑا تھا سارا قرض فوراً ادا کیا۔ نائک جی اپنا سا مُنہ لیکر رہ گیا۔ راگھوجی یہ پہلی ہی دفعہ کی ٹھوکر کھا کر چلا گیا بالاجی نے اپنے قوی دشمن کو یون زیر کیا۔ پھر جو اور دشمن مقابلہ کے لئے کھڑے ہوے اُنکو بھی ہمیشہ جیت لیا۔

بالاجی کے حالات کا تتمہ

نظام الملک سے بالاجی کی کمال دوستی تھی اس واسطے کہ جب ناصر جنگ اُسکا بیٹا باپ سے باغی ہوا اور وہ دہلی سے آیا تو بالاجی اُسکی کمک کو گیا اور اُسکے بیٹے کو ۱۱۵۵ھ مین مغلوب کیا اس سبب سے نظام الملک نے اس امر مین کوشش کی کہ بالاجی کو مالوہ ملجاے۔ ان ہی دنون مین اتفاق سے جمناجی آیا پیشوا کا چچا مر گیا۔ اور ایک بیٹا سدیشو راؤ دس برس کا چھوڑ گیا۔ باپ کے مرنے سے یہ لڑکا اناتھ ہو گیا اور ایسا جنگلی بھینسا بن گیا کہ کوئی اُسکی نکیل پکڑ کر کسی طرف نہ گھسیٹ سکا۔ آئندہ اُسکا حال پڑھو گے اسکے سبب سے مرہٹون کے سر پر کیا آفت آئی۔

برس روز تک بالاجی اپنے ملکی انتظام مین مصروف رہا۔ پھر ہندوستان خاص کی طرف

متوجہ ہوا۔ ان دنون مین راگھوجی بھوسلا نے بنگال پر حملہ کیا تھا جسکا حال پہلے بیان کر چکے ہین کہ بالاجی پیشوا نے بادشاہ کی طرف ہوکر محمد علی وردی خان کی ایسی اعانت کی کہ راگھوجی کی وہان چلنے نہ دی۔ اس حسن خدمت کے جلدو مین بادشاہ کی طرف سے اُسکو صوبہ مالوہ ملا جسکی مدت سے تمنا تھی اور ۱۷۴۳ء مین شاہزادہ احمد شاہ کا اس صوبہ مین نایب مقرر ہوا۔ اور اور شرائط اس صوبہ کے عطا کرنے کی یہ تھین کہ وہ اس صوبہ مین امن امان رکھے۔ موافقت کے واسطے جو جاگیرین اور اراضی مقرر ہین اُنکے اندر دست اندازی نہ کرے۔ نربدا کے پار کسی اور مرہٹے افسر کو اُترنے نہ دے اور بادشاہ کی اعانت اور کمک ایک ہزار سپاہ سے کیا کرے۔ بالاجی نے ان شرائط مین سے بعض کے پورا کرنیکے لیے دھار کے راجہ پوار سے اتحاد پیدا کیا۔ اس راجہ نے باجی راو پیشوا کے مقابلہ مین ترمبک کی اعانت کی تھی۔ اس اتحاد سے یہ فائدہ تھا کہ وہ کسیقدر مغرب مین نگاہ رکھیگا اور مشرق مین راگھوجی کی روک ہوگا۔

بالاجی کا مالوہ پر تصرف ہونا اور بعض اور معاملات

۱۷۵۲ء مین مغلوں کے دربار سے مرہٹون کو اُن صوبون مین سے چوتھ وصول کرنے کی اجازت ہوگئی جن مین کبھی کبھی اُنکی لوٹ کھسوٹ ہوتی تھی مگر اُسکی کوئی سند بادشاہ کی طرف سے مرحمت نہین ہوئی۔ اس وقت مرہٹون کا راجہ بھی معاملات ملکی مین مداخلت نہین کرتا تھا مگر سیواجی کی نسل مین سے تھا مرہٹے اُسی کو اپنا دیوتا مانتے تھے۔ جو بادشاہی صوبون کے محصولات کا انتظام تھا اُسکا فیصلہ وہی کرتا تھا پیشوا ہر ایک مہم کے بعد اُسکی آمد خرچ کا بند حساب راجہ کے سامنے پیش کرتا۔ کوڑی کوڑی کا حساب اُس مین لکھا ہوا ہوتا مگر بعض اوقات اس حساب کتاب کے معاملات ایسے پیچ در پیچ آجاتے تھے کہ اُنکا فیصلہ ہونا مشکل ہوتا تھا جب راگھوجی نے بنگال پر حملہ کیا۔ اُسکے برخلاف پیشوا نے بادشاہ کی طرفداری کی اور اپنا احسان بادشاہ پر کیا۔ اور محمد علی وردی خان سے جدا روپیہ وصول کیا مگر جب ستائے مین راگھوجی نے سازش اُسکے برخلاف قائم کی تو اُس سے جھگڑے چھوٹے اُس نے اپنے تمام حقوق جو دریائے نربدا اور تپا ندی کے پار ملکون مین تھے راگھوجی کو ۱۷۵۱ء مین دیدیئے اور اُسکو اُن اضلاع مین مطلق العنان کر دیا۔

مرہٹون کا ملکی انتظام

آصف جاہ کی وفات

ناصر جنگ جو باپ کا قایم مقام دکن میں تھا ۱۱۵۴ھ میں باغی ہو گیا۔ اس لئے آصف جاہ دہلی سے دکن آیا اور بیٹے کو مغلوب کیا۔ بعد اسکے وہ ارکاٹ کے فسادوں میں مبتلا رہا۔ آخر کو جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ (جون ۱۷۴۸ء) ستتر برس کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔ پھر اس کے بیٹون میں فساد برپا ہوا جس کا حال انگریز اور فرانسیس کے حال میں لکھینگے ہم نے اس زمانہ کی تاریخ کا بیان ہندوستان کی مفصل تاریخ سلطنت انگلشیہ میں لکھا ہے۔

آصف جاہ اور باجی راؤ پیشوا

آصف جاہ کے مرنے پر ہم کو اسکا رقیب باجی راؤ جو اس سے آٹھ برس پہلے مرگیا تھا یاد آگیا۔ دکن میں اس زمانہ کے اندر دو آدمی گذرے ہین انکی حالت مین مماثلت اور مشابہت بہت تھی گو بعض باتو مین مخالفت ہو۔ ایک تورانی امیر زادہ دوسرا ہندوستان کا برہمن دونو بڑے باپ کے بیٹے۔ دونون کے دل اس تمنا سے بھرے ہوئے کہ کوئی اپنے خاندان مین جدا سلطنت جمائین۔ دونون صاحب تدبیر شمشیر نظم عالی آصف جاہ کا مزاج بالکل شیر کا سا کہ جس وقت کوئی اسے چھیڑے تو غصہ مین آکر آپے سے باہر ہو جائے مگر اس شیر مزاجی پر روباہ بازی کرنا اسی کا کام تھا۔ باجی راؤ کا مزاج غصیلا نہ تھا مگر مکر و فریب کرنے مین آصف جاہ سے کم نہ تھا۔ ایک راجہ کے دربار کا کارکن تھا۔ اور بہت سے رقیب رکھتا مگر کوئی اس سے زیادہ لائق نہ تھا۔ راجہ مستقل مزاج تھا دوسرا بادشاہ کے دربار کا کارکن تھا اور وہان بہت سے رقیب رکھتا تھا جن مین سے بعض اس کے ہمسر اور بعض برتر تھے۔ اور بادشاہ تلون مزاج تھا۔ آصف جاہ کے پیچھے بلائین بہ نسبت باجی راؤ کے زیادہ لگی ہوئی تھین۔ باجی راؤ کا دشمن کبھی راجہ نہین ہوا۔ اسکی بیخ کنی کے درپے نہ ہوا۔ برخلاف اسکے بہت دفعہ آصف جاہ کے برباد کرنے پر بادشاہ کا ارادہ ہوا۔ آصف جاہ کے ایک طرف پانی رہتا تھا (یعنی بادشاہ) کہ جس کے اندر ذرا ہوکے تو ڈوب جائے۔ دوسری طرف آگ رہتی تھی (یعنی مرہٹے) جسکی آنچ سے ہر وقت جلنے کا اندیشہ رہتا تھا۔ باجی راؤ پاس اپنی جدا امارت اور سلطنت کی عمارت قائم کرنے کے واسطے مصالح موجود تھا فقط تعمیر کرنا تھا برخلاف اس کے آصف جاہ کو مصالح بھی بہم پہونچانا اور پھر عمارت بنانا دونون کام کرنے تھے۔

آصف جاہ کے انتقال کے برس روز بعد دسمبر ۱۱۶۲ھ (۱۷۴۹ء) مین راجہ ساہو کا انتقال ہوا۔ اس راجہ نے

راجہ ساہو جی کی وفات ۱۵ دسمبر ۱۷۴۹ء

مدت تک راج کیا۔ وہ سیواجی کا پوتا تھا اور اورنگزیب کا قیدی تھا۔ پیشواؤں کے تین پشتون کا مربی تھا مرہٹون کا بڑا راجہ تھا۔ غرض یہ وقت بھی ہندوستان مین عجیب گذرا ہے جہان دیکھو وہان ایک جھگڑا کھڑا ہی۔ اب اس راجہ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اُسکی نیت یہ تھا کہ وہ اپنے رشتہ دار پُرانے دشمن کولاپور کے راجہ کو متبنےٰ کرے مگر اُسکے بھی اولاد نہ تھی۔ اس سے مرہٹون کا یہ ارادہ ہوا کہ راجہ سے کہکر سیواجی کے بڑے چچا دتوجی کی اولاد مین سے کسی کو متبنےٰ کرائین۔ اس دور کے رشتہ مند خاندان مین کوئی شخص منتخب کرکے ابھی راجہ نے متبنےٰ نہین کیا تھا کہ اُسکی رانی سکوار بائی جو راجہ کی مالک تھی وہ اس تمنا مین تھی کہ کوئی چھوٹا لڑکا متبنےٰ کیا جائے۔ وہ صغرسنی کے سبب سے فقط نام کا راجہ ہو اور مین خود راج کی مالک ہون مگر یہان پردۂ غیب سے کچھہ اور ہی گُل کِھلا اور سلطنت کے اندر ایک اور ہی راز سربستہ کھُلا۔ رام راجہ کی بیوہ رانی تارا بائی اب تک زندہ تھی گو عمر مین بوڑھی تھی مگر عالی ہمتی اور اولوالعزمی مین جوان تھی۔ اُسنے یہ کہا کہ سیواجی دوم کے مرنے کے بعد اُسکے ہان بیٹا پیدا ہوا ہی اُسکو مین نے چھپا رکھا ہی راج کا حق اس میرے پوتے کا ہی وہ مرہٹون کا مہاراجہ بنایا جائے اُسکا نام رام راجہ دوم رکھا جائے۔ اب تک اس مین شبہ ہی کہ تارا بائی کا یہ بیان صحیح تھا یا غلط تھا۔ اس پوتے کے جانشین ہونے سے اُسکے خود ہاتھ مین سلطنت آتی تھی۔ سکوار بائی جو اپنی سلطنت چاہتی تھی اس بات کو سنکر آگ بگولا ہوئی کہ یہ دوسری آواز کدھر سے آئی اس لیے اُسنے اپنی طرح کا ایک تبنٰی راجہ بنانا چاہا۔ بالاجی جب بہت سی فوج لے کر ستارے مین آیا تو یہان اُسکی جان عذاب مین پھنسی کہ دونون عورتون نے اپنے اپنے منصوبے کا سامان درست کر رکھا ہی۔ عورتون کی ہٹ مشہور ہے یہ دونون اُسکی خود حکومت کی مخالف تھین مگر وہ یہ جانتا تھا کہ سیواجی کے خاندان پر تو مرہٹے مٹے ہوئے ہین اور برہمن پیشواؤن سے پہلے ہی خار کھائے ہوئے بیٹھے ہین۔ اس لیے یہ وقت ایسا نہین ہے کہ مین اپنے اس ارادہ کو ظاہر کرون کہ راجگی کو موقوف کرکے خود سب مرہٹون کا راجہ بن جاؤن۔ تارا بائی سے بالاجی تو ڈر گیا مگر سکوار بائی نے اُسکی کچھہ حقیقت نہ سمجھی اور اس کے مخالف تدبیرین کرنی شروع کیں اور اس اپنے ارادہ کے چھپانے کے لیے یہ مشہور کیا کہ مین راجہ کے ساتھ ستی ہونگی۔ بالاجی غضب کا پُتلا تھا اپنے مقصد کے حاصل کرنے مین کسی سے

کام کرنے مین پرہیز نہ کرتا تھا۔ اب وہ اپنی چال نہایت فطرت اور سلیقہ کے ساتھ چلا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ سکوار بائی پاس سپاہ عمدہ موجود ہی بڑے بڑے آدمی اُسکے طرفدار ہین وہ منتظر بیٹھے ہین کہ اِدھر راجہ کا دم نکلے اُدھر بالاجی سے تلوار چلے۔ اس لئے اول اُس نے ایسی تدبیرین کین کہ ساری فوج بس مین آجائے اور جتنے رانی کے رفیق اور اُسکے مخالف تھے سب دوست ہو جائین تاکہ جب وقت راجہ مرے تو رانی کچھ نہ کر سکے۔ اسکے سوا ایک اور تدبیر یہ کی کہ اُس نے تارا بائی کے غصہ اور غضب کو افروختہ نہ ہونے دیا۔ اور اُس نے جو اپنے پوتے کی کہانی بنائی تھی اُسے یقین کر لیا۔ اس مین اُسکو دو فائدے حاصل تھے اول یہ کہ تارا بائی اُس کے ساتھ سکوار بائی کی مخالفت کے لئے تیار ہو گئی۔ دوم اس بہانہ سے کسی وقت موقع پا کر راجہ سے یہ سند لکھوائی کہ اُسکو تمام مرہٹون کی سلطنت کا اختیار اس شرط پر دیا جاتا کہ وہ سیواجی کے خاندان کا نام تارا بائی کے پوتے رام راجا کے نام سے قائم رکھے۔ غرض یہ ایک دستاویز ہزارون لشکر سے زیادہ بالاجی کے کام آئی۔ جب راجہ مرا تو بطور طنز کے اُسکی رانی کو یہ کہلا بھیجا کہ آپ ستی ہونے کے لئے تکلیف نہ اُٹھائین۔ اس سے وہ یہ جانتا تھا کہ اس عورت کو غیرت اور اپنی قول کا پاس ہوگا تو وہ ضرور راجہ کے ساتھ ستی ہو گی۔ غرض جب راجہ مرا تو اُس نے رام راجہ کو راج گدی پر بٹھایا۔ کسی سردار نے شمشیر کے خوف سے کسی نے تدبیر کے زور سے کسی نے جاہ و منصب کے لالچ سے اس راجہ کو راجہ مان لیا اور بالاجی نے طرح طرح کی مناسب تدبیرون سے اس راجہ کو سارے مرہٹون کا راجہ بنا دیا۔ راگھوجی کو تمام پہلے حقوق عنایت ہوئے۔ اور سری پت کی جائداد منضبطہ سے بھی کچھ حصہ دیا گیا۔ ہلکر اور سیندھیا کو سارا مالوہ دیدیا گیا۔ مگر وہ حصہ مستثنیٰ رہا جو پہلے اورون کو جاگیر مین دیا تھا۔



بالاجی کی حکومت بغیر لڑے بھڑے قائم نہ ہوئی۔ تھوڑے دِنون اُسکی حکومت مین بڑے خطرے اُس کے چچیرے بھائی سدلشیو راؤ عرف بھاؤ کے جھگڑون سے پیدا ہوئے مگر سب کا انجام بالاجی کے حق مین بخیر ہوا۔ راجہ رام نے سارا سلطنت کا اختیار پیشوا کو بعض شرائط ٹھہرا کر دیدیا تھا۔ مگر وہ شرائط پوری نہ ہوئین جب بالاجی اورنگ آباد کو حیدر آباد کے جھگڑون مین دخل دینے کے واسطے روانہ ہوا تو تارا بائی نے راجہ رام سے ملکر یہ کہا کہ تو اپنا سارا اختیار

راجائی کا لے لے۔ اور یہ جو تو نے پیشوا سے اقرار کر لیا ہے اُسے توڑ۔ مگر جب راجہ کو اُس نے دیکھا کہ وہ اُسکا کہا نہین مانتا تو اُس کو ایک قلعہ کے اندر قید کر دیا اور اُسکو مشہور کر دیا کہ وہ جھوٹا اور فریبیا ہے۔ اور اس قلعہ کی حفاظت اُن مرہٹون کے سپرد کی جو بہت قدیمی نوکر اس گھرانے کے تھے اور وہ پہلی سب باتون کو دیکھ چکے تھے اور پیشوا کے اختیارات پر دانت پیستے تھے اور اُسنے راجہ کے اُن آدمیون پر توپین لگا دین جو پہرون پر بے خبر پڑے تھے۔ اور پیشوا کے سارے سپاہیون نے جو جابجا پڑے ہوئے تھے گولے برسانے شروع کئے اور دتاجی گائکوار کو جو پیشوا سے خار کھائے بیٹھا تھا اور بہت سے بخار لئے دم بخت ہو رہا تھا بلا لیا۔ دتاجی اپنے دھن بھاگ سمجھا کہ آج یہ دن نصیب ہوا کہ پیشوا کو بالکل دارالسلطنت سے نکالنے کے واسطے بلایا گیا۔ پندرہ ہزار سوار اُس پاس تھے پیشوا کے طرفدار اُس سے لڑنے گئے مگر اُن کو شکست ہوئی۔ غرض گائکوار اور تارا بائی دونون نے ملکر بہت سے قلعے فتح کر لئے اور سری پت کے کسی رشتہ دار کو اُنھون نے پت نیدھی یعنے وزیر اعظم مقرر کیا۔ بالاجی بہت شتابی سے ستارے مین آ گیا اُس نے سنہ ۱۱۶۴ھ /۱۷۵۱ع مین دتاجی کو دغا سے قید کر لیا۔ مگر تارابائی وہ رعب داب کی عورت تھی کہ اُسکو وہ مطیع نہ کر سکا۔ باقی حال مفصل تیسرے حصہ مین دیکھو۔ ان مرہٹون کے ذکر نے ہماری تاریخ کے سلسلہ کو توڑ دیا اور جن بادشاہون کی سلطنت کا ذکر کرتے تھے اُس سے آگے کے زمانہ مین چلے گئے۔ مگر اُسکے بغیر ہمکو کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ ہندوستان کی سلطنت کے جب ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تو اُنکا جدا جدا بیان کرنا چاہیئے۔ اب ہم پھر دلّی کی تاریخ کی طرف متوجہ ہوتے ہین۔

دلی کا حال

سنہ ۱۱۵۳ھ /۱۷۴۰ع تک دہلی کی سلطنت کا بیان کر چکے ہین اب سنہ ۱۱۵۴ھ /۱۷۴۱ع سے پھر شروع کرتے ہین اس سال مین یہ واقعہ پیش آیا کہ نادر شاہی مین قمرالدین خان وزیر کا بیٹا بدرالدین خان مارا گیا یا مفقود الخبر ہو گیا۔ ایک دستاویز اُسکی جائداد کی اولاد کے نام لکھہ کر وزیر عمدة الملک امیر خان کو دی کہ بادشاہ سے دستخط کرا دے۔ اُسنے اُس کا کچھہ خیال نہ کیا جب اس سبب سے وزیر اور آصف جاہ دونون رنجیدہ خاطر ہوئے تو ایکدن عمدة الملک نے علانیہ بادشاہ سے ان تورانی امیرون کی نسبت کچھہ کہا تو ان دونون نے سپاہ جمع کر کے بادشاہ سے کہا کہ ہم کو حج کو جانے کی اجازت دیجئے یا امیر خان کو

الہ آباد کی صوبہ داری پر بھجوائے۔ یہ کہہ کر شہر سے باہر اپنے خیمے روانگی کے واسطے جا دیئے مگر بادشاہ نے اُن کی خاطر سے امیر خان کو الہ آباد کی صوبہ داری پر بھجوا دیا موتمن الدولہ اسحٰق خان شوستری پایہ کا امیر تھا وہ اس سال مین مرگیا اُسکی بیٹی کی شادی ابو المنصور خان صفدر جنگ سے کر دی اسی سال مین آصف جاہ دِلّی سے دکن کو گیا اور اپنے بڑے بیٹے غازی الدین خان کو یہان بادشاہ پاس چھوڑ گیا اُسکی شادی قمر الدین خان کی بیٹی سے ہو گئی اس ناتے رشتے کے سبب سے اِن دونون تورانی امیرون مین اتحاد پیدا ہوا اور اس اتفاق سے اُنکے مخالفین کی سازشون کا بازار سرد ہوا۔

یہی زمانہ روہیلون کی سرکشی کا ہی یہ قوم افغانستان سے آنکر ہندوستان مین بسی تھی اور اس ملک کی پچھلی لڑائیون مین اُس نے نام پیدا کیا تھا۔ اور آخر کو گنگا کے مشرقی ملکون مین اودھ سے لیکر پہاڑون تک اُسکا تسلط ہو گیا تھا اصل اُسکی یہ ہے کہ شہاب الدین خان روہیلہ کے دو بیٹے حسن خان اور شاہ عالم خان تھے حسن خان کا بیٹا دوندے خان تھا شاہ عالم خان کا بیٹا حافظ الملک رحمت خان شہاب الدین خان کا ایک متبنّے داؤد خان تھا وہ ہندوستان مین آیا جب اُسکو نوکری نہ ملی تو اُس نے قزاقی کا پیشہ اختیار کیا اور عالمگیر کے عہد مین اسطرح کچھ اسباب اپنا جمع کیا اُسکے کچھ اولاد نہ تھی ایکدن راہ مین ڈیڑھ برس کا لڑکا پڑا پایا معلوم نہین وہ ہندو تھا یا مسلمان تھا (علی محمد خان والی رامپور کا جد اعلےٰ ہی وہ جاٹ کا لڑکا مشہور ہی مگر نواب کلب علیخان مرحوم والی رامپور نے اپنے خاندان کو سید قرار دیا ہی اس لئے اس لڑکے کو حضرت موسےٰ کاظمؑ کی اولاد مین ثابت کیا ہی) اُسکو لیکر پالا اور علی محمد خان اُسکا نام رکھا جب وہ چودہ برس کا ہوا تو داؤد خان مرگیا۔ اُسی کو اپنے مال اسباب کا وارث کر گیا غرض چند روز بعد علی محمد خان کا غلغلہ شروع ہوا اور پہاڑ سنگھ فوجدار بریلی کا وہ ملازم ہوا اُسکے سبب سے اُسکا عروج شروع ہوا پھر وہ جنگلون مین چلا گیا مینی گڈہ مین جا کر اُس نے اپنا مسکن بنایا نوبت خانہ ڈیوڑھی پر بجوایا اپنے تئین نواب مشہور کرایا جب کسی نے کہا کہ یہ باتین کرنی حکم شاہی بغیر زیبا نہین تو اُس نے یہ جواب دیا کہ بادشاہ کے

حکم کی ضرورت ملازمون اور نوکرون کو ہی جو شخص خود شمشیر زنی سے ملک حاصل کرے اسے ان حکمون کی احتیاج نہین۔ غرض یہان تک اُسکا عروج ہوا کہ اُسکے آقا زادے حافظ الملک رحمت خان اور دوندے خان اُسکے ہان ملازم ہوئے۔ جب اُسکی ان حرکات کی خبر محمد شاہ کو ہوئی تو نواب وزیر الممالک قمر الدین خان کی طرف سے سرہند فوجدار مراد آباد کے نام حکم آیا کہ علی محمد خان کی تنبیہ کرے۔ ان دونون مین لڑائی ہوئی سرہند لڑائی مین مارا گیا۔ روہیلون کو فتح حاصل ہوئی اور بہت مال اسباب اُنکے ہاتھ آیا۔ بادشاہ کا مدت سے ارادہ تھا کہ دریائے گنگ کے پار کے ملک کی سیر کرے اس لیے وہ خود اس سرکشی کے فرو کرنیکے بہانہ سے چلا اور بہت سا لشکر اور توپخانہ ساتھ لیا۔ علی محمد خان اول تو بادشاہ کی خبر سنکر ڈرا مگر مرنے کا ارادہ مصمم کرکے لڑائی کے لئے مستعد ہوا۔ کئی مہینہ تک بادشاہی لشکر کو جنگل مین حیران رکھا۔ آخر کو قمر الدین خان وزیر کو عرضی عفو تقصیر کے لئے لکھی اُسپر بادشاہ نے اس شرط سے قصور معاف کیا کہ وہ شاہجہان آباد تک لشکر کے ساتھ قیدیون کی طرح جائے یہ اُسنے قبول کرلیا۔ اور قیدیون کی طرح دلی مین گیا۔ وہان سے رہا ہوکر سرہند مین صوبہ مقرر ہوا۔ یہان حافظ الملک رحمت خان بھی اُسکے آن ملے۔ یہ مہم ۱۱۵۶ھ مین واقع ہوئی روہیلون اور قمر الدین خان کی ملی بھگت تھی۔

احمد شاہ درانی کا حملہ ہندوستان پر

۱۱۶۰ھ مین نادر شاہ اپنے ملازمون کے ہاتھ سے مارا گیا احمد خان پہلے نادر شاہ کے ہان یساول تھا پھر رفتہ رفتہ اُسکے ہان ایک بڑے پایہ کا افسر ہوگیا جب وہ مرگیا تو خود غزنین اور قندھار پر متسلط ہوا۔ اور وہان اپنا خطبہ اور سکہ جاری کیا۔ نادر کے عہد سے ناصر خان صوبہ دار کابل تھا۔ شاہ ابدالی نے اُسکو بدستور اپنے عہدہ پر قایم رکھا مگر پانچ سوار درانی اُسکے ساتھ کئے کہ پانچ لاکھ روپیہ جس کے دینے کا وعدہ کیا ہے ابھی بھیجدے۔ ناصر خان جب کابل مین آیا تو اپنے وعدہ سے پھر گیا۔ شاہ ابدالی اُسپر چڑھ آیا۔ وہ بھاگ کر پشاور مین آیا جب شاہ اس طرح ہندوستان کی سرحد پر آیا تو اُسنے پنجاب کا براحال دیکھا۔ یہان لاہور کے صوبہ دار عز الدولہ زکریا خان کے مرنیکے بعد ۱۱۵۸ھ مین اُسکا بیٹا میر یحیی خان دار السلطنت لاہور مین پہنچا اور اسپر متصرف ہوا۔ بعد اُسکے شاہ نواز خان دوسرا بیٹا لاہور مین پہنچا اور باپ کے ورثہ کا بھائی سے طالب ہوا تو دونون بھائیون مین لڑائی شروع ہوئی۔ انجام یہ ہوا کہ میر یحیی خان اور

اُسکا بیٹا قید ہوئے مگر وہ قید سے چھوٹ کر بادشاہ پاس چلے آئے اور شاہ نواز خان لاہور کا مالک ہوا مرزا ادینہ بیگ نے جو بڑا شیطان تھا شاہ نواز خان کو یہ سمجھایا کہ تم فقط قمرالدین خان کے بھانجے ہو اور تمہارا بھائی یحییٰ خان اُسکا داماد بھی ہے اب وہ بادشاہ پاس گیا ہے ضرور بادشاہ اور وزیر ملکر تم سے سمجھینگے۔ بہتر ہے کہ اس وقت شاہ ابدالی سے جو سرحد ہند پر موجود ہے آپ اتحاد و رفاقت پیدا کیجیے۔ وہ بھی کہنے مین آگیا۔ اور اُسنے شاہ ابدالی کو لکھا کہ آپ بادشاہ اور مین وزیر۔ شاہ ابدالی یہ خدا سے چاہتا تھا۔ اُسنے کہا بہت اچھا۔ اب ادینہ بیگ نے کیا کام کیا کہ قمرالدین خان کو لکھ بھیجا کہ آپکا بھانجہ شاہ ابدالی سے ساز باز رکھتا ہے۔ اُسپر قمرالدین خان نے بھانجے کو لکھا کہ بیٹا آج تک ہمارے ہان نمک حرامی نہین ہوئی خبردار اُس افغان بادشاہ سے سازش نہ رکھنا۔ پانچون صوبے کشمیر لاہور ٹھٹہ ملتان کابل اُس نور چشم کے عمل مین رہینگے اب شاہ نواز خان کو تقویت ہوئی اور احمد شاہ سے نقض عہد کیا۔ اس اثنا مین ناصر خان بھی شکست پاکر شاہ نواز خان پاس آگیا تھا اب احمد شاہ نے ایفاء وعدہ کے لئے شاہ نواز خان کو خط لکھا تو اُسکا جواب اُلٹا ملا تو وہ پشاور سے لاہور پر چڑھ آیا جب وہ لاہور کے قریب آیا تو اس نظر سے کہ زکریا خان کو نادرشاہ نے لاہور کا صوبہ مقرر کیا تھا اور شاہ نواز خان اُسکا بیٹا تھا اپنا چھوٹا بیٹا شیخ عمر اُس پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ اطاعت اختیار کرو مگر اُسنے اُسکے بیٹے کو قید کرلیا اور لڑنے کے لئے سامنے آیا تھوڑے مقابلہ کے بعد اُس لشکر سے جو دلی سے محمد شاہ نے بھیجا تھا جا ملا۔ دلی سے یہ لشکر بڑے کروفر سے چلا۔ مرزا احمد ولیعہد اُسکا سپہ سالار تھا قمرالدین خان وزیر اور صفدر جنگ اور بڑے رتبہ کے امیر اُسکے ہمراہ تھے غرض احمد شاہ درانی لاہور پر تصرف کرتا ہوا اور تمام دیہات اور قصبات پر قبضہ کرتا ہوا ستلج کے کنارہ پر پہنچا تو اُسنے ستلج کی پایاب راہون کو دیکھا کہ وہ بادشاہی سپاہ کے قبضہ مین ہین اس درانی بادشاہ پاس بارہ ہزار سے زیادہ سپاہ نہ تھی وہ یہ سمجھتا تھا کہ سپاہ کی قوت اور قدرت کام مین آتی ہے اُسکی قلت اور کثرت کام نہیں آتی۔ اس دل گردہ کو دیکھو کہ وہ اس قلیل لشکر کے ساتھ دریا ستلج سے لدھیانہ کی طرف سے ایسی جگہ سے اُترا کہ جہان دریا پایاب تھا تیرہوین ربیع الاول سنہ ۱۱۶۱ کو سرہند پر قبضہ کرلیا۔ یہان پہلے علی محمد خان روہیلہ صوبہ دار تھا۔ اُس کو

اس نظر سے کہ وہ اپنے ہم تو موں سے نہ مل جا‌ئے اور جگہ بدل دیا تھا وزیر قمر الدین خان نے یہان بہت کچھ اپنے لشکر کا اسباب چھوڑا تھا اور اُسکا لشکر آگے بڑھ گیا تھا۔ اس سارے اسباب پر احمد شاہ درّانی قابض ہوا اور کئی توپین اُس کے ہاتھ لگین جو اُس پاس تھین غرض جب یہ خبر بادشاہی لشکر کو پہنچی تو وہ لڑنے کے لئے اُلٹا پھرا اس لیئے شرقی فوج غربی اور غربی فوج شرقی بن گئی۔ درّانی لشکر کی اس تیز دستی سے بادشاہی فوج ڈری ہوئی تھی جب اُسکے پاس آئی تو اپنے گرد خندق کھود دی اگرچہ وزیر قمر الدین خان کی جان نماز پڑھتے مین ایک گولے کے لگنے سے گئی مگر دس روز تک اُسکا لشکر درّانیون کے دھرّے اُڑاتا رہا جب پچیسوان دن ہوا تو درّانیون کے سوار دن بھر سخت حملہ کیا اور خندق کود کر اندر گھس گئے مگر شکست کھا کر بھاگے اور ربیع الاول ۱۱۶۱ھ / مارچ ۱۷۴۸ کو وہ اپنے گھرون کو بھاگ گئے اس لڑائی مین راجہ ایسری سنگھ جیپور کا راجہ بھی شریک تھا مگر وہ لڑائی کے بغیر اپنے ملک کو بھاگ گیا مرہٹون نے اُسکے ملک پر حملہ کیا تھا ابو المنصور صفدر جنگ نے توپخانہ سے خوب کام لیا میر منو پسر قمر الدین خان نے بڑی داد شجاعت دی۔ بادشاہ نے اُسکو باپ کی وصیت کے موافق معین الملک کا خطاب دیکر لاہور اور ملتان کی صوبہ داری پر روانہ کیا۔ اب شاہزادہ احمد دہلی کو پھرا چلا آتا تھا کہ اُسکو باپ کے مرنے کی خبر پہونچی۔ محمد شاہ مرض اسہال مین مبتلا ہوا ۲۶ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ / اپریل ۱۷۴۸ کو عالم بقا کو رخصت ہوا تیس سال سلطنت کر کے خاندان تیموریہ ہی کو تباہی کے کنارہ پر پہنچا گیا اور عیش و عشرت کے وہ سامان جدید ایجاد کر گیا کہ جن کی پیروی سے آج تک امیرون کا ستیاناس ہوتا ہے تاریخ مظفری مین محمد شاہ کی سلطنت کے صوبون کی آمدنی بہ تفصیل ذیل لکھی ہے جو نادر شاہ کو بتلائی گئی۔

| نام صوبہ | تعداد پرگنات | آمدنی داموں میں | نام صوبہ | تعداد پرگنات | آمدنی داموں میں |
|---|---|---|---|---|---|
| (۱) شاہجہان آباد | ۲۸۵ | ۱۱۶۸۳۹۸۲۶۹ | (۲) آگرہ | ۲۳۰ | ۱۰۵۱۷۰۹۲۸۳ |
| (۳) لاہور | ۳۳۰ | ۹۰۷۰۱۷۱۲۵ | (۴) اجمیر | ۲۳۵ | ۶۳۶۸۹۴۸۸۲ |
| (۵) احمد آباد | ۲۰۰ | ۴۳۰۰۸۳۰۹۶ | (۶) الہ آباد | ۲۶۸ | ۴۳۶۶۸۸۰۷۲ |
| (۷) اودھ | ۱۴۹ | ۳۲۰۰۷۲۱۹۴ | (۸) بہار | ۲۵۲ | ۷۲۱۷۹۷۰۱۹ |

| نام صوبہ | تعداد پرگنات | آمدنی داموں مین | نام صوبہ | تعداد پرگنات | آمدنی داموں مین |
|---|---|---|---|---|---|
| (۹) بنگال | ۱۲۱۹ | ۵۲۳۷۳۹۱۱۰ | (۱۰) اڑلیبہ | ۲۴۴ | ۱۹۷۱۰۰۰۰ |
| (۱۱) کاشمیر | ۵۱ | ۲۱۳۰۷۴۸۲۶ | (۱۲-۱۵) دکن کے چار صوبے اورنگ آباد ظفر آباد | | |
| برار - خاندیس ۵۵۲ پرگنے آمدنی ۴۹۶۷۰۰۰۰ | | | | | |
| (۱۶) مالوہ | ۲۵۷ | ۴۲۵۴۷۶۲۷۰ | (۱۷) ملتان | ۹۸ | ۲۴۵۵۳۱۸۵۷۵ |
| (۱۸) کابل | ۴۰ | ۱۵۷۶۲۵۳۸۰ | (۱۹) ٹھٹہ | ۵۷ | ۷۴۹۷۶۹۰۰ |

اس صوبہ مین چار سرکارین ہین

## احمد شاہ کی سلطنت

غرہ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ مین تخت سلطنت پر احمد شاہ جلوہ افروز ہوا اُسکی سلطنت کا آغاز مبارک معلوم ہوتا تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید کچہہ پھر سلطنت کے بُرے دن پھر وہ خود بیس برس کا جوان تھا اُسکے دربار مین بڑے بڑے لائق اہلکار تھے آصف جاہ مرہٹون کو دکن مین روکے ہوئے تھا۔ شمالی حملون کا جو طوفان ابھی آیا تھا وہ بھی رفع دفع ہوگیا تھا مگر تمام کاروانتظام جو شخصی اور شخصی سلطنتون کے ہوتے ہین اُن مین سخت عیب بھی ہوتا ہے کہ اُنکا اعتبار نہین ہوتا ایک مصیبت اس سلطنت پر اول ہی سال جلوس مین یہ پڑی کہ آصف جاہ مرگیا اول اُس سے وزارت کی درخواست کی گئی مگر جب اُس کے مرنے کی خبر آئی تو ابو المنصور خان کو وزارت کا منصب بلا عمدۃ الملک مدار المہام کو برہان الملک کا خطاب عنایت ہوا آصف جاہ کے چھ بیٹے تھے اول بڑا میر محمد شاہ تھا جسکا لقب غازی الدین فیروز جنگ تھا۔ دوسرا بیٹا میر احمد جس کا لقب ناصر جنگ تھا وہ باپ کی جگہ قایم مقامی کرتا تھا تیسرا میر محمد جس کا لقب صلابت جنگ تھا چوتھا میر محمد شریف جس کا خطاب برہان الملک تھا پانچوان نظام علی خان چھٹا میر مغل اُسکا لقب ناصر الملک تھا اول بیٹے کو بادشاہ نے مشرف دیوان خاص اور بخشی گری رسالہ والاشاہی کی مرحمت کی احمد شاہ درانیون کے حملہ سے ڈرا بیٹھا اس لئے اُس نے ناصر جنگ کو سپاہ سمیت دکن سے اول بلایا مگر جب یہ معلوم ہو گیا کہ احمد شاہ درانی اپنی شمالی مہمات مین مصروف ہو تو اس امداد کی کچہہ ضرورت نہ رہی اس لئے اُس کو برہان پور سے اُلٹے جانے کا حکم بھیجدیا غرض سب اہلکارون اور

روہیلوں کی لڑائیاں

سلطنت کا انتظام کرکے بادشاہ عیش و عشرت شاہانہ مین مصروف ہوا گویا اب بادشاہی کے یہی معنے ہوگئے تھے کہ سارے دن مے نوشی ہو اور عورتون سے صحبت ہو رات دن طبلہ سارنگی کھڑکا کرے ڈوم ڈھاڑیون اور گویّون نچویون کی دھوم مچا کرے اور دنیا سے خبر نہ ہو کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس رنگیلے بادشاہ کی سلطنت کے بڑے ہنگامے یہی ہین کہ دو صوبے پنجاب اور روہیلکھنڈ کے لڑائیون کے خون سے رنگین ہو رہے وزیرالملک صفدر جنگ کے ہمسایہ مین روہیلے لگے ہوئے تھے اس ہمسائیگی کے سبب سے اُس کے دل مین اُنکی طرف سے خار اور غبار تھا جب علی محمد خان مرگیا تو اُسنے قائم خان پسر محمد خان بنگش کو لکھا کہ اُسکے بیٹون سے ملک چھین لے۔ ان دونون کی لڑائی مین خواہ کوئی مارا جائے وزیر اپنی جیت جانتا تھا قائم خان ملک کی طمع مین آنکر سعد اللہ خان پسر علی محمد خان پر لشکر چڑھا کر لیگیا اور اُس کو بدایون کے قلعہ مین جا کر گھیر لیا۔ ہرچند اُسنے عاجزی کی مگر اُسنے ایک نہ سُنی آخر کو مرتا کیا نہ کرتا۔ وہ قلعہ سے لشکر لیکر نکلا اور اُسنے قائم خان کو شکست دی اور اُسکی جان لی جب یہ واقعہ وقوع مین آیا تو وزیر بادشاہ کو لڑائی پر آمادہ کرکے کوئل مین لایا اور خود فرخ آباد مین پہنچا اور بیچارے قائم خان مرحوم کی بیوہ اور بال بچون سے سارا ملک چھین کر اپنے قبضہ مین کرلیا فقط فرخ آباد اور چند سواضعات اُسکی مان اور بی بی کو دیدیئے۔ باقی سب کچھ ضبط کرلیا۔ بادشاہ اُلٹا سنہ ١١٦٣ھ مین دلّی مین چلا آیا اور وزیر یہان چند روز تک مقیم رہا اور نول رائے اپنے نائب کو جو ملک اودھ مین تھا یہ سارا نیا ملک لیا ہوا اُسکے سپرد کیا۔ اس نائب نے قنوج کو اپنا صدر مقام بنایا۔ قائم خان کا بھائی احمد خان صفدر جنگ کی خدمت مین رہتا تھا جب اُسنے دیکھا کہ یون بھائی اور باپ کا ملک چھن گیا تو اُسنے وزیر کی رفاقت سے جُدائی اختیار کی اور اپنے ملک پر قبضہ کرنے چلا گیا اور روہیلون کو اپنی امداد کے لئے بلالیا اور اسی زمانہ مین جبکہ مرادآباد مین رحمت خان اور دوندے خان نے بھی ایک فتح حاصل کی تھی۔ اُسنے سنہ ١١٦٣ھ مین نول رائے پر لشکر کشی کی۔ اُس کو شکست دیکر جان سے مارڈالا۔ جب یہان یہ حال گذرا تو صفدر جنگ سورج مل جاٹ کو ساتھ لیکر ان پٹھانون سے لڑنے آیا مارہرہ پر دونون لشکرون مین مقابلہ ہوا صفدر جنگ زخمی ہوا اور شکست پائی یہ شکست پاکر

جو دلی مین لیا تو وزارت مین خلل پڑا مگر اہلکارون کو رشوت نے دلا کر پھر وزارت کی بنیاد کو پختہ کرلیا۔ بعد ان فتوحات کے احمد خان نے اودھ اور الہ آباد کو نائب صوبون سے خالی پایا تو اُنکے لینے کا ارادہ کیا اور بیحساب فوج لیکر الہ آباد پر حملہ کیا یہان صفدر جنگ کے رفقا بقار الله خان اور علی قلی نے قلعہ مین پناہ لی اُس نے قلعہ کا محاصرہ کیا خلد آباد سے لیکر قلعہ تک سارے شہر مین آگ لگا دی اور اُسے لوٹ لیا۔ طرف دریا باد کو جس مین افغان رہتے تھے چھوڑ دیا شیخ افضل الہ آبادی کے دائرہ کو بھی مقدس سمجھکر ہاتھ نہین لگایا پھر سنہ ۱۱۶۲ھ ۱۷۵۰ء مین بلگرام کے لوٹنے کا ارادہ کیا مگر چند آدمیون پر خیر گذری کہ وہان کچھ روشناس احمد خان کے نکل آئے۔ غرض یہ لوٹ ہو رہی تھی احمد خان کی حکومت اچھی طرح ان صوبون مین نہین بیٹھ تھی کہ اب وزیر الملک نے دیکھا کہ اُسکی پریشانی اور خرابی کی کوئی حد باقی نہین رہی ہے اور وہ روہیلون کے مقابلہ مین ضعیف و ناتوان ہے تو اُس نے اس بدنامی کے دھبّہ کو اس طرح دھویا کہ وہ اور پھیل گیا یعنی اُس نے مرہٹون کو اپنی امداد پر مستعد کیا ملھار راؤ ہلکر اور جی آپا سیندھیا سے جن کو بالاجی نے ابھی مالوہ کو بھیجا تھا اعانت کی درخواست کی اور سورج مل جاٹ کو اپنے ہمراہ لیا اور ان ہندوؤن کو بہت ملک اور دولت دینے کا وعدہ کیا یہ تدبیر اُسکی درست بیٹھی۔ اول جمادی الثانی سنہ ۱۱۶۴ھ کو اُس نے کوچ کیا۔ جالیسر اور سعد آباد مین احمد خان کی طرف سے شادل خان حاکم تھا اول اُسکو شکست دی جب احمد خان نے اس شکست کا حال سُنا تو الہ آباد کے محاصرہ کو چھوڑ کر فرخ آباد مین آیا اور دریا کے کنارہ پر حسین پور پہنچا یہان سعد الله خان روہیلہ بھی امداد کو آگیا۔ سنہ ۱۱۶۴ھ ۱۷۵۱ء مین یہان لڑائی ہوئی۔ افغان بیچارے اکیلے اپنے دم سے تھے جانب مخالف مین مرہٹے جاٹ وزیر کی فوج قدیم جدید اس لئے دس بارہ ہزار افغان مارے گئے اور اُنکو شکست ہوئی مگر احمد خان و سعد الله خان زندہ نکل گئے اور کوہ کمایون مین جاکر پناہ لی۔ اب سرحد کوئل اور جالیسر سے لیکر کوہ ہمالیہ کی سب پہاڑیون تک مرہٹون کا قبضہ ہوگیا اور اُنکو اجازت ہوگئی کہ وہ چوتھ وصول کرین یہ مرہٹے وہ سبز قدم تھے جس باغ مین قدم رکھتے اُسکو جنگل بناتے تھے جس آبادی مین بیٹھتے تھے اُس کو ویرانہ کر دکھاتے تھے۔ غرض یہ شاداب اور سبز ملک مرہٹون کی پامالی سے اور وزیر الملک کا نامۂ اعمالی سے سیاہ ہوا۔ افغان بھی اِن مرہٹون کے

ہاتھ سے تنگ آئے اور اُنکے توسط سے وزیر سے صلح کی درخواست کی مرہٹون کی عادت تھی کہ وہ کسی طرف کو بالکل غارت نہ کیا کرتے تھے۔ دونون فریق قایم رکھکر اپنا مطلب حاصل کیا کرتے تھے۔ غرض اِن مرہٹون نے روہیلون کی وزیر سے صلح کرادی۔

حاکم اجمیر کا شکست پانا

یہان یہ فتح حاصل ہوئی وہان اجمیر کے صوبہ دار کو شکست ہوئی سلطنت کو فتح شکست کا فائدہ ونقصان برابر ہوا۔ اجمیر کی شکست کی تفصیل یہ ہے کہ سید صلابت خان ذوالفقار جنگ اجمیر اور اکبرآباد کا صوبہ دار مقرر ہوا اُس وقت جودھپور کی ریاست کے لئے تخت سنگہ اور مہاراجہ سنگہ چچا بھتیجے لڑرہے تھے کہ تخت سنگہ بادشاہ پاس آیا اور ذوالفقار جنگ سے ملا صلاح یہ ٹھہری کہ اکبرآباد اور اجمیر کے صوبون کے انتظام کے واسطے تخت سنگہ فوج لائے اور ذوالفقار جنگ اُسکو جودھپور کی ریاست دلائے تخت سنگہ تو ناگور مین لشکر لینے گیا اور ذوالفقار جنگ جاٹون کے ملک پر متوجہ ہوا نیم رانا پر حملہ کرکے اُسے فتح کرلیا آگے نارنول مین گیا اور اول یہ ارادہ کیا کہ اکبرآباد کا بند وبست جاٹون کو شکست دیکر کرے چنانچہ اُس نے اُنکو شکست دیکر اُس سے صلح کرلی تخت سنگہ جب سترہ اٹھارہ ہزار سپاہ لیکر آیا تو اُس نے جاٹون کو ذوالفقار جنگ کے خیمہ مین بیٹھا پایا آپنے پیر۔ مہاراجہ سنگہ بہت راجپوت راجاؤن کو ساتھ لے اُس سے لڑنے کے لئے آیا۔ لڑائی ہوئی تخت سنگہ کی مرضی کے برخلاف ذوالفقار جنگ نے کام کئے اس لئے شکست فاحش پائی اور نادم اور پشیمان دلّی مین آیا یہان اُسکی امیر الامرائی اور صوبہ داری چھن گئی اُس پر وہ بڑا افروختہ ہوکر بادشاہ کی جان کے درپے ہوا تھا کہ بادشاہ نے اُس کو قیدخانہ مین بھیجدیا۔

احمد شاہ درّانی کا حملہ

یہان یون سلطنت بگڑ رہی تھی کہ یکایک یہ خبر آئی کہ احمد شاہ درّانی ہندوستان مین لاہور کے قریب آن پہنچا ہی معین الملک ناظم صوبہ نے شہر سے نکل کر اُس کا مقابلہ کیا چار مہینے تک برابر لڑائیان ہوتی رہین آخر ایک دن سخت لڑائی ہوئی ادینہ بیگ اور کوڑا مل نے معین الملک کی اعانت نہ کی اس لئے اُس کو شکست ہوئی اس وقت اُسکو یہ خوب تدبیر سوجھی کہ وہ احمد شاہ درّانی کی خدمت مین چلا گیا۔ اُس نے نہایت اعزاز واکرام کیا اب یہان سے بادشاہ کے خطوط متواتر صفدر جنگ کے بلانے کے لئے جاتے تھے اُس نے ملہار راؤ سے زرخطیر کا وعدہ کیا اور اپنے ساتھ لیکر دلّی کی طرف چلا

اور اُس سے کہا کہ شاہ دُرّانی کو شکست دے کر لاہور اور ملتان کا خود انتظام کر لے۔ ابھی یہ دلّی تک یہ پہنچے نہ تھے کہ وہاں جاوید خواجہ سرا نے جو بادشاہ کے منہ بہت چڑھا ہوا تھا۔ اور نواب بہادر کا خطاب بھی حاصل ہو گیا تھا شاہ دُرّانی کو صلح کا پیغام دیا۔ یہاں بادشاہ نادرشاہ کا زمانہ دیکھے ہوئے بیٹھا ہوا تھا ملتان اور لاہور دونوں صوبے دے کر صلح کر لی اور غنیمت جانا کہ یہ بلا ٹلی۔ احمد شاہ دُرّانی یہ دونوں صوبے معین الملک کو دے کر چلا گیا۔

صفدر جنگ کی ناراضی

جب صفدر جنگ دلّی میں آیا تو بڑا آشفتہ خاطر ہوا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ میں ملہار راؤ کو جو زرِ خطیر کا وعدہ کر کے یہاں لایا ہوں اُس کو کس گھر سے روپیہ دوں اس پر امیر الامرا فیروز جنگ خلف آصف الدولہ جو ناصر جنگ کے مرنے کے بعد دکن کے چھ صوبوں کے لئے بادشاہ سے درخواست کرتا تھا۔ اور بادشاہ اُنسے بھاری نذرانہ مانگتا تھا اُس نے کہا کہ اگر یہ صوبے مجھے عنایت ہوں تو میں ملہار راؤ کو اپنے ساتھ لیجاتا ہوں اور جو روپیہ ٹھہرا ہے وہ دلا دیتا ہوں یہ درخواست منظور ہو گئی اور ملہر راؤ دکھن کو فیروز جنگ کے ساتھ رخصت ہوا اب وزیر الملک کو اس خواجہ سرا کا بڑھنا بھی ناگوار خاطر تھا اور اُس کے سبب سے اُس کے رعب و داب میں بھی فرق آگیا تھا۔ اُس نے ایک دن جاوید نواب بہادر کو دوستانہ اپنے گھر ضیافت میں بُلا کر مار ڈالا۔ اس خواجہ سرا کو بادشاہ دل و جان سے عزیز رکھتا تھا۔ صفدر جنگ کی اس حرکت سے وہ ظاہر اور باطن میں ناراض ہو گیا اور اُسکے انتقام کے درپے ہو گیا۔

صفدر جنگ اور غازی الدین خاں عماد الملک کا حال اور خاصی دراندازی کرنا

جب فیروز جنگ ملہار راؤ کو لیکر دکن میں گیا تو وہ اپنے بیٹے شہاب الدین محمد خاں کو نیابت میر بخشیگری پر چھوڑ گیا۔ فیروز جنگ جب اورنگ آباد میں پہنچا۔ تو بھائی اُس سے لڑنے کے لئے آیا۔ مگر ہنوز لڑائی نہ ہوئی تھی کہ اجل کا حکمنامہ اُس پاس آپہنچا شہاب الدین محمد خاں کو باپ کا سارا مال ہاتھ لگا اگرچہ وہ عمر میں ۱۶ برس کا تھا مگر آفتِ روزگار تھا۔ وہ عیش و عشرت کی لذت سے ناآشنا تھا ایام طفلی میں لہو و لعب سے نفرت تھی ارادہ بلند ہمت عالی رکھتا تھا۔ اپنے ارادوں کے پورا کرنے میں کسی بُرے کام کے کرنے سے پرہیز نہ کرتا تھا۔ اور عجیب حکمت سے اُنکو پردۂ اخفا میں چھپائے رکھتا قتل کرنا اور دغا دینا اُس کی عادت میں داخل تھا۔ بُرے کاموں کے نتیجوں کی پروا نہ وہ اپنے لئے کرتا اور نہ اوروں کے لئے سوچتا متفنّی ایسا تھا کہ صفدر جنگ کو روز

سلام کرنے جاتا جب وزیر اُس کا باپ فیروز جنگ دہلی سے گیا ہی تو صفدر جنگ بڑا خوش تھا مگر یہ نہیں جانتا تھا کہ
وہ اپنا لڑکا اُس کی جان کے لئے عذاب چھوڑے جاتا ہی یہاں تک اُس نے وزیر کو پرچایا کہ اُس نے بادشاہ
سے غازی الدین خاں عماد الملک کا خطاب اُس کو دلا دیا اور بیٹے سے زیادہ چاہنے لگا۔ اُس کی محل سرا تک میں
جانے لگا صفدر جنگ پہلے جاوید خواجہ سرا کو تو شہید کر چکا تھا اب اُسکو یہ لو لگی کہ کسی طرح انتظام الدولہ خانخانان
کو جو قمر الدین خاں وزیر کا داماد تھا اور غازی الدین خاں اُس کا بھانجا تھا ٹھکانے لگائے اول اُس نے منافقانہ
اتفاق پیدا کرنا چاہا مگر وہ اُس کے دم میں نہ آیا ایک خواجہ سرا کے ہاتھ صفدر جنگ نے بے قاعدہ عرضی بادشاہ
کے محل میں بھیجی تھی اس گستاخی پر بادشاہ ایسا خفا ہوا کہ اُسکے حکم سے بادشاہی آدمیوں نے قلعہ دار کو جو
صفدر جنگ کی طرف سے تھا اور اُسکے آدمیوں کو قلعے سے باہر کر دیا غرض اس میں شہر کے اندر ایک ہنگامہ برپا
ہوگیا ہزاروں آدمی قلعے کے گرد جمع ہوگئے صفدر جنگ نے جب دیکھا کہ بات بگڑ گئی تو اُس نے عرضی بھیجی کہ
صوبہ اودھ کے جانیکے لئے رخصت ملجائے۔ یہ درخواست منظور ہوئی۔ وہ بادشاہ سے رخصت ہو کر دو تین روز شہر
کے اِدھر اُدھر اس اُمید پر پھرتا رہا کہ شاید اب بھی بادشاہ بُلا لے مگر بادشاہ اس سے دل سے ناراض تھا۔
اب سارے شہر کے اندر انتظام الدولہ اور غازی الدین خان کا انتظام ہوگیا شہر کے برجوں پر مورچے لگ گئے۔ اور پرانے
اور نئے نوکر جمع ہونے شروع ہوئے صفدر جنگ نے جانا کہ دشمن میرا کام تمام کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھینگے
اس لئے وہ بھی لڑائی کے لئے مستعد ہوا اور سورج مل جاٹ اور اندر گسائیں فوجدار بادنی محال سہارنپور کو
بُلا لیا اب طرفین سے مورچے قائم ہوگئے لڑائی شروع ہوئی غازی الدین خاں نوجوان فتنہ انگیز نے ایران
اور توران کا جھگڑا اور شیعہ سُنیوں کی عداوت کا معاملہ پیش کر دیا۔ اور راجہ دیبی دت کو صفدر جنگ کے لشکر میں بھیجا
کہ وہ رہیلوں کے امرائے عظام سے مل کر اُنکو ادھر بُلا لے غرض یہ راجہ گیا ہی تھا کہ نجیب خاں جو صفدر جنگ
کے جماعہ داروں میں تھا اور دوندے خاں روہیلہ کا داماد تھا۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور اُس نے کہا کہ جس کسی کو
اہل سنت و جماعت کا پاس ہو وہ میرے ساتھ ہولے اور جو میرے ساتھ متفق نہو وہ چلا جائے یہ کہنا تھا کہ ایک
افغانوں کا لشکر اُس کے ساتھ ہوگیا اور وہ بادشاہ کی خدمت میں چلا آیا غازی الدین خاں نے ہولکر کو
اپنی امداد کے لئے بُلایا اُنہوں نے اپنے ہم مذہب جاٹوں اور پُرانے دوست صفدر جنگ پر حملہ کرنے میں

عمادالملک کی جاٹوں سے لڑائی

کچھ تامل نہ کیا۔غرض چھ مہینے یوں ہی جوتی پیزار چھری کٹاری توپ بندوق دارالخلافہ کے اندر باہر چلتی رہی آخر کار مہاراجہ مادھو سنگھ کچھواہہ نے بیچ میں پڑکر صلح کرائی صفدر جنگ مغلوب ہو گیا تھا۔اُس نے فقط اس بات پر قناعت کی کہ اودھ اور الہ آباد کی صوبہ داری اُس کے پاس رہے۔

جب صفدر جنگ چلا گیا تو خانخانان وزیر اور غازی الدین خاں امیر الامرا مدار المہام سلطنت ٹھہرے ہر ایک کو حب جاہ تھا۔ہر ایک ملکی اور مالی معاملات کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا۔باوجود قرابت اور اتفاق کے اُن میں نفاق پیدا ہوا۔ہر ایک نے اپنی رائے اور مدعا کے موافق کام کیا۔جاٹوں نے صفدر جنگ کا ساتھ دیا تھا اس پر عمادالملک خار کھائے بیٹھا ہوا تھا اس وقت ملھار راؤ سات ہزار لشکر سے اُس کے ساتھ تھا اس لئے اُس نے جاٹوں سے لڑنے کا ارادہ کیا خانخانان یہ چاہتا تھا کہ سورجمل بالفعل پچاس لاکھ روپیہ عفو تقصیر کے عوض میں دیتا ہے اُس سے لینا چاہئے۔یہ روپیہ لے کر سپاہ کی درستی میں صرف کرنا چاہئے۔جب استقلال خوب ہو جائے تو سال آئندہ میں جاٹوں کا استیصال کرنا چاہیئے عیش و آرام کے سبب سے بادشاہ کو لیاقت ایسے امور میں انفصال کی رہی نہ تھی۔عمادالملک نے جوانی کے گھمنڈ میں اور مرہٹوں کی امداد اور بھروسہ پر سورج مل پر حملہ کیا۔اور اُس کو قلعہ کمبھیر میں گھیر لیا اُس کے ملک پر قبضہ کر لیا تین مہینے محاصرہ پر گزر گئے قلعہ نہ فتح ہوا اور ملھار راؤ کا بیٹا کھانڈے مارا گیا قلعہ کا توپوں بدوں تسخیر ہونا مشکل تھا اس لئے عمادالملک نے عاقبت محمود خاں کشمیری کو رسالہ سین داغ کے ساتھ شاہجہان آباد میں توپخانہ لینے کے لئے بھیجا اور کہہ دیا کہ اگر یہ کام آسانی سے ہو جائے تو فبہا ورنہ جس طرح ہو سکے کرنا عمادالملک کی التماس عاقبت محمود خاں نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی اور بہت اصرار کیا خانخانان یہ سوچا کہ اگر توپخانہ گیا تو پھر واپس نہ آئے گا۔جاٹوں کو شکست ہو جائیگی پھر معلوم نہیں اعتمادالملک سنگدل بے رحم مرہٹوں کے ساتھ ہو کر کیا کیا خرابیاں پھیلائے اس لئے اُس نے توپخانہ کے بھیجنے میں توقف کیا۔عاقبت محمود خاں اس پر بگڑ بیٹھا تو اُس نے بادشاہ سے رسالہ سین داغ کی تنخواہ کا دعویٰ کیا اور خود اُس رسالہ میں قیدیوں کی طرح ہو بیٹھا اور سارے دن شہر میں ایک غدر مچا دیا بادشاہ کے دربار میں بھی کسی کو نہیں جانے دیا۔اور پانچ رہکلہ وزیر کے گھر سے

اپنی حفاظت کے واسطے لاتا تھا کہ راہ میں وزیر کے آدمیوں نے چھین لئے غرض جامع مسجد کے نیچے لاٹھی پونگا توپ بندوق ہونے لگی آخر کو عاقبت محمود خاں یہاں سے ڈاسنہ چلا گیا اور وزیر کی جاگیر اور خالصہ سے جو کچھ وصول کر سکا وصول کیا۔ انہی دنوں میں عماد الملک نے نجیب خاں کو باون محال سہارنپور میں بھیجا تھا اُس نے تمام محالات پر قبضہ کر لیا وزیر کے سب عمال کو باہر کر دیا اُس پر وزیر خفا ہوا اور بادشاہ کو لونی میں لایا۔ اور نجیب خاں کی تنبیہ کے واسطے اُس کا ارادہ مصمم کرایا۔ اس اثنا میں نجیب خاں نے اپنی عفو تقصیرات کی عرائض بھیجیں۔ اُس کا قصور معاف ہوا بادشاہ نے باونی محال سہارنپور اپنی طرف سے اُس کو عنایت کیا۔ جب سے گجرات اور مالوہ مرہٹوں کے قبضہ میں آ گیا تھا تو وہ ہر سال تازی سپاہیں اپنے ساتھ لے کر ہندوستان کے ملک کو تاخت و تاراج کرتے تھے اور تمام راجپوتانہ کو لوٹ کر انہوں نے برباد کر رکھا تھا اس لئے خانخانان کا ارادہ ہوا کہ مرہٹوں کی ترقی کو روکے۔ راجپوتانہ کے راجاؤں اور وزیر نے ایک محضر بنایا اور سب نے دستخط کئے اور اُس کو سورج مل اور صفدر جنگ کے پاس بھیجا اور لکھا کہ جب بادشاہ کوئل میں پہنچے تو صفدر جنگ اُس سے آنکر ملے۔ اور وہاں سے متفق ہو کر آگرہ میں آئیں سارے راجپوت اور جاٹ جمع ہوں۔ غرض ادھر یہ محضر سورج مل پاس روانہ کیا اُدھر عماد الملک کو لکھا کہ ہم تیری امداد کے واسطے آتے ہیں۔ جو نوشتہ جاٹوں کو لکھا تھا وہ عماد الملک کے ہاتھ پڑ گیا اُس نے وہ خط اُلٹا بادشاہ کو لعنت ملامت کر کے بھیجدیا اور خود تو محاصرہ میں مصروف رہا اور ملہار راؤ کو بادشاہ سے لڑنے کے لئے بھیجدیا۔

ملہار راؤ نے آتے ہی بادشاہی خیمہ پر گولے برسانے شروع کئے۔ سارا لشکر بادشاہ کا بھاگ گیا صرف تین سو آدمی ساتھ رہ گئے بادشاہ اور وزیر بہزار مصیبت دلّی میں پہنچے بادشاہ قلعہ کے اندر گیا۔ وزیر باہر خیمہ میں اُترا سارا مال اسباب بادشاہی مرہٹوں کے ہاتھ آیا دوسرے روز عماد الملک بھی محاصرہ کو چھوڑ کر چلا آیا۔ جو بادشاہ کا لشکر تباہ راہ میں ملا۔ اُس کی تشفی اور تسلی کی۔ اور مہد علیا بیگم کا خیمہ پیچھے رہ گیا تھا۔ اُس کے ساتھ وہ اور ملہار راؤ دہلی میں پہنچے۔ اب خانخانان اور اور امرائے بادشاہ نے عماد الملک غازی الدین خاں کے باب میں مشورہ کیا۔ سب نے عرض کیا کہ عماد الملک مرہٹوں

احمد شاہ کا معزول ہونا

کا مطیع ہوگیا ہے۔ اب اُس سے خانہ زادگی کی توقع عبث ہے صلاح وقت تو یہی ہے کہ حکم صادر فرمایا جائے کہ خانہ زاد جس قدر رہیں وہ اپنا حق نمک ادا کریں صفدر جنگ کو امداد کے واسطے لکھئے اور سورج مل کو اعانت کے واسطے بلائے۔ جاٹ رہبوت صفدر جنگ یہ سب مل کر ضرور کمک کرینگے لیکن غازی الدین خاں تو راہ ہی میں سے لشکر کے آدمیوں کو دم دلاسا دیتا آتا تھا۔ سارے منصبداروں اور افسروں نے لڑنے سے انکار کردیا اس پر بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ غازی الدین خاں میرا نمک پروردہ ہے وہ میرے ساتھ دغا نہیں کریگا اب تم چند روز جب تک مرہٹے ہیں گھر بیٹھو۔ باہر نہ نکلو۔ اگرچہ وزیر نے تین دفعہ بادشاہ سے کہا کہ حضور کی یہ رائے خطا پر ہے۔ مگر بادشاہ نے وزیر کو تسلی آمیز جواب دیدیئے اب نا چار وزیر اپنے گھر گیا اور اپنی حفاظت کا خوب سامان جمع کیا عماد الملک کی طرف سے عاقبت محمود خاں بادشاہ کے وزیر بنے۔ اب اُس نے تمام اُمرا کو اپنے پاس جمع کیا۔ اور یہ تقریر اُن کے سامنے بیان کی کہ اے امیرو۔ سنو کہ یہ احمد شاہ ہمارا کیسا نالائق ہے۔ اُس کے سبب سے سلطنت برباد ہوئی جاتی ہے۔ قیام سلطنت کا اسباب نظر نہیں آتا۔ نہ اس میں ایسی جرأت اور ہمت تھی کہ وہ اپنے دشمنوں سے یعنی مرہٹوں سے لڑتا۔ نہ اُس میں راستبازی تھی کہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ سچا ہوتا اور وعدہ خلاف نہ ہوتا۔ غرض وہ نامرد کم ہمت جھوٹا تلون مزاج ہے اس لئے بہتر ہے کہ کسی اور شاہزادہ کو بادشاہ بنائیں عماد الملک کے خوف کے مارے کسی میں دم نہ تھا کہ چون وچرا کرتا سب نے تسلیم کیا علما بلائے اُنہوں نے فتوے لکھ کر پیشانی پر حدیث اور آیتیں قرآن کی لکھیں آگے اُس سے یہ تحریر کیا کہ بادشاہ سے ایسے افعال قبیح سرزد ہوئے ہیں کہ خدا اور رسول کے حکم کے موافق اُس کا معزول ہونا چاہیئے۔ حاشیہ پر سب کی مہریں ہوگئیں۔ غرض دہم شعبان (جولائی) ۱۱۶۷ھ ۱۷۵۴ء کو احمد شاہ کو تخت سے اُتار کر قید خانہ میں بٹھا دیا اور سلطان عزیز الدین بن محمد معز الدین جہاندار شاہ کو تخت پر بٹھایا۔ اور اُس کا لقب عالمگیر ثانی رکھا احمد شاہ نے چھ سال دس مہینہ سلطنت کی افسوس ہے کہ اس بادشاہ کے عہد میں اکبر اور اورنگ زیب کی سلطنت قابلِ رحم ہوگئی۔ اگرچہ بادشاہ کے نام کی عزت سارے ہندوستان میں اب تک چلی جاتی تھی مگر اُس کے قبضہ میں دوآبہ کے چند ضلعے اور جنوب میں ستلج کے کئی ایک ضلعے رہ گئے تھے۔ گجرات مرہٹوں کی پامالی میں تھا۔ بنگال۔ بہار اڑیسہ علی وردی خاں کے جانشینوں

کے تصرف میں تھا اودھ میں صفدر جنگ کا ڈنکہ بجتا تھا وسط دوآب میں بنگش حکمرانی کرتے تھے اور وہ ضلاع جن کو اب روہیلکھنڈ کہتے ہیں روہیلوں پاس تھا پنجاب احمد شاہ دُرانی کو حوالہ ہوا تھا باقی سارے ہندوستان میں ہندو متسلط تھے صرف اتنا ٹکڑا دکھن کا اُن کے ہاتھوں سے بچا ہوا تھا جن میں نظام کی اولاد جھگڑ رہی تھی میدان سلطنت میں کچھ کچھ انگریزی سوداگر بھی پیر جماتے جاتے تھے۔ بادشاہ کا حال ایسا ہو گیا تھا جیسا ٹھہریا کا ہندو کے بتوں کا ہوتا ہے خواہ اپنی جگہ رکھ کر اُن کی پرستش کی خواہ توڑ پھوڑ کر پیروں کے تلے ملا

## عالمگیر ثانی کی سلطنت کا بیان

عالمگیر ثانی نیا بادشاہ ہوا غازی الدین خاں اُس کا نیا وزیر ہوا۔ احمد شاہ کی طرف سے عاقبت محمود خاں نے یہ جعلی رقعہ خانخانان انتظام الدولہ کے نام لکھا کہ مجھے اس قید سے چھٹاؤ اور راجپوتانہ میں پہنچاؤ۔ اسی رقعہ کو پکڑ کر بادشاہ کو بڑی عزت کے ساتھ اندھا کیا۔ اور جب صاحب زمانی اپنے بیٹے کی رہائی کے درپے ہوئی تو اُس کی آنکھوں کو بھی بے نور کر کے نور چشم کے ساتھ قید کیا۔ خانخانان کو بھی جو خیر خواہ ملازم وزیر کا تھا اُس کو بھی ٹھکانے لگایا ۱۱۶۶ھ میں صفدر جنگ نے بھی انتقال کیا شجاع الدولہ اپنے باپ کا جانشین ہوا یہ کھٹکا بھی وزیر کے سر سے گیا۔ اب اُس نے دل کھول کر اپنے اختیار اور اقتدار کو بڑھایا بادشاہ کسی بات میں کچھ دخل نہ دیتا تھا نام کا بادشاہ تھا پہلے تم کو یاد ہو گا کہ رسالہ سین داغ کو کیسا گستاخ اور با اقتدار صفدر جنگ اور جاٹوں سے لڑنے کے لئے خود وزیر نے کیا تھا اب اُنھوں نے اپنے وزیر صاحب سے تنخواہ کا مطالبہ کیا اُن کو وزیر نے تمام محالات خالصہ پرگنہ پانی پت اور رہتک وغیرہا اُن کی تنخواہ میں دیدیئے وہ تین چار مہینے تک یہاں کی رعایا سے روپیہ وصول کر کے مزا اُڑاتے رہے۔ مگر وزیر نے بھی محالات قطب شاہ روہیلہ کو دیدیئے اب دونوں میں لڑائیاں شروع ہوئیں قطب شاہ کو آخر فتح حاصل ہوئی۔ اب وزیر نے لاہور لینے کی قصد سے کوچ کیا تھا۔

پانی پت میں پہنچا تھا کہ ان سین داغ کے سواروں نے وزیر کو گرفتار کر لیا اور اُس کو پیادہ پانی پت کے کوچوں میں سے گھسیٹتے ہوئے اپنے گھر میں لے گئے وزیر صاحب کی دستار کہیں تھی اور ازار کہیں

اس بُرے حال پر بھی زبان گالیاں دینے سے بند نہیں کی وہ کہتا تھا کہ اے قرم ساق اگر تم کو مجھے مارنا ہے تو مار ڈالو نہیں تم سب مارے جاؤ گے اور اگر مارنا منظور نہیں ہے تو یہ بدتہذیبی کیا ہے غرض زندگی باقی تھی کہ بادشاہ کا پیغام اُن پاس آیا کہ وزیر کو چھوڑ دو اور اپنی تنخواہ آن کر لے جاؤ اس وقت بادشاہ کے گرد سارا دربار اس نیت سے اکٹھا تھا کہ وزیر کہیں ٹھکانے لگے مگر جس کو خدا رکھے اُسے کون چکھے۔ باغیوں کے افسروں نے وزیر کو ہاتھی پر بٹھایا اور دستار اور لباس درست کر کے چھوڑ دیا۔ جوں ہی وہ اپنے خیمہ میں پہنچا اُس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دے دیا کہ رسالہ سین داغ کے سواروں کو جہاں پاؤ وہاں قتل کر دو تھوڑے عرصہ میں سب اسباب اور جان و مال اُن کا برباد گیا بادشاہ دلگیر ہو کر دلی میں چلا آیا اور گوشہ نشینی اور عزلت گزینی جو بادشاہ کے لئے سب گناہوں سے بدتر ہے اختیار کی۔

تم کو یہ یاد ہوگا کہ جس وقت ملتان اور لاہور کے صوبے شاہ ابدالی کے ہاتھ آئے تھے تو اُس نے اُس کے پہلے صوبے دار معین الملک پسر قمر الدین خاں کو دیدیئے تھے اب یہ خیال کرنیکی بات ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اس بادشاہی ملازم کا کیا ادب اور لحاظ ہوگا کہ اُس کو اس نئے بادشاہ نے یہ صوبے دیدیئے اور اُس پر مزید یہ ہے کہ جب وہ اتفاقاً گھوڑے پر سے گر کر مر گیا تو اُس کے کم عمر بیٹے میر مومن کو صوبہ داری عنایت کی اور مہمات ملکی کا اختیار اُس کے ماں کی سپرد کر دیا مومن خاں کا بھی انتقال ہوگیا تو خواجہ موسیٰ داماد معین الملک کو صوبہ دار مقرر کیا بھکاری خاں رستم جنگ کو مدار المہام مقرر کیا۔ مگر اُس کو ایک دن معین الملک کی بیگم نے بلا کر لونڈیوں کے ہاتھ سے سولی دیدی۔ خفیہ خفیہ مرزا ادینہ بیگ نے اپنے نام نائب صوبہ داری کی سند شاہ ابدالی سے منگا لی مرزا ادینہ بیگ بڑا نامرد اور فطرتی تھا اور اس ملک کی حکومت میں اُس کو بڑا تجربہ حاصل تھا۔ عماد الملک کی رگ و پے میں شرارت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ اُس نے یہ ایک فساد کھڑا کیا کہ سپاہ کو اور شاہزادہ عالی گوہر ولیعہد کو لیکر لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ اور ہانسی حصار کی راہ سے لدھیانہ میں پہنچا اور مرزا ادینہ بیگ کو اپنے ساتھ ملا لیا اور یہاں سے سید جمیل الدین خاں کے ساتھ سپاہ روانہ کی اور معین الملک کی بی بی یعنی اپنی ممانی کو خط لکھا کہ وہ اپنے لڑکی کو جس سے اُس کی نسبت ٹھہری تھی بھیجدے اس بیچاری نے مع

جہیز کے اپنی لڑکی کو بھیجدیا بعد اُسکے مرزا ادینہ بیگ اور اپنے سرداروں کی فوج بھیجکر لاہور سے اپنی ساس کو جو بیچاری بے خبری سوتی تھی پکڑ بلایا اور جب وہ لدھیانہ میں آئی تو عذر معذرت پیش کی اور لاہور اور ملتان کی صوبہ داری تیس لاکھ روپیہ پیشکش لیکر مرزا ادینہ بیگ کو دیدی اور دلی کو واپس چلا آیا سارے رستہ اُسکی ساس یہ کہتی چلی آئی کہ یہ کام اچھا نہیں کیا۔ اس کا انجام بُرا دیکھوگے کیا ہوتا ہے شاہ ابدالی جس کا نام ہے وہ جب یہ سُنیگا تو دلّی کی اینٹ سے اینٹ بجا دیگا۔

جب عماد الملک کی اس حرکت کو شاہ ابدالی نے سُنا تو ظاہر تھا کہ وہ اُس ملک میں جس کو وہ اپنا سمجھتا تھا کب ایسی مداخلت بیجا کی برداشت کرسکتا تھا۔ بیقرار ہوکر پاشنہ کوب قندہار سے لاہور پہنچا۔ مرزا ادینہ بیگ اُسکے آگے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا۔ ہانسی حصار میں جہاں پانی کم ملتا ہے چلا گیا۔ یہ بادشاہ کوچ بکوچ سرہنت میں پہنچا۔ اب وزیر نجیب خاں کو ساتھ لیکر لڑنیکے لئے دلّی سے چلا مگر اُس کو اپنا اصل حال معلوم نہ تھا کہ اُس کی درشت مزاجی اور بیحیائی اور سفاکی نے لوگوں کے دلوں کو اُس کی طرف سے کیسا برگشتہ کر رکھا ہے۔ جب اُس نے دیکھا کہ نجیب خاں کے ساتھ بہت سپاہ دشمن کے لشکر میں چلی گئی اور وہاں اُسکی مدارات مہمانوں کی سی ہو رہی ہے تو اُس کو اپنی حقیقت کھُلی۔ اُس نے اپنے تئیں بڑی لیاقت سے بچایا۔ اب کوئی چارہ سوائے تابعداری کے اُسکو نہ تھا۔ اوّل ساس پاس دوڑا گیا اور اُس سے سفارش کرائی اور پھر شاہ ابدالی کے وزیر ولی خاں کو خوشامد درآمد سے اپنے ساتھ ملا لیا غرض ان حکمتوں سے اپنے قصور معاف کرائے بلکہ وزارت بھی قائم رکھی اور اس سیدھے سادھے سپاہی بادشاہ کو پرچا کر اختیار اور اقتدار پہلے سے بھی بڑھا لیا۔ اب احمد شاہ سنہ ۱۱۷۰ھ میں شاہجہاں آباد میں آیا اور بادشاہ سے ملاقات کی اور بادشاہانہ اختیارات اپنے ہاتھ میں لئے۔ اب اس مہم کا خرچ یوں وصول کرنا شروع کیا کہ عماد الملک وزیر کو حکم دیا کہ دوآبہ سے خراج وصول کرے اور اپنے ایک بڑے سردار خان جہان کو بھیجا کہ وہ جاٹوں سے جاکر خراج تحصیل وصول کرے۔ اور شہر سے روپیہ کے وصول کرنے کا خود ارادہ کیا۔ ان تین کاموں میں سے عماد الملک نے اپنا کام خوب انجام دیا۔ اُس نے جان نثار خاں دُرانیوں کے ایک سردار کو اور شاہزادہ ہدایت بخش بن عالمگیر ثانی اور مرزا بابر کو ہمراہ لیا اور دریائے جمن سے پار اترا۔ اور سیدھا

فرخ آباد پہنچا۔ یہاں احمد خاں بنگش نے مال اسباب بہت کچھ شاہزادوں اور وزیر
کے پیشکش کیا۔ اور لشکر جمع کر کے اُن کے ہمراہ گیا۔ اب وہ دریائے گنگ سے پار اُترا
اور شجاع الدولہ سے نذرانہ طلب کیا وہ لڑنیکے لئے مستعد ہوا اور کچھ لڑائی ہوئی۔ مگر
سعد اللہ خاں رُہیلہ کی معرفت پانچ لاکھ روپیہ پر فیصلہ ہو گیا اور شوال سنہ ۱۱۷۰ھ میں عماد الملک
یہ نذرانہ لیکر فرخ آباد میں آگیا اور شاہ ابدالی کی حرکت کا منتظر رہا۔ اب دوسرا کام جاٹوں
سے خراج لینا آسان نہ تھا اُنہوں نے قلعوں میں پناہ لیکر افغانوں سے لڑنا شروع کیا اور
افغانوں کی رسد اور بار برداری کو بھی کئی دفعہ لوٹ لیا۔ آگرہ کے بادشاہی قلعہ دار مرزا سیف اللہ
نے بھی قلعہ سے ایسی گولیاں برسائیں کہ خانجہاں اُسکے پاس نہ پھٹکنے پایا آخر کو اُنھوں نے
کئی لاکھ روپیہ نذرانہ کے دیکر اس بلا کو بھی ٹالا جب ابدالی جاٹوں پر کامیاب ہوئے اور آگرہ کے
قلعہ کو لے نہ سکے تو اس اپنی جلن کو یوں ٹھنڈا کیا۔ کہ بیچارے غریب شہر متھرا پر جہاں ایک
میلا تھا دفعتاً آن پڑے سارے شہر کو خوب لوٹا۔ اور عورت بچوں تک پر ہاتھ دراز کیا اب تیسرا
کام دلی کے لوٹنے کا تھا جسکو بادشاہ نے خاص اپنی ذات کے لئے رکھا تھا۔ ایسا لوٹا کہ نادر
گردی کو بھی بھلا دیا۔ گو احمد شاہ اپنے مزاج اور طبیعت سے نادر شاہ کی مانند سفاک اور بیرحم نہ تھا۔
مگر اُسکے ساتھ سپاہ نادر کی سپاہ سے زیادہ اجڈ اور وحشی تھی وہ اُس کے کہنے میں نہ تھی۔ ۱۱ ستمبر
سنہ ۱۱۷۰ھ/۱۷۵۷ء کو وہ داخل ہوا اور دو مہینے تک برابر لوٹتا رہا بڑے بڑے امیروں کے گھر میں جھاڑو کا
تنکا نہ چھوڑا۔ یہ کام سب تمام کر کے شاہ دُرانی انوپ شہر کی چھاونی میں گیا۔ اور وہاں سلطنت کے
حصے کر کے اپنی مرضی کے موافق اُمرا میں تقسیم کئے۔ اتنے میں گرمی ایسی پڑنے لگی کہ اُس کے
لشکر میں سے ہزاروں مرنے لگے اور اُسکے وطن سے بھی کوئی بُری خبر آئی۔ اور اب لوٹنے کے لئے بھی
کچھ یہاں نہ بچا تھا۔ غرض جون/شوال سنہ ۱۱۷۱ھ/۱۷۵۷ء میں اپنے ملک کو چلا گیا اور نجیب خاں رُہیلہ کو بادشاہ
کا امیر الامرا مقرر کر گیا (اُن کا نام نجیب الدولہ لکھا جائیگا) اور جانے سے پیشتر احمد شاہ نے محمد شاہ
کی بیٹی سے جو نہایت خوبصورت تھی اپنی شادی کی۔ پہلے اس شاہزادی سے شادی کرنے کا

ارادہ خود عالمگیر ثانی کا تھا۔ اور اپنے بیٹے تیمور شاہ کی بھی شادی بادشاہ کی بھتیجی سے کی اور اسی شاہزادہ کو لاہور ملتان ٹھٹہ کا ناظم مقرر کیا اور خانجہاں کو اُس کا سپہ سالار مقرر کیا اور خود اپنی سپاہ عظیم لیکر قندہار چلا گیا۔

وزیر کا دلی میں آنا اور مرہٹوں کا بلانا

دلی سے جسوقت احمد شاہ ابدالی روانہ ہوا تو غازی الدین خاں فرخ آباد میں تھا اُس نے نجیب الدولہ کی مخالفت کے سبب سے احمد خاں بنگش کو امیر الامرا مقرر کیا۔ اور شاہجہاں آباد کیطرف چلا مگر وہ یہ جانتا تھا کہ نجیب الدولہ کو معطل بٹھانا کچھ اکیلے کا کام نہیں ہی۔ آجکل مرہٹوں کے اقبال کا ستارہ چمک رہا اسلئے اُسنے رگھناتھ راؤ اور ملھار راؤ ہلکر کو دکن سے بُلایا۔ اور شاہجہاں آباد کا محاصرہ کیا عالمگیر ثانی اور نجیب الدولہ محصور ہوگئے ستائیس روز تک روز لڑائی توپ گولہ سے ہوتی رہی آخر ہلکر کو بادشاہ نے بہت سی رشوت دی۔ جب محاصرہ سے نجات ہوئی عماد الملک نے بہت آسانی سے نجیب الدولہ کو شہر سے نکالدیا وہ اپنی جاگیر میں جو سہارنپور چاندپور ندینہ وغیرہ میں تھی چلا گیا اور اُسنے باقی افسروں کو بھی جو بادشاہ کے طرفدار تھے نظربند رکھا اور ولیعہد کو بھی اپنے قابو میں لانا چاہا۔

شاہزادہ ولیعہد عالی گوہر کا حال

عالی گوہر عالمگیر ثانی کا بڑا بیٹا تھا۔ اور وہی ولیعہد تھا۔ ابھی شاہ ابدالی کے بعد عماد الملک دلی میں نہیں آیا تھا کہ اُسکے خوف کے مارے ولیعہد کو محالات جھجھر وہانسی۔ داوری وغیرہ جاگیر میں دیکر بادشاہ نے رخصت کردیا تھا۔ اور فوج دیکر اُسسے کہدیا تھا کہ جتنے ملک پر تم سے قبضہ ہوسکے قبضہ کرو جب عماد الملک دلی میں آیا تو اُسنے بادشاہ کو مجبور کیا کہ ولیعہد کو بُلائے۔ سیف الدین محمد خاں کشمیری کو دس ہزاروں کیساتھ بھیجا کہ جسطرح ہوسکے شہزادہ کو لے آئے۔ ناچار شہزادہ دلی میں آیا۔ اور عماد الملک نے چاہا کہ وہ قلعہ میں جائے مگر وہ نہ گیا۔ علی مردان خاں کی حویلی میں جو جمنا کے کنارہ پر تھی فروکش ہوا۔ اب اس شاہزادہ کی عمر ۳۲ برس کی تھی۔ ابھی محل کے مزے نہیں اُڑائے تھے اُسمیں ساری صفتیں فیاضی کی موجود تھیں جو اس خاندان کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اب وزیر نے اس شاہزادہ کو حکم دیا کہ اپنے آدمیوں کو موقوف کرکے اپنی جاگیر پر بھیجو خزانہ میں اُنکی تنخواہ دینے کیواسطے روپیہ نہیں ہی۔ اسطرح سے اُسکی سپاہ اور آدمیونکو پراگندہ کیا پھر ایک دن اُسکی حویلی کا محاصرہ کیا اور یہ ارادہ کیا کہ اُسکو سلیم گڈہ کے قلعہ میں قید کرے شہزادہ نے یہ ارادہ

دیکھکر اپنے رُفقا راجہ رام ناتھ اور میر جعفر اور سید علی اعظم خاں سے مشورہ کیا۔ سبنے بالاتفاق یہ کہا کہ جس طرح سے ہوسکے دشمنوںکو چیر پھاڑ کر اس محاصرہ سے نکلجاؤ دوسرے روز بہت سویرے وہ گھوڑوں پر چپ چاپ سوار ہوئے۔ اب کچھ مہلت اُنھیں نہ ملی جو سپاہ محاصرہ کئے پڑی اُسنے دیواروں کو توڑ گھوڑوں پر چڑھ بندوقیں مارنی شروع کیں اور دروازہ کا خوب بندوبست کرلیا مگر اتفاق سے دریا کی طرف ایک دیوار ٹوٹی ہوئی تھی اُسپر سے شاہزادہ اور اُسکے چند رفیقوں نے گھوڑے کو داکر دریا میں ڈالدئے اور فقط تن تنہا جوانمرد سید علی اعظم خاں دشمنوں کے روکنے کے لئے کھڑا ہوگیا اور دشمنوں سے لڑتا رہا جب تک کہ شہزادہ دور نکل گیا اس وفادار جان نثار کی جان گئی مگر شاہزادہ مجنوں کے ٹیلہ تک پہنچگیا یہاں ایک مرہٹہ راجہ کا لشکر اُترا ہوا تھا۔ اُسنے شاہزادہ کو دیکھکر بڑی آؤبھگت کی۔ اور ایک خیمہ میں اوتارا اور فرخ نگر پہنچادیا یہاں موسیٰ خاں بلوچ پسر کامگار خاں نے کئی ہزار روپیہ پیشکش کئے یہ مرہٹہ سردار تو علیحدہ ہوگیا اور شاہزادہ سہارنپور میں نجیب الدولہ پاس پہنچ گیا۔ آٹھ مہینے تک وہ یہاں رہا۔ اس زمانہ میں ملک بنگالہ میں انقلاب عظیم برپا تھا۔ اور جعفر خاں انگریزوں کی حمایت سے اُسپر متسلط ہوگیا تھا۔ اس لئے نجیب الدولہ نے شاہزادہ کو سمجھایا کہ آپ بنگالہ جائے (اب آگے حال پھر لکھا جائے گا)



ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ سنہ ۱۱۷۰ھ میں احمد شاہ درانی متھرا اور دہلی کو لوٹ کر اپنے ملک کو گیا تیمور شاہ ناظم اور خانجہاں کو نائب مقرر کرگیا۔ خانجہاں نے ادینہ بیگ کو جسکی دغابازی مکاری اور بیوفائی اور بے ایمانی کا حال پڑھ چکے ہو۔ اپنا نائب کرکے دوآبہ جلندھر میں مقرر کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد جو ادینہ بیگ کو بلایا تو وہ نہ آیا اور پہاڑوں میں بھاگ گیا۔ خان جہاں نے مراد خاں کو دوآبہ میں اُسکی جگہ مقرر کیا۔ ادینہ بیگ نے سکھوں کو سکھا پڑھا کر اپنی طرف کھڑا کیا۔ اور مراد خاں سے لڑنیکے لئے دوآبہ میں بھیجدیا۔ وہ اُنکے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا۔ لاہور میں خانجہاں پاس چلا آیا۔ سکھوں نے دوآبہ کو خوب لوٹا مارا۔ مگر ادینہ بیگ کو جب یہ معلوم ہوا کہ نرے سکھوں کی اعانت سے کام نہیں بنیگا تو اُس نے رگھناتھ اور شمشیر بہادر کو متواتر خط بھیجکر بُلایا۔ مرہٹے ایسی تقریبوں کی راہ تکا ہی کرتے تھے

شعبان سنہ ۱۱۷۱ھ (۱۷۵۸ء) میں دونوں پنجاب کی طرف روانہ ہوئے اول سرہند میں عبدالصمد خاں کو جو درانیوں کیطرف سے حاکم تھا لڑکر مارا۔ اور لاہور اور سارے پنجاب پر قبضہ کر لیا اور درانیوں پاس جماعت کم تھی وہ مرہٹوں کے آگے سے پیچھے ہٹتے ہٹتے اٹک پار اُتر گئے اتنے میں برسات آگئی۔ مرہٹوں نے لاہور کا صوبہ ادینہ بیگ کو دلایا۔ اور پچھتر لاکھ روپیہ نذرانہ سالانہ ٹھہرالیا اور رگھناتھ اور شمشیر بہادر دکن کو چلے گئے۔ اور جنکوجی کو یہاں راجپوت راجاؤں سے لڑنیکے لئے دہلی میں چھوڑ گئے۔ ادینہ بیگ سنہ ۱۱۷۲ھ (۱۷۵۹ء) میں مرگیا جنکوجی نے سرہند کی فوجداری پر تو ادینہ بیگ کے دوست صدیق بیگ خاں کو اور دوآبہ میں ادینہ بیگ کی بی بی کو اور لاہور کی صوبہ داری پر سامامرہٹہ کو مقرر کیا۔

صفدر جنگ نے پہلے مرہٹوں کو بُلاکر دوآبہ میں دخل دلایا تھا۔ اب دتاجی سیندھیا نے سنہ ۱۱۷۱ھ (۱۷۵۸ء) میں دکن سے آکر یہ ارادہ کیا کہ سارا ہندوستان خاص فتح کرلے۔ غازی الدین خاں اُسکے ساتھ اسکام کا محرک ہوا۔ اور شریک رہا۔ پنجاب پر قبضہ ہو ہی گیا تھا۔ رُہیلکھنڈ اور اودہ باقی تھا۔ ایک سال تو ممالک قدیمہ کے انتظام میں اُسنے صرف کیا۔ اور پھر رُہیلکھنڈ کے فتح کرنیکے ارادہ سے وہ جمنا پار اُترا اور نجیب الدولہ پر حملہ کیا۔ اور مرہٹونکے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ گنگا کے کنارہ پر سکرتال میں مقیم ہوا۔ یہاں برسات کے چار مہینوں میں برابر توپ گولہ مرہٹوں سے چلتا رہا۔ سعداللہ خاں و حافظ الملک رحمت خاں اور دوندے خاں سب نے نجیب الدولہ کی اعانت کا قصد کرلیا تھا۔ ان سب نے ملکر شجاع الدولہ کو لکھا کہ مرہٹے دوآبہ میں موجود ہیں۔ برسات کے منتظر ہیں۔ جسوقت دریا کا پانی اُتر گیا تو اول وہ ہمارے ملک میں اُترینگے اور ہمکو خون سے تر بہ تر کرینگے۔ پھر ملک اودہ پر پانی پھیرینگے۔ اسلئے رسد کی تدبیر کچھ پہلے سے کرنی چاہیئے۔ شجاع الدولہ پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ نجیب الدولہ کی اعانت میں سُستی و تساہل کرنا نقصان کرنا ہے۔ اُسنے پہلی دشمنیوں کو بھلا لکھنؤ سے شدت کی برسات میں لشکر لیکر شاہ آباد میں شوال سنہ ۱۱۷۲ھ (۱۷۵۹ء) میں پہنچا اور گنگا کی طغیانی کے سبب سکرتال میں نہ پہنچ سکا۔ جسوقت دریاؤں کے پانی اُترے۔ دتاجی سیندھیا نے گوبند رام بندیلہ کو بیس ہزار لشکر کے ساتھ دریا کے پار رُہیلکھنڈ میں غدر مچانیکے واسطے بھیجدیا۔ اُس نے

مرہٹوں کا ارادہ کل ہندوستان کی فتح کرنیکا مسلمانوں کا متفق ہوکر انکا مقابلہ کرنا

تمام چاندپور رندینه اور پرگنونکو خراب کیا اور رام گنگا سے پار اُتر کر امروہہ تک ملک کو لوٹ لیا پٹھان اُسکا مقابلہ نکر سکے اسلئے پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے شجاع الدولہ اس خبر کو سنتے ہی سکرتال میں جہاں نجیب الدولہ محصور تھا پہنچا - یہاں چاروں طرف سے گوبند رام نے ایسا سامان رسد نجیب الدولہ کا بند کر رکھا تھا کہ سارا لشکر اُسکا حالت نزاع میں تھا جسوقت شجاع الدولہ ہلدور میں پہنچا اور اُسنے دیکھا کہ مرہٹے کچھ رستہ وغیرہ لوٹ رہے ہیں تو اُسنے انوپ گر گسائیں اور اُمراؤ گر گسائیں اور مرزا نجف خاں کو حکم لڑنیکا دیا - اُنھوں نے مرہٹوں کو مار کر گنگا پار اُتار دیا اور بہت کچھ مال اسباب اُنکا چھین لیا اب پٹھانوں کی جان میں جان آئی - وہ پہاڑوں سے اپنے ملک میں آئے اب اس گوبند رام بندیلہ کی سپاہ کے غارت ہونیسے دتاجی سیندھیا کی فوج بہت ضعیف ہوگئی تھی اودہر احمد شاہ ابدالی کے آنیکا کھٹکا لگا ہوا تھا - اسلئے $\frac{\text{جمادی الاول}}{\text{نومبر}}$ سنہ ١١٧٢ھ / ١٧٥٩ء میں مرہٹوں نے شجاع الدولہ اور اُسکے رفیقوں سے صلح کرلی -

احمد شاہ درانی کا ہندوستان میں آنا

سنہ ١١٧٢ھ / ١٧٥٩ء میں تیمور شاہ پنجاب کی حکومت سے خارج ہوا تھا - اسوقت احمد شاہ ابدالی اپنے ملک کے شمال مغرب میں لڑائی میں مصروف تھا اور جب وہ پنجاب کو دوبارہ قبضہ لانیکی غرض سے روانہ ہوا تو ناصر خاں بلوچوں کے حاکم نے اُسکی مزاحمت کی اور خود مختار ہونیکا ارادہ کیا - اس سبب سے بلوچوں کے جھگڑے میں پھنس گیا اور خاطر خواہ انتظام کرنے میں اُسکو توقف ہوا بعد اُسکے وہ شکارپور کی جنوبی سڑک کی راہ سے اٹک کو روانہ ہوا - اور پشاور تک اٹک کے کنارے کنارے کوچ کرتا ہوا ماہ $\frac{\text{محرم}}{\text{ستمبر}}$ سنہ ١١٧٣ھ / ١٧٥٩ء میں پار اُترا - مرہٹوں نے اُس سے خفیف مقابلہ کیا - سامابھی لاہور سے بھاگا - سردار صمد خاں بیگ اور دینہ بیگ کی ابلی بھی کو نہیں چھپے ہی - شاہ درانی ویران ملک اور دریاؤں سے بچکر شمالی پہاڑوں کی راہ سے آیا - اور سہارنپور میں دریا جمن سے اُتر کر دوآبہ میں آگیا -

عالمگیر ثانی کا قتل

ممالک ایشیا میں فقیری بھی عجیب چیز ہے اُسکے لباس میں ہزاروں بُرے کام اچھی طرح سرانجام ہوسکتے ہیں - اس کی ادنی اجل میں سیکڑوں شکار ہوتے ہیں - عالمگیر ثانی کی بھی جان اس فقیری کے ہاتھوں سے گئی - فی الحقیقت یہ اعتقاد فقیری بھی انسان کے لئے وبا عظیم اور

عذاب الیم ہی۔عالمگیر ثانی اور نجیب الدولہ کو جو تعلق و ارتباط احمد شاہ دُرانی کیساتھ تھا اُسکو شجاع الملک اپنے حق میں زہر سمجھتا تھا اور یہ جانتا تھا کہ اسلیئے اِس بادشاہ نے اُس بادشاہ کو بُلایا ہے کہ میری تمام بدکرداریونکا انتقام اس بادشاہ کے ہاتھوں سے لے۔ اور معلوم نہیں کہ نجیب الدولہ کو کس رتبہ پر پہنچائیگا غرض اس خیال سے اُسنے اپنے خالو نظام الدولہ کو جو قید میں تھا قتل کیا اور تیسرے روز مہدی علیخاں کشمیری کو سکھا پڑھا کر بادشاہ کی خدمت میں بھیجا بیچارہ بیکس بادشاہ سلطنت کے کاموں سے ہاتھ اُٹھا کر خلوت نشینی میں اوقات بسر کرتا تھا فقرا پر اعتقاد رکھتا تھا مہدی علیخاں نے بادشاہ سے آنکر عرض کیا کہ ایک درویش کامل فیروز شاہ کے کوٹلہ میں قابل زیارت آنکر وارد ہوئے ہیں اُنکی کشف و کرامات کی تعریف میں نہیں کرسکتا۔ یہ بھولا شاہ اس شیطان کشمیری کی افزا پردازی کو کیا جانتا تھا۔ تنہا فقیر باکرامت کی زیارت کو روانہ ہوا۔ جب پہلے دروازہ پر پہنچا تو اُس کشمیری نے تلوار ہاتھ سے لے لی۔ اور اُسکو پردہ اُٹھا کر اندر لیگیا۔ دروازہ اندر سے بند کیا مرزا بابر بادشاہ کا داماد ہمراہ تھا اُسنے تلوار کھینچ کر ایک آدمی کو زخمی کیا مگر اُسکو آدمیوں نے زخمی کرکے بادشاہ کے محافہ میں بٹھا سلیم گڈہ کے قلعہ میں بھیجدیا بادشاہ نے جو پردہ اُٹھا کر دیکھا تو موت کے فرشتے کھڑے ہوئے تھے دو چار ازبک ننگی تلواریں لیکر اُسپر پل پڑے اور سر کو تن سے جُدا کیا اور بے سر دہڑ کو جمنا کے ریت پر پھینکدیا۔ بدمعاشوں نے لاش پر یہ ظلم کیا کہ اُسکے کپڑے اوتار لیگئے یہ واقعہ $\frac{\text{ربیع الثانی}}{\text{نومبر}}$ ۱۱۷۳ھ ۱۷۵۹ع کا ہے۔ کئی روز بعد اس کشمیری کے حکم سے لاش ہمایوں کے مقبرہ میں دفن ہوئی اور اُسی روز کام بخش کو تخت پر بٹھا کر شاہجہان ثانی کا خطاب دیا مگر اس بادشاہ کو کسی نے بادشاہ نہ مانا اسوقت شاہزادہ عالی گہر جو ولیعہد تھا (جسکا حال پڑھ آئے ہو) وہ دہلی میں نہ تھا بنگال میں اپنی سلطنت کے جمانیکی تدبیریں کررہا تھا۔ اب شاہزادوں نے متفق ہوکر بغیر بادشاہ کے لڑائی کے کاموں کو جاری رکھا۔

جب احمد شاہ انتربید یعنی گنگا جمنا کے دوآبہ میں گیا تو سعد اللہ خاں و نجیب الدولہ و احمد خاں بنگش حافظ رحمت خاں دوندے خاں سب کے سب اُسکی خدمت میں گئے اسوقت تک مرہٹوں کے جاٹ

ممد و مددگار نہ تھے تو بھی مرہٹوں کا لشکر تیس ہزار کے قریب اس ملک میں تھا مگر اُسکے دو گروہ تھے ایک دتاجی سیندھیا کے ماتحت تھا۔ دوسرا ملہر راؤ ہلکر کے پاس تھا اور اُنہیں آپسمیں فصل تھا باشندے اس ملک کے اُنکی لوٹ مار سے تنگ ہوگئے تھے۔ اُنہوں نے احمد شاہ کے آنیکی خبر بھی نہیں کی غرض احمد شاہ دُرانی نے اُس گروہ پر جو دتاجی سیندھیا کے ماتحت تھا حملہ کیا۔ اور شاہجہاں آباد کے پاس باولی پر ایک سخت لڑائی ہوئی۔ جسمیں سیندھیا اور دو تہائی فوج اُسکی ماری گئی جنکو جی کچھ آدمیوں سمیت دکن میں اس خبر کے سنانیکے واسطے چلا گیا کہ احمد شاہ ابدالی اُسکے تعاقب میں نارنول تک گیا ملہر راؤ ہلکر اسوقت سکندرہ میں تھا۔ یہ خبر سُنکر چنبل کی طرف گیا اور سورجمل جاٹ سے اعانت کی استدعا کی اُسنے انکار کردیا کہ میں دُرّانیوں سے اگر وہ میرے ملک میں آئینگے تو مستحکم قلعوں کی پناہ میں جو کچھ مجھسے ہوسکیگا کرونگا۔ افغان اپنے ملک سے رسد کا سامان لیکر شاہ ابدالی کے لشکر کو جاتے تھے ہلکر نے اُنکے لوٹنے کا ارادہ کیا۔ افغانوں نے یہ چالاکی کی کہ جو کچھ نقد و جنس تھا وہ گنگا پار بھیجدیا اور جسطرح صید کے پھنسانیکے لئے دانہ بچھاتے ہیں اسطرح کچھ تھوڑا سا اسباب ہلکر کے ہاتھ لُٹوا دیا۔ جب بادشاہ کو خبر ہوئی تو اُسنے شاہ پسند خاں اور شاہ قلندر خاں کو حکم دیا کہ ہلکر کے لشکروں پر حملہ کریں وہ نارنول سے بڑی کڑی منزلیں کرکے سکندرہ میں پہنچے اور ہلکر کے لشکر میں ایسا ہلڑ مچا دیا کہ وہ صرف تین سو سواروں کو جو گھوڑوں کی ننگی پیٹھوں پر سوار تھے ساتھ لیکر بھاگ گیا۔ باقی اُسکا لشکر مارا گیا یا قید ہوا۔ اور تمام اسباب ابدالیوں کے ہاتھ لگا۔

احمد شاہ اور شجاع الدولہ کا ملنا

اب موسم برسات کا آگیا تھا شاہجہاں آباد پر مرہٹوں کے حملہ کا کچھ اندیشہ نہ تھا اُسکی حفاظت کے واسطے احمد شاہ نے تھوڑے سے دُرّانی مقرر کرکے انوپ شہر میں شجاع الدولہ سے ملنے کیلئے چھاونی ڈالی نجیب الدولہ کو اُس پاس بھیجا کہ وہ اُسکو رفاقت پر راضی کرے۔ اور اُسکو لے آئے نجیب الدولہ کو مدار المہام مقرر کرکے شجاع الدولہ احمد شاہ پاس دس ہزار سوار لیکر ۴ ذی الحجہ ۱۱۷۳ھ کو آن پہنچا یہاں آپسمیں تعظیم و تکریم کے ساتھ ملاقات ہوئی اس سے پہلے بادشاہ کے ساتھ سب مسلمان متفق ہوگئے تھے شجاع الدولہ کی خط و کتابت مرہٹوں کے ساتھ بھی جاری رہی اور اس سبب سے وہ مرہٹوں

مرہٹوں کا حال

اور ابدالیوں کے معاملہ میں ایک واسطہ بنا رہا۔

ان شکستوں سے پہلے رگھناتھ دکن میں پہنچا تھا اُسکی فتوحات سے مرہٹوں کو خوشی حاصل ہوئی مگر وہ چیز جس پر مرہٹے عاشق ہیں وہ اُس پاس نہ تھی یعنی لوٹ کا مال جسکے لیئے مرہٹے مُنہ پسار کے بیٹھے تھے۔ بلکہ ان مہمات کا خرچ کا قرض ایک کروڑ روپیہ گھر سے دینا پڑا۔ اسی زمانہ میں سداشیو راؤ نے احمد نگر پر قبضہ کر لیا تھا اور اودگر کی لڑائی میں ایک ایسا عہد نامہ حاصل کیا کہ جس سے بہت ملک اور دولت دونوں ہاتھ لگے۔ غرض جو کام اُس نے دکن میں کیئے تھے اُسکے مقابلہ میں رگھناتھ جی کے کام پھیکے تھے۔ اسلیئے دونوں بھائیوں میں رقابت پیدا ہوئی۔ سداشیو راؤ نے بھائی کو فضول کہا اُسپر رگھناتھ جی نے کہا کہ ابکی دفعہ آپ تشریف ہندوستان خاص کی لڑائی پر لیجایئے۔ ساری حقیقت کھلجائیگی اور معلوم ہو جائیگا کہ دکن اور ہندوستان خاص کی مہمات میں کیا فرق ہے اسلیئے ان دونوں کے کام ادل بدل ہو گئے۔ جو دکن میں تھا وہ ہندوستان خاص کو چلا جو ہندوستان خاص میں تھا وہ دکن رہا۔ اسوقت مرہٹوں کی عملداری کو جو وسعت حاصل تھی وہ کبھی نہ پہلے ہوئی اور نہ آئندہ حاصل ہوئی شمالی سرحد اُسکی اٹک اور ہمالیہ کی پہاڑ تھے اور جنوب میں جزیرہ نما دکن کی چوٹی سے کچھ کم یعنی سمندر تک جو جو ملک ان سرحدوں کے درمیان خارج از حکومت تھے وہ باج گزار تھے۔ اب یہ صرف لٹیرے ہی نہیں رہے تھے بلکہ انمیں سب شان پادشاہانہ پائی جاتی تھی۔ بڑے بڑے عمدہ تنخواہ کے سپہ سالار نوکر تھے دس ہزار سپاہ فرنگستان قواعد دان اُن پاس تھی وہ آدمی پادشاہ اُن سے لرزاں تھے۔

جب دکن میں دتاجی سیندھیا کے قتل اور ہلکر کی سپاہ کی بربادی کی خبر پہنچی سداشیو راؤ عرف بھاؤ چچازاد بھائی بالاجی راؤ کا بڑے کروفر سے دکن سے چلا اُسکے ساتھ لشکر نہایت آزمودہ کار توپخانہ فرنگستانی طرز پر قواعد دان ساتھ تھا اور توپخانہ کا افسر بھی ابراہیم گاردی شاگرد رشید بسی فرانسیسی جرنیل کا تھا۔ بسواس راؤ پسر بالاجی راؤ بھی اس سبب سے ساتھ ہوا تھا کہ ہندوستان کے تخت سلطنت پر بیٹھے اور خاندان بابریہ کا خاتمہ کرے اور ابدالیوں سے انتقام لے۔ جب یہ لشکر اس کروفر کے ساتھ اکبر آباد میں پہنچا سورج مل جاٹ بھی ہلکر کی وساطت سے ملاقات کو آیا اور تیس ہزار سوار ساتھ لے گیا

اور راہ میں فوج رجپوتوں کی بھی اُن کے لشکر میں شامل ہوتی گئی۔ عماد الملک بھی متھرا میں بھاؤ سے آنکر ملا۔ بھاؤ نے یہ سوچا کہ جمنا پار ہو کر ابدالی سے تو برسات میں لڑنا مشکل ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ چل کر شاہجہان آباد لے لیجئے۔ چنانچہ وہ ۹ ذی الحجہ ۱۱۷۳ھ میں شاہجہان آباد میں داخل ہوا اور سعد اللہ خاں کی حویلی میں اُترا اور اُس نے سپاہ کو قلعہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ احمد شاہ کی طرف سے یعقوب علی خان بھمن زئی قلعہ دار تھا۔ اُس نے مقابلہ کیا۔ کچھ مرہٹے خضری دروازہ توڑ کر قلعہ میں داخل ہو گئے تھے اُنکو درانیوں نے مار کر نکال دیا۔ پھر ابراہیم بیگ گاردی نے جھروکہ کی طرف سے توپ کے گولہ مار کے دیوان خاص اور رنگ محل کو کئی جگہ سے توڑ پھوڑ دیا۔ غرض آخر کو یعقوب علی خاں نے اپنی جان بچا کر مرہٹوں کو قلعہ حوالہ کیا اور خود شاہ درانی کے پاس چلا گیا۔ بھاؤ نے قلعہ کی قلعہ داری شنکر راؤ کو سپرد کی۔ مرہٹوں کو اُس کی حفاظت کیلئے متعین کیا۔ اس اثنا میں بھاؤ نے کئی دفعہ شجاع الدولہ کی معرفت چاہا کہ شاہ ابدالی سے صلح ہو جائے۔ مگر شجاع الدولہ نے صاف کہدیا کہ دکن کے برہمن ہندوستان پر مدت سے مسلط ہیں اُنکے سر پر وفور طمع وحرص بدعہدی و بدقولی کے سبب سے یہ بلا شاہ درانی کی آئی ہے۔ ایسوں کے ساتھ کیا کوئی صلح کرے جو کسی کی آبرو اور آسائش کے روادار نہوں سب چیزیں اپنے اور اپنی قوم کے لئے چاہتے ہوں۔ آخر سب اُن کے ہاتھوں سے ایسے عاجز ہوئے کہ اُنہوں نے اپنے پاس ناموس اور حفظ آبرو اور رفاہ خلائق کیلئے شاہ ابدالی کو منتیں کر کے ولایت سے بلایا ہے اور اُس کے صدمات کو مرہٹوں کی ایذا رسانی سے سہج سمجھا۔ بالفعل صلح کا ہونا ناممکن تھا اب مرہٹوں کی بیباکی نوبت دنائت اور تنگ چشمی پر پہنچی کہ دیوان خاص کی چھت کو کہ نقرہ مینار کی تھی اُتار لیا اور ٹکسال میں بھیجدیا قدم شریف اور حضرت نظام الدین اولیا کی درگاہ میں اسباب سونے چاندی کا تھا وہ بھی لے لیا اور اُسکے سکے بنا ڈالے۔ دانہ گھاس کی قلت سے بھاؤ بہت تنگ ہو رہا تھا۔ آخر ایام برسات میں اُس نے شاہجہان آباد کے چھوڑنے کا مصمم ارادہ کیا۔ ۹ صفر ۱۱۷۴ھ میں اُسنے شاہجہان ثانی کو کہ نام کا بادشاہ تھا معزول کر کے مقید کیا اور مرزا جوان بخت خلف شاہ عالم عالی گہر کو تخت پر بٹھایا۔ اور شجاع الدولہ کو غائبانہ وزیر مقرر کیا تاکہ شاہ ابدالی اُس سے بدگمان ہو جائے اور شنکر راؤ کو بدستور اپنے عہدہ قلعہ داری پر بحال رکھا۔ ارادہ تو اُسکا یہ ہوا تھا کہ بسواس راؤ کو تخت سلطنت پر بٹھلائے مگر اور لوگوں نے صلاح دی کہ شاہ درانی کے مخمصہ کو مٹ جانے

دو جب یہ کام کرنا۔ ان حرکات کو سورجمل دیکھکر بہت گھبرایا وہ کچھ پہلے سے بھی ناراض تھا کیونکہ جب اُس نے بھاؤ کو یہ صلاح دی تھی کہ آپ اپنی بھاری بھاری توپوں اور اسباب کو ہمارے قلعہ میں چھوڑ جایئے اور پیادوں کو ساتھ نہ لیجایئے۔ صرف سواروں سے اُس طریق سے جو آپکے باپ دادا کے لڑنیکا طور ہی لڑیئے۔ اور احمد شاہ ابدالی کے لشکر کو ستایئے۔ کچھ دنوں وہ یہاں کے موسم کی شدت سے آپ گھبراکر چلا جائیگا۔ اور مرہٹوں نے بھی اُسکی تائید کی مگر بھاؤ اپنے نشۂ نخوت میں مست تھا۔ اس نیک صلاح پر مطلق خیال نہ کیا اور یہ کہا کہ سورجمل چھوٹا سا زمیندار ہی وہ ان باتوں کو کیا جانے۔ یہ سُنکر سورجمل بھی دلی سے علیحدہ اپنے قلعہ بلب گڈہ میں تماشا دیکھنے جا بیٹھا اب بھاؤ دلی سے کنج پورہ کی طرف گیا۔ وہاں عبدالصمد خاں ابدالی اور بعض اور سردار رسد بہم پہنچاکر احمد شاہ کے لشکر میں بھیجتے تھے۔ ۷ ربیع الاول کو بھاؤ وہاں پہنچا اور قلعہ کنج پورہ کو فتح کرلیا۔ اور سب درانی سرداروں کو مارڈالا۔ اور قلعہ کو لوٹ لیا۔ یہ سُنکر شاہ درانی بھی غصہ میں بھر آیا۔ اور وہ انوپ شہر سے ۱۷۔ ربیع الاول کو چلا۔ اور باگپت کے گھاٹ جمنا سے پار اُترا۔ یہاں کہیں جمنا پایاب تھی کہیں غرقاب تھی۔ اگرچہ اِس طرح اُترنے میں اُس کے کچھ ہمراہی بحر فنا میں غرق ہوئے مگر دشمنوں پر اس دلیرانہ کام کا ایسا رعب بیٹھا۔ اور بھاؤ کو خوف ہوا کہ وہ سرہند جاتا جاتا اُلٹا پانی پت کو آیا اور اُسکے سواد شمالی میں برخلاف اپنے دستور کے توپوں کا حصار لشکر کے گرد باندھا۔ اُسکے مقابل شاہ ابدالی کا لشکر بھی تیسرے روز اُسکو آن پہنچا۔ تفصیل ان دونوں لشکروں کی یہ ہے کہ بھاؤ پاس پچیس ہزار سوار جرار قواعد داں تنخواہ دار اور پندرہ ہزار پیادے تھے جنمیں سے نو ہزار فرانسیسی قواعد جانتے تھے۔ اور انکا سردار ابراہیم بیگ خاں گردی تھا جو فرانسیسی جرنیل بسی کا شاگرد رشید تھا اور دو سو توپیں سوائے قلعہ شکن توپوں کے اُسکے ساتھ تھیں۔ راہ میں جو اور لشکر اور رجپوتوں کی سپاہ اُسکے ساتھ ہوگئی تھی وہ سب ملکر تین لاکھ آدمی لڑنے والے ہوگئے تھے۔ احمد شاہ کی فوج میں پچاس ہزار سوار اور چالیس ہزار ہندوستانی پیادے اور تیس توپیں تھیں۔ احمد شاہ اس قلت سپاہ کے سبب سے مرہٹوں پر حملہ نہ کرسکتا تھا۔ اُس نے بھی اپنے لشکر کا حصار باندھا۔ روز چھیڑ چھاڑ لڑائیونکی ہونی شروع ہوئی۔ چاروں طرف سے مرہٹوں کے رسد روکنے کا سامان کیا گیا۔ سرہند کی طرف سے آلا جاٹ زمیندار رسد کی امداد کرتا تھا۔ اسلئے درانیوں نے اُس پر بھی حملہ کیا

جب احمد شاہ ابدالی نے دیکھا کہ مرہٹے باوجود تنگ ہونیکے بھی توپ خانہ کی زنجیرہ سے نہیں نکلتے تو اُس نے
۲۸ ربیع الاول کو توپخانہ پر یورش کی۔ مرہٹے بھی مستعد ہوکر سامنے آئے دوپہر سے شام تک لڑائی رہی
بہاؤ کا سسر ابلونت راؤ مارا گیا۔ اور رات کے ہوجانیسے کچھ لڑائی کا فیصلہ نہوا۔ لشکر اپنے اپنے خیموں کو چلے گئے
نجیب الدولہ اور روہیلوں نے اپنی شجاعت اور بہادری دکھائی۔ اسی انثنا میں خبر پہنچی کہ گوبند رائے
بندیلہ ضلع اٹاوہ سے دس ہزار سپاہ اور خزانہ اور بہت سا سامان رسد کا لئے چلا آتا ہے اور شاہدرہ شاہجہان آباد
کے قریب آپہنچا ہے اور اُسکا ارادہ ہے کہ میرٹھ وغیرہ کو لوٹتا ہوا کنج پورہ کی راہ سے پانی پت میں بہاؤ سے
ملے۔ شاہ ابدالی نے عطائی خاں درّانی کو پانچہزار سواروں کے ساتھ اُسے لڑنیکے لیے روانہ کیا۔ اس لشکر
نے اول شاہدرہ میں شنکر راؤ قلعہ دار شاہجہان آباد کو قتل کیا۔ پھر غازی آباد میں اور مرہٹوں کا خون بہایا
اور جلال آباد میں پہنچا۔ یہاں گوبند رائے بندیلہ ٹھہرا ہوا تھا۔ اُس سے لڑائی شروع ہوئی اور وہ مارا گیا
سامان رسد اور خزانہ اسباب درانیوں کے ہاتھ لگا۔ دونوں لشکروں میں روز چھیڑ چھاڑ رہتی۔ کبھی کبھی
بھاری دھاوے ہوجاتے۔ اُدھر مرہٹے ابتدار جنگ سے تنگ تھے۔ ادھر احمد شاہ درانی کے لشکر میں
ہندوستانی امیر اس امتداد جنگ سے عاجز تھے۔ اُنہوں نے احمد شاہ درّانی کی منت سماجت شروع
کی آپ معاملہ کرکے اس لڑائی کا فیصلہ کردیجئے۔ اس پر احمد شاہ سب ہندوستانیوں کو جواب یہی دیتا
تھا کہ آپ لڑائی کے نشیب فراز سے واقف نہیں اور سب معاملوں کا آپکو اختیار حاصل ہے مگر اس معاملہ کو
میری مرضی پر چھوڑ دیجے۔ خندق کے سامنے ایک سُرخ خیمہ اُسنے کھڑا کرایا تھا اُس میں اشراق کی نماز پڑھتا
تھا۔ اور شام کو کھانا کھاتا تھا۔ دن بھر گھوڑے پر سوار ہوکر فوج کے پہروں کو مختلف مقامات پر دیکھتا بھالتا
تھا۔ ہر روز پچاس ساٹھ میل سے کم نہ چلتا تھا۔ دن بھر کا یہ کام تھا۔ رات کو پانچہزار سواروں کا بکتٹ
دشمن کی جانب کو جہانتک قرب اُس کا ممکن تھا لگاتا اور لشکر کے گرد سلایے میں گشت پھرتا تھا وہ ہندی
امیروں سے کہہ دیتا کہ آپ چین سے آرام کریں میں آپ کی خبرگیری کرتا ہوں کوئی آفت آپ پر نہیں آنے
دونگا۔ اُس کا حکم قضا و قدر سے کم نہ تھا کسی آدمی کا مقدور نہ تھا کہ اُسکے حکم کی تعمیل میں ذرا بھی توقف کرے
اب بھاؤ کا قافیہ یہاں تک تنگ ہوگیا تھا کہ اُسنے کاشی راؤ کی معرفت شجاع الدولہ پاس پیغام بھیجا

کہ وہ بیچ میں واسطہ ہو کر احمد شاہ سے صلح کرا دے۔ جب یہ درخواست صلح احمد شاہ کو سنائی گئی تو اس نے یہ کہا کہ میں آپ سب صاحبوں کا مددگار ہوں اور مجھے سوائے لڑائی کے اور معاملوں سے کچھ سروکار نہیں۔ اُن کا فیصلہ جس طرح چاہیئے فیصل کیجے۔ سب ہندوستانی امیر صلح پر راضی ہو گئے مگر نجیب الدولہ ہمیشہ صلح کی مخالفت کرتا رہا اور یہ کہتا رہا کہ اگر بادشاہ چلا گیا اور مرہٹوں کی قوت باقی رہی تو وہ ہم کو برباد کر دینگے۔

بھاری لشکر بھاؤ کا جب ایک حصار میں محصور ہوا تو غلاظت اور نجاست کے سبب سے اُس میں ٹھہرنا مشکل ہوا اس پر اسباب رسد کی تنگی ہوئی۔ سیکڑوں بھوکے مرنے لگے۔ آخر کار سب سرداروں نے متفق ہو کر بھاؤ کو گھیرا اور یہ کہا کہ آخر گرسنگی کے ہاتھوں سے آدمی اور جانور ہلاک ہوتے ہیں اس سے بہتر ہے کہ سب ملکر ایک دفعہ دشمنوں پر جا پڑیں جو کچھ نصیب میں ہونا ہو ہو جائے۔ غرض سب نے پان کا بیڑا کھایا اور لڑنے مرنے پر قسم کھائی۔ سارے لشکر میں حکم سنایا گیا کہ کل صبح کو لڑائی ہے۔ بھاؤ نے تنت کر وقت شجاع الدولہ کے کارندہ کاشی راؤ کو خاص اپنے ہاتھ سے یہ لکھکر بھیجا کہ اب پیالہ لبالب ہے ایک بوند کی اسمیں سمائی نہیں۔ اگر بن پڑے تو آپ کچھ کیجے ورنہ صاف جواب دیجے پھر لکھنے پڑھنے کے لئے وقت نہیں ملیگا۔ رات کے تین بجے یہ کاغذ شجاع الدولہ کو وہ سنا ہی رہا تھا کہ جاسوس خبر لائے کہ مرہٹے مسلح ہو رہے ہیں۔ شجاع الدولہ احمد شاہ کے خیمہ میں گیا وہاں وہ ہتھیار لگائے تیار بیٹھا تھا۔ گھوڑے پر جو اُسکے خیمہ کے آگے کسا کسایا تیار رہتا تھا۔ سوار ہوا۔ دشمن کی طرف چلا۔ لشکر اُسکے پیچھے ہوا۔ ۶ جمادی الاخری ۱۱۷۴ھ کو مرہٹوں نے ابراہیم خاں گردی کے لشکر کو آگے رکھا اور توپ گولہ کی مار شروع کی مسلمانوں نے توپوں سے کچھ کام نہ لیا۔ مرہٹوں کی توپیں بہت قریب آگئیں تو ابراہیم خاں گردی نے اپنے سپاہیوں کو گولیوں کے مارنے سے منع کیا اور سنگینوں سے لڑنے کا حکم دیا۔ وہ رہیلوں پر گرے۔ چونکہ وہ قواعد داں نہ تھے اس لئے وہ بہت مارے گئے اور اُنکی پہلی صفیں ٹوٹ گئیں اور اس شکست سے شاہ ولی خاں وزیر کی سپاہ قلب کا داہنا بازو کھل گیا اور اُسپر بھاؤ اور وسواس راؤ نے اپنی نہایت عمدہ فوج سے حملہ کیا۔ اس حملہ میں وزیر کا بھتیجا عطائی خاں اُسکے پہلو میں مارا گیا۔ اور اُسکی سپاہ دلدانی بھی پیچھے ہٹی وہ گھوڑے سے اُترا اور اُس نے چند رفیقوں کے ساتھ لڑکر مرنیکا قصد کیا شجاع الدولہ کا لشکر وزیر کے لشکر کے عقب میں تھا مگر خاک اُڑنیکے سبب سے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ کہ کیا ہو رہا ہے

جب اُس نے دیکھا کہ آدمیوں اور گھوڑوں کی آواز نہیں آتی تو اُس نے کاشی رائے کو دریافت کرنے کے لئے بھیجا تو اُس نے آنکر یہ دیکھا کہ وزیر گھوڑے سے نیچے کھڑا ہی اور اپنے آدمیوں کو لعنت ملامت بھاگنے پر کر رہا ہی اور سپاہ کو جمع کرتا ہی اُس نے یہ کہا کہ شجاع الدولہ پاس جلد جا کر خبر دو کہ وہ میری مدد کو آئے نہیں میں مارا گیا۔ مگر شجاع الدولہ اپنی جگہ پر قائم رہا اُس کی امداد پر جرأت نہ کرسکا۔ احمد شاہ اس معاملہ سے بے خبر نہ تھا اُس نے فوراً وزیر کی کمک کے لئے لشکر بھیجدیا اور عین وقت پر آن پہنچا۔ لڑائی میں بڑا گھمسان ہوگیا۔ مگر اب بھی مرہٹوں کا پلہ بھاری تھا۔ احمد شاہ نے اپنے بھگوڑے سپاہیوں کو گھیر کر قتل کرنے کا حکم سنایا اور یہ کہدیا کہ جو بھاگے گا وہ مارا جائیگا۔ بعد اُس کے اُس نے اپنی صف کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ ایک سپاہ کو اپنے بائیں طرف دشمن کے بازو پر حملہ کا حکم دیا۔ اس تدبیر کا تیر ٹھیک نشانہ پر بیٹھا۔ قلب سپاہ میں بھاؤ اور بسواس راؤ گھوڑوں پر سوار لشکر کو لڑا رہے تھے۔ خنجر اور کھانڈے بازی ہو رہی تھی کہ یکایک خدا معلوم کیا ہوا کہ مرہٹوں کے لشکر کا قدم میدان جنگ سے اُٹھ گیا۔ قدم کا اُٹھنا تھا کہ میدان جنگ کا اُن کے مُردوں سے بھرنا تھا۔ لشکر اسلامیہ نے اُن کا تعاقب بڑے جوش خروش سے ہر جانب میں پندرہ پندرہ بیس بیس میل تک کیا اور مرہٹوں کو مار مار کر ڈھیر لگا دیا۔ جو مرہٹے ان دشمنوں کے ہاتھ سے بچ گئے اُن کو گنواروں نے مار ڈالا۔ بسواس راؤ اور بھاؤ مارے گئے۔ جن کو جی سیندھیا کو کسی درانی نے چھپا رکھا تھا وہ بھی تلاش کرنے سے پکڑا گیا اور مارا گیا۔ ابراہیم خاں گردی بھی قید ہوا۔ ایک ہفتہ کے موت نے اُس کے زخموں پر بھی مرہم رکھا۔ شمشیر بہادر بھی بھاگتے ہوئے مارے گئے۔ مالوہ میں ملہار راؤ جان بچا کر نکل گیا۔ آپا جی سیندھیا بھی لنگڑا ہو کر وہاں جا پہنچا۔ اِن دو سرداروں کے سوا کوئی اور نامور سردار نہیں بچا۔ مرہٹوں کو ایسی شکست کبھی نہیں ہوئی تھی نہ ایسی مصیبت پڑی تھی اس سے ساری قوم کا دل پژمردہ اور افسردہ ہوگیا۔ اس صدمہ سے بالاجی بھی تھوڑے دنوں بعد مر گیا۔ جب سے شکست کی خبر سُنی تھی ایک مندر میں بیٹھ کر سنسکرت پڑھانا اختیار کر لیا تھا۔ بعد اس فتح کے احمد شاہ پانی پت سے نواح دہلی میں آیا۔ اور چند روز متوقف ہوا۔ ہندوستان کا بادشاہ۔ شاہزادہ عالی گوہر یعنی شاہ عالم کو مقرر کیا اور بادشاہ سے شجاع الدولہ کے وزیر ہونے اور نجیب الدولہ کے امیر الامرا ہونے

احمد شاہ درانی کا دہلی میں آنا

کی سفارش کی شاہ عالم اُس وقت دہلی میں نہ تھا۔ اس لئے اُس کے بیٹے جوان بخت کو بادشاہ کا نائب دہلی میں مقرر کیا اور نجیب الدولہ کو دہلی کا منتظم مقرر کیا اور شجاع الدولہ کو خلعت دے کر اودہ اور الہ آباد کے صوبوں پر بھیجدیا۔ اور خود قندھار کو چلا گیا۔

اس بڑی لڑائی کا سبب تو عماد الملک تھا۔ مگر کہیں اُس کا نام نہیں آیا۔ شاید اسے یہ خیال لوگوں کو ہوگا کہ وہ مرگیا۔ حقیقت میں یہ فتنہ انگیزی اُس کی آخر بازی تھی جس کی جیت میں اُس کے واسطے سب کچھ تھا۔ اُس کے ہار میں کچھ بھی پاس نہ تھا۔ جب شاہ ابدالی آگیا اور اُس نے مرہٹوں کا حال دیکھا تو میدان جنگ سے کھسک گیا۔ کچھ دنوں سورجمل بھرتپور کے ٹھاکر پاس رہا اور پھر وہ ناچار ہوکر آہستہ آہستہ دکن میں چلا گیا۔ بیس برس تک بھیس بدلے پڑا پھرا کیا کوئی کام اُس نے ایسا نہیں کیا کہ جس کا بیان تاریخ میں کیا جائے۔ سنہ ۱۷۹۰ء میں انگریزی پولس کے ہاتھ لگ گیا گورنر جنرل کے حکم سے وہ مکہ معظمہ بھیجا گیا۔ آخر عمر میں پھر وہ ہندوستان میں آیا اور احمد شاہ ابدالی کے جانشین تیمور شاہ سے اخلاص پیدا کیا۔ اور ملتان کے صوبہ دار سے یارانہ جوڑا۔ یہاں اگر موت کا وارنٹ نہ آجاتا تو ضرور کوئی نہ کوئی فساد کھڑا کرتا۔

# شاہ عالم کی سلطنت کا بیان

شاہزادہ عالی گہر کا نام بادشاہ ہونے پر شاہ عالم ہوا۔ ہم نے اُس کا حال وہاں تک لکھا ہے کہ وہ دہلی سے باہر نکل آیا۔ جب وہ نجیب الدولہ پاس گیا تو عماد الملک وزیر کا سب کو خوف ایسا پیچھے لگا ہوا تھا کہ اُس نے اس شاہزادہ کو صلاح دی کہ ممالک شرقیہ میں چلا جائے۔ اسی عرصہ میں عرضیاں محمد قلی خاں صوبہ الہ آباد کے بلاوے میں آئیں۔ وہ شجاع الدولہ کا چچازاد بھائی تھا اور بڑا صاحب حوصلہ اور عالی ہمت تھا۔ اُس کا ارادہ تھا کہ ملک بنگال اوڑیسہ اور بہار پر جہاں انگریز اور علی وردی خاں کا نواسہ سراج الدین خاں لڑ رہے تھے قابض اور متصرف ہو شاہزادہ خدا سے یہی چاہتا تھا وہ الہ آباد کا عازم ہوا۔ اور اوّل لکھنؤ میں ۹ جمادی الاول سنہ ۱۱۷۱ھ میں آیا۔ شجاع الدولہ صفدر جنگ کا بیٹا یہاں صوبہ تھا۔ باپ کی ساری لیاقتیں اُس میں موجود تھیں فن سپہ گری سے خوب واقف تھا۔ انتظام ملکی سے بھی نہ آشنا نہ تھا۔ میدان جنگ میں بڑا جوانمرد تھا۔ سوائے اس کے وہ اینچ پینچ کی باتیں اور مکر و فریب کی گھاتیں جن کا آج کل چرچا سارے ملک میں پھیل رہا تھا خوب جانتا تھا ملکی جوڑ توڑ خوب لگانے آتے تھے

اُس نے سوچا کہ اس وقت ایسے شاہزادہ کا ساتھ دینا جو بھگوڑا ولی عہد ایسے بادشاہ کا جس کی سلطنت برسرزوال ہو مناسب اور مصلحت نہیں ہی گو اُس نے شاہزادہ کی بہت بہت خاطر کی اور نذر پیش کی۔ مگر اُس سے یہ کہا کہ آپ محمد قلی خاں پاس تشریف لے جائیے وہ میرا عزیز ہی اور میں اُس کے کاموں میں دل و جان سے شریک ہوں اور اُس نے جو ارادہ کیا ہی وہ میں پسند کرتا ہوں۔ غرض یہ دم دے کر شاہزادہ کو الہ آباد روانہ کیا۔ یہاں محمد قلی خاں نے اُس کا نہایت اعزاز کیا اُس نے اپنی طرف سے صوبہ بنگال اور بہار اور اڑلیسہ کی صوبہ داری کی سند محمد قلی خاں کو لکھ دی اور اُس سے کہا کہ بادشاہی جھنڈا کھڑا کر۔ اور سراج الدولہ اور انگریز دونوں سے سمجھ لے۔ غرض نومبر ۱۷۵۹ء میں شاہ عالم کرمناسا ہی پار اُترا۔ اسی زمانے میں اُس کا باپ عالمگیر قتل ہوا۔ جس کا بیان پہلے ہوچکا ہی مگر ڈاک تو پہلے نہیں تھی کہ آدھ آنہ میں دوسرے روز خبر ہوتی۔ یہ ایسی بڑی خبر بھی اُس پاس ایک مہینے کے بعد بہار کے ایک گانو کوتونی میں پہنچی۔ شاہزادہ نے اُسی وقت تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ اور اپنا نام شاہ عالم رکھا۔ اور اُس نے حکم دیا کہ باپ کی تاریخ انتقال سے میری تاریخ جلوس شمار ہو چنانچہ فرمانوں میں یہی تاریخ لکھی گئی۔

بادشاہ کی خصلت و لیاقت

وہ اپنے باپ کی طرح متحمل رحم دل صاحب وجاہت تھا مگر اُس میں عیب بھی ایسے تھے کہ وہ اِن خوبیوں کو بھی لے ڈوبے تھے۔ اُس کی دلیری تھی تو وہ یہ تھی کہ مصیبت کے وقت گھبراتا نہ تھا۔ مگر اس میں وہ جوانمردی اور شجاعت نہ تھی جو اس وقت میں اُس کی حالت کے لئے پُرضرور تھی۔ تحمل اور رحم نے اُس کو اور خاک میں ملایا تھا وہ اس درجہ پر تھا کہ کسی شخص نے خواہ کیسی ہی بے وفائی اور کج ادائی کی ہو مگر جب اُس کی تقصیر معاف کردی تو پھر اُس کو خیال بھی نہ ہوا کہ اُس نے میرے ساتھ کچھ کیا بھی تھا۔ آنکھوں کی مروت نے اُسے اندھا کردیا تھا۔ جو امیر اُس کے پاس ہو اُس کے خلاف مارے مروت کے کوئی کام نہ کرسکا۔ صبر نے اُسے اور بھی ذلیل کردیا تھا۔ جو کچھ اُس کے آگے پیش آتا تھا وہ اُس سے راضی تھا۔ اپنی مصیبتوں کو ہمت بلند کرکے اور حوصلہ کو بڑھا کر یونہیں ٹالتا تھا۔ وہ شاعر بھی تھا۔ آفتاب تخلص تھا۔ چار جلدوں میں ایک قصہ لکھا ہی جس سے ہر زمانہ کے آدمی ادنیٰ متوسط اعلیٰ کی طرز معاشرت معلوم ہوتی ہی۔ اُس کا نام شاہ عالم کا قصہ ہی۔ زبان

اُس کی فصاحت اور سلاست میں میر امن کے چار درویش سے کم نہیں ہی اُس کا یہ شعر مشہور ہے

عاقبت کی خبر خدا جانے ؂ اب تو آرام سے گزرتی ہی

اسی پر اُس کا عمل تھا۔ وہ ایسا نا عاقبت اندیش تھا کہ کل کی کچھ نہ سوچتا تھا۔

انگریزوں نے جس وقت میر جعفر کو شرقی صوبوں کا نواب بنایا تھا۔ بہار میں اُس کا نائب راجہ رام نرائن ایک ہندو تھا میر جعفر کے نائب کی کمک کے لئے مرشد آباد اور کلکتہ سے آدمی بھیجے مگر وہ نہ آئے کہ بادشاہی فوج نے اُس کو شکست دیدی وہ زخمی ہو کر پٹنہ میں چلا گیا۔ اُس پر حملہ کرنا مناسب جانا اتنے عرصہ میں نواب کی فوج کو انگریزی کنٹنجنٹ کی امداد پہنچی۔ اُس نے ۱۸ فروری سنہ ۱۷۶۰ء کو بادشاہ کو شکست دیدی۔ اب بادشاہ نے یہ بڑا ارادہ کیا کہ جس وقت مرشد آباد سپاہ سے خالی ہوا تو پہاڑوں کی راہ سے لشکر اور مرشد آباد کے بیچ میں پڑ کر اُس دار السلطنت کو لے لے۔ مگر پہلے اس سے کہ وہ مرشد آباد پہنچے۔ انگریزوں نے اُس کو برابر شکست دیدی۔ اسی زمانہ میں اُسے موشیر لا ملا (موشیر فرانسیسی میں نام کے ساتھ تعظیم کے واسطے لگاتے ہیں) اُس پاس سو فرانسیسی تھے۔ اُس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور اپنے دلی ارادہ کو مجھ سے فرمائیں۔ بادشاہ نے اُس سے سچی سچی بات کہدی کہ محمد قلی کی اعانت سے جو مصارف ضروریہ ہیں وہ بہم پہنچ سکتے ہیں اور کچھ سامان میرے پاس نہیں ہی کہ ممالک مشرق کی فتح کرنے کا سامان کروں اس لئے چھترپور کو جاتا ہوں۔ غرض یہ فرانسیسی افسر اُس کا سفر میں شریک ہوا لیکن ہمیشہ بادشاہ سے آگے جایا کرتا۔ صاحب سیر المتاخرین لکھتا ہی کہ ایک دن میری اُس سے سہسرام میں ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ میں پٹنہ سے شاہجہان آباد تک پھرا کہیں سلطنت کا نام نہیں سوا غریب آزاری اور مسافروں کی غارتگری کے کچھ اور نہ دیکھا۔ ہر چند میں نے ان بڑے بڑے سرداروں شجاع الدولہ اور عماد الملک سے کہا کہ ملک بنگال کا انتظام کریں انگریزوں سے لڑیں مگر کسی احمق نے اس درخواست پر التفات نہ کیا۔ اور اُس کی حسن و خوبی کو کوئی نہ سمجھا۔ اس وقت اس فرانسیسی سردار کا بھی ملجانا بادشاہ کے حق میں اُن ہزاروں ہندوستانی سپاہ سے بہتر تھا جن کا کوئی ہندوستانی افسر دغاباز ہوتا ان فرانسیسیوں کی اعانت سے بادشاہ نے پٹنہ کو گھیر لیا۔ تو کپتان نوکس بردوان سے سپاہ لے کر چلا اُس میں دو سو گورے تھے۔ باقی ہندوستانی سپاہ تھی۔ تین سو میل کا سفر تیرہ روز میں طے کیا اور یہاں پٹنہ میں آ کر بادشاہ کو شکست دیدی۔ اور جنوب کی طرف گیا میں بھگا دیا۔ اب اس وقت بادشاہی سپاہ کا سپہ سالار کامگار خاں تھا۔ کیوں کہ احمد قلی خاں الہ آباد کو چلا گیا تھا۔ اور وہاں

۱۷۶۰ع

شجاع الدولہ نے الہ آباد کے صوبہ اور قلعہ پر تصرف کیا تھا۔ اور راجہ بینی بہادر کو وہاں متعین کر رکھا تھا کہ جس وقت احمد قلی خاں وہاں آئے تو اُس کے ہاتھ پیر باندھ کر اُس پاس بھیجدے اور جس طرح ہو سکے گرفتار کر لے اس راجہ نے اُس کو بنارس پر روکا وہ خود اس راجہ کی معرفت شجاع الدولہ پاس گیا اور مارا گیا اب بادشاہ جنوب کی طرف کوچ کر رہا تھا اُس کو یہ خیال تھا کہ ملک اُس کا ساتھ دیگا مگر سوائے خادم حسین خاں کے کوئی اور اُس کی کمک پر نہ کھڑا ہوا۔ یہ کمک پا کر بادشاہ نے پٹنہ پر پھر حملہ کیا مگر کپتان نوکس نے راجہ شتاب رائے کو اپنی طرف کر کے بادشاہ کو پھر شکست دیدی۔ اب بادشاہ کو اس لڑائی سے بڑا اضطراب ہوا اور وہ شمال کی طرف چلا انگریزی اور نواب کی سپاہ نے تعاقب کیا نواب کی سپاہ کا سپہ سالار اُس کا بیٹا میرن تھا اُس پر جولائی کے مہینہ میں بجلی گری وہ اُس سے مر گیا۔ نواب کی سپاہ اپنی چھاؤنی میں پٹنہ چلی گئی۔ پھر بادشاہی لشکر اپنی پرانی اقامت گاہ میں گیا اور آغاز ۱۷۶۱ء میں بنگالہ کی سپاہ نے جس نے قواعد سیکھی تھی بادشاہی فوج کو شکست دی اور اس میں موسیو لا بھی گرفتار ہوا۔ وہ آخر تک لڑتا رہا اور اپنے تئیں دشمنوں کے حوالہ نہیں کیا جب تک اُس سے یہ وعدہ نہیں کیا گیا کہ تلوار اُس سے نہیں لی جائے گی دوسرے روز انگریزی افسر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اب بادشاہ تنگ آگیا تھا دو برس سے برابر لڑائی جھگڑوں میں مصروف تھا جن سے کچھ فائدہ نہ حاصل ہوا۔ اب اُس کو سب طرف سے مایوسی تھی مگر اُس کو وہ سارا حال معلوم تھا جو شاہ ابدالی نے بعد فتح پانی پت کے اُس کے تجویز کیا تھا انگریزوں نے ان دنوں میں میر جعفر کی جگہ میر قاسم کو بنگال میں نواب بنایا تھا۔ اور اُس کی منظوری بادشاہ سے منگائی۔ اور چوبیس لاکھ روپیہ سالانہ خراج کا بادشاہ کے واسطے مقرر کرا دیا تھا۔ اب بادشاہ کا یہ ارادہ تھا کہ انگریزوں کی استعانت سے دلّی میں جا کر تخت سلطنت پر بیٹھے مگر بیچ میں ایک جھگڑا کھڑا ہو گیا جس کے سبب سے اس کام میں بہت دیر لگ گئی اس جھگڑے کو آگے بیان کرتے ہیں۔

شجاع الدولہ دہلی سے اودھ میں آیا اور یہاں سے چل کر سرائے سید راجی میں شاہ عالم سے ملا۔ اور اُس کے ساتھ الہ آباد میں آیا اب مرہٹوں کا تسلط بالکل دوآبہ سے اُٹھ گیا۔ سب جگہ بادشاہی پہرہ چوکی بیٹھ گئے کالپی میں کچھ مرہٹے تھے سو وزیر نے بادشاہ کو ساتھ لے جا کر جب ۱۷۶۲ء میں اُن کو بھی نکال دیا

اور بندیلکھنڈ کا بھی انتظام کرلیا بادشاہ نے اُس کو خلعت وزارت بھی مرحمت کیا جھانسی کے قلعہ کو فتح کرکے وہ پھر الہ آباد میں آگیا اب میر محمد قاسم خاں عالی جاہ انگریزوں سے شکست پاکر بادشاہ پاس آیا اور شجاع الدولہ سے استعانت کا خواستگار ہوا شجاع الدولہ بادشاہ کو ساتھ لے کر بنارس کی طرف انگریزوں سے لڑنے کے لئے چلا بکسر میں ۲۳ اکتوبر ۱۷۶۴ء کو دونوں نوابوں کو انگریزی سپاہ نے شکست دی ان لڑائیوں کا حال ہم نے سلطنت انگلشیہ ہند میں لکھا ہے۔ دو برس تک بادشاہ کو شجاع الدولہ ساتھ ساتھ لئے پھرا کبھی بنارس لے گیا کبھی الہ آباد کبھی لکھنؤ ظاہر میں بادشاہ بادشاہ معلوم ہوتا تھا۔ مگر درحقیقت وہ قیدی اعزاز کے ساتھ تھا اس سبب سے انگریزوں کا بڑا نقصان ہوا بادشاہ اُن کے ہاتھ سے جاتا رہا اگرچہ معاملات بیچ میں ہارج نہ ہوتے تو بادشاہ انگریزوں کی استعانت اور رعایت سے دلّی میں اپنے ملک کا مالک ہوگیا ہوتا۔

بادشاہ بکسر کی لڑائی میں کچھ نہیں بولا بعد لڑائی کے دوسرے دن شام کو وہ انگریزی لشکر میں خود آیا اور انگریزوں سے یہ عہد و پیمان اُس نے کیا کہ شروع سال ۱۱۷۱ء سے بنگال۔ بہار اڑیسہ تینوں صوبوں کی دیوانی بلا شرکت غیرے بطور التمغا کے سرکار کمپنی کو دی گئی اور خراج دیوانی جو اب تک لیا جاتا تھا معاف کیا گیا اور چھبیس لاکھ روپیہ جو پہلے نواب دیتا تھا اُس کا ادا کرنا سرکار کمپنی کے ذمّہ کیا گیا اور سرکار بنارس اور غازی پور بطور جاگیر کے سرکار کمپنی کو دی گئی صوبہ الہ آباد شاہ کے پاس رہا انگریزوں نے بادشاہ کی سالانہ کچھ نقدی بھی مقرر کردی۔ اور نواب بنگال صوبہ دار رہا سرکار کمپنی اُس کی شریک نظامت اور مال کے کاموں میں رہی نواب کی نظامت کا خرچ اُٹھانا اور بادشاہ کا نذرانہ ادا کرنا سرکار کمپنی کا کام تھا۔ شجاع الدولہ اوّل فیض آباد میں اپنے ملک میں بھاگ گیا۔ اور جب اُس نے سُنا کہ الہ آباد بھی انگریزوں کے ہاتھ پڑ گیا تو وہ لکھنؤ بھاگا اور روہیلکھنڈ کے افغانوں سے مدد مانگی۔ اُنھوں نے اس نواب کے خاندان کو بڑی عزت سے بریلی میں رکھا۔ اور تین ہزار آدمیوں سے امداد بھی کی۔ اور ملہار راؤ ہلکر سے مدد لے کر انگریزوں سے لڑنا شروع کیا مگر کانپور کے قریب اُس کو شکست ہوئی۔ اس لئے وہ اپنے ملک کو چلا گیا اور بادشاہ الہ آباد میں انگریزوں کا ایک پنشن دار ہوگیا۔

اب خاندان تیمور کے بادشاہ پاس ملک میں صرف صوبہ الہ آباد تھا اور آمدنی میں وہ روپیہ تھا

شاہ عالم اور انگریزوں کی صلح

جو انگریز اُس کو دیتے تھے دربار کی یہ کیفیت تھی کہ پُرانے پُرانے سردار اس اُمید میں حاضر ہوتے تھے کہ شاید بادشاہ کے بھلے دن آئیں بادشاہ بھی اُن کی خاطر بہت کرتا تھا انگریزی جرنیل کرنیل بھی موجود رہتے تھے اور ملکی معاملات میں صلاح اور مشورہ دیتے تھے۔ اس وقت میں مرزا نجف خاں بادشاہ کا بڑا رفیق تھا اور وہی دربار میں آفتاب تھا شجاع الدولہ کی لڑائی میں اُس نے سرکار انگریزی کے ساتھ رفاقت کی تھی اس لئے ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر انگریزوں نے کوڑہ جہاں آباد میں اُس کو دے دی تھی۔ اُس نے فوجداری کا خوب انتظام کیا تھا منیر الدولہ کو خان سامانی کی خدمت تھی وہ سارے گھر کا مدار المہام تھا۔ اور سب رفیقوں کا سر گروہ اور سارے نوکروں چاکروں کی موقوفی بحالی کا اُسے اختیار تھا۔ اور انگریزوں سے جو معاملات ملکی میں سوال وجواب ہوتے تھے وہ اسی کی معرفت ہوتے تھے ان کے سوائے باقی سفلے ملازم تھے جیسے کہ حسام الدین خاں اور راجہ رام ناتھ اور بہادر خاں محلی۔ وہ بادشاہ کی طبیعت سے بہت مناسبت رکھتے تھے۔ ان سب میں سر برآوردہ حسام الدین خاں تھا وہ بادشاہ سے اس سبب سے بہت تقریب رکھتا تھا کہ زدکہ ہائے نوخاستہ کو رقص و سرود سکھا کر بادشاہ کا دل خوش کیا کرتا تھا اور اس کام سے بہت سا نفع اور فائدہ اُٹھاتا تھا وہی معتمد السلطنت تھا شجاع الدولہ کا بیٹا مرزا سعادت علی جو اپنے باپ کا آخر کو قائم مقام ہوا نائب وزیر تھا۔

دہلی میں نجیب الدولہ کے معاملات

ہم لکھ آئے ہیں کہ ۱۷۶۱ء میں نجیب الدولہ کو امیر الامرا اور جوان بخت کو نائب بادشاہ دہلی میں شاہ ابدالی نے مقرر کیا تھا نجیب الدولہ سے کوئی شخص بہتر اس کام کے واسطے مقرر ہو سکتا تھا شاہزادہ نوجوان ہوشیار نیک بخت ایسا ہی تھا جیسے کہ اُس کے خاندان میں نوجوانی میں ہوا کرتے ہیں نجیب الدولہ ایسا عاقل ہوشیار دانشمند تھا کہ کمتر ہوتے ہیں۔ امانت داری اور ایمان داری تو اُس وقت میں اُس پر ختم تھی وہ اپنے پرانے آقاؤں نواب دوندے خاں رہیلہ اور نواب وزیر شجاع الدولہ کی فرماں برداری کئے جاتا تھا ملہر راؤ ہلکر سے بھی اُس کا ساز باز چلا جاتا تھا۔ یاد ہوگا یہ مرہٹہ پانی پت کی لڑائی سے اپنے ہم وطنوں کو چھوڑ کر بھاگ گیا تھا غرض یہ جوانمرد اس ٹوٹی پھوٹی سلطنت کو نبھا رہا تھا۔ دوآبہ سے اُس نے مرہٹوں کے حاکموں کو نکال دیا تھا۔ آگرہ کے قلعہ میں جاٹوں کا تصرف تھا پانی پت میں جو ہزیمت

جاٹوں سے نجیب الدولہ کی لڑائی

مرہٹوں کو ہو چکی تھی اُس کے سبب سے آٹھ برس تک اُن کا مُنہ نہ ہوا کہ جو ہندوستان کی طرف رُخ کرتے مگر ملہر راؤ اس سے مستثنیٰ ہے۔ اب نجیب الدولہ کی عملداری اور انتظام دلّی کے اِرد گرد پر تھا۔ سو میل پر جاٹوں کا عمل دخل تھا اور اس وقت اُن سے کچھ لڑائی نہ تھی۔

جاٹوں کا اگر مفصل حال لکھا جائے تو ایک کتاب بن جائے۔ اس لئے ہم اُن کا حال جہاں سکھوں کی عملداری کا ذکر کریں گے وہاں لکھیں گے مگر بالفعل تو راجہ سورج مل کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ راجہ بڑا ہوشیار اور لائق تھا سپہداری کا سلیقہ صف آرائی میں مہارت ملک ستانی میں کاروان پر لے درجہ کا تھا۔ وہ بھاؤ کے ساتھ پانی پت کی لڑائی میں ہوا تھا۔ اگر بھاؤ غرور میں آن کر اس شودر راجہ کو چھوٹا راجہ نہ گنتا اور پوری اُس کی امداد لیتا تو یقینی پانی پت کی لڑائی کی کچھ اور ہی صورت ہو جاتی اور ساری ہندوستان کی تاریخ کچھ سے کچھ ہو جاتی۔ جب وہ مرہٹوں سے جُدا ہوا تو اُس نے آگرہ سے جس میں ایک مرہٹہ سردار تھا نکال دیا اور میوات میں اُس نے قبضہ کیا چار قلعے نہایت مستحکم بنائے غازی الدین خاں عماد الملک اُس کے پاس پناہ لے کر آیا تھا مگر اُس کو تو نکال دیا اب اُس پاس ایک اور بدمعاش فرانسیسی شمرو آگیا تھا شمرو جو فرانسیسی تھا اور اُسی نے شجاع الدولہ کو لڑایا تھا اُس کی نوکری چھوڑ کر سورج مل پاس ایک پلٹن سپاہیوں کی اور ایک توپ خانہ اور تین سو یوریپ کے لُچّے بدمعاش لے کر آیا جب اس راجہ کو یہ امداد مل گئی تو اُس نے دلّی کی سلطنت سے ایسی درخواستیں کرنی شروع کیں جس سے سلطنت کا نام بھی نہ رہے۔ اُس وقت نجیب الدولہ نے اس عقلمندی اور دانشمندی سے کام کیا کہ کچھ دنوں سلطنت کو تھام لیا۔ اور جاٹوں کو بڑا صدمہ پہنچایا اور سب مسلمانوں کو خواب غفلت سے جھنجھوڑ کر اُٹھایا اس لڑائی میں بلوچوں نے بڑی امداد نجیب الدولہ کی کی اور اُنھیں کی بدولت جاٹوں پر فتح نصیب ہوئی۔

مدت سے بلوچ فرخ نگر میں رہتے تھے اُن میں سے کامگار خاں عہد محمد شاہ میں ایسا بخت بیدار اور صاحب اقتدار ہوا کہ وہ اکثر اوقات فوجداری کا کام کرتا۔ اور کبھی کبھی پانی پت اور حصار کی حکومت بھی اُس کے سپرد ہو جاتی پھر اُس کے ملازموں میں سے بہادر خاں نے عروج پایا۔ اور وہ سہارنپور میں فوجدار رہا۔ اُس نے عماد الملک اور نجیب الدولہ سے موافقت بہم پہنچا کر ایک قلعہ بارہ کوس پر دہلی سے بنایا اور اُس کا نام بہادر گڈھ رکھا

جب کامگار خاں مرگیا تو اُس کی اولاد میں جھگڑا ہوا۔ تو سورج مل نے بلوچوں کو مار دھاڑ رواڑی اور فرخ نگر پر قبضہ کرلیا۔ اور نجیب الدولہ سے یہ درخواست کی کہ بہادر گڈھ بھی اُس کے حوالہ کیا جائے۔ بہادر خاں نے نجیب الدولہ سے استعانت چاہی اور بڑی غیرت دلائی مگر نجیب الدولہ کچھ نہ بولا جب سورج مل نے یہ دیکھا کہ میری خوف سے اُس نے بلوچوں کا ساتھ نہ دیا تو اُس نے فوجداری کی درخواست کی نجیب الدولہ نے یعقوب علی خاں کو شاہ ابدالی کے وزیر کا بھائی تھا اور شاہجہاں آباد کی بھی قلعہ داری کر چکا تھا سورج مل پاس بھیجا ملتانی چھینٹ کے تھان بھی بطور تحفہ کے اُس کے پاس بھیجے اس سفیر نے صلح کی باتیں کرنی شروع کیں۔ اور چھینٹ کے تھان بھی پیش کیے۔ وہ سورج مل کو بھی پسند آئے درزی کو بلا کر اُس سے کہا کہ ہمارے لیے ایک جوڑا ابھی اس کا تیار کر لاؤ اس جوڑے میں ایسا لگا کہ وکیل سے کچھ بات بھی نہیں کی جب وکیل نے اُس کو کام میں مصروف دیکھا تو وہ رخصت ہوا اور اُس سے کہا کہ ٹھاکر صاحب جلدی اور جہالت سے کام کرنا نہیں چاہیئے۔ اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ کل پھر آؤں گا اُس پر سورج مل نے کہا کہ اگر آپ کل صلح کے لیے آئیں تو کبھی نہیں آئیگا۔ غرض یعقوب علی خاں نے آن کر نجیب الدولہ سے یہ کہا کہ اُسے بھی غیرت آئی اُس نے کہا کہ اب اس کا فر پر انشاء اللہ جہاد کروں گا۔ اُس نے چاروں طرف سے مسلمانوں کو جمع کیا کہ اتنے میں سورج مل سپاہ لیکر شاہدرہ کے قریب ہینڈن پر آیا ہمیشہ اُس کا لڑائیوں میں یہ رویہ رہا کہ وہ فوج کا انتظام کرتا اور خود جوکھوں کے مقاموں سے جدا رہتا۔ قاعدہ کے موافق اُس کو دلی کا محاصرہ کرنا چاہیئے تھا۔ مگر وہ تھوڑے آدمیوں کے ساتھ وہاں آیا جہاں بادشاہ کی پرانی شکار گاہ تھی۔ اپنے گنوارپنے سے اُس کو بڑی شان سمجھا کہ میں بادشاہوں کے شکار گاہ میں شکار کھیلنے آیا۔ سید محمد خاں پچاس سواروں کا رسالہ لیے جاتا تھا ایک شخص نے بتلا دیا کہ خاں صاحب آپ کدھر جاتے ہیں دیکھئے سورج مل اکیلا کھڑا ہے۔ خاں صاحب اُس پر پل پڑے اور شکار گاہ میں شکار مار کر نجیب الدولہ پاس لے آئے۔ نجیب الدولہ کو دو روز تک یقین نہ آیا کہ سورج مل مارا گیا جب یعقوب علی خاں نے اُس کا وہ ہاتھ پہچانا کہ جس میں ناسور تھا اور اُس کی آستین کو دیکھا کہ وہ اُسی چھینٹ کی تھی جو اُس نے تحفتہً بھجوائی تھی تو اُس کو یقین ہوا اُس کا بیٹا جواہر سنگھ سکندر آباد سے سپاہ لیے چلا آتا تھا کہ مغلوں نے اُس پر حملہ کیا جن کے ساتھ ایک نیزہ پر سورج مل کا سر بھی تھا۔ اس نیزہ کو جواہر سنگھ کی فوج دیکھکر ایسی گھبرائی کہ شکست کھا کر اپنے ملک کو بھاگی جواہر مل اپنے باپ کی گدی پر بیٹھا اور اُس نے

یہ بڑی غلطی کی کہ دکیلوں کو بھیجکر ملہر راؤ کو اپنی امداد کے واسطے بلایا۔ اوّل میں تو وہ کامیاب ہوا۔ شاہجہان آباد کا محاصرہ کرلیا۔ اور دو تین مہینہ تک نجیب الدولہ کو ستایا کیا۔ مگر ملہر راؤ ہلکر ہمیشہ مسلمانوں کا رفیق دل تھا۔ وہ جاٹوں کو چھوڑکر بھاگ گیا۔ اس سبب سے صلح ہوگئی اور خضر آباد میں نجیب الدولہ کی جواہر سنگھ سے ملاقات ہوئی پھر جواہر سنگھ اپنے ملک کو چلا گیا۔ اب اس نوجوان کے ہمراہ وہ شمرو فرانسیس پھر ہوا۔ یہ بھی عجب مرد آدمی تھا۔ پہلے وہ میر قاسم عالی جاہ کا نوکر ہوا۔ اُس کو نمک حرامی سے پکڑوا کر شجاع الدولہ کے حوالہ کیا اور پھر شجاع الدولہ کا نوکر ہوا۔ اُس کو خراب کیا۔ پھر جواہر مل کا نوکر ہوا۔ اور اُس کو چڑھا کر راجہ مادھو سنگھ جے پور والے سے لڑنے کے لئے لے گیا۔ اجمیر کے قریب پوکھر کے تالاب پر رجپوتوں سے شکست پائی تو پھر وہ راجہ جے پور کا نوکر ہو گیا۔ اب جواہر سنگھ پھر کر الور میں آیا۔ پھر یہاں سے بھرت پور میں گیا۔ وہاں سے آگرہ میں پہنچا۔ اور تھوڑی دنوں میں مارا گیا بعض کہتے ہیں کہ جے پور کے راجہ نے قتل کرا دیا۔ اس کے بعد جاٹوں کی ریاست میں بہت سے جھگڑے برپا ہوئے اور سورج مل کے دو بیٹے اور مارے گئے۔ باقی تیسرا بیٹا رنجیت سنگھ راجہ ہوا۔ اُس کے عہد میں جاٹوں کی ریاست کا بڑا عروج ہوا۔ جس ملک پر وہ فرماں روائی کرتے تھے اُس کے شمال مغرب میں الور اور جنوب مغرب میں آگرہ تھا۔ اُس کی آمدنی دو کروڑ روپیہ کی تھی۔ ساٹھ ہزار فوج اُن پاس تھی۔

اس وقت دکن میں مرہٹے اپنے جھگڑوں میں آپ پھنسے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے ہندوستان پر بالکل توجہ نہیں نہیں کی اور ۱۷۶۶ء میں جوالہ آباد میں اُن سے بادشاہ سے معاملے ہوئے اُن کا بھی کچھ لحاظ نہیں کیا۔ مگر اُس ملک میں دنگا مچایا جہاں وہ یہ جانتے تھے کہ بادشاہ انگریزوں کی اعانت سے قابض ہوگا۔ نجیب الدولہ نے گو اپنی پاک طینتی اور حُسن نیتی سے شاہجہان آباد کا انتظام کیا۔ اور سب کو خوش راضی کیا۔ مگر وہ دہلی کی سلطنت کو مستحکم نہ کرسکا اور نہ وہ ملک دوبارہ لے سکا جس سے بادشاہ چین آرام سے اپنے باپ دادا کے قلعہ میں بسر کرتا۔ ابھی مشرق میں جاٹوں سے اُس نے اپنی دلیری اور جوانمردی سے پیچھا چھٹایا ہی تھا کہ مغرب سے سکھوں نے دہلی پر آفت لانیکا ارادہ کیا۔ مگر اس وقت شاہ ابدالی نے پھر اُس کی امداد کی۔ سکھوں نے اس بادشاہ کے نائب کو نکال دیا تھا اور سارے ملک میں غدر مچا رکھا تھا۔ اپریل ۱۷۶۷ء میں وہ لاہور میں آیا۔ سکھ بھاگ کر پہاڑوں میں چلے گئے۔ آلا جاٹ نے سرہند میں دو لاکھ کے قریب سپاہ جمع کی شاہ ابدالی نے نوّے کوس دو روز میں طے کرکے اُس پر حملہ کیا۔ اور شکست دی اور

شاہ ابدالی کا آنا اور سکھوں کو شکست دینا

بیس ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔ اور پانی پت کے نواح میں پچاس ہزار سپاہ لے کر آیا۔ لیکن نورالدین خاں کو لاہور میں اپنا نائب مقرر کر کے چلا گیا۔ پھر کبھی ہندوستان میں نہیں آیا۔ شجاع الدولہ کو ایک لعنت ملامت کا خط لکھکر بھیجدیا کہ ہم نے سب تجھسے کیا کہا تھا اور تونے بادشاہ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ مگر یہ بے وفا اُس کی روانگی کے بعد کب اُس کی بات کو مانتا تھا۔

اب مرہٹوں نے ۱۷۶۸ء میں تمام اپنے آپس کے جھگڑوں سے فرصت پائی۔ اور چنبل پار اُترے اور اس سنہ کے آخر میں وہ جے پور پر گرے۔ اور یہاں سے ۱۷۶۹ء میں بھرتپور میں پہنچے وہاں سے محصول لیا اور دہلی پر حملہ کا ارادہ کیا۔ اُن کے سردار دو تھے۔ ایک مادھوجی سیندھیا پٹیل۔ وہ رانوجی سیندھیا کا بیٹا تھا۔ وہ رُہیلوں اور پٹھانوں کا جانی دشمن تھا۔ دوسرا توکاجی ہلکر تھا وہ ملہر راؤ ہلکر کا سردار فوج کا تھا۔ وہ اپنے آقا کی طرح پٹھانوں کو دوست رکھتا تھا۔ غرض ان دو سرداروں میں ہمیشہ سے اختلاف رائے چلا آتا تھا۔ اسی سبب سے مرہٹوں کے معاملات سرسبز نہ ہوئے اور اس اختلاف سے اُن کے اوپر بری بُری نوبتیں آئیں۔ اب دہلی میں نجیب الدولہ نے ہلکر کے ساتھ اتفاق کر کے حملہ کرنے والوں سے مصالحہ کر لی۔ اس میں جاٹوں کو تو نقصان ہوا۔ مگر رُہیلوں نے جو نجیب الدولہ کے کہنے سے صلح کی اُس کے سبب سے وسط دوآبہ کے اضلاع مرہٹوں کے حوالہ کرنے پڑے جو بادشاہی اضلاع دہلی اور الہ آباد کے درمیان تھے۔ تھوڑے دنوں کے بعد یہ وزیر نیک تدبیر ساٹھ برس کی عمر میں مرگیا۔ کچھ ضرور نہیں کہ ہم اس شریف نجیب وزیر کی خوبیوں کا زبان قلم سے اشتہار دیں خود اُس کے کام اُس کا اظہار کر رہے ہیں کہ پچاس سواروں کی سرداری سے اُس نے میدان جنگ میں دلاورانہ کام کر کے اپنے تئیں اس رُتبہ پر پہنچایا۔ اور خوش اخلاقی اور نیک نیتی سے اپنے ان پڑھ ہونے اور عالی خاندان نہ ہونے کے عیبوں کو مٹایا سلطنت کی کل جو بالکل بند پڑی تھی اُس کو اپنی جوانمردی کے ہاتھوں سے چلایا۔ ضابطہ خاں اُس کا بیٹا جانشین ہوا۔ اگر اس بیٹے میں بھی باپ کی سی لیاقتیں ہوتیں اور شاہ عالم بھی عالی حوصلہ اور صاحب ہمّت ہوتا تو سلطنت تیمور کے سوکھے کھیت کو یوں ہرا کر لیتا۔ کہ پھر رُہیلوں کو اپنا رفیق بناتا۔ سیندھیا اور ہلکر کو آپس میں لڑاتا بھڑاتا انگریزوں کے ساتھ دوستی رکھتا۔

جب مرہٹے دوآبہ کے ادھر کے حصوں میں پھیلے اور تمام روہیلکھنڈ میں فرخ آباد کے سوا پھیل گئے۔ تو

مرہٹوں کا حملہ پھر اور دوآبہ کا لینا

۱۷۷۰ء نجیب الدولہ کا مرنا اور ضابطہ خاں

ضابطہ خاں نے کوئی لڑنے کا سامان نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ۱۷۷۱ء میں مرہٹے دار السلطنت پر بھی قابض ہو گئے قلعہ میں اُنھوں نے جوان بخت کو بدستور قائم رکھا اور خود اُس کی طرف سے انتظام کرنا شروع کیا۔ ضابطہ خاں نے مرہٹوں کا مقابلہ نہیں کیا۔ بلکہ وہ اپنی ریاست سہارنپور اور نجیب گڈھ کو چلا گیا۔

شاہ عالم کا دلی میں آنا

شاہ عالم اپنی پست فطرتی اور کم عقلی سے ہمیشہ محکوم اپنے کسی ملازم کا ہو جاتا۔ آجکل وہ امیر الدولہ اور انگریزوں کے کہنے میں چلتا تھا۔ اب یہاں الہ آباد میں رہتے رہتے ایسا تنگ ہو گیا تھا کہ اُس نے شاہجہاں آباد کا ارادہ کیا مگر اس کا وہ محتاج تھا۔ کہ کوئی اُس کو وہاں تک پہنچائے اس کام کے واسطے مرہٹے مقرر ہوئے۔ اور سیف الدین خاں سفیر بن کے مرہٹوں کے سرداروں پاس دکن میں گئے۔ اور ۱۷۷۱ء میں بادشاہ نے کلکتہ میں انگریزی حاکموں سے اس امر میں مشورہ پوچھا اُنھوں نے نہایت اپنی مرضی کے خلاف یہ ارادہ بتایا شجاع الدولہ نے اپنے اغراض نفسانی کے سبب سے درپردہ بادشاہ کے اس ارادہ کی تائید کی مئی ۱۷۷۱ء میں الہ آباد سے بادشاہ دلی کو چلا۔ اُس کے ساتھ اس وقت فوج تھوڑی تھی۔ مگر آراستہ تھی۔ ایک پلٹن انگریزی وردی پہنے ہوئی تھی میڈوک فرانسیسی اُس کا افسر تھا اگرچہ اَن پڑھ تھا مگر سپاہی اچھا تھا۔ سپہ سالار مرزا نجف خاں تھا۔ اور میجر جرنیل سر روبرٹ پاکر صاحب کچھ فوج لے کر کڑہ تک بادشاہ کے ساتھ گیا۔ یہاں ان جرنیل صاحب نے بادشاہ سے عرض کیا کہ آپ دلی نہ جائیے۔ مگر بادشاہ نے نہ مانا۔ جن اضلاع میں بادشاہ ہو کر چلا گیا پھر اُس کی حکومت کا کوئی نشان اُن میں نمودار نہ ہوا۔ اب اس بادشاہ کی سلطنت میں دو مخالف گروہ تھے۔ ایک مسلمان جو یہ چاہتے تھے کہ شاہ ابدالی جس قدر ملک ہمارے لئے چھوڑ گیا ہے اُس کو اپنے قبضہ میں رکھیں۔ دوسرے مرہٹے تھے جو یہ چاہتے تھے کہ پانی پت کی لڑائی میں جو نقصان ہمارا ہوا ہے اُسے پورا کریں۔ اُس کے سوا شجاع الدولہ تھا جو اس تاک میں رہتا تھا کہ جو گروہ ضعیف ہو اُسی سے کچھ لے مرے انگریز بھی اپنی دانشمندی سے اعتدال کے ساتھ اپنی مضبوطی کے درپے تھے۔ اب بادشاہ فتح گڈھ میں پہنچا۔ یہاں احمد خاں بنگش ان ہی دنوں میں مرا تھا اُس کے بیٹے مظفر الدولہ نے پانچ لاکھ روپیہ نذرانہ کا پیش کیا۔ بادشاہ نے یہاں برسات کے سبب سے مقام کیا۔ اس وقت تین ہزار مرہٹوں کی سپاہ دہلی میں تھی۔ مادھوجی سیندھیا پہلے فرخ آباد میں

بادشاہ پاس آیا۔ اور اپنے عہد و پیمان بادشاہ سے ٹھہر گیا۔ اور ۲۵ دسمبر ۱۷۷۱ء کو بادشاہ قلعہ میں داخل ہوا عبدالاحد خاں کشمیری بادشاہ کا مقرب ہوا۔ مجدالدولہ کا اُس کو خطاب ملا وہ مدار المہام بادشاہ کے گھر کا ہوا یہ ایک آدمی بڑا مکار اور فریبیا تھا اُس کے کاموں سے آگے حال معلوم ہوگا۔ مرزا نجف خاں نے سپاہیوں اور بہادروں کو تلاش کر کے اپنے تئیں لایق سپہ سالار بنایا۔ اب یہاں بادشاہ کو اُس کے دوستوں یعنی مرہٹوں نے چین نہیں لینے دیا۔

مرزا نجف خاں کا حملہ ضابطہ خاں پر

ابھی ہم نے لکھا ہے کہ ضابطہ خاں کو ایک برس گذر گیا تھا کہ وہ اپنے علاقہ باونی محال یعنی اضلاع سہارنپور اور مظفر نگر کو چلا گیا تھا اُس کے پاس تین بڑے مضبوط قلعے تھے۔ دو پتھر گڈھ و سکرتال دریا گنگ کے بائیں طرف تھے یہ اُس کے باپ کے بنائے ہوئے تھے تیسرا قلعہ غوث گڈھ مظفر نگر کے قریب اُس نے خود بنایا تھا جس کی عالیشان مسجد آج تک اُس کا نشان بتاتی ہے۔ اوّل ان قلعوں پر بادشاہی لشکر نے حملہ کرنے کا ارادہ کیا اُس نے اوّل سکرتال کا محاصرہ کیا اور مدت تک لڑائی ہوتی رہی۔ اور ضابطہ خاں جب محاصرہ سے تنگ ہوا تو اُس نے بھائی بندوں کو لکھا کہ جہاں جہاں گنگا پایاب ہوگئی ہے اُن مقامات کی حفاظت کرو اگر دشمن گنگا پار اُتر آئیں گے تو نہ مجھے چھوڑیں گے نہ تمہیں۔ اس لکھنے پر ان افغانوں نے معابر کا انتظام کیا اس انتظام سے مرہٹوں اور نجف خاں کو بھی معلوم ہوا کہ گنگا پایاب ہے اس لئے وہ چند معابر کے سامنے سے گذرے جسے محافظین نے یہ جانا کہ وہ اوپر کو چلا گیا مگر دفعتاً ایک معبر سے اُتر کر حملہ آور ہوا۔ ضابطہ خاں نے مقابلہ اُس کا اچھی طرح کیا مگر شکست کھا کر شجاع الدولہ پاس بھاگ گیا گھر بار اہل و عیال اور خزانہ اُس کا دشمنوں کے ہاتھ لگا ان اہل و عیال میں غلام قادر خاں اُس کا بڑا بیٹا بھی تھا وہ ایسا خوبصورت تھا کہ جب بادشاہ پاس بھیجا گیا تو اُس نے محل سرا کی بیگم بنایا شاید اسی کا عوض آخر اُس نے لیا۔

مرزا نجف خاں کا حال

اگرچہ یہ لڑائی مرہٹوں کی ضابطہ خاں کے ساتھ تھی مگر اس میں مرزا نجف خاں نے بڑا نام پایا۔ واقعی وہ ناموری کے لایق ہی تھا۔ اصل میں وہ ایران کا شاہزادہ تھا۔ وہ اپنی بہن کے ساتھ ہندوستان میں آیا تھا اور اُس کی بہن آصف الدولہ کے بھائی اعزالدولہ کو بیاہی گئی تھی اُس نے لیاقت اور شجاعت سے اپنا عالی خاندان ہونا اور ہندوستان کے امیروں سے برتر ہونا دکھا دیا۔ اوّل اپنے بہنوئی کے بیٹے محمد قلی خاں پاس

الہ آباد میں رہتا تھا جب شجاع الدولہ نے دغا سے اپنے بھتیجے کو مار ڈالا تو وہ پھر شاہ عالم کی رفاقت میں رہنے لگا۔ اُس کے ساتھ جو رفاقت اور لیاقت سے کے کام کیے اُنھیں آگے پڑھ لینا۔

رہیلوں اور شجاع الدولہ کی صلح

بادشاہ نے ۱۷۷۲ء میں برسات تو دلی میں بسر کی۔ مرہٹے آگرہ کے اردگرد پڑے رہے۔ رہیلوں نے شجاع الدولہ کے ساتھ اتفاق کرکے اہل اسلام کو متفق کرنا چاہا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپس میں صلحنامہ لکھا گیا اور اس میں سرآر با کر صاحب جرنیل شریک تھا اور اسی کی صلاح اور مشورہ سے یہ صلح ہوئی کہ حافظ رحمت خاں شجاع الدولہ کے ساتھ ان سب معاملوں میں اطاعت کرے جو ضابطہ خاں کی معاونت کے معین ہوں اور چالیس لاکھ روپیہ چار قسطوں میں اس کام کے واسطے ادا کرے کہ مرہٹے رہیلکھنڈ سے خارج کر دیے جائیں غرض یہ صلح جو مرہٹوں کے حق میں زہر ہوئی ۱۱ جولائی ۱۷۷۲ء کو لکھی گئی پھر ان افغانوں میں آپس میں ایسی تلوار چلی کہ بھائی بھائی کے خون کا پیاسا تھا۔ بیٹا باپ کے لئے تلوار سونتے پھرتا تھا۔ باپ بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے ڈھونڈتا تھا شجاع الدولہ کی تحریک سے ضابطہ خاں نے مرہٹوں سے سازش کی۔ مرہٹوں نے اُس سے وعدہ کیا کہ بادشاہ سے تیرے قصور معاف کرا دیے جائیں گے۔ اور باپ کا عہدہ امیر الامرائی دلا دیں گے۔

دلی کے قریب لڑائی اور ضابطہ خاں کا امیر الامرا ہونا

مرہٹوں نے رنجیت سنگھ کو اُکسایا کہ وہ اپنے کسی بھائی سے ریاست بلب گڈھ کی چھین لے۔ جب اس کے ارادہ کی خبر رئیس بلب گڈھ کو ہوئی تو اُس نے بادشاہ سے استعانت چاہی ۱۷۷۲ء کے آخر میں مرزا نجف خاں نے جس کا اب خطاب ذوالفقار الدولہ ہو گیا تھا ایک لشکر اُس کی استعانت کے واسطے ایک بلوچ سردار کے ماتحت بھیجا۔ مرہٹوں نے اپنا لشکر بھرت پور کے جاٹوں کی کمک کے لئے بھیجا۔ اُنھوں نے بھرت پور کے لشکر کے ساتھ مل کر بادشاہی لشکر کو دلی کی طرف پسپا کیا۔ سیندھیا نے اس لڑائی کو اس لئے نہیں پسند کیا کہ اُس میں ضابطہ خاں کا پیر پیچ میں تھا۔ اُس کو رہیلوں سے نفرت تھی۔ اس لئے وہ تو جے پور لوٹنے چلا گیا توکاجی ہلکر اور مرہٹے آگے دلی کی طرف بڑھے۔ بدرپور پر مرزا نجف خاں نے اُس کا مقابلہ کیا۔ اگرچہ سپاہ اچھی تھی اور اُن کے ساتھ مسٹر میڈوک تھا۔ مگر تعداد اُس کی قلیل تھی۔ دشمنوں کے کثیر لشکر کے سامنے نہ ٹھہر سکی اور پسپا ہو کر ہمایوں کے مقبرہ کے پاس آئے چار روز یہاں بھی لڑائی کا ہنگامہ برپا رہا اور مرزا کا بھانجہ مرزا حسن لڑائی میں مارا گیا مرزا بھی پسپا ہو کر دریا گنج کی راہ سے شہر میں

داخل ہوا۔ دشمن بھی اُس کے پیچھے آئے قلعہ کی حفاظت مرزا نے اچھی طرح کی مگر حسام الدولہ مرہٹوں کے لشکر میں پیغام صلح لے کر چلا گیا۔ اس وقت بادشاہ کی ضعیفی اور نالایقی سے مرزا کی ساری بہادری خاک میں مل گئی۔ مرہٹوں کو اس وقت دکن جانے کی ضرورت تھی اس لیئے بادشاہ سے فقط یہ شرائط ٹھہر گئیں کہ ضابطہ خاں امیر الامرا ہو۔ اور وہ اضلاع دوآب جو بادشاہ پاس انگریزوں کی حمایت کے سبب سے تھی وہ اُن کو دیئے جائیں۔ یہ شرائط منظور ہو گئیں۔ اب مرہٹوں نے سکرتال کی لڑائی کی تنخواہ کا دعویٰ مرزا سے شروع کیا۔ اور اُس کے دربار میں نہ آنے کا حکم بادشاہ سے دلا دیا۔ یہ ذکر دسمبر ۱۷۷۲ء یعنی بادشاہ کے آنے سے گیارہ مہینے بعد کا ہے۔ اب آگے ۱۷۷۳ء کی وارداتیں سنو۔

مرہٹوں اور نجف خاں کا ملاپ

اس وقت مرزا نجف خاں کے ساتھ تھوڑے سے آدمی مرنے لڑنے والے جوانمرد تھے۔ سہارنپور سے اُس نے اپنے بھتیجے افراسیاب خاں کو بھی بلا لیا۔ اور لاہوری دروازہ کی طرف اسمٰعیل خاں کابلی کی مستحکم حویلی میں جو بیٹھا مرہٹوں سے کسی طرح نہ دبا۔ برابر جواب دیتا رہا۔ اور اُن سے کہہ دیا کہ میں تمہاری تنخواہ نہیں دیتا۔ ایک دن نجف خاں ہتیار لگا اور سبز پگڑی پہن اور اپنے لشکر کو لے کر مرہٹوں سے لڑنے کو نکلا۔ اور جب وہ اُن کے لشکر کے قریب پہنچا تو کوجی نے مرزا کا استقبال کیا اور بڑی خاطرداری اور عزت سے اپنے خیمہ میں لے گیا۔

رہیلوں سے لڑائیاں

اب مرزا نجف خاں سے اتحاد پیدا کر کے مرہٹوں نے رہیلوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اور رام گھاٹ سے وہ رہیلکھنڈ میں آن پڑے۔ بادشاہ نے جو صوبے اپنے دوآبہ زمین میں چھوڑے تھے اور اُن کا انتظام نہ کر سکتا تھا وہ انگریزوں نے پچاس لاکھ روپیہ کو شجاع الدولہ کے ہاتھ بیچ ڈالے تھے۔ اب انگریزی سپاہ شجاع الدولہ کے ساتھ مرہٹوں سے لڑنے کے لیئے رہیلکھنڈ میں مستعد ہوئی۔ حافظ رحمت خاں کو چالیس لاکھ روپیہ کی ضرورت پڑی اُس نے مرہٹوں سے دوستی کر لی جب شجاع الدولہ اور انگریزوں کی فوج اُس کو نظر پڑی تو وہ پھر مرہٹوں کو چھوڑ کر آن ملا۔ مرہٹے اس لیئے اٹاوہ کو چلے گئے۔ پیشوا کے مرنے کے سبب سے اُن کو ضرورت دکن میں جانے کی تھی۔ وہ وہاں چلی گئی۔

مرہٹوں کا روہیلکھنڈ چھوڑنا

مرزا نجف خاں شجاع الدولہ کا رشتہ مند تھا۔ اُس پاس چلا آیا۔ نواب وزیر شجاع الدولہ نے اُس کو اپنا نائب مقرر کر کے بادشاہ پاس بھیجا اور انگریزوں نے اُس کی بہت سفارش بادشاہ سے کی کیونکہ

وہ ایک ایسا سردار تھا جو انگریزوں کے دشمنوں کا یعنی مرہٹوں اور رُہیلوں دونوں کا دشمن تھا اس لئے وہ بھی اُس کا بادشاہ پاس رہنا چاہتے تھے۔ غرض ان سفارشوں کے زور اور کچھ اپنی سپاہ اور جوانمردی کے بل سے وہ اپنے عہدہ پر بحال ہوا۔ ضابطہ خاں جاٹوں پاس چلا گیا حسام الدولہ قید ہوا۔ اور سارا روپیہ جو ناجائز طور سے کما گیا تھا وہ پندرہ لاکھ روپیہ کے قریب اُگلوایا گیا۔ اسے شاہ عالم کا انتظام سمجھ لینا چاہیئے کہ ایک نوکر جو دو برس سے نوکر تھا۔ پندرہ لاکھ کما گیا اُس کی جگہ عبدالاحد خاں مدار المہام مقرر ہوا منظور علی خاں ناظر ہوا عبدالاحد خاں کشمیری کا حال پہلے لکھ چکے ہیں۔ منظور علی خاں بھی سنگدل دغا باز نمک حرام تھا۔

مرزا کا مدت سے ارادہ جاٹوں سے لڑنے کا تھا۔ مگر وہ ۱۱۸۸ھ میں روہیلکھنڈ کی مہمات میں مصروف رہا۔ اُس نے اکبرآباد کا قلعہ جاٹوں سے لے کر محمد بیگ ہمدان کے سپرد کر دیا۔ جاٹوں کے راجہ رنجیت سنگھ کو اس کا بڑا داغ تھا۔ اُس نے دارالسلطنت پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اور دس ہزار سوار لے کر سکندرآباد میں پہنچا دلی میں اس وقت سپاہ پانچ ہزار سوار اور دو پلٹنیں سپاہیوں کی تھیں وہ ان جاٹوں کے نکال دینے کے واسطے کافی ہوئیں۔ مگر پھر رنجیت سنگھ شمرو کو ساتھ لے کر آیا اس وقت مرزا روہیلکھنڈ سے آگیا تھا ۱۱۸۸ھ کے برسات کے بعد وہ اُن سے لڑنے کے لئے روانہ ہوا۔ کھریانہ سے ایک سردار نجف قلی خاں دس ہزار سپاہ لے کر آگیا تھا۔ یہ سردار بڑا عمدہ سپاہی تھا۔ اور وہ بڑا وفادار اور خیرخواہ اپنے آقا کا تھا وہ ذات کا راٹھور رجپوت بیکانیر کا رہنے والا تھا۔ پہلے محمد قلی خاں کے باپ کے پاس رہتا تھا۔ مرزا کے کہنے سے مسلمان ہو گیا تھا۔ اب اس زمانہ میں سیف الدولہ خطاب ہو گیا تھا۔ اور چوبیس لاکھ روپیہ کے مالک پر صوبہ تھا۔ جب مرزا اس بڑی لڑائی کے لئے روانہ ہوا تو عبدالاحد خاں مجدالدولہ کی بن آئی۔ جہاں تک ہو سکا مرزا کی طرف سے شاہ کے کان بھرے اور بہت سے منصوبے اُس کے بگاڑنے کے سوچے اور یقینی وہ بڑا فساد کھڑا کرتا۔ مگر اس وقت آصف الدولہ نیا وزیر اپنے باپ کی جگہ ہوا تھا۔ اس کا وکیل لطافت خاں پانچ ہزار سپاہ لے بادشاہ کی خدمت گزاری کے لئے حاضر تھا۔ اس لشکر نے عبدالاحد خاں کی بددیانتی سے دلی کو بچا لیا اب جاٹ ہوڈل میں تھے۔ یہاں سے اُن کو مرزا نے نکال دیا تو وہ کوٹ بن میں چلے گئے۔ یہاں دو ہفتہ تک لڑائی کی چھیڑ چھاڑ رہی۔ پھر وہ ڈیگ میں چلے گئے اب مرزا نے یہ دیکھ کر کہ جاٹوں کے حملے موقوف ہوئے۔ وہ

جاٹوں سے مرزا نجف خاں کی لڑائیاں

اُن کے لشکر کو اپنے پیچھے چھوڑ کر برسانہ میں چلا گیا یہاں بڑی لڑائی ہوئی۔ بادشاہی فوج کا ہراول قلی خاں تھا قلب سپاہ میں مرزا خود تنہا تھا۔ اُس کے بازوؤں میں پلٹنیں سپاہیوں کی تھیں جن کے افسروں نے بنگال میں انگریزی قواعد سیکھی تھی پست سپاہ پر مغلوں کے سوار تھے۔ دشمنوں کی سپاہ میں پانچ ہزار پیادے قواعد داں تھے۔ شمرو اُن کا سپاہ سالار تھا۔ اُس نے حملہ کیا۔ اور اپنی توپ بندوق کی آتشبازی شروع کی۔ اُس کا جواب دوسری طرف سے بھی توپوں سے دیا گیا۔ مگر اُس میں مرزا کی سپاہ کے عمدہ عمدہ افسر مارے گئے اور خود اُس کے بازو میں زخم آیا جس کو اُس نے ایک کنوئیں پر بیٹھ کر باندھا۔ پھر اُس نے تکبیر کا نعرہ مار کر اپنے مغل سواروں سے دشمنوں پر حملہ کیا اور نجف قلی خاں پیادوں کی پلٹنوں سے جاٹوں پر گرا۔ شمرو نے اپنی پلٹنوں سے اُس کا سخت مقابلہ کیا۔ مگر تھوڑی دیر میں وہ پست پا ہوا۔ اور سیج سیج ڈیگ کی طرف چلا گیا فتح پانیوالوں کے ہاتھ میں بہت غنیمت آئی۔ اور اُنھوں نے جا کر قلعہ ڈیگ کا محاصرہ کر لیا برس روز کے بعد محاصرہ میں و ۱۷۷۶ء میں ہاتھ آیا چھ لاکھ روپیہ نقد سوا اسباب کے ملا۔ جاٹ ہاتھیوں پر بیٹھ اپنا ہلکا اسباب لے کمبیر کے قلعہ میں چلے گئے جب مرزا یہ فتوحات عظیم حاصل کر کے ملک کا انتظام کر رہا تھا تو اُس کو دربار شاہی سے یہ خبر آئی کہ عبدالاحد خاں مجدالدولہ دیوان کی شرارت سے ضابطہ خاں نے بہت سے سکھوں کی فوج بھرتی کر لی ہے اور اُس کا ارادہ شاہجہاں آباد میں آنے کا ہوا۔ یہ جوانمرد مرزا دہلی میں فوراً چلا آیا۔ یہاں لوگوں نے اُس کی بڑی تعظیم کی۔ برسانہ کی لڑائی میں شمرو بھی اُس کے ساتھ ہو گیا تھا۔ اُس کا یہ قاعدہ تھا کہ جس کسی کو زبردست اور چلتا ہوا دیکھتا اُس کے ساتھ اپنی پلٹنوں سمیت ہو لیتا اب مرزا کے سبب سے مُردہ سلطنت میں دم آتا تھا۔ اس طرف ہندوستان میں سوا انگریزوں کے بنگال میں کوئی صاحب اقتدار اور حشم مرزا سے زیادہ نہ ہوتا۔ جاٹوں پاس صرف تین قلعے رہ گئے تھے آگرہ میں صوبہ مقرر کیا تھا اُس پاس سوار ایرانی اور مغلوں کے سوار، دو برگیڈ پیادوں کے تھے۔ جن کے اوپر شمرو اور میڈوک تھے۔ مرزا کے دلی رفیق ہندوستانیوں میں نجف قلی اور محمد بیگ ہمدان تھے۔ مرزا شفیع بھی ایک رُتبہ کا امیر اُس کا بڑا رفیق تھا۔ بادشاہ اس وقت قلعہ معلیٰ میں عیش وعشرت میں مصروف تھا۔ نجف خاں کے اقتدار پر گر کسی کو حسد تھا تو عبدالاحد خاں کشمیری اور اور نامرد امیروں کو تھا۔ قاعدہ ہے مرد اور نامرد میں محبت نہیں ہو سکتی۔ رُہیلوں کی ریاستیں

برباد ہوگئی تھیں اس لئے مرزا کے گرد رہیلوں کا بھی جمگھٹ رہتا تھا۔ مگر عبدالاحد خاں نے خفی خفی ضابطہ خاں کو بھڑکا کر باغی کر دیا مرزا نے بھی اس کی گوشمالی واجب جانی اور اس کے لشکر کو تباہ کر دیا۔ ضابطہ خاں کو کچھ مرہٹوں اور جاٹوں سے اعانت کی امید رہی نہ تھی اس لئے اب کی دفعہ اس نے سکھوں کا دامن پکڑا۔ ان دنوں میں سرہند کے اندر پٹیالہ اور جیند میں سکھوں کا بڑا زور شور ہو رہا تھا ضابطہ خاں سکھوں سے ایسا رل مل گیا کہ اس کے سکھ ہونے کا شہرہ ہوگیا یہ سارے سکھ اس نے غوث گڈھ کے قلعہ میں جمع کئے نجف خاں امیر الامرا بہادر نے جاکر خود قلعہ کا محاصرہ کیا۔ پٹھانوں نے بھی مورچے باندھے۔ غرض ایک مہینہ تک بڑی بڑی لڑائیاں رہیں۔ ایک دفعہ ضابطہ خاں خود پیغام صلح لے کر مرزا پاس آیا۔ مگر صلح اپنی مرضی کے موافق نہیں دیکھی اس لئے الٹا چلا گیا۔ پھر سکھوں اور رہیلوں کو ساتھ لے کر سخت لڑائی لڑا۔ ابدالی اور مرہٹوں کی لڑائی جو پانی پت میں ہوئی تھی اس کے بعد یہ سخت لڑائی ہوئی۔ سارے دن ہنگامہ کارزار گرم رہا۔ دونوں طرف مردوں نے مردانگی اور مردی دکھائی جب شام ہوئی تو سکھ اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ضابطہ خاں اپنے قلعہ غوث گڈھ میں چلا آیا۔ دوسرے روز صلح کا امیدوار اور عفو تقصیرات کا خواستگار ہوا مرزا نے قصور معاف کر دیئے۔ تھوڑے دنوں وہ ان کی خدمت میں رہا۔ اور رشتہ مندی ان میں آپس میں ہوگئی کہ ضابطہ خاں کی بہن خود امیر الامرا سے اور اس کی بیٹی نجف قلی خاں سے بیاہی گئیں اور اس وسیلہ سے سہارنپور کی فوجداری پھر اس کو مل گئی۔ بعد اس لڑائی کے ہندوستان میں امن ہو گیا۔ امیر الامرا دوبارہ آگرہ میں گیا۔ اور ملک کا انتظام شروع کیا۔ انگریزوں نے بھی اس سے عہد و پیمان کرنے چاہے مگر اس نے شمرو کے حوالہ کرنے سے انکار کیا۔ اس لئے عہد و پیمان نہ ہوئے۔ اس وقت اودھ میں آصف الدولہ بادشاہ کا وزیر صوبہ تھا۔ سرہند میں ملا۔ احمد داد فوجدار مقرر ہوا۔ نجف قلی خاں بھی اس ملک کا صوبہ تھا جو سرہند کی سرحد سے راجپوتانہ تک پھیلتا تھا۔ شمرو کو وہ ملک دیا گیا جو ضابطہ خاں کی ملک کے پاس تھا اس لئے اس کا صدر مقام سردھنہ مقرر ہوا۔ یہ ملک چھ لاکھ روپیہ کی آمدنی کا اس کو لشکر کی تنخواہ میں دیا گیا۔ اس بدمعاش کو بھی اپنی بدکاریوں کا پورا انعام مل گیا۔ اور وہ اس کی آمدنی ہوگئی جو اس کے ملک کے اچھے اچھے امیروں کی نہ تھی۔

عبدالاحد خاں کی سازشیں اور سکھوں سے لڑائی

اب مرزا نجف خاں کو پھر دلی میں لڑائیاں لڑنے کے لئے آنا پڑا سکھوں نے سرہند کے فوجدار احمد داد خاں کو ۱۷۷۸ء میں شکست دیکر مار ڈالا۔ جب یہ خبر بادشاہ پاس آئی تو عبدالاحد خاں نے یہ سمجھکر کہ میں سکھوں کو شکست دیکر اور اُن کو بلاکر مرزا نجف خاں کا ہم پلہ ہوجاوُں گا اس مہم کا بیڑا اُٹھایا اور مرزا جوان بخت ولیعہد کو یا مرزا فرخندہ بخت کو یا مرزا اکبر کو ان بیٹوں میں سے کسی شاہزادہ کو ساتھ لے کر خیمہ باہر کھڑا کیا۔ اور صلاء عام خلایق کے ازدحام کے نوکر رکھنے کے لئے کی چونکہ اُس میں شاہزادہ کا بھی حکم تھا اس لئے اُس کے ساتھ لشکر کا ہجوم ہوگیا اور پُرانے سپاہی اور افسر بھی جمع ہوگئے۔ ایسے زمانہ میں نوکری کہاں ملتی تھی اور مرزا نجف خاں کے لشکر کا بھی ایک حصّہ اُس کے ہمراہ گیا۔ غرض جب عبدالاحد خاں پاس بیس ہزار آدمیوں کا لشکر ہوگیا اور ایک توپخانہ ساتھ تھا۔ کرنال میں سکھوں کے قریب وہ پہنچا۔ لڑائی سے پہلے صلح چاہی اور سکھوں سے کہا کہ تم ہمیں لاکھ روپیہ بالفعل دو اور آیندہ سالانہ خراج دینے کا وعدہ کرو غرضکہ سکھوں کے لشکر کو اپنے ساتھ ملاکر وہ شمال کی طرف چلا۔ مگر امیر سنگھ جاٹ نے پٹیالہ میں اُسی روکا عبدالاحد خاں نے پھر کا پیغام دیا۔ اب کیا تو وہ اس پیغام سے اس کشمیری کی جرأت اور ہمّت کو سمجھ گیا۔ یا وہ کشمیریوں کے قول وفعل کو معتبر نہ سمجھتا تھا۔ کیونکہ اس ہندوستان ملک میں بھی کشمیری بیوفا مشہور ہیں۔ مگر ہندی و کشمیری دونوں شخصی وفا دمحبت میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ جب یہ کشمیری پیچ نہ چلا تو لڑائی کی تیاریاں ہوئیں۔ سکھوں کا لشکر جو بادشاہی لشکر سے ملا تھا وہ بھاگ گیا۔ امیر سنگھ کے پاس لاہور سے بھی ایک اور لشکر امداد کو آگیا۔ غرض بادشاہ کے لشکر کا سردار عبدالاحد خاں نامرد تھا۔ شاہزادہ ناتجربہ کار تھا۔ تھوڑی سی لڑائی ہوئی تھی کہ عبدالاحد خاں تو ایسا بھاگا کہ پیچھے پھر کر بھی نہیں دیکھا۔ بیچارے لشکری مارے گئے اور تباہ ہوئے۔ غرض بادشاہی لشکر پر بڑی آفت آئی۔ بہت راہ میں مارے گئے۔ یہ واقعہ ۱۷۷۹ء کے موسم برسات کا ہے۔ اب یہ فتح پاکر پنجابیوں کا یہ حوصلہ ہوا کہ دوآبہ میں لوٹ مار کرنے لگے۔ اور عبدالاحد خاں کے درخت اُمید میں کوئی پھل نہیں لگا ساری کلیاں جھڑ گئیں۔

۱۷۷۹ء میں نجف خاں آگرہ میں آیا۔ کچھ لڑائیاں اُن رجپوتوں سے ہوتی رہیں جنھوں نے عبدالاحد خاں کے بہکانے سے سرکشی اختیار کی تھی۔ اب بادشاہ نے اُس کو تاکید کرکے بلایا۔ وہ وہاں سے

آیا۔ جب شاہجہاں آباد کے قریب عبدالاحد خاں اور شاہزادہ سے ملا تو اُس کشمیری کو پکڑ لیا اُس کی فرودگاہ میں قید کر دیا اور دہلی میں جا کر اُس کا سارا گھر بار ضبط کر لیا۔ بیس لاکھ روپیہ کا سرمایہ کل نکلا۔ وہ خزانہ شاہی میں داخل ہوا یہ اس مرزا ہی کی ایمانداری تھی کہ اُس کے اسباب منضبطہ میں سے سوا چند کتابوں اور دواؤں کے صندوق کے کچھ اپنے پاس نہیں رکھا عبدالاحد خاں کی حرکات بھی عجیب و غریب تھیں۔ اُس کو کھانے کا اور دوائیوں کا بُرا شوق تھا۔ ہمیشہ وہ کشمیر کے چانول کھاتا تھا اور چانول کو دیکھکر بتا دیتا تھا کہ وہ کشمیر کے ہیں یا نہیں مرزا نے اس کام کو تمام کر کے مرزا شفیع کے ماتحت لشکر سکھوں کی تنبیہ کے واسطے روانہ کیا میرٹھ کے قریب ایک لڑائی ہوئی۔ مغلوں کی بہادری اور قواعد کے سامنے سکھوں کی کچھ نہ چلی اُن کا سردار مارا گیا۔ پانچ ہزار سکھ قتل ہوئے اور اس ملک سے بالکل نکل گئے۔

۴ مئی ۱۷۷۸ء کو آگرہ میں شمرو مر گیا اُس کی قبر پر پرتگیزی میں یہی تاریخ لکھی ہے۔ یہ بڑا سفاک بے رحم بے وفا بے ایمان تھا۔ جو لشکر اُس کا تھا اُس کی سردار اُس کی بیگم ہوئی۔ یہ بیگم ایک عرب کی بیٹی کسی کے پیٹ سے تھی۔ وہ کوتانہ میں رہتی تھی ۱۷۵۳ء میں پیدا ہوئی تھی۔ جب باپ مر گیا تو سوتیلے بھائی کے ہاتھ سے عاجز ہو کر وہ اور اُس کی ماں ۱۷۶۰ء میں دلی میں جا رہے۔ کچھ دنوں اُس کی شمرو سے آشنائی رہی پھر اُس سے شادی ہو گئی۔ شمرو کے بیٹا ایک مسلمان عورت کے پیٹ سے تھا۔ مگر مرزا نجف نے شمرو کی بیگم ہی لائق سمجھ کے ریاست عنایت کی ۱۷۸۱ء میں اس بیگم نے معلوم نہیں کس سبب سے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ جوہانا اُس کا عیسائی نام رکھا گیا۔

۲۶ اپریل ۱۷۸۲ء کو مرزا نجف نے بھی انتقال کیا۔ بیالیس برس وہ ہندوستان میں رہا۔ اٹھارہ برس کی عمر میں یہاں آیا تھا۔ ساٹھ برس کے قریب اُس کی عمر تھی۔ ماں کی طرف سے سیّد تھا۔ باپ کی طرف سے صفوی تھا جہاں تک بن سکا اُس نے اپنی نیک نیتی اور ایمانداری سے سلطنت کے بحال کرنے میں کوشش کی۔ جو اس کا نتیجہ ہوا وہ تم نے پڑھ ہی لیا ہے۔ اب اُس کے جاہ و منصب کے دو مدعی کھڑے ہوئے۔ ایک افراسیاب خاں جس کو اُس نے اور اُس کی بہن نے بیٹے کی طرح پالا پوسا تھا۔ دوسرا مرزا شفیع اُس کا قریب کا رشتہ دار تھا۔ اُس کے پاس سپاہ بہت تھی۔ ان دونوں سببوں سے اُس کا دعویٰ قوی معلوم ہوتا تھا۔ مگر مرزا نجف خاں کی بہن کی بیٹے نے

شمرو کا مرنا اور اُس کی بیگم کو ریاست ملنا

مرزا نجف کی وفات اور مرزا شفیع اور افراسیاب خاں کا آپس میں لڑنا

آخر امیر الامرائی کا خلعت افراسیاب خاں کو بادشاہ سے بوساطت مرزا جوان بخت نے دلا دیا۔ مگر اُس کے ساتھ ہی ایک پرچہ مخفی مرزا شفیع کو بھی بھیجا گیا کہ جلدی آؤ۔ اب افراسیاب خاں نے اوّل کام یہ کیا کہ نواب عبدالاحد خاں کو قیدخانہ سے رہا کرایا۔ پھر وہ بادشاہ کے مُنہ چڑھا۔ اب مرزا شفیع دہلی میں آیا اور نجف خاں کے گھر میں اُترا اُس کی بہن نے اپنی بیٹی کی شادی کرنے کا وعدہ اُس سے کیا غرض کچھ معاملہ ایسا ہوا کہ افراسیاب خاں استعفا دے کر باہر چلا گیا اور اپنے معاملہ کا فیصلہ عبدالاحد خاں اور نجف قلی خاں کو سونپ گیا مرزا محمد شفیع ان دونوں کے گھروں کے گرد پھرا اور عبدالاحد خاں کو قید کیا اور نجف قلی خاں کو اپنی خالہ کے گھر میں گھیر کر اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا۔ شاہزادہ جوان بخت پاس بادشاہ کا حکم آیا کہ مرزا سے عہد و پیمان کر لو غرض وہ امیر الامرا مقرر ہو گیا۔ اس عہدہ کی تمنا مدت سے تھی۔ مگر حریف اُس کا اس وقت یہاں سے غائب تھا۔ مسٹر لوبلی جو شمرو کی بیگم کے لشکر کا افسر تھا دوسرا لطیف خاں جو نواب وزیر کا نائب لشکر کے ساتھ دلی میں بادشاہ کی خدمت گزاری کے لئے رہتا تھا دونوں اب اُس کی حمایت کے لئے کھڑے ہوئے۔ چند روز میں مرزا شفیع کے پاس لشکر بھاگ گیا بادشاہ خود لشکر لے کر جامع مسجد تک گیا کہ مرزا شفیع کوسی ضلع متھرا میں بھاگ گیا۔ پھر عبدالاحد خاں قیدخانہ سے رہا ہوا جس وقت یہ ساری سانگ سلطنت کے بگڑنے کے دلی میں ہو رہی تھے مرہٹے بھی چیل کی طرح تاک لگائے بیٹھے تھے۔ جب انگریزوں کو یہ معلوم ہوا تو انھوں نے بھی اس خوف سے کہ کہیں مرہٹے بازی نہ لیجائیں بادشاہ کے پاس اپنے دو افسر ایلچی بنا کر بھیجے پہلے اس سے کہ یہ ایلچی دار السلطنت میں پہنچے وہاں اور ہی گل کھلے۔ مرزا محمد ہمدانی کو جو آگرہ میں صوبہ تھا ساتھ لے کر آیا۔ اور اُس نے بادشاہ کی خدمت میں یہ درخواست بھیجی کہ ہمارے پُرانے متوسل لطف خاں اور مسٹر لوبلی کو ہماری پاس صلح کی تمام شرائط ٹھیرانے کا اختیار دیکر بھیجدو۔ یہ درخواست منظور ہوئی اور یہ دونوں گئے۔ ہر چند مرزا جوان بخت سر مارتا رہا کہ کمبختوں کیا کرتے ہیں اِن سرکشوں پر لشکر کشی کرنی چاہیئے۔ مگر اس وقت سب کی عقل کے کان بہری ہو گئے تھے یہ دونوں ایلچی بن کر وہاں گئے اور دونوں مارے گئے۔ پھر محمد بیگ اور مرزا شفیع میں آپس میں جھگڑا شروع ہوا اب اس وقت بادشاہ بھی بڑا دق تھا۔ مگر مرزا جوان بخت نے افراسیاب خاں کو بلا کر اُس کو بھی راضی کر دیا اور مرزا شفیع کو امیر الامرا کا خطاب دلا دیا اور عبدالاحد خاں کو مدار المہام مقرر کیا۔ اس وقت شاہ عالم پر غم و الم کی گھٹا چھائی ہوئی

تھی۔ کچھ نہ سوجھتا تھا کہ کیا کرے اُس کے ساری نمک حلال نوکر دل میں حیران اور پریشان تھے کہ دیکھئے آگے کیا ہوتا ہے۔ شاہ عالم کو اس پابندیِ مصائب میں انگریزوں کے سوا کوئی دستگیر نظر نہ آتا تھا سب خیر خواہ اُس کے کہتے تھے کہ ہماری ان مصیبتوں کو خدا ٹالے یا انگریز اب ۲۲ ستمبر ۱۷۸۳ء کو مرزا شفیع جو آگرہ سے آیا تو اُس کو قلعہ کے اندر جانے کی ممانعت ہو گئی۔ شاید افراسیاب خاں کو پھر تمنّا امیر الامرائی کی ہوئی ہوگی اُس نے یہ تحریک کی ہوگی۔ اس وقت پھر مرزا محمد بیگ جاسوس کے طور پر اُس پاس صلح کے لئے بھیجا ملاقات کی کھلے میدان میں ٹھیری۔ جب دونوں ہاتھیوں پر سوار برابر آئے تو مرزا نے بغلگیر ہونے کے لئے ہاتھ بڑھائے کہ محمد بیگ نے تنچہ اُس پر چلا کر موت کا ہم آغوش کیا بعض کہتے ہیں کہ اُس کے بھتیجے اسمٰعیل بیگ نے جو آگے ہاتھی پر بیٹھا تھا یہ کام کیا۔ گویہ کام افراسیاب کی تحریک سے ہوا۔ اور وہ اب امیر الامرا ہو گیا۔ مگر مرزا جوان بخت کا دل دلی سے بیزار ہو گیا۔ انگریزوں کے پاس جانے کا ارادہ کیا جب اُس نے سُنا کہ ۲۷ مارچ ۱۷۸۴ء کو انگریزی گورنر لکھنؤ میں آگیا ہے۔ تو یہ ارادہ کیا کہ کسی طرح سے دلی سے بھاگ کر اس گورنر کے پاس جاؤں۔ اور سارا حال دلی کا سُناؤں۔

شاہزادہ نے اپنے بھاگنے کے ارادہ کو سوا اپنے حقیقی ماموں کے کسی اور کے آگے نہ بیان کیا۔ ماموں نے اُس کے لئے اُڑنے کے واسطے جمنا کنارہ پر گوجر بٹھائے ۱۴ اپریل بھاگنے کی تاریخ ٹھیری۔ جب یہ دن آیا تو اُس نے کہہ دیا کہ آج میں بیمار ہوں کوئی میرے پاس نہ آئے۔ اپنے مکان میں جا کر بھیس بدلا۔ اگرچہ رات کو آندھی چل رہی تھی اور اُس کو بخار چڑھا ہوا تھا۔ مگر وہ ارادہ کا ایسا پکا تھا کہ اپنے محل سے چھتوں کو کودتا پھلانگتا فیض نہر کے اندر سے ہوتا ہوا اُس کے کسی موکھے سے سلیم گڈھ کی فصیل پر پہنچا۔ اور فصیل پر سے رسی پر اُترا۔ جس شخص نے اُس کو رستہ دریا میں پایاب بتایا وہاں ڈُبا ڈُبا پانی نکلا اس پر شاہزادہ کو غصہ تو ایسا آیا تھا کہ گولی سے اُسے اُڑا دیتا۔ مگر اس خاندان کی رحم دلی ایسے موقعوں پر مشہور ہے وہ غصہ پی کر چپکا ہو رہا اور اپنے تئیں خدا کے حوالہ کیا۔ مگر وہ آدمی اس غصہ کی نگاہ کو پہچان گیا۔ فوراً پہرہ والے سے جا کر اُس کا حال کہدیا۔

. . . . . . . . پہرہ والے اُس کے پیچھے آئے۔ مگر وہ اُن کے ہاتھ کب آتا تھا۔ یہ دریا سے نکلتے ہی ہوا ہوا۔ اور لکھنؤ میں پہنچا۔ سب سے بڑی اخلاق اور تپاک سے ملا اور جو کام کیا اُسے عاقل ہونا اُس کا ظاہر ہوا۔ اب محمد بیگ نے وزیر افراسیاب خاں کو بھی تکلیف پہنچانی شروع کی۔ اس لئے وزیر نے بھی مادھوجی

مرزا جوان بخت کا دلی سے انگریزوں پاس جانا

ادھوری [illegible] ناقص ہونا

سیندھیا کی طرف رُخ کیا۔ بادشاہ بھی ایسا اپنے اہلکاروں کے ہاتھوں سے تنگ تھا کہ اُس نے بھی یہ چاہا کہ میں اپنے تئیں بالکل سیندھیا کے حوالہ کردوں۔ چنانچہ بادشاہ دلی سے آگرہ کی طرف چلا اور سیندھیا آگرہ کی طرف اس نظر سے آیا کہ دونوں مل کر آگرہ سے محمد بیگ کو نکالیں۔ مجد الدولہ نے بادشاہ کو آگرہ جانے سے منع کیا اُس پر بادشاہ ایسا خفا ہوا کہ اُس کا گھر بار ضبط ہو گیا اور قید خانہ میں بھیجدیا جہاں ۱۷۸۵ء میں وہ مر گیا۔ اب سیندھیا سے افراسیاب خاں سے ملاقات ہوئی۔ دونوں نے مل کر ارادہ کیا کہ محمد بیگ پر حملہ کریں۔ مگر تیسرے روز ۲ نومبر ۱۷۸۴ء کو مرزا محمد شفیع کے بھائی زین العابدین نے افراسیاب خاں کو مار ڈالا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ قتل سیندھیا کی شرارت سے ہوا اس لئے کہ قاتل مارتے ہی اُس ہی پاس چلا گیا۔ کوئی کہتا ہے کہ اُس نے اپنے بھائی کے قتل کا عوض لیا۔ راجہ ہمت بہادر ساری مغلیہ امیروں کو سیندھیا کے خیمہ میں لے گئے۔ وہاں باہم مبارک بادی دی گئی۔ اب والی اودھ تو وزیر تھا پیشوا امیر الامرا مقرر ہوا۔ اور مادھوجی سیندھیا نائب امیر الامرا آگرہ اور دلی کے صوبے اُس کے سپرد ہوئے ساری فوج کا وہ سپہ سالار مقرر ہوا۔ پینسٹھ ہزار روپیہ ماہوار بادشاہ کے خاص اخراجات کے واسطے اُس نے مقرر کر دیا۔ انگریزوں سے جو شرقی صوبوں کا خراج لیا جاتا تھا وہ بھی بادشاہ نے معاف کر دیا ۱۷۸۵ء میں ضابطہ خاں مر گیا۔ محمد بیگ کے پاس سے سپاہ بھاگ گئی وہ بھی سیندھیا کے پاس چلا آیا۔ آگرہ کا قلعہ ۲۷ مارچ ۱۷۸۵ء کو سیندھیا کے حوالہ کیا گیا۔ اب مغلوں کے پاس سوا علی گڈھ کے قلعہ کے کچھ نہ رہا۔ اب افراسیاب خاں کی بی بی بال بچوں پاس وہ تھا جب سیندھیا نے اُن کو بندوق توپ کا خوف دکھایا تو انھوں نے خوف کے مارے قلعہ اور مال اسباب سب اُس کے حوالہ کیا۔ سیندھیا نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ سال اُس کے بڑے بیٹے کا مقرر کر کے قلعہ بھی لے لیا اور اُس کا اسباب بھی کروڑ روپیہ کا ضبط کر لیا۔ ترکوں کی ترکی تمام ہوئی۔ سب سردار سیندھیا کے مطیع تھے۔ اور بادشاہ لال قلعہ میں ایک معزز قیدی تھا۔ معلوم نہیں کہ ان لڑائی جھگڑوں سے رعایا پر کیا گذری ہو گی اُس کو تو کسی مؤرخ نے لکھا نہیں مگر سب مصائب میں چالیسا قحط غضب تھا۔ روپیہ کا آٹھ سیر اناج بکا۔ وہ سمت ۱۸۴۰ میں یعنی ۱۷۸۳ء میں واقع ہوا تھا۔

جب ضابطہ خاں کا انتقال ہوا تو بادن محال میں اُس کا بیٹا غلام قادر باپ کا جانشین ہوا او

اُس کو نجیب الدولہ ہوشیار جنگ کا خطاب ملا۔ یہ افغانوں میں اور مغلوں میں محمد بیگ ہمدانی بڑی سردار تھے۔ محمد بیگ کو سیندھیا نے راگھوگڈھ کے فتح کرنے کے لئے مالوہ میں بھیجدیا تھا۔ یہ قلعہ نہایت مضبوط کچھواہہ راجپوتوں کے پاس تھا۔

ساری دوآبہ میں سیندھیا کا عمل دخل ہوگیا تھا۔ اب اُس نے مرزا جوان بخت سے پیغام سلام شروع کئے اور اُس کو دلی میں بلایا۔ مگر نواب اودھ نے انگریزوں کی صلاح سے اُسے جانے نہ دیا۔ کیونکہ اگر شاہزادہ وہاں چلا جاتا تو مرہٹوں کا پیر پورا جم جاتا۔ اور وہ نواب اودھ اور سرکار کمپنی کے حق میں اچھا نہ ہوتا۔ ۱۷۸۵ء میں گورنر جنرل نے دوآبہ میں اپنی چھاونی قائم کی ۸ مارچ ۱۷۸۵ء میں کلکتہ گزٹ میں مشتہر کیا گیا کہ مسلمانوں کی سلطنت تو نہایت حقیر اور ذلیل ہوگئی ہے۔ ہندؤں سے ہم کو کچھ خوف نہیں ہے۔ اگرچہ بہت آدمیوں نے یہ صلاح دی کہ مسلمانوں کو تقویت دے کر ہندؤں کی قوت کو مغلوب کرنا چاہیئے۔ مگر یہ تدبیر و انتظام اچھا نہیں ہے۔ کچھ ضرور نہیں ہے کہ ہم ایسے کام کریں جو ہندوستان کو ناگوار خاطر ہوں اور سلطنت جو بر سرِ زوال ہے اور وہ حقیقت میں ہماری مخفی دشمن اور رقیب ہے اُس کے حامی و مددگار ہوں۔ گورنر نے سیندھیا کو یوں بھی دھمکا دیا کہ ایک اپنا وکیل پیشوا کے دربار میں بھجوا دیا۔

اب سیندھیا نے اپنے استقلال حکومت کے لئے اوّل یہ کام کیا کہ سپاہ کو قواعد داں بنایا اور خوب آراستہ کیا۔ اُس کی سپاہ کا نہایت عمدہ فرنگستانی افسر ایم ڈی بواین تھا۔ اور سپہ سالار اُس کا آپو کھانڈے راؤ تھا۔ انتظام ملکی اُس نے یہ کیا کہ مسلمان امیرزادوں کو جاگیریں سپاہ عوض میں دی گئی تھیں جب سپاہ کی ضرورت نہ رہی تو پھر ان جاگیروں کا ضبط ہی ہونا چاہیئے تھا۔ اب اُس نے محمد بیگ ہمدانی کو بھی راگھوگڈھ سے بُلا لیا۔ اور اُس سے کہا کہ اپنی سپاہ کو موقوف کرے۔ یہ باتیں سیندھیا کی عام پسند نہ تھیں اور ایک اور حرکت بیہودہ یہ کی کہ راجہ نراین داس کو جس پاس خراج کی آمدنی کا حساب رہتا تھا موقوف کیا اور اُس کی جگہ شاہ نظام الدین عرف شاہ جی کو مقرر کیا اور راجہ ہمت بہادر سے جب محاسبہ اُس کی جاگیر کا طلب ہوا تو اُس نے علانیہ سرکشی اختیار کی۔

جب محمد بیگ راگھوگڈھ کو فتح نہ کر سکا تو راجپوتوں کو حوصلہ ہوا۔ اور اُن سب نے آپس میں اتفاق کیا

مرزا جوان بخت کا طلب ہونا اور انگریزوں کا اسے نامنظور کرنا

سیندھیا کے ملکی اور جنگی انتظام

راجپوتوں کا اتفاق اور سلطنت کی لڑائی

جس کے سبب سے سیندھیا کے دولت اور قوت دونوں میں فرق آگیا۔ اور پونہ کی خط و کتابت کی آمد و رفت بند ہوگئی جے پور کے راجہ نے جودھ پور کے راجہ بجے سنگھ کو بلایا۔ اور پھر ان دونوں نے رانا اُدیپور سے اتفاق کیا اور چھوٹے چھوٹے رجپوت راجاؤں کو جمع کیا۔ یوں ایک لاکھ فوج اور چار سو توپیں لال سوت میں جمع ہوئیں جو جے پور سے ۴۲ میل مشرق کو ہے اور یہاں وہ منتظر تھے کہ بادشاہی فوج اُن پر حملہ کرے گی اور یہ بھی جانتے تھے کہ مرہٹوں سے مغل سردار ناراض ہیں ضرور اُن سے کچھ کام نکلے گا۔ اب یہاں مئی ۱۷۸۷ء کی آخر میں سیندھیا خود سپاہ لے کر گیا اور ایک امباجی انگلیا۔ اپوکھانڈے راؤ۔ مسٹر ڈی بوائن اور بعض اور مرہٹے سردار ہمراہ تھے۔ محمد بیگ کا بھتیجا مرزا اسمٰعیل بیگ بڑا دل چلا تھا۔ اول اسی نے تین سو سواروں سے راجپوتوں پر حملہ کیا۔ بہت سے رجپوت اُس کے آگے سے بھاگ گئے مگر مرہٹوں نے اُس کی استعانت نہ کی اس لئے اُس کے آدھے سوار مارے گئے۔ وہ اُلٹا پھر کر چلا آیا۔ دوسرے روز چچا بھی ہاتھی پر بیٹھ کر بھتیجے کے ساتھ لڑائی میں آگیا۔ اور رجپوتوں سے خوب لڑائی ہوئی۔ اُنھوں نے مرہٹوں پر خوب تلوار چلائی۔ اتنے میں آندھی چلنے لگی رات بھی قریب آئی توپ کی لڑائی شروع ہوئی۔ اتفاق سے ایک گولہ مرزا محمد بیگ کے دائیں بازو میں آن کر لگا۔ وہ ہاتھی پر سے گرا۔ ہاتھی کے آگے چارہ کے واسطے درختوں کی ٹہنیاں پڑی تھیں۔ اُن سے اُس کی کنپٹی میں ایسی ضرب آئی کہ فوراً مر گیا۔ اُس وقت اسمٰعیل بیگ نے پکار کر کہا کہ اب چچا کی جگہ میں سپاہ کا سردار ہوں۔ اول جون کو تیسری مرتبہ لڑائی شروع ہوئی اور شام تک جاری رہی کہ اتنے میں چودہ ہزار مغلوں کی سپاہ نے سیندھیا کے خیمہ کو گھیر لیا کہ تنخواہ عنایت کیجے اور راجہ جے پور پاس پیغام بھیجا کہ اگر دو لاکھ روپیہ دیدو تو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اس راجہ نے روپیہ کا وعدہ لیا یہ سپاہ اُن سے جا ملی اور اپنے خیمہ کے تلے روپیہ لے لیا۔ اس وقت اس بیگانہ ملک میں مرہٹوں کی لشکر میں بڑی مصیبت پڑی۔ گیہوں روپیہ کے چار سیر بکتے تھے۔ روز بروز قحط زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ رجپوت چاروں طرف سے رسدوں کو لوٹ لیتے تھے۔ ہاتھیوں اور مواشیوں کو چُرا کر لیجاتے تھے۔ غرض اس وقت سیندھیا نے یہاں سے خیمہ اُٹھایا۔ اور الور چلا گیا۔ اسمٰعیل بیگ ہزار سوار اور چار پلٹنیں اور چھ توپیں لے کر آگرہ کو روانہ ہوا۔ اب جب سیندھیا نے یہ حال دیکھا تو اُس نے رنجیت سنگھ جاٹ سے بہت سی خوشامد کرکے استعانت چاہی اور اُس سے کمک لے کر پھر لڑنے کے لئے روانہ ہوا۔ اور قلعہ آگرہ میں سپاہ کو متعین کیا اور لکھوا دا کو

قلعہ دار بنایا۔ اور پونہ کو بھی کمک کے لئے بہ تاکید لکھا اسمٰعیل بیگ بھی خالی نہ بیٹھا۔ اول اُس نے راجپوتوں کو بلانا چاہا۔ اگرچہ ان دونوں کا اتفاق ہو جاتا تو مرہٹوں کا عمل پھر اُٹھ جاتا۔ اور نجف خاں کا سا زمانۂ اقبال آجاتا۔ مگر اس مغرور قوم نے اپنی کاہلی سے اُس کا ساتھ نہ دیا۔ اب یہ سب کچھ ہو ہی رہا تھا کہ ایک تازہ گل یہ کھلا کہ غلام قادر غوث گڈھ سے آیا۔ اور اُس نے مسلمانوں کے معاملات میں تازہ جان ڈالنے کا اور آپ فائدہ اُٹھانے کا قصد کیا۔ شاہ عالم کے پیغام سلام راجپوتوں سے چپکے چپکے ہو رہے تھے۔ اُنھوں نے ایک اور شکست امباجی کو دے دی تھی۔ سیندھیا نے آخر لاچار ہو کر اس لڑائی سے ہاتھ اُٹھایا اور گوالیار چلا گیا۔ اور اسمٰعیل بیگ نے آگرہ کا محاصرہ بڑی سرگرمی سے شروع کیا۔

۱۷۸۸ء میں جب برسات ختم ہونے کو آئی تو غلام قادر نے دلی کے قریب شاہدرے میں خیمے اس سبب سے ڈالے کہ اپنے باپ کا جاہ و منصب حاصل کرے۔ اُس کا بڑا رفیق شفیق مددگار صلاح کار منظور علی خاں ناظر تھا۔ اس ناظر کو یہ منظور نظر تھا کہ نوجوان پٹھان کو دربار میں داخل کر کے انتظام ملکی میں ایسا دخل دلا دے کہ کچھ مسلمان ابھریں کچھ ہندو دبیں سیندھیا کا داماد اس وقت دیس مکھ دلی کا تھا۔ اور شاہ نظام الدین یعنی شاہ جی ناظم تھے ان دونوں سرداروں نے دریا کی طرف غلام قادر کے لشکر پر گولوں کی بوچھار شروع کی اُس نے بھی گولوں کو چھینٹے مارنی شروع کئے۔ اور کئی مکان قلعہ کے گولوں سے توڑ ڈالے۔ پھر یہ پاہیانہ پیچ کھیلا کہ شہر کے مغلوں کی سپاہ سے سازش کی اور اُن کے وسیلہ سے شہر کے اندر داخل ہوا۔ اور بادشاہی فوج اور افسر بھاگ کر بلبھ گڈھ کے قلعہ میں چلے گئے۔ اپنا سارا گھر بار مال اسباب دشمن کے بس میں چھوڑ گئے۔ اب منظور علی خاں کی صلاح سے دیوان خاص میں جا کر اُس نے پانچ اشرفیاں بادشاہ کی نذر کیں۔ اور اپنے باپ دادا کی حسن خدمات کا اظہار کر کے امیر الامرائی کی درخواست کی اور آیندہ جاں نثاری اور خدمت گزاری کا وعدہ کیا جب دو تین روز اس گفتگو میں گذر گئے تو ایسا مضطر و بیتاب ہوا کہ وہ بادشاہ کے حکم کا منتظر نہ رہا۔ کچھ سواروں کو ساتھ لے قلعہ کے اندر وہاں مقیم ہوا جہاں امیر الامرا رہا کرتے تھے۔ اس اثنا میں سمرو کی بیگم جو سکھوں سے لڑنے گئی ہوئی تھی پانی پت سے جلدی کر کے قلعہ میں آگئی اب غلام قادر اس خیر خواہ بیگم اور اُس کے فرنگستانی افسروں کی سپاہ سے ڈرا اور کوئی اور مغل افسر اُس کے ساتھ بھی

نہ ہوا۔ اس لئے وہ حیران و پریشان ہو کر پھر شاہدرہ میں اپنی سپاہ پاس چلا گیا۔ لو اب باسی کڑھی میں اُبال آیا۔ بادشاہ کو بھی حرارت شاہانہ آگئی۔ اُس نے نجف قلی خاں کو رواڑی سے حمایت کے لئے بُلایا۔ اور چھ ہزار سپاہ اپنی ذات خاص کے نوکر رکھے اور اپنے سونے چاندی کے برتن گلا کر سپاہ کی تنخواہ میں تقسیم کر دیئے۔ نجف قلی خاں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور وہ ۲۷ نومبر ۱۷۸۶ء کو قلعہ کے بڑے دروازہ کے سامنے شمرو کی بیگم پاس خیمہ زن ہوا۔ ان دونوں کے لشکروں کا سپہ سالار مرزا اکبر مقرر ہوا۔ جب سے جوان بخت چلا گیا تھا یہی شاہزادہ ولیعہد گِنا جاتا تھا۔ اُس کو سات پارچہ کا خلعت ملا۔ اور رام رتن مودی اُس کا نائب مقرر ہوا۔ اور غلام قادر کے لشکر پر گولہ زنی شروع ہوئی۔ اب اس وقت سیندھیا کا منصوبہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا تھا۔ وہ خود گوالیار میں تھا۔ اُس کا ایک سردار لکھوا دادا آگرہ میں اسمٰعیل بیگ نے گھیر رکھا تھا۔ امباجی کچھ سپاہ لے کر جو دلّی میں آیا۔ تو سب مخالفوں میں مصالحت ہو گئی اور غلام قادر امیرالامرا ہو گیا۔ اور اُس کے سر پر خود بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے گوشوارہ باندھا اس خلعت کے پانے کے بعد اُس نے علی گڈھ کے قلعہ پر جو سیندھیا نے چھین لیا تھا حملہ کیا اور لے لیا۔ اور اب وہ آگے اسمٰعیل بیگ کے لشکر سے جا ملا۔ اور کئی مہینہ تک قلعہ آگرہ کا محاصرہ کرتا رہا۔ مگر جب مرہٹوں پاس دکن اور جاٹوں کی کمک پہنچ گئی تو دونوں نے محاصرہ سے ہاتھ اُٹھایا۔ فتح پور سیکری میں ۲۴ اپریل ۱۷۸۸ء کو لڑائی ہوئی۔ مرہٹوں کا سردار رانا خان تھا۔ وہ پانی پت کی لڑائی میں تو پانی بھرتا تھا مگر یہاں سے سیندھیا کو بچا کر لے گیا تھا۔ اس لئے وہ اس درجہ پر پہنچ گیا تھا۔ غرض مسلمان اس وقت خوب لڑے۔ رانا خان رات کو بھرت پور چلا گیا۔ اسمٰعیل بیگ نے پھر آگرہ کا محاصرہ شروع کیا۔ غلام قادر اپنی جاگیر میں یوں دوڑا آیا کہ سکھوں نے اُس پر حملہ کر دیا تھا۔

۱۷۸۷ء کی آخر میں والی جودھپور کا ایک ایلچی آیا۔ اور ایک معقول نذرانہ اور سونے کی کنجی لایا اور اُس نے یہ عرض حال کیا کہ بجے سنگھ نے یہ کنجی بھیجی ہے کہ حضور سپاہ لے کر تشریف لائیں۔ اور اجمیر کے ملک پر قابض ہو جائیں۔ پرتاب سنگھ راجہ جے پور کی بھی یہی تمنّا تھی۔ بادشاہ نے برخلاف عقل کے یہ کام کیا کہ وہ ۵ جنوری ۱۷۸۸ء کو سب شاہزادے اور شاہزادیوں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوا۔

راجپوتوں کی امداد کے لئے کوچ ۵ جنوری ۱۷۸۸ء

بادشاہ نے سیندھیا سے طوطے کی طرح آنکھیں پھیرلیں۔ اُس کی خدمات کا کچھ خیال نہ کیا اس وقت جو بادشاہ کے ساتھ لشکر تھا اُس کی تفصیل یہ ہے نجیبوں کی پلٹن ولال کرتی قواعد فرنگستانی جاننے والی مغلوں کے دستے سواروں کے دو سو فرنگستانی گولہ انداز۔ تین پلٹنیں شمرو کی قواعد سکھائی ہوئی۔ اس سپاہ کے افسر شمرو کی بیگم تھی۔ اب راہ میں مڈبھیڑ نجف قلی خاں سے ہوئی جو باغی اس سبب سے ہوگیا کہ اُس کے علاقہ میں مراد بیگ کو کسی خدمت پر مقرر کیا تھا وہ اس سے ناراض ہوا اور اُس کو رواڑی میں قید کرلیا غرض وہ اس وقت گوکل گڈھ میں محصور کیا گیا۔ اپریل ۱۷۸۸ء کو اُس نے سخت مقابلہ کیا۔ اور بادشاہ کے خیموں تک حملہ کرتا ہوا آیا۔ مگر یہاں شمرو کی بیگم اور طامس صاحب نے ایسی سرگرمی سے اُس پر حملہ کیا کہ لشکر شاہی کی عزت رہ گئی۔ پھر منظور علی خاں کی سفارش اور شمرو کی بیگم کی شفاعت سے اُس کے قصور معاف ہوگئے۔ غرض یہیں یہ مہم ختم ہوئی۔ سیندھیا کے خوف سے اور راجپوتوں کے قول فعل نہ معتبر ہونے کے سبب سے ۱۵ اپریل ۱۷۸۸ء کو بادشاہ اُلٹا دلّی میں چلا آیا شمرو کی بیگم سردھنہ گئی۔ اُس کو بادشاہ نے زیب النسا کا خطاب دیا۔

مرزا جوان بخت کا دلّی میں آنا اور بنارس میں مرنا

اس شاہزادہ کے چلے جانے کے بعد اکبر شاہ ولیعہد شمار ہوتا تھا۔ اب پھر جوان بخت نے ولیعہد کے واسطے یہ آخر کوشش کی کہ کچھ سپاہ نواب اودھ سے لے کر دلّی میں آیا۔ اُس نے ایک خط جارج سوم شاہ انگلستان کو جس کی پیشانی اور خلاصہ مضمون ذیل میں درج ہے خط لکھا جس کی پیشانی یہ تھی۔

نامۂ جناب معلی رکاب صاحب عالم مرزا جہاں دار شاہ بہادر برائے گیتی آرائے ممالک فرنگ

اوّل حمد و نعت لکھی ہے پھر لمبا چوڑا القاب ہے۔ اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ شاہ انگلینڈ پر واضح ہو کہ اس نیازمند نے اس سے پہلے یہ تفصیل شرحاً ممالک ہندوستان کے اراکین کی اختلاف آرائی اور امرا کے درشت مفسدانہ کاموں کو اپنے باپ کے ارشاد سے گورنر جنرل بہادر مسٹر ہسٹنگس کی خدمت میں لکھ کر درخواست کی ہے کہ وہ خاندان شاہی کی امداد کریں۔ اس امداد کی توقع میں چار سال تک صاحبان انگریز اور برادر عزیز نواب وزیر کے ساتھ میں متوقف رہا اور ایسٹ انڈیا کمپنی سے امداد کی استدعا میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا کہ وہ

ہماری شاہانہ حکومت موروثی کو بحال کریں۔ اس اثنا میں دور دور اطراف سے فتور بڑھتا گیا۔
مرہٹہ سیندھیا پٹیل جو شریروں کا سرغنہ ہے اوس نے سرکشوں کو بادشاہ سے دس گنا
زیادہ سرکش کر دیا ہے۔ ہر چند بادشاہ نے نصایح ہوش افزا اوسکو ارشاد کیں کہ وہ کافۂ
برایا کی تالیف قلوب میں اور عامہ رعایا کی حفاظت میں اور ممالک محروسہ کی آبادی میں
ساعی ہو مگر اوس نے کچھ نہیں سنا۔ اور ہر شخص سے اوس نے مخاصمت کی یہانتک کہ جیپور کے
راجہ پرتاب سنگھ سوائی اور جودھپور کے مہاراجہ بجے سنگھ نے جو قدیم سے دولت عظمیٰ کے
ارکین میں سے ہیں اور خاندان شاہی سے رشتہ مواصلت رکھتے ہیں اوسکو شکست دی
اور امیرالامرائی کے درجہ سے گرا کر ذلیل کیا۔ ان انقلابات تازہ میں سرکشوں کی بغاوت اندازہ
سے زیادہ بڑھ گئی۔ ضابطہ خاں کے بیٹے غلام قادر خاں نے جنکی ہماری زندگی سلطنت کے استیصال کی
تدبیروں میں گذری علم بغاوت بلند کیا۔ اسکی دیکھا دیکھی اوروں کو بھی بغاوت پر جرأت ہوئی اور
محل شاہی تک اس بغاوت نے سرایت کی۔ میرے باپ نے اس آگ کے بجھانے کیلئے اپنے خاص
شفیق مجھے اور برادر عزیز نواب وزیر و صاحبان انگریز اور گورنر جنرل کورن والس کو بھیجے کہ آن کر
میری مدد کریں۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کی درخواست پر گورنر جنرل کو وزیر سلطنت
کو آپ نے حکم نہیں بھیجا کہ وہ ہماری امداد کریں اسلیئے وہ امداد مطلوبہ کرنے سے باز رہے اگر
اسوقت وہ اورنگ آرائے جہاں و کشور کشائے دوران ہمارے اولیائے دولت کے
نصرت کے لئے گورنر جنرل کو حکم محکم بھیجے تو مردمی اور مروت سے بعید نہیں ہوگا۔ کہ خاندان
تیمور کی اعانت کرنے سے اور اوسکو اپنی اصلی حالت پر لانیسے سرکشوں اور متمردوں کو خاک
میں ملائے گا اور اسطرح خلق خدا کو آرام ملے گا۔ رفاہ عباد اور امن امان بلاد سے آپ کی
روزگار میں نیک نامی پھیلے گی۔

یہ خط اسکے پہلے کہ شاہزادہ لکھنؤ سے دہلی کو روانہ ہوا تھا ۱۷۸۶ء کے شروع میں لکھا گیا تھا
مگر تحقیق کرنے سے یہ نہیں ثابت ہوا کہ وہ انگلستان روانہ ہوا۔ اس شاہزادہ نے اسمیل بیگ

کی استعانت سے ہرچند چاہا کہ قلعہ گڑہ کو فتح کروں مگر اس کام میں کامیاب نہ ہوا۔ اسلئے پھر انگریزوں پاس بنارس میں چلا گیا۔ اور یہیں ۱۸۰۶ء میں مرگیا۔ اس شاہزادہ کا نام جہاں دار شاہ مشہور ہے۔

رانا خاں اور اسمعیل بیگ کی لڑائی

رجپوتوں اور مرہٹوں میں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ پھر لکھوا دادا کی حمایت کیواسطے سیندھیا آگرہ کے قلعہ میں گیا۔ یہاں اسمعیل بیگنے مقابلہ کیا۔ اور غلام قادر بھی اپنی جاگیر سے اوسکی کمک کیواسطے آیا۔ مگر اوس سے نہ مل سکا۔ لڑائی میں اسمعیل بیگ زخمی ہوا۔ پھر فیروزآباد میں مرہٹونسے ایک لڑائی ہوئی جسمیں آگرہ کا قلعہ مسلمانونکے ہاتھ لگ گیا اب غلام قادر پھر دلی میں آیا اور شاہدرہ میں اترا اور منظور علیخاں کی معرفت اپنی خیرخواہی کا اظہار شروع کیا۔ اوسکا اور اسمعیل بیگ کا یہ مطلب تہا کہ کسیطرح سے سلطنت کو مرہٹوں کے ہاتھ سے بچایئں۔ اسلئے مسلمانونے آپسمیں اتفاق کرنا شروع کیا۔ اور یہاں لشکر کا جماؤ ہوا۔ مگر جولائی کا مہینہ تھا۔ کہانے پینے کی تنگی کچھہ ایسی ہوئی کہ یہ مسلمانوں کی جمعیت پریشان ہوگئی سیندھیا کا لشکر قلعہ میں بدستور جا رہا۔ اب شاہدرہ سے غلام قادر کے لشکرنے قلعہ پر گولہ زنی شروع کی شاہ عالم نے سیندھیا کو اپنی اعانت کیلئے بلایا۔ اسوقت اسکے نائب امیر الامرا کا کام تھا کہ بادشاہ کی اعانت کرتا وہ متھرا میں موجود تھا جہاں سے ایک دو دن میں دلی میں پہنچ سکتا تہا۔ مگر وہ بادشاہ کی تلون مزاجی سے کچہہ خفا تہا۔ دوسرے وہ مسلمانوں کی لڑائیونکے مزے بھی بہت کچہہ چکھ چکا تہا۔ اسلئے وہ خود تو نہیں آیا مگر شروکی بیگم کو لکھا کہ آپ بادشاہ کی امداد کو جایئے یہ ہوشیار بیگم سمجھ گئی کہ دال میں کچہہ کالا ہے جو سیندھیا خود اس مہم میں شریک نہیں ہوا۔ سیندھیا نے امباجی کو دو ہزار سواروں کے ساتھ بادشاہ کی امداد کیلئے بھیجدیا۔ بلب گڈہ کے جاٹ بھی کمک کو آگئے۔

مسلمانوں کی [illegible] غلام قادر کا تسلط

جب غلام قادر نے یہ سامان دیکھا تو اوسنے اپنے سب رفیقوں کو غوث گڈہ سے بلالیا اسمعیل بیگ نے ساری مغل سپاہ کو بادشاہ کی طرف سے توڑ لیا۔ اب بادشاہ کا حامی کوئی مسلمان نہ تھا۔ یہ حال دیکھکر ہندو بھی چلتے بنے صرف ہمت بہادر گسائیں بادشاہ کے ساتھ رہ گیا۔ اوسکو بھی مسلمانوں نے دہمکیاں دیکر علیحدہ کردیا اب بادشاہ کو بڑا فکر تردد ہوا اوسنے منظور علیخاں سے کہا کہ غلام قادر اور اسمعیل بیگ

کو میرے پاس لاؤ میں اونسے زبانی سب باتوں کا فیصلہ کرونگا۔ یہ دونوں بادشاہ کے روبرو گئے اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ ہم جو کام کرتے ہیں وہ صرف حضور کی خیر خواہی کیلئے کرتے ہیں۔ بادشاہ نے اسمعیل بیگ و غلام قادر کو خلعت دیئے۔ الحاصل غلام پھر امیر الامرا ہوا۔ مادہوجی سیندھیا اپنے عہدہ سے موقوف ہوا اسمعیل بیگ ساری سپاہ کا سپہ سالار ہوا۔ غلام قادر نے بادشاہ سے ملکر عرض کیا کہ اب سپاہ کا ارادہ ہے کہ متھرا میں جاکر مرہٹوں سے لڑیں اور اونکا نام و نشان ہندوستان سے مٹا دیں اور اہلکاران شاہی نے بھی اس قصد کی تائید کی۔ مگر سیتل داس خزانچی نے کہا کہ بادشاہی خزانہ میں روپیہ اس خرچ کے لئے نہیں ہے۔

خزانچی کی یہ بات سنکر غلام قادر غصے کے مارے آگ ہوگیا اور منہ سے جھاگ نکلنے لگے کہیں بادشاہ نے ایک خط سیندھیا کو لکھا تھا کہ امداد کے واسطے آؤ۔ وہ غلام قادر کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ اسوقت اوس نے یہ خط بادشاہ کے آگے ڈالا۔ اور اوسکو اور اوسکے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ہتھیار ڈالدو۔ اونہوں نے حکم کی اطاعت کی اس کمبخت موذی نے بادشاہ کو قید میں ڈالدیا۔ اور سلیم گڈھ میں سے کسی مرزا کو بلاکر بادشاہ کے تخت پر بٹھا دیا اور بیدار بخت اوسکا لقب رکھا اور سب اور امیروں سے اوسکو بادشاہ منوایا۔ تین روز بادشاہ پر بے دانہ و آب گذرے۔ اب غلام قادر نے انتظام کے ساتھ قلعہ کے لوٹنے کا ارادہ کیا۔ برابر کا دعویدار اوسکا مرزا اسمعیل بیگ تھا اوسے یہ کہکر ٹال دیا کہ اپنے لشکر میں چلے جاؤ۔ وہ چلا تو گیا مگر بہت جلد اوسکو اپنی حماقت یہ معلوم ہوئی کہ بغیر لئے دیئے چلا آیا۔ ایک آدمی غلام قادر پاس بھیجکر کہلا بھیجا کہ یارو نکا حصہ یاد رہے۔ سارے شہر کے دولتمند اور معزز اہلکاروں کو بلاکر کہہ دیا کہ ہوشیار رہو۔ اور اپنی حفاظت کا بندوبست کرو اور اپنے سپاہیوں اور نائبوں کو حکم دیدیا کہ اگر رہیلے لوٹیں تو تم بھی لوٹو۔ غلام قادر نے اول اپنے نئے بادشاہ سے کہا کہ تمام بیگمات سے جواہرات لے لو۔ اوس نے لے لئے۔ جب اس سے بھی پیٹ نہ بھرا تو شاہ عالم پر دولت بتانے کے لئے غضب توڑنا شروع کیا اوسے یقین تھا کہ اس بوڑھے کو سارے خزانہ دفینہ معلوم ہونگے۔ اب کوئی ظلم و ستم باقی نہ رہا جو اس ظالم نے اس ضعیف پیرانہ سال بادشاہ اور اوسکی اولاد پر نہیں کیا۔ اوسکو بیدار بخت کے ہاتھوں سے پٹوایا۔ اور

غلام قادر کا شاہ عالم کی آنکھیں نکلوانا

طرح طرح کی جسمانی تکلیفیں دیں ۳۰ جولائی کو بیگموں کے بدن پر مار مار کر نیل ڈالدیئے۔ اون کے گلابی گال مارے تھپڑوں کے لال کردیئے۔ اونکے دردناک آہ و نالے سے سارا محل تھراتا تھا۔ مگر اس کمبخت کے دل میں ذرا رحم نہ آتا تھا۔ اسمعیل بیگ سے ذرا کتی دبتی تھی اوس پاس ۳۱ جولائی کو پانچ لاکھ روپیہ بھیجدیا۔ اور پھر کئی روز بعد سات لاکھ روپیہ بھیجا تھا جنوں سے بھی الغنیمت کے ساتھ روپیہ لیا۔ پہلی اگست کو پھر بادشاہ کو خزانہ بتانے کیلئے آڑے ہاتھوں لیا۔ اسپر بوڑھا بادشاہ چلایا کہ ارے کمبخت خزانہ کہاں دھرا ہے۔ میرے پیٹ میں رکھا ہے۔ اوسے چیر کر نکال لے۔ اب تو بڑی بوڑھی بیگموں کی کمبختی آئی۔ ابتک اونکی تعظیم و تکریم ہو رہی تھی کہ اونسے ساری دولت کا پتا لگ جائیگا جب اونسے کام نہ چلا تو اونپر غضب ڈھایا۔ ان سب بوڑھیوں میں ممتاز محل سب سے زیادہ ممتاز تھیں اونہیں کی سب سے زیادہ فضیحتی کی۔ سب مال اسباب چھین بیچاری کو قلعہ سے باہر نکالدیا۔ جسکو بادشاہ بنایا تھا اوسکی تعظیم و تکریم کو بھی اوسنے سلام کیا۔ حقے کے دم اوسکے سامنے اوڑائے۔ دیوان خاص میں تخت پر بادشاہ کی برابر جا بیٹھا۔ ۲ تاریخ کو تخت کو بھی آگ لگا کر سارا چاندی سونا اوس میں سے نکال لیا۔ تین روز کے اندر سارا فرش اکھیڑ ڈالا کہ کہیں اوسکے نیچے سے دفینہ ہاتھ لگے۔ اب ۱۰ اگست ۱۷۸۸ء آئی۔ یہ وہ تاریخ ہے کہ جسکو ہمیشہ خاندان تیموریہ کی تاریخ میں یاد رکھنا چاہیئے۔ غلام قادر نے یعقوب علی اور تین چار پٹھانوں کو ساتھ لیا۔ اور شاہ عالم کو دیوان خاص میں بلایا۔ اور پھر خزانہ کو پوچھا اوسنے کہا کہ اگر خزانہ مجھے معلوم ہوتا تو میں کیوں اپنے ظروف نقرۂ و طلائی کو بیچکر اپنے نوکروں کی تنخواہ تقسیم کرتا۔ اگر کوئی دفینہ گڑا دبا ہوا ہوگا تو مجھے کیا اوسکا علم ہے۔ اوسپر غلام قادر نے کہا کہ اب تو کسی کام کا نہیں تیرا دنیا میں رہنا بیکار ہے آنکھیں تیری نکال لینی چاہئیں اسپر آہ سرد بھر کر بادشاہ نے کہا کہ یہ وہ آنکھیں ہیں جو ساٹھ برس تک کلام اللہ پڑھتی رہی ہیں اونپر رحم کر۔ یہ سنکر ظالم نے بادشاہ کے بیٹے پوتوں کو جو اس عالم میں بھی اوسکے ہمراہ تھے بے تحاشہ مارنا دھاڑنا شروع کیا۔ اوسپر بادشاہ نے کہا کہ ان آنکھوں کو اندھی کر لے میں نے اس عذاب اور مصیبت کے دیکھنے کیواسطے نہیں کہا تو ابھی انھیں نکال لے۔ غرض وہ سفاک تخت پر سے کودا۔ اور بادشاہ کو نیچے لٹا چھاتی پر چڑھ ایک آنکھ اپنے خنجر سے نکال لی۔ دوسری آنکھ نکالنے کو یعقوب علی سے کہا

اوس نے انکار کیا تو فوراً اوسکا تلوار سے سر اڑا دیا۔ اس خوف سے اور پٹھانوں نے دوسری آنکھ نکال لی۔ اور پھر بادشاہ کو سلیم گڈہ میں لے چلے۔ اوسوقت جو قلعہ کی کیفیت تھی قلم سے بیان نہیں ہو سکتی کوئی شاہزادہ بے لبیے کس غم کی تصویر بنا کھڑا تھا۔ کوئی شاہزادی سکتہ کے عالم میں بیہوش پڑی تھی۔ کوئی ہائے شاہ عالم ہائے شاہ عالم کہکر سر پیٹ رہی تھی۔ کوئی آنکھ نہ تھی جو آنسوؤں سے پر نہ تھی۔ کوئی دل نہ تھا جو اس غم سے خالی تھا۔ ۱۲ کو اسمعیل بیگ پاس بہت سا روپیہ اوسنے بھیجا شہر والوں کو اول خبر نہ ہوئی کہ ان لال دیواروں کے اندر کیا ہو رہا ہے۔ جب معلوم ہوا تو اونہوں نے شہر چھوڑ کر بھاگنا شروع کیا کہ اتنے میں ۱۴ کو مرہٹے آ گئے۔ اونہوں نے کچھہ شہر والوں کو تشفی کی اور دریائے جمنا کے بائیں کنارے پر بہت فوج مرہٹوں کی آگئی اور اونہوں نے غوث گڈہ کی راہ بند کردی اور کئی نہ مہینوں کو مار ڈالا۔ اسمعیل بیگ پہلے ہی سے غلام قادر کے مزاج سے واقف تھا۔ وہ بھی مرہٹوں کے سردار رانا خاں سے مل گیا۔ اب قلعہ میں سامان رسد کی قلت شروع ہوئی۔ اور سپاہ نے لوٹ کا حصہ مانگا بولے ماہ اگست دلی پرگنہ پر اختیار پر باستم کرو۔ اب غلام قادر گھبرایا۔ اوسنے سلیم گڈہ میں بارود کے میگزین کو اوڑا دیا۔ اور بھاگ کر میرٹھ کے قلعہ میں چلا گیا۔

مرہٹوں کا غلام قادر سے لڑنا اور اسکو پکڑ کر مارنا

اب پونہ کے دربار نے سیندھیا کی حمایت کرنی میں فائدہ سمجھا۔ اسلئے ٹوکاجی ہلکر کو بہت سی سپاہ کے ساتھ روانہ کیا۔ جب یہ لشکر آیا تو شہر والوں اور رانا خاں کو بڑی تقویت ہوئی۔ اس لشکر نے میرٹھ کے قلعہ میں غلام قادر خاں کو گھیرا۔ ۲۱ر دسمبر ۱۷۸۸ء کو رانا خاں اور مسٹر ڈی بوائن نے سخت حملہ اوس پر کیا۔ انکو اوسنے اچھی طرح مقابلہ کیا۔ اوسکے نوکر تھک گئے تھے۔ اور یہ جانتے تھے کہ اس ذات شریف کی اب پوری کمبختی آگئی ہے۔ اسلئے رات کو چھوڑ کر وہ بھاگ گئے جب اوسنے یہ دیکھا تو وہ خود بھی گھوڑے پر سوار ہو کر اور اپنے ساتھ وہ سارے جواہرات بیش بہا لیکر چلا گیا جو قلعہ سے ہاتھ آئے تھے اور ہر دم اونکو کسی وقت کی ضرورت کیلئے ساتھ رکھتا تھا۔ اس جاڑے کی رات میں بارہ میل وہ چلا اور اوسکا ارادہ تھا کہ جمنا پار ہو کر سکھوں سے جا ملوں۔ مگر صبح کو کہر پڑ رہی تھی گھوڑا ایک کنوئیں کے نیچے میں جا پڑا چاہ کن را چاہ در پیش کا مضمون پیش آیا۔ گھوڑا تو اٹھ کھڑا

ہوا۔ اور پھر ڈھلان پر چڑھکر باہر نکل آیا۔ مگر سوار نہ اوٹھ سکا۔ اور وہیں پڑا رہا۔ جب دہوپ نکلی تو برہمن اپنے بیلوں کی جوڑی لے کنوئے پر چرس کھینچنے کے لئے آیا۔ تو کیا دیکھتا ہی کہ ایک خوبصورت آدمی مکلّف لباس پہنے پڑا ہی۔ وہ دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ وہی حضرت ہیں جنکے پاس میں یہ فریاد لیکر گیا تہا کہ پٹھانوں نے مجھے لوٹ لیا ہے اور اونہوں نے کچھہ نہ سنا تہا۔ اس برہمن نے کہا کہ نواب صاحب سلام۔ غلام قادر نے جواب دیا کہ مجھے نواب کیوں کہتے ہو میں غریب سپاہی ہوں زخمی ہوگیا ہوں گھر اپنا ڈہونڈہتا ہوں جو کچھہ میرے پاس تھا وہ سب کچھہ لُٹ گیا اب یہ گلے کا ہار باقی ہی یہ میں تجھے دیتا ہوں تو مجھے غوث گڑہ کا راستہ بتادے اوس نے کہا بہت اچھا میرے ساتھ چلئے۔ اوس کو اپنے گھر میں لے آیا اور بند کر دیا اور رانا خاں پاس دوڑا گیا۔ وہ یہاں لڑائی کے سبب سے قریب ہی فروکش تھا اوس نے یہ سُنتے ہی آدمی دوڑائے وہ آنکر غلام قادر کو اپنے لشکر میں پکڑ لے گئے۔ اور سیندھیا کے پاس اوس کو متھرا میں بھیجدیا۔ میرٹھ کے قلعہ کو پٹھانوں نے خالی کر دیا۔ اِدھر اُدھر چلے گئے۔ بیدار بخت پکڑ کر دلی بھیجا گیا وہاں وہ قتل ہوا۔ اور منظور علی خاں بھی ہاتھی کے پیر سے باندہے گئے اور شہر کے بازاروں میں گھسِٹ گھسِٹ کر مر گئے۔ جب غلام قادر متھرا میں پہنچا تو سیندھیا نے اوسکی بڑی فضیحتی کی۔ ایک گدہے پر اولٹا سوار کیا۔ اور ایک پہرا ساتھ کیا اور ہر ایک دوکان سے ایک ایک کوڑی نواب باون محال کے نام سے منگوائی۔ پھر اوسکی زبان کاٹ لی۔ پھر اوسکی آنکھیں پھوڑ ڈالیں۔ پھر ناک کان ہاتھ پیر کاٹ لئے اسطرح لوتھڑا بناکر بادشاہ کی خدمت میں دلی بھیجا مگر راہ میں موت نے بڑی رفاقت کی۔ کہتے ہیں۔ ۳۔ مارچ ۱۷۸۹ء ایک درخت میں اوسکو لٹکا کے پھانسی دیدی۔ یہ لاش قیمہ قیمہ اندہے بادشاہ کے روبرو دیوان خاص میں پیش کش ہوئی۔ لوگ شاہ عالم کے استقلال وصبر وتحمل کی بڑی تعریف کرتے ہیں کہ جسوقت آنکھیں اوس کی نکالی گئیں تو اوس نے اُف نہ کی ۔۔۔ اور خدا کو یاد کرتا رہا اور اس صدمہ کے بعد بھی اتنے دنوں تک زندہ رہا کاش اس استقلال اور عالی ہمتی کا دسواں حصہ وہ میدان جنگ میں دکھلاتا تو اس دفعہ اپنی سلطنت کو بحال کرلیتا۔ اب سیندھیا نے شاہ عالم کو تخت پر بٹھا دیا۔ اگرچہ اب تک کوئی اندھا بادشاہ تخت پر

ہنیں بیٹھا تھا۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ بادشاہ اندھا نہ ہونا چاہیئے۔ نولاکھ روپیہ سالانہ اوسکے خرچ اخراجات کیلیئے مرہٹوں نے مقرر کردیا اور بہت سے جھگڑوں اور لڑائیوں کے بعد ۱۸۰۳ء میں لارڈ لیک صاحب اپنی انگریزی فوج لیکر دلی میں داخل ہوئے اور مرہٹوں کو مار کر نکال دیا اور بادشاہ کی پنشن ایک لاکھ روپیہ سال مقرر کردیئے۔ اسکا مفصل حال انگریزی زمانہ کی تاریخ میں مینے لکھا ہی۔ یہ بادشاہ پینتالیس برس تک تخت نشیں رہا۔ اور ۱۸۰۶ء میں مرگیا۔ شاہ عالم نے اندھے ہونیکے بعد یہ اپنا مرثیہ لکھا ہے۔

چہ حادثہ برخاست پے خواری ما — داد برباد سر و برگ جہانداری ما
آفتاب فلک رفعت شاہی بودم — برود در شام زوال آہ سیہ کاری ما
چشم من کندہ شد از جور فلک بہتر شد — کہ نہ بینم کہ کند غیر جہانداری ما
داد افغان بچہ شوکت شاہی بر باد — کیست جز ذات خدائے کہ کند یاری ما
گردہ بودیم گناہے کہ سزا ایش این بود — چیست امید کہ بخشد گنہ گاری ما
کردہ سی سال نظارت کہ مرا داد برباد — زود تریافت تلافی ستمگاری ما
ناز بتان پری چہرہ کہ ہم بزم بودند — کیست جز محل مبارک بہ پرستاری ما
حق طفلاں کہ ز سی سال فراہم کردند — کردہ تاراج نمودند سبکساری ما
عہد و پیمان عیان دادہ نمودند دغا — محلیاں خوب نمودند وفاداری ما
شیر دادیم بہ افغی بچہ پروردیم — عاقبت گشت بجور پے خونخواری ما
قوم افغان و مغلیہ ہمہ بازی دادند — لبکہ گشتند مجوز گرفتاری ما
آں گدازادہ ہمدان کہ بدوزخ برود — بانی جور و ستم شد بدل افگاری ما
گل محمد کہ ز مرداں لشرارت کم نیست — چہ قدر کرد وکالت بہ گرفتاری ما
ہم الہ یار و سلیماں و بدل بیگ لعیں — ہر سہ بستند کمر بہر دل آزاری ما
شاہ تیمور کہ دارد سر نسبت با من — زود باشد کہ بیاید بہ مددگاری ما
مادہو جی سیندھیہ فرزند جگر بند من — ہست مصروف تلافی ستمگاری ما

راجہ وراؤ وزمیندار امیر وچہ فقیر
حال ماگشتہ تبرہم چو اما مان زیزید
بود جانکاہ زر و مال جہان ہجو مرض
آصف الدولہ و انگریز کہ دلسوز من اند
آفتاب از فلک امروز تباہی دید

حیف باشد کہ نزند بہ غم خواری ما
گرو تقدیر ازل روزی ماخواری ما
دفع از فضل الٰہی شدہ بیماری ما
چہ عجب گر بنمایند مددگاری ما
باز فردا دہد ایزد سر سرداری ما

# ابوالنصر معین الدین اکبر شاہ ثانی

مرزا جوان بخت جب مرگیا تو یہی شاہزادہ شاہ عالم کا ولیعہد ہوا ۱۱۷۳ھ ۱۷۵۹ میں پیدا ہوا اور بعد شاہ عالم کے مرنے کے ۱۲۲۱ھ ۱۸۰۶ میں تخت نشین ہوا۔ اکتیس برس تو یہ تخت پر بیٹھا ۱۲۵۳ھ ۱۸۳۷ میں اسی برس کی عمر میں مرگیا۔ شاہ عالم جب بوڑھا ہوگیا تہا تو اوسکے خرچ بھی بوڑھے ہو گئے تھے کچھ اوسکے مزاج میں خست بھی آگئی تھی۔ غرض کئی لاکھ روپیہ اوسکے خزانہ میں جمع ہوگیا جب وہ مرگیا تو اکبر شاہ بادشاہ ہوا نہ وہ آنکھوں سے اندہا تھا نہ ہاتھوں کا تنگ تھا۔ اوسنے یہ فریاد کرنی شروع کی۔ کہ ایک لاکھ روپیہ مہینہ اوسکے خرچ کے لئے کافی نہیں ہے پہلے بادشاہوں کی اولاد اور بہت سے شاہزادے جنکی پرورش بادشاہ کے ذمہ تھی ایک لشکر تھا۔ شاہ عالم کی اولاد کے بڑے بڑے وظیفے تھے غرض بادشاہ کی اس درخواست پر لارڈ منٹو نے التفات کیا۔ پہلے انگریزی گورنمنٹ نے وعدہ بھی کیا تہا کہ جب انتظام مالی ہماری گورنمنٹ کا درست ہو جائیگا تو اضافہ بادشاہ کی پنشن میں کیا جائیگا ۱۸۰۹ء میں گورنر جنرل نے اضافہ کا ارادہ کیا۔ جبتک شاہ عالم کا روپیہ جمع کیا ہوا باقی رہا اکبر شاہ چپکا بیٹھا رہا۔ جب یہ روپیہ خرچ ہوگیا تو وہ اپنے اضافہ پنشن کیلئے جسکو وہ اپنے ملک کا خراج جانتا تھا بیقرار ہوا۔ اور اوسنے اپنے بیٹے کو جو لکھنؤ میں نواب وزیر کے پاس تھا اس مضمون کا خط لکھا کہ۔ نور چشم راحت جان طولعمرہٗ ۔

بعد دعا درازی عمر معلوم ہو کہ جو روپیہ خزانہ میں شاہ عالم کا جمع کیا ہوا تہا وہ سب خرچ ہوگیا

انگریزی گورنمنٹ نے جو خراج ملک کا مقرر کیا ہے وہ اخراجات کیواسطے کافی نہیں ہے تم ایسی تدبیر کروکہ نواب وزیر سے میرے مدعا حاصل کرنے میں کوشش کرے۔ اتفاق سے یہ خط بیلی صاحب رزیڈنٹ لکھنؤ کے ہاتھ پڑ گیا۔ غرض اسیر شاہزادہ کو مطلق العنانی سے روکا۔ اور بادشاہ کو بھی رزیڈنٹ دہلی نے سمجھایا کہ آپ کو ایسی حرکات سے کچھ فائدہ نہیں حاصل ہوگا۔ بلکہ اولٹا نقصان ہوگا۔ دہلی کے آدمی مدت سے بادشاہ اور شاہزادوں کو کاٹھ کا اُلّو سمجھتے تھے۔ کئی ایک بدمعاشوں نے ایک اور سازش شروع کی۔ ایک ہندو ایک مسلمان دو بدمعاش جمع ہوئے۔ ایک مولوی صاحب اونکے معاون ہوئے چیف جسٹس رسل صاحب کا خط بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ اور عرض کیا کہ ہم کلکتہ جاتے ہیں اور مرزا جہانگیر کو ولیعہد مقرر کراتے ہیں۔

بادشاہ سلامت راضی ہو گئے دونوں کو وکیل مقرر کر کے کلکتہ بھیجدیا مولوی صاحب یہیں بادشاہ پاس سمجھانے بجھانے کے لئے رہے غرض مدت تک اس بھولے بادشاہ کو بہلاتے رہے خطوط بادشاہ کے نام بھیجتے رہے۔ ایک خط میں لکھا کہ جب ہم نے حضور کی پریشانیوں کا حال لارڈ رسل صاحب کے سامنے بیان کیا تو افسوس کر کے ہاتھ ملنے لگے۔ اور جب حضور کا خط پڑھا تو رنج کے مارے ہونٹھ چبانے لگے اونہوں نے وعدہ فرمایا ہے کہ نظام الملک یعنی مٹکلف صاحب رزیڈنٹ دہلی کو گورنر جنرل کیطرف سے حکم بھجواتے ہیں کہ جنے تمکو بادشاہ کے آرام اور آسایش اور اعزاز اور اکرام کیلئے مقرر کیا تھا یا تکلیف اور رنج پہنچا ئینگے واسطے اگر آیندہ کوئی ایسی حرکت سُننے میں آئیگی تو موقوف کر دیئے جاؤگے اسکے بعد پھر بادشاہ کو عرضی لکھی کہ ہم اب مسٹر سیٹن صاحب اور گورنر جنرل کے ساتھ لندن جاتے ہیں خرچ بھجوا دیجے اور ہمارا درماہہ ماہ بماہ گھر بھجواتے رہے۔ غرض یوں ہی یہ بدمعاش روپیہ مارتے رہے۔ جبتک کہ انگریزونکو اس ساری سازش کا حال نہ معلوم ہوا۔ بعد اوسکے لارڈ مٹکلف صاحب نے بادشاہ کو سمجھا دیا کہ آپ ایسے دہوکہ بازونکے فریب میں آیندہ نہ آیئے مرزا جہانگیر نے سیٹن صاحب کو لولو کہکر تپنچہ میں گولی ماری وہ اونکی ٹوپی پر لگی۔ اس سبب سے یہ شاہزادہ الہ آباد میں عزت کے ساتھ قید کیا گیا۔ یہاں بھی نچلا نہ بیٹھا۔ شادی کی تقریب سے نواب وزیر پاس لکھنؤ میں گیا۔ وہاں بھی

اوس نے انگریزوں کے خلاف سازش کرنی چاہی مگر یہ راز کھل گیا۔ قلعہ میں بادشاہ کو کل اختیار تھا وہاں انگریزی حکومت کو مداخلت نہ تھی اسلئے اوسکی عجیب کیفیت تھی۔ سارے شہر کے بدمعاش اوس میں گھسے رہتے تھے۔ شہر سے مال چرا کر لیجاتے تھے قلعہ میں کھلے بازار بیچکر کھا جاتے لاوارث لڑکوں اور لڑکیوں کو پکڑ لیجاتے اور وہاں دام کھڑے کر لیتے۔ ڈگریدار مارے مارے پھرتے قرضدار وہاں مزے اُڑاتے۔ شہزادے عجیب عجیب حرکتیں کرتے کبھی مال چراتے کبھی کسی کو قتل کرتے۔ کسی کو مارتے کسی کو پیٹتے۔ آپس میں لڑتے اوسکے زمانہ میں سوائے خفیف خفیف بدمعاشیوں کی سازشوں کے کوئی اور بات نہیں واقع ہوئی۔ تعظیم وتکریم اوسکی اور نام بادشاہت کا اور قلعہ کی حکومت قائم رہی۔

## محمد سراج الدین ابوظفر بہادر شاہ

یہ بادشاہ ۱۱۸۹ھ میں پیدا ہوا۔ تاریخ تولد اوسکی ابوظفر ہے۔ تعلیم اچھی ہوئی تھی خوشنویس تھا طغرا خوب لکھتا تھا۔ شعر خوب کہتا تھا۔ اوسکی غزلونکا شور سارے شہر میں کیا دور دور رہتا تھا چار مجلد دیوان اوسکے یادگار ہیں۔ مرزا اسداللہ خاں غالب جو فارسی زبان میں دوسرے میر خسرو تھے اوسکے ہاں متعلق تھے۔ ابراہیم ذوق طوطی ہند جو ریختہ گوئی میں دوسرے میر تھے وہ اوسکے اُستاد تھے۔ بادشاہ علم تصوف میں ماہر تھا۔ ساری گلستاں کی شرح علم تصوف میں لکھی ہے وہ خاندان چشتیہ میں مرید تھا۔ اور خود بھی پیر ومرشد تھا اور اوروں کو مرید کرتا تھا۔ خاص مریدوں کو دو دو روپیہ مہینہ بھی دیتا تھا۔ کثیر الازدواج اور کثیر الاولاد تھا۔ دو ولیعہد اوس کے سامنے مر چکے تھے۔ سب سے بڑا زندہ بیٹا مرزا قویاش مستحق ولیعہدی تھا۔ بادشاہ چھوٹے بیٹے مرزا جواں بخت کے لئے ولیعہدی چاہتا تھا غریب پروری کی صفت اوسکی قابل یاد رکھنے کے ہے۔ لنگڑے لولے۔ اندھے بہرے اپاہج جتنے اوسکے ملازم تھے سب کی تنخواہ گھر بیٹھے پہونچتی تھی۔ فقط انکی مہر قلعہ میں جاتی تھی۔ وہی تنخواہ لے آتی تھی۔ ساری عمر میں شاید کسی نوکر کو موقوف کیا ہو۔ ہمیشہ نوکروں سے محبت کی باتیں کرتا۔ اور کبھی سخت کلامی نہ کرتا۔ سوا ایک دفعہ کے کہ اوسنے دو ایک بدکار لونڈیوں کا سر منڈوا دیا اور

ایک لونڈی کی ناک کاٹنے کا ارادہ کیا روز بروز بادشاہ کی قدر کم ہوتی جاتی تھی۔قلعہ کی لال حویلی کا ایسا ہی لحاظ رہا تھا جیسا کہ اور دولتمند شریفوں کے مکان کا ہوتا تھا۔نذر بھی لارڈ ڈیلہوسی نے بند کردی تھی۔قلعہ اب شہر کے اوباشوں اور بدمعاشوں کی کمین گاہ اور امن گاہ نہ رہا تھا۔نہ اوس میں بردہ فروشی ہوسکتی تھی۔نہ کوئی مجرم سنگین بغیر تحقیقات کے رہا ہوسکتا تھا۔نہ چوری کا مال غائب ہوسکتا تھا۔قرضدار عدالت کی ڈگری گرفتاری سے محفوظ ہوسکتا تھا۔قاعدہ ہے کہ جب چراغ بجھنے کو ہوتا ہی تو لو اوٹھتی ہی۔جب مردہ مرنیکو ہوتا ہی تو سنبھالا لیتا ہی۔اسیطرح جب سلطنت تیموریہ کا چراغ گل ہونیکو ہوا اور آخر وقت آیا تو اوسنے اپنی وہ روشنی چمکائی اور ایسا سنبھالا لیا کہ اوسکی نظیر کہیں مشکل سے تاریخ میں ملیگی ۱۸۵۷ء میں مئی کا مہینہ آیا۔اور ہنگامہ بغاوت بنگالہ کی انگریزی سپاہ کا برپا ہوا۔کیا قدرت الہی اور شان کبریائی ہی کہ آن کی آن میں کیا سے کیا ہوگیا کہ اوس بادشاہ پاس جسکے خزانہ میں کھوٹا بادام نہو۔پندرہ بیس روز کے عرصہ میں بے طلب لاکھوں روپیہ جمع کرادیئے اوس بادشاہ پاس جسکے ہاں چار سپاہی ایسے نہوں کہ بندوق کو بھر سکیں۔ہزاروں وہ سپاہ بے بلائے اکٹھی کردی کہ جسکے ہاتھوں پر سارا ہندوستان فتح ہوا ہی اور جسکے گلے میں لڑائیوں کے فتح کرنے کے تمغوں کے ہار پڑے ہوئے ہوں۔اوس بادشاہ کے پاس جسکے ہاں ٹوٹی پھوٹی ایک توپ نہو۔گھوڑوں کے توپخانے اور ہزارہا قلعہ شکن توپیں بہم پہنچا دیں اوس بادشاہ پاس جسکے میگزین میں سیر بھر بارود اور ایک پٹاخہ نہو اوسکے قبضہ میں دلی جیسے میگزین کا لال پٹارہ آگیا ہو جس فقیر بادشاہ کی نذر میں کوئی پھوٹی کوڑی پیشکش نہ کرتا ہو اوسکے سامنے آج شاہ اودہ کی اور کل والی رامپور کی پیشکش رکھی گئی ہو۔جس ساقط الاختیار اور بے اعتبار بادشاہ کو کوئی رئیس خط بھی نہ لکھتا ہو اوسکے پاس چاروں طرف سے عمائد ملک کی عرضیاں آتی ہوں ہندوستان میں کوئی بڑا راجہ نواب نہ ہوگا جسکا کوئی وکیل یا کوئی آدمی شہر کے گلی کوچوں میں چھپا ہوا نہ پڑا ہوگا۔اور اوس نے اگلی پچھلی کتابوں کو دیکھ بھال کر خاندان تیموریہ سے اپنے پرانے ناتے رشتے اور واسطوں کا مسودہ نہ گھڑا ہوا ور وقت کا منتظر نہ بیٹھا ہو۔اسوقت دہلی کے دیکھنے سے

یہ حقیقت کھلتی تھی کہ اس مردہ سلطنت تیموریہ کے نام بادشاہ کو کتنے ہندوستانی دل میں مانے ہوئے اور اس شہر کو اپنا ملک کا دارالسلطنت جانے ہوئے بیٹھے تھے۔ مئی ۱۸۵۷ء سے ستمبر سنہ الیہ تک ہنگامۂ کارزار برپا رہا۔ بہتر تہتر لڑائیاں ہوئیں سب میں باغیوں کو شکست ہوئی آخرکار سرکار انگریزی ہی نے دلی کو فتح کیا۔ باغیوں کے جدھر سینگ سمائے اودھر چلے گئے۔ بادشاہ نے ہمایوں کے مقبرہ میں اپنے تئیں انگریزوں کے حوالہ کیا۔ رنگون جلاوطن ہوا۔ اپنے جوان بیٹوں اور پوتوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے قتل ہوتے ہوئے دیکھا۔ اس بادشاہ پر خاندان تیموریہ کی سلطنت کا خاتمہ ہوا۔

اسلئے میری تاریخ کا بھی خاتمہ بالخیر ہوا۔

# خاتمہ

مسلمانوں کے ہاتھ سے ہندوستان کی سلطنت کیا گئی اُن کے عروج اقبال کا زمانہ ہی گیا۔ اور اون کے زوال کا زمانہ ساری دنیا میں آگیا۔ ہم نیچے ایک مضمون لکھتے ہیں جس سے یہ حال معلوم ہوگا کہ اب بھی اونکی سلطنتیں ایشیا میں کہاں کہاں ہیں۔

## مسلمانوں کی سلطنتیں ایشیا میں کہاں کہاں ہیں اور بالفعل اونکا کیا حال ہی

اگرچہ مسلمانوں کے عروج و اقبال کا زمانہ وہ نہیں رہا کہ اونکی سلطنت و سطوت کا آفتاب ربع مسکون پر اپنی روشنی پھیلاتا تھا اور انکی مملکت کو وہ وسعت تھی کہ جسکے اندر ایک ہی وقت میں کہیں سحر ہوتی تھی کہیں دوپہر کہیں شام کہیں آفتاب برلب بام کہیں افق پر

مقام مگر اس تنزل کے زمانہ میں بھی تینوں بر اعظم ایشیا۔ افریقہ یورپ میں انکی چھوٹی بڑی سلطنتیں اور بڑی بھلی ریاستیں موجود ہیں۔ ہم انکا نہایت مختصر حال جو فی الحال ہی بیان کرتے ہیں کہ اونکی وسعت کیا ہی نظم ونسق کیسا ہی۔ رعایا کی مرفع الحالی کی کیا حالت ہی۔

اول ایشیا سے شروع کرتے ہیں کیونکہ وہی انکی سلطنت کا سرچشمہ تھا۔ اسی میں اب تک انکی بہت سی رنگ برنگ کی قومیں اپنی خصائل وعادات وقابلیت واستعداد مختلف درجہ کی دکھا رہی ہیں ایک طرف میں تاتاری ترک بہت بیٹھے ہیں جو نہایت صابر۔ حلیم۔ سخت۔ جفاکش۔ نفس کُش مگر اپنی حالت پر ایسے مستقل جمے ہوئے ہیں کہ عقل وفہم کے اندر آگے ترقی کرنیکی قابلیت جاتی رہی ہے۔ ایک طرف ارمنی ہیں کہ نہایت ذہین اور کاروبار روزگار میں ہنرمند وسلیقہ شعار مگر قوم بنکر قومی خوبیوں کے دکھلانے کی قابلیت نہیں رکھتے ایک طرف اہل عرب ہیں کہ خدا پرست مستقل مزاج بڑے گمبھیر اپنی تنہائی میں آزاد۔ ایک جانب ایرانی ہیں۔ خوبصورت۔ نفیس مزاج زبان میں طلاقت رکھنے والے مگر کسی کام میں استقلال نہیں رکھتے بڑے متلون۔ ترکمان اسلام کے غلام ناحق پیروں کے اعتقاد کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے کہ کسی طرف حرکت نہیں کرسکتے۔ افغان جنگجو کینہ خو بہادر غرض یہ قومیں ایشیا کوچک۔ عرب۔ الجزیرہ۔ ایران۔ افغانستان بلوچستان میں اپنی شائستگی وتہذیب مختلف درجوں کی دکھارہی ہیں۔ آپس کے نفاق وعناد سے اور باہر کے حملوں اور فساد سے کوئی خالی نہیں ہاں اہل عرب اپنے صحرا اور ریگستان وکوہستان میں بڑے شادمان اور آزاد ہیں۔

اب ہم ایشیا کے چار حصے باعتبار سلطنت کے کرتے ہیں۔ اول مسلمانی ایشیا وہ ایشیا کا مغربی حصہ ہی۔ دوم انگریزی ایشیا جنوبی حصہ ہی۔ سوم۔ روسی ایشیا وہ شمالی حصہ ہے چہارم بدھ مذہب والوں کا ایشیا وہ مشرقی حصہ ہی یوں چاروں سمتوں میں ہر سمت کی الگ الگ کیفیت ہی اور دو میں عیسائی اور ایک میں مسلمان۔ ایک میں بدھ مذہب والے سلطنت کرتے ہیں ایشیا گہوارہ بنی آدم تھا۔ اور ساری قوموں کو اسنے تہذیب اور شائستگی کا سبق پڑھایا

تھا اور ساری قومیں اسی کے پیٹ سے پیدا ہوئیں تھیں۔ مگر اس زمانہ میں وہ پیرخستہ حال ہی کہ اس
میں ایسی سکت نہیں رہی کہ جبتک اسکی بغل میں اہل یورپ اپنے دونوں ہاتھوں کو نہ دیں وہ کھڑا
ہوسکے یا آگے قدم بڑھا سکے۔ جبتک اہل یورپ اس پیر نا بالغ کو بچہ بنا کے اپنی تہذیب و علم و ہنر
کے مدرسہ میں بٹھا کے تعلیم نہ دیں تو وہ خود ایسی ترقی۔ شائستگی و تہذیب نہیں کر سکتا جس سے انسان
انسان کہلاتا ہی۔ اب جہاں کہیں اس میں ترقی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں وہ اہل یورپ ہی کی
سعی و کوشش کا نتیجہ ہوتا ہے غرض روز بروز اہل ایشیا اہل یورپ کی ہر بات میں دست نگر ہوتے
جاتے ہیں۔ اہل یورپ کے ہاتھ میں سارا ایشیا ہی اگر انہوں نے سارے ایشیا کو مہذب شائستہ نہ
بنایا تو سمجھو بنی آدم ہی شائستہ و مہذب ہوا اسلئے کہ ساری دنیا میں جتنے آدمی رہتے ہیں ان میں دو
تہائی کے قریب ایشیا میں آباد ہیں اُنکی ترقی کا معدوم ہونا اور تہذیب سے محروم ہونا گویا دو تہائی
آدمیوں کا انسانیت سے محروم ہونا ہے۔ کوئی ایشیا کا ایسا حصہ نہیں کہ جہاں اہل یورپ کا کسی نہ
کسی پیرایہ میں پاؤں درمیان میں نہ ہو۔ زمین پر ایشیا کے تمام ملکوں کا یورپ کی نسبت ایسا حال
ہی جیسا کہ آسمان پر ستارونکا کہ ضرور ہے کہ وہ کسی نہ کسی آفتاب کے گرد طواف کریں ایسی ہی
ہر ایشیائی سلطنت ضروری ہی کہ کسی یورپ کی سلطنت کے گرد صدقے ہو یعنی کوئی سلطنت یورپ
کی رعب داب کے اثر سے خالی نہیں۔ شمالی حصہ جو روسیوں کے عمل دخل میں ہی وہ کل ایشیا کی ایک
تہائی کے قریب ہی۔ سارے ہندوستان کی مالک جناب ملکہ معظمہ قیصر ہند ہیں اور اسکے ساتھ برہما
سیام۔ لنکا۔ بحر ہند کے جزائر بھی زیر فرمان ہیں۔ بلوچستان اور افغانستان میں برٹش گورنمنٹ
کا رعب داب اثر کرتا ہی۔ مغرب میں شمالی ایشیا میں سلطان روم کی سلطنت میں ایشیا کوچک
شام۔ عرب ہیں جنکی حفاظت میں سلطان روم کی صلاح کار برٹش گورنمنٹ اور اور سلطنتیں ہیں
اور ایران میں شاہ ایران کی حکومت ہی جسپر روس اور انگلستان دونوں کا رعب داب اثر کرتا
ہی مشرقی سلطنت کے چار حصے ہیں۔ چین۔ جاپان۔ سیام۔ برہما۔ آخر کے دو حصہ۔ انگریزونکی عملداری
میں آگئے باقی چین نے اپنے بندرگاہ تمام اہل یورپ کے ساتھ تجارت کہولنے کے لئے کھول رکھے

ہیں جاپان نے اہل یورپ کی ساری شایستگی اور تہذیب کو اختیار کرلیا ہے۔ ایک چھوٹی سی ریاست مسلمانوں کی ملاکا ہے جسکو کشش ثقل خود بھاری سلطنت انگریزی کی طرف کھینچے لیے جاتی ہے۔

اب باعتبار آبادی اور وسعت ان چاروں حصوں کی کیفیت یہ ہے کہ جو مسلمانوں کی سلطنت مغربی ایشیا میں ہے جسکا رقبہ اکیس لاکھ میل ہے اور آبادی تین کروڑ بیس لاکھ جنوبی ایشیا جس میں انگریزی سلطنت ہے اوسکا رقبہ ستائیس لاکھ میل اور آبادی سنتالیس کروڑ مغربی ایشیا جس میں بدھ مذہب کی عملداری ہے رقبہ پچیس لاکھ میل اور آبادی پچاس کروڑ شمالی ایشیا جنمیں روس حکومت کرتا ہے ستر سٹھ لاکھ تیس ہزار میل اور آبادی ایک کروڑ اسی لاکھ یہ سب کل رقبہ ایک کروڑ بہتر لاکھ تیس ہزار مربع میل اور آبادی ایک ارب دو کروڑ۔

تمام ایشیا میں برٹش انڈیا اور سیلون میں نظم و نسق خوب ہے سیبیریا میں روسی عملداری میں اچھا بندوبست ہے۔ وسط ایشیا میں قوقند بخارا خیوا میں روسیوں کے اہتمام سے انتظام ہوتا جاتا ہے کیمبوڈیا کے جزیرہ نما میں فرانسیسی بھی عمل دخل کرتے جاتے ہیں چین کی عملداری میں گو بعض بڑی خوبیاں ہیں مگر بحیثیت مجموعی وہ نیم وحشی ہی ہے جاپان نے تمام اپنے آئین قوانین تعلیم و تہذیب میں اہل یورپ کا چربہ اوتارا ہے مگر ابھی یہ امر تحقیق کے درجہ پر پہنچا ہے کہ وہ اپنے سارے کاموں میں اس تقلید کے اندر کامیاب ہو دونوں ایران اور ٹرکی ایشیا میں کسی قدیمی قوانین آئین کی ترمیم نہیں ہوئی عرب میں سب سے نرا لا انتظام ہے وہ اپنے قدیمی انتظام جو قبیلوں کا ہے رکھتے ہیں۔

## سلطان روم کی فرمان روائی ایشیا میں

عرب میں اور اس میں جو جنوب مغرب میں دریائے دجلہ کے واقع ہے ان سب میں سلطان روم فرمانروا ہے اسکی سرحد پر روس اور ایران کی عملداری ہے ان سلطنتوں سے

اسکاڈ انڈا اسبندا کوہ ارارات کے قریب ملتا ہی۔ اسکے تینوں طرف پانی ہی مصر کی طرف خشکی
اوسکے چار حصے ہیں ایک عرب دوم ایشیا مائنر سوم شام چہارم فلسطین (پیلسٹائن) ایشیاء
کوچک جسکا یہ نام ایشیا سے چھوٹے ہونے کے سبب سے رکھا گیا ہی۔ اسکو اہل یونان انٹی اولیا کہتے تھے
اسکی سرحدین ہمیشہ متغیر ہوتی رہی ہیں۔

اب ٹرکی نظم ونسق کی کیفیت ایشیا میں یہ ہی کہ وہ شخصی سلطنت ہی مگر شرع اسلام کی پابندی رسم و
رواج کا پاس و آداب سلطنت کو مطلق العنان نہیں ہونے دیتا۔ سوائے اسکے سلطان کے بیجا ارادوں
کا مزاحم وزیر اعظم سلطنت اور دیوان بھی ہوتا ہی مگر دیوان کے تمام ارکین کو سلطان خود مقرر کرتا ہے
ان ارکان سلطنت کے لئے کوئی مدت ملازمت پہلے سے نہیں متعین ہوتی۔ اس لئے اس میں طمع وحرص
ایسی دست درازیاں کرتی ہیں کہ اونکا روکنا مشکل ہوتا ہی ۱۸۶۴ء میں انتظام ملکی اور مالی کے لئے
ملک کی تقسیم ولایتوں میں اور سنجکوں میں ہوئی۔ ولایت کو ایسا سمجھو جیسے یہاں کمشنری کی قسمت ہوتی
ہی اور سنجک ایسا جیسے کہ ضلع ولایت کا نام جو بڑا شہر اس میں ہوتا ہی او سپر رکھا گیا۔ اس میں والی
حکمراں مقرر ہوا ان میں جو اعلیٰ درجہ کا والی ہوتا اوسکو مشیر یا پاشا کہتے ہیں سنجک (یعنی ضلع) میں جو
حاکم مقرر ہوتا اوسکو قیمافان کہتے ہیں۔ ان اول درجہ کے حاکم کو متصرف یا درجہ دوم کا
پاشا کہتے ہیں۔ پھر اونکے ماتحت قضائیں ہیں یعنی ضلعے کے حصے ان میں جو حاکم مقرر ہوتا اوسکو مدبر کہتے
اگرچہ برائے نام رعایا اوسکو اپنی طرف سے مقرر کرتی تھی۔ مگر درحقیقت وہ والی ولایت کی طرف سے
مقرر ہوتا تھا۔ ایک ناہی کا بھی عہدہ ہوتا ہی جو ذی اختیار اور صاحب اعتبار آدمیوں کی طرف سے
ایک سال کے لئے مقرر ہوتا ہی۔ اسکے تقرر میں مدبر کو بڑا دخل ہوتا ہی۔ اور بہت سے عہدے ہیں
مگر کسی عہدے کے واسطے امتحان اور لیاقت کی شرط نہیں ہے بلکہ عہدونکا پانا سفارش اور
رشوت پر موقوف ہے۔

قاضی وہاں بمنزلہ مجسٹریٹ اور پولس افسر کے اور محتسب ہاں بمنزلہ پرمٹ کے افسر کے ہوتے ہیں
خراج وہاں وہ ملکی کے قدیمی انتظام کے موافق لیا جاتا ہی مگر جسقدر روپیہ رعایا سے وصول ہوتا ہے اتنا

خزانہ میں نہیں جاتا۔ بہت اہلکاروں میں اُڑ جاتا ہی۔ عدالت فوجداری اور دیوانی کے قوانین نہایت انصاف پر مبنی ہیں۔ مگر انکی تعمیل ایسے ملازموں کے ہاتھ میں دی جاتی ہی کہ انصاف و عدالت میں بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں عدالتوں کا بڑا جزو اعظم رشوت ہی۔ گو تُرک اپنی ذات سے بڑے دیانت دار سچے ایماندار منصف ہوتے ہیں مگر کچھہ انتظام عدالتوں کا ایسا ہوتا ہے کہ اگر کوئی فرشتہ بھی اس میں حاکم بنے تو شیطان ہو جاتا ہی۔ بالجبر اسکو بد اخلاقی اپنے میں پیدا کرنی پڑتی ہے عیسائی جو وہاں رہتے ہیں انکی شہادت تمام عدالت کی کچہریوں میں لیجاتی ہے مگر اسکی وقعت ایسی نہیں سمجھی جاتی جیسے کہ مسلمان کی شہادت کی۔ اسی کی بڑی شکایت اونکو ہے۔ اگر یہ دور ہو جائے تو شاید پھر کوئی اور شکایت نہیں رہے۔ سلطان فقط معاملات دنیا کے انتظام کیواسطے بادشاہ نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ وہ معاملات دین کیواسطے بھی خلیفہ گنا جاتا ہی۔ اسلئے تمام قوانین اور آئین سلطنت کی بنا قران شریف پر رکھی جاتی ہے۔ اور ساری ضرورتوں میں اسی کی طرف رجوع کرنی پڑتی ہے۔ مسلمانوں کا مذہب تمام اور مذہبوں سے مستثنیٰ اس باب میں ہے کہ اس نے کوئی تخصیص کسی فریق کے ساتھ مرشد و ہادی دین ہونے کے نہیں مقرر کی ہر مسلمان مولوی ہو سکتا ہے۔ اور وہ قران شریف کے احکام اور مسائل کو مسلمانوں میں بیان کر سکتا ہے۔
قرآن میں فقط احکام دین ہی نہیں ہیں بلکہ اس میں دنیا کے معاملات کے باب میں بھی احکام ہیں اس لئے اُن مولویوں اور عالموں کو دنیا کے معاملات و مقدمات میں فیصلے کرنے میں بھی مداخلت ہوتی ہے پس اس سبب سے شیخ الاسلام جو تمام عالموں اور مولویوں کا امام و پیشوا ہے سلطان کے بعد دنیا کے معاملات میں اختیار رکھتا ہے اور دین کے معاملات میں اوسکا اقتدار سلطان سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ تعلیم جو اس زمانہ کے موافق ہونی چاہیئے اسکے بڑے حارج اور مزاحم یہ مولوی ہیں ۱۸۴۵ء میں تعلیم کی ترمیم ہو کر دنیاوی تعلیم کی تجویز ہوئی اور اوس کے واسطے ایک ہی یونیورسٹی قسطنطنیہ میں قایم ہوئی۔ اور ابتدائے تعلیم کے واسطے احکام جاری ہوئے کہ سب کو بالجبر دی جائے۔ مگر ان عالموں کا اثر عوام کے دلوں پر ایسا تھا کہ اُنہوں

نے اس انتظام تعلیم کو چلنے نہیں دیا۔ اور صرف تعلیم عوام کو قرآن شریف کے پڑہنے اور حساب کے چند قوانین سیکہنے پر محصور کر دیا۔ غرض مسجدوں اور مدرسوں میں ہزاروں طالب علم پڑہتے ہیں مگر کوئی گروہ ایسا کہ جن میں اصل تعلیم کے جوہر نمودار ہوں وہ نہیں دکھائی دیتا۔ پس یہی صورت تعلیم کی ٹرکی ایشیا میں ہے۔ عرب اس سے بھی مستثنٰے ہے۔ جو کچھہ تعلیم اس میں ہے وہ دینی ہے اور کچھہ نہیں۔

ایشیائے ٹرکی میں غیر مذہب والوں کے ساتھ رعایتیں اور حسن سلوک مسلمانوں کا بڑھتا جاتا ہے۔

ٹرکی ایشیا اور عرب کی آبادی اور رقبہ کی یہ کیفیت ہے۔

| نام | رقبہ | آبادی |
|---|---|---|
| انٹی اولیا ایشیا مائی نر | ۲۲۰۰۰۰ | ۱۰۸۵۹۱۲۴ |
| آرمینیا } ٹرکی | ۳۰۰۰۰ | ۶۷۴۶۰۸ |
| کردستان } ٹرکی | ۵۰۰۰۰ | ۱۵۰۵۸۷ |
| میسوپوطانیہ (الجزیرہ) | ۲۲۰۰۰۰ | ۹۳۴۳۳۳ |
| شام یعنے سریا | ۱۰۸۰۰۰ | ۲۳۰۹۸۳۷ |
| فلسطین یا پیلسٹائن | ۱۲۰۰۰ | ۷۰۰۰۰۰ |
| ٹرکی عرب | ۳۰۰۰۰۰ | ۱۶۱۴۸۵۷ |
| آزاد عرب | ۵۰۰۰۰۰ | ۳۴۰۰۰۰۰ |
| میزان | ۱۴۴۰۰۰۰ | ۲۷۰۵۵۳۴۶ |

ان صوبوں میں ترک۔ عرب۔ شامی۔ کرد۔ سرکیشیں۔ یورک ترکمان لینزی متولی مسلمان رہتے ہیں اور ۳۶۱۰۰۰۰ عیسائی بھی آباد ہیں۔ بعض اور قومیں یہودی اور سندری مصری بھی جن کی تعداد ۲۶۰۰۰۰ ہے آباد ہیں تمام ملک ۲۶ ولایتوں اور ۷۸ سنجک میں

تقسیم ہیں اون میں یہ ولایتیں مشہور ہیں۔ بسقوترہ۔ قنیہ۔ ارض روم۔ بغداد۔ دمشق۔ یمن ۱۸۷۸ء میں روس و روم کی لڑائی کے سبب سے بطوم وغیرہ روسیوں کے پاس اور جزیرہ سائی پرس انگریزوں کے پاس اور قطور شاہ ایران کے پاس ترکوں کی عملداری سے نکلکر آ گئے ہیں قصبے و شہر جن میں چار ہزار آدمیوں سے زیادہ آباد ہیں ساٹھ تعداد میں ہیں انمیں سے یہ مشہور ہیں۔ سمرنا۔ اس میں ڈیڑھ لاکھ آدمی رہتے ہیں۔ دمشق اس میں ایک لاکھ تیس ہزار قیصریہ ساٹھ ہزار مسقط میں ساٹھ ہزار۔ ارض روم میں پچپن ہزار۔ مکہ معظمہ میں پنیتالیس ہزار۔ دیار بکر میں پنیتالیس ہزار۔ عرفہ چالیس ہزار۔ جدہ تیس ہزار۔ عدن میں تیس ہزار۔ اورشلیم میں اٹھائیس ہزار۔ قنیہ میں پچیس ہزار۔ حدیدہ میں پچیس ہزار۔ مدینہ منورہ میں بیس ہزار۔ طائف میں آٹھ ہزار مخا میں سات ہزار۔ ینبو میں چھ ہزار۔ بصرہ میں چھ ہزار۔ بایزید میں پانچہزار۔

## سلطنت ایران

۱۸۷۲ء میں جو سیستان اور افغانستان کا سرحدی کمیشن مقرر ہوا تھا اسنے اور روس اور ٹرکی کے ساتھ صلح ناموں نے بالفعل ایران کی یہ سرحدیں مقرر کی ہیں۔ شمال میں روس کی عملداری ہے۔ روس و ایران کا سرحدی کمیشن ۱۸۸۱ء میں مقرر ہوا تھا۔ اوس نے ابھی اسطرف کی سرحد کا فیصلہ کیا۔ اور مغرب کیطرف سرحد ٹرکی ایشیا کی عملداری سے ملی ہوئی ہے۔ جنوب مغرب اور جنوب میں خلیج فارس و بحر عرب ہے۔ مشرق کی سرحد افغانستان اور بلوچستان سے ملی ہوئی ہے۔ غرض ایران کی سرحدیں مشرق و مغرب و شمال میں ایسی عملداریوں سے ملی ہوئی ہیں کہ ہر وقت وہاں معرکہ جنگ برپا ہو سکتا ہے۔ وزیر کرمان نے اپنا لقب امیر بلوچستان رکھا ہے اور اوسنے اپنے علاقہ میں دو بڑے ضلعے بام پیرا اور مغربی مکران شامل کر لئے ہیں جو حقیقت میں ایران کی سلطنت سے متعلق ہیں ان اضلاع کی علیحدگی نے ایران کی سلطنت کو ایک منحرف کی شکل سے مثلث کی شکل بنا دیا ہے۔ تمام پہاڑ اور میدان سلطنت سے

ایران کی ملکہ ایسی شکل اپنی بناتے ہیں کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیڑ ہی پر بلی بیٹھی ہوئی ہے یہ نشانہ بہت اس سبب سے بھی خوب مناسبت رکھتی ہے کہ ایران کی بلیاں بڑی مشہور ہیں۔ کل رقبہ اسکا چھ لاکھ دس ہزار مربع میل ہے۔ اور پچاس لاکھ اور کروڑ کے درمیان آبادی ہے باوجودیکہ ایران کی سلطنت میں نو سو میل ساحل بحر واقع ہے مگر اس میں جزیرے نہیں ہیں صرف ایک جزیرہ ہے اور جزائر کشم جو ہیں وہ سلطان عمان کے پاس ہیں اشرہ ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا وہ روسیوں نے لیا ہے۔

ایران میں ہمیشہ سے سلطنت شخصی چلی آتی ہے۔ وہاں بادشاہ کا لقب شہنشاہ ہے آج کل ناصر الدین شاہ جو ترک قوم کا قاچاری شاہ ہے قریب سوا دو کروڑ روپیہ کے تمام ملک کی آمدنی ہے۔ یہ آمدنی سلطنت کے خرچ کو کافی ہوتی ہے۔ آب و ہوا و زمین کی برائیوں سے رعایا کی برائیاں اور رعایا کی برائیوں سے انتظام کی برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ برائیوں کا ایک دور چلا جاتا ہے۔ ملک میں ریگستان و کوہستان بہت ہے۔ قاعدہ ہے کہ جب ریت اُڑ کر دیوار سے ٹکراتی ہے تو وہ اونچی ہوتی جاتی ہے یہانتک کہ وہ دیوار کے اوپر اُڑنے لگتی ہے اور پھر اوسکے تودے میدان میں لگنے شروع ہوتے ہیں اور وہ بلندی میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ یہانتک کہ اوس دیوار کے نشان باقی نہیں رہتے ہیں میدان میں فقط ریگستان ہی نظر آتا ہے اس طرح شہر کے شہر ریت کے تلے دب جاتے ہیں۔ پس جب ملک کی یہ صورت ہو کہ ریت یوں اڑتی ہو اور پہاڑ اس سے اٹتے ہوں۔ اور پھر آئے دن آپس میں فساد رہیں چاروں طرف سے دشمنوں کے حملے ہوتے رہیں تو سلطنت کا کیوں نہ زوال ہو آخر صدی میں ان سببوں سے یہ سلطنت وسعت میں بہت کم ہو گئی ہے اور قوت میں ضعیف نادر شاہ کے زمانہ سے اس ملک پر زوال آنا شروع ہوا ہے۔ جس شان و شکوہ کی یہ سلطنت دنیا میں تھی اسکے سارے نشان لڑائیوں نے مٹا دیے ہیں۔ بادشاہان سلف کی عمارات عالیشان کا نام و نشان باقی نہیں رکھا۔ نہ انکے وہ بڑے بڑے شہر ہیں۔ نہ میوہ دار باغ ہیں غرض سارے

ملک پر ایک ویرانی برستی ہے۔ شاہ ایران جو آج کل ہے وہ نہایت مدبر و دانا ہے اوس نے اپنی سلطنت کی صورت بنا رکھی ہے۔ ایک لاکھ سپاہی جس میں سے ایک تہائی مسلح رہتی ہے باقی مسلح نہیں رہتی۔ کھیتی کا کام کرتی ہے۔ مگر وہ ایک ساعت کے اندر ضرورت کی حالت میں جمع ہو سکتی ہے۔ اونکے ہتھیار بندوق و تپنچے پرانی وضع کے فرانسیسی انگریزی ہیں ۱۸۱۶ء میں سو توپیں بھی انہیں ملکوں کی بنی ہوئی آگئی ہیں۔ افسر مطلق جاہل ہیں اور نہ قواعد داں ہیں۔ سپاہیوں کی وردی اکثر دریدہ اور بوسیدہ ایسی رہتی ہیں کہ وہ محافظ ملک نہیں معلوم ہوتے بلکہ مفلسوں کی سی صورت ہوتی ہے۔ جو اچھی سپاہ ہے۔ اوسکی وردی فرانسیسی یا انگریزی قطع کی ہوتی ہے۔ مگر اس میں کچھہ نہ کچھہ خرابی ہوتی ہے کبھی کبھی تنخواہ چڑھہ جاتی ہے۔ گو انکے لباس اور ہتھیاروں کی حالت اچھی نہ ہو مگر سپاہیوں کی صورت پر بہادری اور بشرہ پر دلاوری برستی ہے وہ اس دریدہ بوسیدہ وردی میں سپاہیانہ شان دکھاتے ہیں سخت جفاکش ترکمان کُرد۔ آذربائجان کی لودی قومیں ہیں کُردستان اور بختیار کے کوہستانی آدمی اکثر سپاہی ہوتے ہیں۔ ایران کے برابر دنیا میں کہیں اور جوانمرد سپاہی نہیں مل سکتے۔ اگر یہ قومیں اہل یورپ کی قواعد سیکھیں اور اسلحہ جنگ فرنگستانی انکے ہاتھ میں ہوں تو ایک سپاہ بے مثل و نظیر تیار ہو سلطنت ایران میں پہلے زیادہ تر تعلیم فقط مذہبی ہوتی تھی۔ مگر اسکی اب یہ ترقی ہوئی ہے کہ ۱۸۱۸ء میں اصفہان میں بڑے بڑے مدرسے قائم ہوئے ہیں جس میں مشرقی و مغربی زبانیں اور علوم و فنون و ہنر سکہائے جاتے ہیں۔ ایران کا پہلے اصفہان اور اب طہران دارالسلطنت ہے سارا ملک بہ تفصیل ذیل ان اضلاع میں جنکو مملکت وہاں کہتے ہیں تقسیم ہوا ہے۔

| | نام | رقبہ | آبادی |
|---|---|---|---|
| شمال میں | استرآباد | ۱۰۰۰۰ | ۱۵۰۰۰۰ |
| | مازندران | ۸۰۰۰ | ۲۵۰۰۰۰ |
| | گیلان | ۶۰۰۰ | ۴۰۰۰۰ |

| | نام | رقبہ | آبادی |
|---|---|---|---|
| | آذربائیجان | ۳۵۰۰۰ | ۱۳۰۰۰۰ |
| جنوب میں | عراق عجم | ۱۱۵۰۰۰ | ۱۰۰۰۰۰ |
| | اردلان | ۶۰۰۰ | ۱۵۰۰۰ |
| | خجستان | ۳۰۰۰۰ | ۶۰۰۰۰۰ |
| | لورستان | ۳۰۰۰۰ | ۳۰۰۰۰۰ |
| | فارستان | ۶۰۰۰۰ | ۱۲۰۰۰۰۰ |
| جنوب | لارستان | ۲۰۰۰ | ۸۸۰۰۰ |
| | کرمان مع کوہستان | ۱۵۰۰۰۰ | ۶۰۰۰۰۰ |
| | مکران مع سیستان | ۱۴۰۰۰ | ۸۶۰۰۰۰ |
| | | ۶۱۰۰۰۰ | ۶۹۹۸۰۰۰ |

ایران میں اکثر مسلمان شیعہ مذہب کے رہتے ہیں اونکی تعداد کا تخمینہ سرسٹھ لاکھ ستر ہزار ہوا ہے ایک لاکھ پچھتر ہزار عیسائی رہتے ہیں ۵۲ ہزار اور مذہب کے یہودی وغیرہ رہتے ہیں۔ علی الہی یا نصیری بھی بعض جگہ ہیں وہ مسلمان نہیں سمجھے جاتے۔ بہت سے عرب یہاں بس کر شیعہ ہوگئے اصل باشندے یہاں کے آتش پرست بہت تھوڑے چالیس پچاس ہزار رہتے ہوں گے خاکستری رنگ کی کلاہ انکی علامت ہے سات ہزار باشندوں سے زیادہ جن شہروں و قصبوں میں آدمی رہتے ہیں ان میں سے مشہور یہ ہیں۔ تبریز آبادی ایک لاکھ بیس ہزار۔ طہران آبادی ایک لاکھ۔ اصفہان آبادی ساٹھ ہزار۔ مشہد آبادی ساٹھ ہزار۔ کرمان شاہ تیس ہزار۔ شیراز تیس ہزار۔ قزوین تیس ہزار۔ شوستر پچیس ہزار۔ رشت پچیس ہزار۔ بوشہر پچیس ہزار۔ کرمان پچیس ہزار استرآباد بیس ہزار کاشان بیس ہزار۔ قم بیس ہزار۔ بندر عباس یک ہزار۔ نیشاپور آٹھ ہزار۔ کل آمدنی ملک سوا دو کروڑ روپیہ اور خرچ دو کروڑ قرض کچھ نہیں ۱۸۶۸ء میں ڈاکخانوں کا انتظام ہوا ہے

۹۰ ڈاکخانے ہیں جن میں تین لاکھ اسی ہزار خط سالانہ روانہ ہوتے ہیں۔ چالیس ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی ان ڈاکخانوں کی ہے۔ ۲۶ دفتر تار برقی کے ہیں۔ اسکی لین ۱۰۲۰ میل طول میں ہے ۵۵۰۰ میل تار لگا ہوا ہے۔ اور پچاس ہزار پیغام اس تار پر آتے جاتے ہیں۔

# افغانستان اور بلوچستان

بلوچستان کا رقبہ ایک لاکھ ستر ہزار میل کا ہے۔ ان کو خانات قلات کہتے ہیں۔ اور افغانستان کا رقبہ دو لاکھ تیس ہزار ۱۸۷۳ء میں امیر کابل کو ایک لاکھ رقبہ ستر ہزار مربع میل کا سلطنت ایران میں سے مل گیا ہے اسکو افغانی ترکستان کہتے ہیں۔ غرض اب افغانستان کی سلطنت کا رقبہ تین لاکھ مربع میل ہے اور اوسکی آبادی کا تخمینہ پچاس ساٹھ لاکھ آدمیوں کے درمیان کیا جاتا ہے۔ کابل اور قلات کے درمیان جو سرحد ہے وہ اچھی طرح مقرر نہیں۔ مگر ان دو سلطنتوں کی حدود جو برٹش گورنمنٹ کی سلطنت سے ملحق ہیں وہ بہت اچھی طرح مقرر ہیں۔ غرض ان دو سلطنتوں کا رقبہ ملکر چار لاکھ ستر ہزار میل کا ہوگا جسکی آبادی تقریباً پینسٹھ لاکھ آدمیوں کی ہوگی۔

افغانستان میں جو قومیں رہتی ہیں جنگجوئی ان کی طبیعت میں ہے۔ وہ نہایت مضبوط اور توانا زندہ دل ہوتے ہیں۔ ہمیشہ اپنے ہمسایہ سے لڑتے رہتے ہیں اور زیادہ تر خونریزی اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اپنے خیل کو آزاد رکھنا چاہتے ہیں ان میں پونده کے خیل ایسے بھی ہیں کہ وہ دنگا و فساد نہیں پسند کرتے زراعت تجارت کرتے ہیں۔ باوجودیکہ ان کو اور ہمسایہ کی قومیں ستاتی ہیں موسم گرما میں وہ اپنے خیمے قلات خلزی اور غزنین کے میدانوں میں لگاتے ہیں اور امیر کو کچھ خراج دیکر وہاں مویشی کے چرانے کا استحقاق حاصل کرتے ہیں۔ اور عورتوں اور بچوں کی بڑی حفاظت کرکے خود ثمرقند۔ بخارا۔ ہرات۔ کابل میں تجارت کرنے چلے جاتے ہیں جاڑے میں وہ ہندوستان میں ملتان۔ لاہور۔ بنارس وغیرہ میں جاتے ہیں۔ دوائیں اونی ریشمی کپڑے۔ گھوڑے۔ زعفران۔ مشک۔ میوے۔ اور اور چیزیں بیچتے ہیں۔ پھر اپریل میں قندھار

اور غزنین کو چلے جاتے ہیں۔

بلوچستان میں فرمان روا بلوچی نہیں ہیں بلکہ برہو قوم کے آدمی سلطنت کرتے ہیں وہی اس ملک کے اصلی باشندے ہیں۔ وہاں یہ نام بلوچستان کا کوئی نہیں جانتا۔ یہ نام ان کے ملک کا باہر والے آدمیوں نے رکھ لیا ہی۔ برھو سنت جماعت ہیں۔ بلوچ شیعہ اکثر وہ کھیتی کرتے ہیں امیر دوست محمد خاں کا جب سے انتقال ہوا ہی آپسکے عناد و فساد کے سبب سے امیر کابل ملک کا انتظام سوائے اسکے کہ زمین کا خراج وصول کرے اور کچھہ نہیں کرسکتا۔ وہان اپنی جان و مال کی حفاظت آدمی خود کرسکتا ہی کوئی گورنمنٹ کی طرف سے اسکا انتظام نہیں ہے۔ امیر شیر علی خاں نے جو انتظام کیا تھا سو وہ بھی اب جاتا رہا امیر عبدالرحمٰن خان جو بالفعل امیر ہے وہ انتظام کرتا ہی مگر اسکو لڑائیوں سے فرصت نہیں ہوتی۔

بلوچستان میں ایک امیر ہوتا ہی اوسکے ماتحت بہت سے جاگیردار رئیس ہیں مگر ان میں ایسی تعلقات رہتے ہیں کہ جس سے ملک کے امن و امان پر اطمینان نہیں ہوسکتا۔ افغانستان اور بلوچستان میں یہ بڑے بڑے صوبے ہیں۔ داغستان۔ بدخشان۔ قندز۔ بلخ۔ اندجوی شبرغان اکچہ۔ سیرپل۔ میمنہ۔ غزنین۔ کافرستان۔ چترال۔ سوات۔

مشہور شہر کابل جس میں پچھتر ہزار آدمی رہتے ہیں۔ قندہار جس میں ساٹھ ہزار آدمی ہرات میں پچاس ہزار آدمی۔ مزار شریف میں پچیس ہزار آدمی بستے ہیں۔

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# جلد دہم

اگرچہ میرا ارادہ تھا کہ جلد دہم کو پہلے نو جلدوں کا ضمیمہ بنا کے بہت سے مفید مضامین لکھوں مگر تاریخ اسقدر بڑھ گئی کہ ان سب مضامین لکھنے کی گنجایش نہیں رہی چند ضروری مضامین تحریر کرتا ہوں

(۱) ہندوستان اور ہندوؤں کو مسلمانوں کی سلطنت سے فائدہ پہنچا یا نقصان ہوا۔ یہ مقدمہ ایسا ہی کہ اس کو کوئی مسلمان یا ہندو انصاف سے بے تعصب فیصلہ کرے تو نہایت مشکل ہے اسلئے ہم اُس فیصلہ کو لکھتے ہیں جو اس مقدمہ کا جیمس مل صاحب نے اپنی بمبئی تاریخ برٹش انڈیا کے باب پنجم میں لکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مورخ نہ ہندو ہے نہ مسلمان ہے کہ مسلمانوں کا یا ہندوؤں کا طرفدار ہوگا۔ بلکہ وہ عیسائی ہے اور عالی دماغ ایسا ہے کہ اُس کی برابر مشکل ہے کہ کوئی ہندو یا مسلمان فیصلہ کر سکے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی تہذیب و شائستگی کا تحقیق کرنا تاریخ کا واقعہ عظیم ہے اُس کا تحقیق کرنا اس لئے ضروری کہ جس سے معلوم ہو کہ مسلمانوں کی سلطنت و غلبہ سے ہندوؤں کا تنزل ہوا یا ترقی ہوئی۔ یہ تحقیق ثابت ہوگیا ہے کہ ایشیا کے مغربی حصہ میں جو قومیں آباد تھیں یعنی ایرانی اور عرب اور نیز ترک بہ نسبت ان قوموں کے جو ان سے پرے مشرق میں رہتی تھیں (ہندو) دماغی قابلیتوں میں بڑھی ہوئی تھیں۔ کیونکہ یہ جاہل سوسائٹی کی برائیوں اور مزخرفات میں کم مبتلا تھیں اور شائستگی کے بلند تر درجہ کو پہنچ چکی تھیں۔

یہ بات ثابت ہو چکی ہے اور غالباً آیندہ اس کی تردید نہ کی جاوے گی۔ اس تحقیق سے بڑا مقصد اس بات کا ثابت کرنا ہے کہ وہ قومیں جنہوں نے ہندوستان پر حقیقت میں حملہ کیا اور جو ہندوستان

کے اتنے بڑے حصّہ ملک کے باشندوں پر حکمراں رہیں وہ بہ اعتبار شائستگی کے اس درجہ تک پہنچ چکی تھیں جس پر ایرانی اور عرب اپنی تہذیب کے معراج کے زمانہ میں پہنچ چکے تھے۔

مسلمان جنھوں نے ہندوستان میں اپنی حکومت قایم کی : زیادہ تر اس بڑے ملک کے مغربی حصّہ سے آئے تھے۔ جو کہ وسیع سلطنت ایران کی حدود میں واقع تھا۔

اس زمانہ میں جبکہ مسلمانوں کی حکومت کو ہندوستان میں قایم کرنے والے مسلمان پیدا ہوئے ایران کے مشرقی صوبجات بلخ اور ماوراءالنہر اور اس کے مضافات تہذیب یافتہ ہونے کے اعتبار سے ایران کے سب شہروں پر فضیلت رکھتے تھے بلخ کی فارسی زبان نہایت فصیح اور پاکیزہ زبان سمجھی جاتی تھی اور مسلمانوں کے عقیدہ کے موافق خدا تعالیٰ اپنے عرش کے کروبی فرشتوں سے اس بلخ کی زبان میں نرم اور دھیمی آواز سے باتیں کرتا ہے۔ فارسی کے علم ادب میں جو نامور گزرے ہیں وہ اکثر بلخ ہی کے رہنے والے تھے ان میں سے صرف تین شخصوں کا ذکر کرنا ہم کافی سمجھتے ہیں۔ محمد ابن عمر خاوند شاہ جس کو اہل یورپ خوند کے نام سے زیادہ جانتے ہیں۔ اس شخص نے ایک مکمل تاریخ لکھی ہے۔ اہل یورپ کو ایران کی تاریخ زیادہ تر اسی تاریخ کے ذریعہ سے معلوم ہوئی ہے۔ رشید یہ ایک نامور شاعر گزرا ہے۔ انوری ایک نامی شاعر اور علم نجوم کا بڑا ماہر ہوا ہے۔ چنگیز خاں کے جانشینوں کے عہد حکومت میں بلخ ایسی ترقی پر تھا کہ قبۃ الاسلام کہلاتا تھا۔

بخارا مشرق میں بہت بڑا دارالعلوم تھا۔ یہاں کے مشہور و معروف دارالعلوم میں تحصیل علم کی غرض سے دور دراز ملکوں سے طالب العلم آتے تھے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ مغلوں کی زبان میں لفظ بخارا کے معنی ایک عالم آدمی کے ہیں۔ ان نامور فاضلوں میں سے جن کی وجہ سے بخارا کی درسگاہوں کی شہرت تھی ایک شخص تھا جو اس وقت دنیا کے بڑے فاضلوں میں شمار کیا جاتا تھا یہ شخص شیخ بوعلی سینا تھا۔ اس کی تصانیف نئو سے زیادہ ہیں ۳۶؁ھ میں ۵۸ سال کی عمر میں اُس نے وفات پائی کچھ بڑی عمر نہ پائی۔

جبکہ مغلوں نے مغربی ملکوں کی طرف بڑھنا شروع کیا تو وہ کوئی وحشی قوم نہ تھے۔ یہ بات بخوبی ثابت ہو چکی ہے کہ ان میں تحریر کا رواج تھا۔ ان کے حروف تہجی آ۔ بؔ ۔ تؔ الگ سے چینی حروف کی طرح وہ مشکل نہ تھے۔ بلکہ رومی حرفوں کی طرح نہایت سہل اور عمدہ تھے مغل ملکر کام کرنے کی قابلیت رکھتے تھے جس کی وجہ سے اُنہوں نے فتوحات کیں اور چین۔ ایران اور بعد ازاں ماوراء النہر پر اُنہوں نے نہایت ہی ذہانت اور عقلمندی سے باقاعدہ حکومت کی اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کس حد تک اپنی دانش کے لحاظ سے مغلوں نے اپنے آپ کو ایشیا کی نہایت مہذب اور روشن ضمیر قوموں کے درجہ تک پہنچا دیا تھا۔ ان ملکوں پر چنگیز خاں کے جانشینوں نے جس دانائی اور لیاقت سے حکومت کی شاید پھر کسی بادشاہ کو نصیب نہوئی ہوگی۔ اپنے فتوحات کے زمانہ میں تہذیب کے میدان میں قدم بڑھانے کے لئے مغل ایسے آمادہ رہتے تھے کہ جب وہ چین اور ایران کے تہذیب یافتہ لوگوں میں پہنچے تو اُنہوں نے حیرت انگیز عجلت سے اپنے آپ کو اُن کی مثل بنالیا اور تھوڑے عرصہ کے بعد وہ وہاں سے اصلی باشندوں سے کچھ کم تہذیب یافتہ ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے آداب و اخلاق اور خصائص کی وجہ سے ممیز ہوگئے۔ ایران اور ماوراء النہر میں علوم کے سیکھنے میں ان کی مستعدی مشہور رہتی۔ خاص کر اُنہوں نے علم نجوم۔ علم جغرافیہ اور علم ہندسہ کو بہت ترقی دی۔ خاص سمرقند میں جو چنگیز خاں کے بیٹے اور اُس کے جانشینوں کا پایہ تخت تھا۔ ایک بڑا مشہور درس گاہ تھا جس کی نسبت ایک یونیورسل ہسٹری کے مورخ نے لکھا ہے کہ یہ دار العلوم مسلمانوں کی درس گاہوں میں سب پر تفوق رکھتا ہے اور جہاں قریب کے ملکوں سے مسلمان پڑھنے آتے ہیں۔ ابوالفدا مسلمانوں کے اعلےٰ تہذیب کے دو ثبوت دیتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اس کی زندگی میں پختہ سڑکیں بننے لگی تھیں۔ دوسرے شہروں میں پانی سیسہ کے نلوں کے ذریعہ سے لایا جاتا تھا۔ سمرقند کا کاغذ جو ریشم سے بنایا جاتا تھا۔ ایشیا میں نہایت نفیس کاغذ خیال کیا جاتا تھا اور ایشیا کے تمام ملکوں میں اس کی بڑی مانگ رہتی تھی۔

سلطان محمود غزنوی جس نے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کی بنیاد ڈالی ایشیا میں سب سے بڑا بادشاہ ہوا ہے اس کے دربار میں فاضلوں کا ہجوم رہتا تھا۔ ایشیا کے ملک الشعرا فردوسی نے اس کی دارالحکومت میں اپنی کتابیں تصنیف کیں اور سلطان کے سایہ عاطفت میں پلا۔ سلطان محمود اور اس کے اراکین نے غزنی میں وہ وہ عالیشان عمارتیں تعمیر کرائیں کہ ایشیا میں غزنی اوّل درجہ کا خوبصورت شہر ہو گیا۔ سلطان نے اس میں ایک یونیورسٹی بھی قایم کی جس کے لئے رقم کثیر وقف کی اور غزنی کو ایشیا میں علوم و فنون کا مرکز بنا دیا۔

محمود غزنوی نے اپنے تخت کے گرد بڑے بڑے عالموں اور فاضلوں کو جو کہ اسوقت کی تہذیب پیدا کر سکتے تھے جمع کیا تھا یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ ہندو اس کے عہد حکومت میں ایسے لوگوں کے ماتحت تھے جو شائستگی میں ہندوؤں سے کم ہوں۔ اور نہ یہ بات محمود کے جانشینوں کی نسبت کہی جا سکتی ہے۔ اگرچہ ذاتی لیاقتوں میں تو وہ محمود کے ہم پلہ نہ تھے تاہم اُنہوں نے اور اُن کے تمام اراکین نے ایران کے علوم و فنون میں تعلیم پائی تھی چنانچہ ایسا ہی حال خاندان غوری کے بادشاہوں کا تھا وہ اور سردار جو ان کی خدمت میں رہتے تھے علم و تربیت کے لحاظ سے حقیقت میں ایرانی ہی تھے۔ اس بات کا کوئی انکار نہیں کرے گا کہ خاندان مغلیہ جو کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا آخری حکمراں خاندان تھا ہندوستان کے فتح کرنے سے پہلے ایران اور ماوراءالنہر میں کافی عرصہ تک رہ چکا تھا اور اُس نے وہاں کی تہذیب اُن سے سیکھ لی تھی۔ ان کی زبان ایران کی زبان تھی اُن کا قانون اور مذہب ایران کا قانون اور مذہب تھا وہ ایران ہی کا لٹریچر پڑھتے تھے اور جبکہ وہ ہندوستان پر قابض ہوئے تو وہ ایران کے علوم و فنون سے بخوبی فائدہ اٹھا چکے تھے۔

اب سوال یہ ہے کہ جب ایسی طرز حکومت کی جگہہ جس کا نظم و نسق ہندوؤں کے طریقہ تمدن کے موافق ہوتا تھا وہ طریقہ سلطنت قایم ہوا جس کا انتظام ایران کے اعلیٰ تہذیب اور اصولوں کے مطابق ہوتا ہو تو ہندوؤں کو فائدہ پہنچا یا نقصان؟ صرف اس وجہ سے مسلمانوں کی حکومت

سے نفرت کرنا کہ مسلمان ہندوؤں سے غیر تھے یا یہ کہ ان کا مذہب اسلام ہے حکومت اور خوبیوں کو نظرانداز کرنا محض تعصب کی بات ہے اور عقل کے خلاف ہے۔ مغلوں نے ہندوستان پر اس طرح حکومت نہیں کی کہ ہندوستان کو کوئی غیر ملک خیال کیا ہو اور اس کو اپنے ملک یا وطن کی ترقی اور بہبودی کا ذریعہ قرار دیا ہو۔ بلکہ اُنہوں نے ہندوستان کو اپنا وطن اور اپنا ملک سمجھا جس کی وجہ سے مغلیہ حکومت کا ہندوستان سے اتنا قریب تعلق ہو گیا جتنا کہ شخصی حکومت میں بادشاہ کا اپنی رعایا کے ساتھ ہونا ممکن ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ مغلوں کا برتاؤ ایسا نہ تھا جیسا کہ غیر قوموں سے ہوتا ہے بلکہ ایسا جیسا کہ اپنے ہموطنوں کے ساتھ ہوتا ہی جس وقت کوئی محقق ان سب باتوں پر غور کرے گا تو اس کو اس بات میں بحث کرنے کی گنجائش نہیں رہے گی کہ ہندوؤں کے ہاتھ سے مسلمانوں کے ہاتھ میں عنان حکومت جانے سے ہندوستان کو فائدہ ہوا اور بہت بڑا فائدہ پہنچا۔ اس بات کا کافی ثبوت بغیر تفصیلی حالات کے لکھنے کے ہم کو یہ تحقیق ہو سکتا ہے کہ جیسی ہندوؤں کی حکومت خرابیوں اور برائیوں سے بھری ہوئی تھی ایسی مسلمانوں کی حکومت میں ان کی برابر برائیاں نہ تھیں۔

ہندوؤں کی تہذیب کا حال زیادہ تر نامعلوم اور پوشیدہ ہی۔ برخلاف اسکے ایران کی تہذیب کا علم اہل یورپ کے تعلیم یافتوں پر بخوبی ظاہر ہے مسلمانوں اور ہندوؤں کا مقابلہ ان چند عنوانوں سے معلوم ہوگا۔

## (۱) رعایا کی تقسیم اور تفریق

اس اہم کام کو مسلمانوں نے جس خوش اسلوبی سے انجام دیا تھا وہ بیان سے باہر ہے مسلمانوں میں ذات کے جھگڑے نہ تھے جتنی رسوم کہ تلون مزاجی اور خودغرضی کی وجہ سے جاری کی گئی ہیں ان سب سے زیادہ انسان کی ترقی کے مانع ذاتوں کی تفریق ہے جمہوری سلطنتوں کی مانند مسلمانوں کی خودمختار شخصی حکومت میں کل انسانوں کے ساتھ یکساں برتاؤ

کیا جاتا تھا۔ امراء و شرفاء کی کوئی خاص جماعت نہ تھی۔ بلکہ صرف منصب اور سرکاری عہدہ کے موافق لوگوں کی عزت ہوتی تھی۔ عہدے کسی خاندان کے ساتھ مخصوص نہ تھے بلکہ ہر روز ادنیٰ درجہ کے لوگ ترقی کر کے اعلیٰ عہدوں پر پہنچتے تھے۔ ہر ایک کی قدر و منزلت اُس کی ذاتی لیاقت اور قابلیت کی وجہ سے ہوتی تھی۔ نہ کہ صرف اس کے باپ کی ثروت و امارت کی وجہ سے۔

(۲) طرز سلطنت۔ مسلمانوں کی طرز سلطنت کی خوبیاں جو ہندوؤں کے طریقہ حکمرانی سے ممتاز ہیں وہ یہ ہیں:

مسلمان بادشاہ انتظام سلطنت کے واسطے عہدہ دار مقرر کرتے تھے۔ مثلاً بخشی وزیر۔ امیرالامرا وغیرہ وغیرہ۔ ہندو راجاؤں کے وقت میں عجب بے ترتیبی اور ابتری تھی۔ راجہ برہمنوں کی جماعت کے وسیلہ سے حکومت کرتا تھا۔ جو راج کے اختیارات کو مجوزہ قانون کے مطابق عمل میں نہیں لاتے تھے۔ بلکہ جو شخص سازش کر کے یا شہرت کی وجہ سے عروج پا جاتا تھا سو کرتا تھا۔ اُس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ بعض لوگ قوت حاصل کر لیتے تھے اور اور لوگ ہر بات میں اُن کی فرمانبرداری کرتے تھے ایسے لوگ وزارت یا پیشواؤں کا رتبہ جیسے کہ مرہٹوں میں ہوئے حاصل کر لیتے تھے جس صورت میں یہ برہمنوں کی جماعت باضابطہ مقرر نہیں کی جاتی راجہ ایک وزیر منتخب کر لیتا ہے جس کو راج سے کل اختیارات حاصل ہوتے ہیں اور وہ اختیارات کو ضرورت کے موافق عمل میں لاتا ہے اور رسم و رواج یا کسی خاص قاعدہ کا پابند نہیں ہوتا۔

اگر بادشاہ مطلق العنان ہو اور سلطنت کا انتظام اچھی طرح نہ کرے تو جو بدنظمیاں پیدا ہوتی ہیں اُن کے انسداد کے لئے صرف تین چیزیں ہیں۔ اوّل مذہب۔ دوسرے بغاوت کا اندیشہ۔ تیسرے اخلاقی حالت۔ اوّل جب یہ کہیں کہ بادشاہ کی مرضی کا مخالف مذہب ہے تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ پیشوایان دین بادشاہ کی مخالفت کر رہے ہیں۔ کیونکہ جس طرح ملکی تدبیریں بغیر مدبران سلطنت کے چل نہیں سکتیں اسی طرح مذہب بھی بغیر پیشوایان مذہب کے کچھ کام نہیں کر سکتا۔ مذہب کے پیشوا صرف اس حالت میں راجہ کی مخالفت کر سکتے ہیں

جس صورت میں لوگوں میں اُن کا رسوخ ہو اور اُن کے اختیارات اِتنے بڑھے ہوئے ہوں کہ بادشاہ اُن کو ناراض کرنے سے ڈرتا ہو۔ راجاؤں کی سختیوں سے رعایا کو پیشوایانِ مذہب اس وقت بچا سکتے ہیں جبکہ بادشاہ ملکی اختیارات میں ان کو اپنا صلاح کار بنائیں۔ جس صورت میں کہ راجہ پیشوایان دین کو اپنا صلاح کار بنا لیتے ہیں اور اُن کے ظلم کرنے سے پیشوایان دین کو بھی فائدہ پہنچتا ہے تو وہ اِن راجاؤں کو ناجائز حرکتوں سے روکتے نہیں بلکہ اُن کو ترغیب دیتے ہیں۔ ہندوؤں کے طرز سلطنت میں پیشوایان دین اور راجاؤں کے اختیارات ایک دوسرے سے وابستہ تھے کہ راجہ تو برائے نام ہوتے تھے حقیقت میں پیشوایان دین راج کرتے تھے۔ جب کہ راجاؤں کی سختیوں سے اُن کو فائدہ پہنچتا تھا تو اُن کو کیا غرض تھی کہ وہ راجاؤں کو برائیوں سے روکتے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ ہندو راجاؤں کو بدنظمیوں سے مذہب نے کبھی نہیں روکا۔

مسلمانوں کی طرز حکومت میں مذہب اور سلطنت میں ایسا قریب کا تعلق نہیں تھا یہ بالکل درست ہے کہ ایک زمانہ میں خلیفہ ملک اور دین دونوں کے بادشاہ ہوتے تھے لیکن اکثر حالتوں میں مسلمان بادشاہوں کے عہد میں سوائے چند باتوں کے جو رواج پر منحصر تھیں۔ علماء دین کو بہت کم ملکی اختیارات حاصل تھے لیکن وہ رعایا کی حالت کو بہتر نہیں کر سکتے تھے۔ مسلمانوں کی حکومت میں پیشوایان مذہب کو کافی رسوخ پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ ظاہر میں اُنھوں نے اپنا میلان خاطر اس طرف ظاہر کیا کہ بادشاہ کی طرف سے جو سختیاں رعایا پر ہوتی ہیں ان کا انسداد ہو اس بات میں مسلمان ہندوؤں کی مذہبی جماعت سے اختلاف رکھتے ہیں اور یہ بہت بڑا فرق ہے کہ مسلمانوں کے پیشوایان مذہب ان لوگوں سے ملے ہوئے نہیں ہوتے جو اختیارات کے بل پر رعایا پر ظلم کرتے ہیں مسلمانوں کے پیشوایان مذہب کو خود ان لوگوں سے پناہ نہیں ہوتی۔

(۲) ایشیا کی طرز حکومت میں بغاوت کا اصول رعایا کے حق میں اکثر مفید ثابت ہوا

ہے اگر رعیت کو ہر قسم کی خوشی اور آسایش میسر ہو سکتی ہے تو صرف اسی ذریعہ سے ہو سکتی ہے۔جس صورت میں بادشاہوں اور اُس کے اراکین کی آرزوٴں خواہشوں اور تلون مزاجی کی کوئی حد نہ ہو تو حکام بالا دست کی بے شمار خواہشوں آرزوٴں اور تلون مزاجی کی وجہ سے رعیت پر جو تباہی اور مصیبت آتی ہے۔ رعایا کو اُس سے پناہ دینے والی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جیسا کہ اُس کے باغی ہونے کا ڈر۔لیکن جس صورت میں آدمیوں کے پاس کوئی چیز نہو جس کے جاتے رہنے کا ان کو اندیشہ ہو تو رعیت کو بغاوت پر آمادہ کر دینا کوئی دشوار بات نہیں ہے۔ایشیائی بادشاہوں کو اس بات کا تجربہ ہے کہ اگر رعیت پر ایک خاص حد سے زیادہ ظلم کیا جائے تو وہ غدر کر دیتی ہی اور ظلم کرنے والوں کو پامال کر ڈالتی ہے اور ایسی حالت میں اس کو سر گروہ کی بہی ضرورت نہیں ہوتی۔یہ خیال ہمیشہ حاکموں کے پیش نظر رہتا ہے اور ان کو اعتدال کے ساتہہ حکومت کرنے پر مجبور کرتا ہے۔اگر ایشیائی خود مختار حکومت میں کچہہ خوبیاں پائی جاتی ہیں تو صرف اسی وجہ سے ہیں لیکن ہندوستان میں بغاوت کا خوف بالکل جاتا رہا تھا۔کیونکہ ہندوٴں کو لڑائی کی طرف سے نفرت تہی اور مصیبت کے وقت ان کا صبر اس درجہ بڑھا ہوا تہا کہ وہ دنیا کی سب قوموں سے بڑھی ہوئی تہی۔البتہ ہندوستان کی مسلمان رعایا کی جراٴت اور دلیری اور بہادری نے ہندوستان کے بادشاہوں کو لیاقت اور دانائی سے حکومت کرنے کی تحریک کی تہی۔

سوم جو تہذیب ہندوٴں اور مسلمانوں میں پائی جاتی ہے اس سے کہیں بڑہ کر تہذیب اِس بات کے لئے درکار ہے کہ محض نیکی اور اخلاق کی وجہ سے بادشاہ سختیوں سے باز رہیں جس قدر انسان لوگوں کی تعریف سے خوش ہوتا ہے اور اُن کے بُرا کہنے سے بڑا رنجیدہ دل ہوتا ہے اسی قدر اخلاق اُس کے بیجا اختیارات کو روکتا ہے۔چنانچہ ہندو اور مسلمان بادشاہوں پر اخلاق کا عمدہ اثر نہیں ہوا تہا۔اگر کچہہ اثر پایا بہی جاتا تہا تو

مسلمانوں میں تھا۔ مسلمان فاتحان ہند کے اوضاع و اطوار میں ایسی انسانیت اور دلیری اور علمی قابلیت پائی جاتی تھی کہ مسلمانوں میں خود مختار حکومت اس قابل نفرت اور وحشیانہ عیاشی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی تھی جیسے کہ ہندوؤں کی سلطنت کا اس درجہ کو پہنچنا آسان تھا۔

اگرچہ وحشت کے آثار مسلمان قوموں میں بھی پائے جاتے تھے جیساکہ ایشیا کے تمام باشندوں میں۔ لیکن ساتھ ہی مسلمان فاتحین میں فہم اور فراست تھی برخلاف اسکے ہندوستان کے اصلی باشندوں میں وحشی قوموں کے علاوہ کام کرنے کی عقل سب قوموں سے کم ہے جس قوم میں کام کرنے کی قابلیت ہوتی ہے اس کا اثر طرز حکومت پر اور بادشاہوں کے دماغ پر ضرور ہوتا ہے چنانچہ ذیل میں تیمور کے آئین سے یہ بات ثابت ہے کہ مغلوں نے ہندوستان میں آنے سے پہلے حکمرانی کے عمدہ عمدہ طریقے ایجاد کئے تھے وہ لکھتا ہے کہ

"میں نے ایک قاضی مقرر کیا جو کہ نہایت عالی خاندان اور مقدس آدمی تھا۔ تاکہ وہ دین دار آدمیوں کے چال چلن کو دیکھتا رہے اور اُس وقت کے آداب اور اخلاق کو درست کرے اور مذہبی امور کے واسطے لوگ معین کرے اور ہر ایک شہر اور قریہ میں تیز فہم اور زیرک قاضی اور مفتی مقرر کرے اور محتسب مقرر ہوں جو تجارت اور اوزان وغیرہ اور پیمانوں کے نگراں رہیں۔"

"ایک قاضی فوج کے واسطے اور دوسرا قاضی رعیت کے واسطے میں نے مقرر کیا اور ہر ایک صوبہ اور شہر میں میں نے شارع بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو برائیوں سے باز رکھے اور اُن کو راہ راست پر لائے میں نے حکم دیا کہ ہر ایک شہر اور قصبہ میں ایک مسجد، درس گاہ خانقاہ، غریب اور محتاجوں کے لئے خیرات خانہ اور مریضوں کے لئے شفاخانہ بنایا جائے اور طبیب نوکر رکھا جائے جو شفاخانہ میں ہر دم موجود رہے ہر دیہ میں سرکاری مکان اور

عمارتیں بنائی جائیں اور نگراں مقرر کیے جائیں تاکہ وہ مزروعہ زمینوں اور زمینداروں کی خبرگیری کریں
میں نے حکم دیا کہ معابد اور خانقاہیں تعمیر کی جائیں اور شاہراہ پر مسافروں کے ٹھہرنے کیواسطے سرائیں بنائی جائیں اور دریاؤں پر پل تعمیر کرائے جائیں۔"

"میں نے حکم دیا کہ شکستہ پلوں کی مرمت کی جاسے اور دریا ندی نالوں پر پل بنائے جائیں اور سڑکوں پر ایک ایک منزل کے فاصلہ پر کاروان سرائے تعمیر کرائیں۔ اور محافظ اور چوکیدار سڑکوں پر تعینات ہوں۔ ہر ایک کارواں سرائے میں آدمی رہیں اور سڑکوں کی حفاظت انکے سپرد کی جائے اور اگر سڑک پر غافل مسافروں کی کوئی چیز چوری جاسے تو ان چوکیداروں سے بازپرس ہو"

"میں نے حکم دیا کہ صدر اور مفتی وقتاً فوقتاً میرے مملکت کے دینی امور میرے سامنے پیش کریں اور میں نے ایک قاضی مقرر کیا تاکہ تمام ملکی نزاع کے مقدمات جو کہ میری سپاہ اور رعایا کے درمیان ہوں وہ میرے پاس بھیجتا رہے۔"

حکومت کے نہایت ضروری مقاصد میں سے چار منتخب مقصد تھے جن کے پورا کرنے میں شاہان مغل نے بہت کوشش کی۔ اوّل عدل گستری کی۔ دوم انہوں نے لوگوں کو تعلیم اور تربیت دی تیسرے سفر کرنے میں آسانی کردی۔ چوتھے جو کچھہ اُن کے ملک میں واقع ہوتا تھا اس سے وہ باخبر رہتے تھے۔ اس بات کا ہمارے پاس کافی ثبوت ہے کہ ان مقصدوں کو خاطر خواہ تو وہ پورا نہیں کرسکے لیکن جس وقت سے یہ مقصد ضروری ثابت ہوگئے اُس وقت سے طرز حکومت کے علم و فن میں بہت کچھہ ترقی ہوگئی اور جب سے اُن کے حاصل کرنے میں سرگرمی سے کوشش کی گئی تو اور بھی زیادہ کامیابی ہوئی۔

تیمور کی طرز حکومت کے بارہ اصولوں کا انتخاب حسب ذیل ہے۔

نہایت ذی عقل۔ فہمیدہ۔ ہوشیار۔ محتاط۔ تجربہ کار۔ دوراندیش لوگوں کو اپنا مشیر اور صلح کار بنایا۔
سپاہ اور رعیت کو ایک نظر سے دیکھا اور ان دونوں میں ایسا بندوبست کیا کہ ایک دوسرے پر ظلم و تعدی نہیں کرسکتا تھا۔

دوراندیش اور عاقل لوگوں میں سے چند آدمی منتخب کئے جو کہ مجھے معتبر معلوم ہوئے اور جن کو میں نے اس لایق سمجھا کہ سلطنت کے کاموں میں اُن سے صلاح لی جاوے اور اُن سے میں سلطنت کے راز کہہ سکوں۔ اُن کو میں نے اپنا رازدار بنایا اور سلطنت کے اہم اور پوشیدہ کام میں نے اُن پر ظاہر کئے۔

وزیر اور منشیوں اور محرروں کے ذریعہ سے میں نے دربار عام کا انتظام اور انصرام کیا۔ میں نے اُن کو اپنی سلطنت کا آئینہ بنا دیا جس میں کہ اُنہوں نے سلطنت کے تمام کاروبار دکھاے اور رعیت اور لشکر کی ضرورتوں سے مجھے آگاہ کیا۔ اُنہوں نے شاہی خزانہ کو دولت سے مالا مال رکھا۔ اور رعیت کی بہبودی میں اور ہر چیز اُن کے واسطے افراط سے مہیا کی۔ جہاں جہاں ملک میں بدنظمی تھی نہایت مناسب اور بہترین طریقہ سے اُنہوں نے اُس کا انسداد کیا۔ سلطنت کی آمدنی اور خرچ کو اُنہوں نے درست رکھا اور ملک کی آبادی بڑھانے میں اُنہوں نے سعی کی۔

حاذق طبیبوں اور تجربہ کار معالجوں اور نجومیوں اور مہندسوں کو جو سلطنت کی زینت کے واسطے ضروری ہیں میں نے اپنے گرد جمع کیا۔ طبیبوں اور جراحوں سے میں نے بیماروں کو تندرست کرایا۔ نجومیوں کی مدد سے ستاروں کا ملک پر نیک و بد اثر اور سیاروں کی رفتار اور گردش میں نے دریافت کی۔ مہندسوں اور معماروں کی مدد سے میں نے باغ لگواے۔ اور عالیشان عمارتیں تعمیر کرائیں۔

علم تاریخ کے جاننے والے اور واقف کار لوگ میرے پاس موجود رہتے تھے۔ وہ انبیا و پیغمبروں اور شاہان سلف کا حال سُنایا کرتے تھے اور میں اُن واقعات کو غور سے سُنا کرتا تھا جس کی وجہ سے لوگ بادشاہی کے رتبہ تک پہنچے یا جو اُن کی سلطنت کی تباہی کا باعث ہوے زمانہ قدیم کے بادشاہوں کے تاریخی حالات سے اور روایتوں اور ان کے اخلاق اور چال و چلن سے میرا تجربہ بڑھا اور میرے علم کی توسیع ہوئی۔ ان لوگوں کی زبانی میں نے روئے زمین کے مختلف مقامات کی کیفیت اور وہاں کی روایتیں سُنیں اور میں نے معلوم کیا کہ سلطنتیں کہاں واقع ہیں

ایک ملک کے مسافروں اور سیاحوں کو میں نے تحریک دی تاکہ وہ تمام قوموں کی فراست اور کاروبار سے مجھ کو اطلاع دیں۔ سوداگروں اور کارواں سرائے کے سرداروں کو میں نے ہر ایک ملک اور مملکت کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ ختن۔ چین۔ ماچین۔ ہندوستان۔ عرب کے شہروں سے۔ مصر۔ شام۔ روم اور عیسائیوں کے ملکوں سے ہر قسم کے قیمتی اسباب تجارت اور نادرہ روزگار اشیاء لاویں اور ہر ملک کی حالت اور وہاں کے باشندوں کی عادات اور اخلاق سے مطلع کریں اور غور سے دیکھیں کہ ہر ملک کے بادشاہ کا برتاؤ اُس کی رعیت کے ساتھ کیسا ہے اور مجھ سے آکر کہیں۔

یہ باتیں جو حکومت کے قابل غور اور ضروری مقاصد میں لکھی ہوئی تھیں صاف بتلاتی ہیں کہ تیمور کے وقت میں لوگ عقل و دانش میں وحشی قوموں سے بہت بڑھے ہوئے تھے۔

ناقص طریقہ حکمرانی میں رعیت کی خوشی زیادہ تر مالگزاری کے جمع کرنے کے طریقہ پر منحصر ہوتی ہے اُس کے واسطے حسب ذیل قانون جاری کیا۔ یہ قوانین انتظام کرنے کے اعلیٰ درجہ کی قابلیت ظاہر کرتے ہیں۔

میں نے حکم دیا کہ مقررہ محصول اور راہ داری سے زیادہ لوگوں سے ہرگز امیر نہ لینے پاویں۔

میں نے حکم دیا کہ ہر ایک صوبہ میں جو بادشاہ کی طرف سے بطور جاگیر کے امراء کو دیا گیا ہو دو عہدہ دار اس کے نگراں ہوں۔ اُن میں سے ایک مالگزاری کا معائنہ کرے اور رعایا کے حقوق کی نگہبانی کرے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رعیت تباہ ہو جاوے یا جاگیردار اُس پر ظلم کریں اور تمام رقوم جو صوبہ سے جمع کی جائیں اُن کا حساب رکھے۔ دوسرا عام اخراجات کا رجسٹر اپنے پاس رکھے اور مالگزاری کے روپیہ کو سپاہیوں میں صرف کرے۔

میں نے حکم دیا کہ ہر ایک جاگیردار کے پاس جاگیر تین سال تک رہے اُس کے بعد صوبہ کا معائنہ کیا جاوے۔ اگر وہاں کے باشندے جاگیردار سے خوش ہوں اور ملک میں ترقی ہو اور آبادی بڑھ گئی ہو تو پھر اُسی کو جاگیر واپس دیدی جاوے۔ لیکن اگر صوبہ کی حالت اس کے خلاف

پائیں تو جاگیر سرکار کو واپس کر دی جاے اور تین سال تک جاگیردار کو جاگیر کی آمدنی نہ دی جائے

میں نے حکم دیا کہ ضرورت پڑے تو رعایا کو دھمکا کر محصول جمع کریں لیکن اُن پر ظلم اور جبر نہ کریں اور تازیانے نہ لگائیں۔ وہ حاکم جس کا رعب لوگ اتنا بھی نہ مانیں جتنا کہ کوڑے سے ڈرتے ہیں حکومت کرنے کے لایق نہیں ہے۔

میں نے حکم دیا کہ مالگزاری اور محصول اس طرح جمع کیا جائے کہ رعایا کی تباہی کا باعث نہ ہووے۔ اور ملک غیر آباد نہ ہو جاوے۔

زرخیز اور شاداب زمینوں کی پیداوار کا ایک ثلث سرکار میں داخل کیا جاتا تھا اور یہی آمدنی کا ذریعہ تھا۔

میں نے حکم دیا کہ جو شخص ویران زمین میں کاشتکاری کرے یا نہر لاوے یا باغ لگا دے یا غیر مزروعہ زمین پر زراعت کرے اس سے پہلے سال کچھ نہ لیا جاے۔ دوسرے سال جو وہ خوشی سے دیوے لیلو۔ تیسرے سال سے قانون کے مطابق اس پر جمع مقرر کرو۔

میں نے حکم دیا کہ اگر غریبوں پر امیر ظلم کریں اور اُن کے مال و متاع کو نقصان پہنچائیں تو ظالم امیروں سے نقصان کے برابر رقم لے کر مظلوم غریبوں کو دو تاکہ اُن کی پھر پہلی سی حالت ہو جاوے۔

میں نے حکم دیا کہ ہر ایک ملک میں وزیر مقرر ہوں۔ ایک وزیر رعایا کے واسطے ہو اسکو یہ خدمت سپرد کی جائے کہ وہ مالگزاری اور راہداری کا باقاعدہ حساب رکھے کہ رعیّت نے کیا اور کتنی رقمیں کس مد میں دیں کس بات کی دیں وہ ان سب کا نقشہ تیار رکھے۔ دوسرا وزیر فوج میں مقرر ہو جو حساب رکھے کہ سپاہ کو کتنا روپیہ دیا گیا ہے اور ان کو کتنا روپیہ اور دینا باقی ہے تیسرے وزیر کو متفرق کام دیے ہیں جن کے بیان کرنے کی یہاں گنجایش نہیں ہے۔

یہ سب باتیں بتاتی ہیں کہ مغل جب کہ وہ پہلی ہی دفعہ ہندوستان میں آئے علم سیاست مدن خوب جانتے تھے اور اُن کے آنے سے ہندوستان کو بڑا فائدہ پہنچا۔ خاندان مغلیہ کے

بڑے بادشاہوں کے عہد میں مثلاً اکبر کے زمانہ میں سلطنت کے اختیارات بٹے ہوئے تھے اور ایسی لیاقت سے حکومت کی جاتی تھی جو علم اور تہذیب کے اعتبار سے اُس مشہور زمانہ کے شایاں تھی۔

اگرچہ شخصی حکومت میں بہت سی چیزوں کا انحصار بادشاہ کی صفات پر ہوتا ہی لیکن اگر حکمرانی کا عمدہ طریقہ ایک دفعہ بخوبی رواج پا جاتا تھا تو تھوڑے عرصہ تک تو اس کا اثر ضروری رہتا تھا اور اکثر وہ قاعدہ ہمیشہ کے لئے جاری ہوجاتا تھا۔

(۳) **قانون**۔ ہندوؤں کا قانون ایسے لوگوں نے بنایا تھا جن کی دماغی قوت ایسی ضعیف تھی کہ اس سے زیادہ اور ضعیف نہیں ہوسکتی۔ قانون کا بڑا نتیجہ عظیم الشان یہی ہے کہ ملک کو فائدے پہنچیں۔ لیکن دنیا میں جتنے قوانین آج تک بنائے گئے ہیں۔ ان سب میں بدتر ہندوؤں کا قانون ہی جس سے بہت ہی کم ملک کو فائدہ پہنچ سکتا ہے اور قانون کی علت غائی ملک کی نفع رسانی کی مفقود ہے۔

اگر مفروضہ بہترین قانون سے مسلمانوں کے ان قوانین کا مقابلہ کیا جاسے جن کو اُنہوں نے ہندوستان میں جاری کیا تو بہت سے نقص ملیں گے لیکن اس کا کسی ملک کے موجودہ نظم قوانین سے مقابلہ کرو۔ مثلاً قوانین روم یا قوانین انگلستان سے تو وہ خوبیوں میں ایسا کم تر نہیں ہوگا جیسا کہ اُن قوانین کی نظموں کے جاننے والے جاہل آدمیوں کے تعریف پر غش ہونے والے یقین کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے قوانین لکھنے میں ہم انگریزی قوانین کا بھی ذکر کریں گے تاکہ لوگ دونوں قوموں کے قانون سے واقف ہوجائیں اور یہ اس وجہ سے اور بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا قانون منسوخ ہوکر انگریزی قانون جاری ہوا ہے

اول قوانین دیوانی ہیں جن میں فوجداری کا قانون شامل نہیں ہے۔ وہ حقوق شامل ہیں جو قوم کے ہر فرد کو قوم کی بہبودی کے واسطے حاصل ہونے چاہئیں۔ یا یوں کہو کہ قانون

دیوانی ان اختیارات پر مشتمل ہے جو قوم کی ترقی کے واسطے ہر شخص کو آدمیوں اور اشیا پر حاصل ہونے چاہئیں۔ یہ اختیارات حقوق کے قایم کرنے کے لئے ضرور ہیں اور عام تجربہ سے خوب معلوم ہوا ہے کہ اس باب میں مہذب قومیں ایک دوسرے سے اتفاق کرتی چلی آئی ہیں۔ البتہ حقوق کے استحکام کے واسطے انہوں نے مختلف طریقے اختیار کئے ہیں۔

سب سے عمدہ اور بہتر ذریعہ جس کے بغیر لوگوں کے حقوق کی حفاظت ناممکن ہے یہ ہی کہ لفظ حق کی صحیح اور درست تعریف کی جاوے۔ حقوق کی درست اور ٹھیک تعریف کرنے کے اعتبار سے رومی اور انگریزی اور مسلمانوں کے قانون ایک سے ہیں۔ تعریفات کا درست ہونا گویا قانون کو کمال کے درجہ تک پہنچا دینا ہے اور یہ بات اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ قوم تہذیب کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ گئی ہو۔ تعریفات کے واسطے اوّل تو تمام مختلف واقعات کے تجربہ پر عبور ضرور ہے۔ دوسرے انسان کا دماغ اتنا مشاق نہیں ہے کہ تمام واقعات کو ترتیب دے سکے اور بغیر عمدہ ترتیب کے صحیح تعریف کرنا ناممکن ہے۔ تیسرے رسوم کا منسوخ کرنا بہت دشوار ہے مقنّن رسوم کی ناپائداری سے خوش ہوتا ہے اور وہ کوشش کرتا ہے کہ کہیں رسوم ترقی نہ پکڑ جائیں اور اختیارات کی وجہ سے وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہوتا ہے۔

زمانہ حال تک یورپ کے کسی ملک میں بھی قانون مال قلمبند نہیں کیا جاتا تھا یعنی لوگوں کے حقوق کی کیفیت مقررہ الفاظ میں نہیں بتائی جاتی تھی۔ تمام قانون زبانی تھا۔ بہت سے لوگ تو یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ لفظ حق کیا چیز ہے۔ جج کے پاس اُس کی رہبری کے لئے کوئی مقررہ تعریف نہیں ہوتی تھی وہ ہر موقع پر حسب ضرورت نت نئی تعریف گھڑ لیتا تھا۔ یہ بے شمار تعریفات جو مختلف ججوں نے بے شمار موقعوں پر کی تھیں۔ ایک دوسرے سے کم و بیش مختلف تھیں۔ اگر تعریفات میں کچھ صحت و درستی تھی تو صرف اس وجہ سے کہ فیصل شدہ مقدمات سے ایک احاطہ کھینچ لیا تھا اور جج ہر موقعہ پر تغیر و تبدّل ان فیصلوں کی حد کے اندر کرتا تھا۔ کیونکہ جو شخص بے انصافی کرنے کی غرض سے مقررہ حد سے تجاوز کرتا تھا اُس کو لوگ بُرا سمجھتے تھے۔ چند سال ہوئے

کہ جرمن کی بعض ریاستوں نے کوشش کی تھی کہ ضابطہ قوانین بنائیں اور خاص عبارت میں لکھکر قانون کو مستقل کر دیں۔ یہ کوشش صرف تھوڑے ہی لوگوں کی طرف سے تھی اور اس میں بنیاوہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ شہنشاہ نپولین پہلا شخص تھا جس نے قانون کی تدوین کرکے رعیت کو بیحد فائدہ پہنچایا۔ اگر ہم نکتہ چینی کریں تو نپولین کے ضابطہ قانون میں بہت سے نقص نکال سکتے ہیں لیکن باوجود ان سب باتوں کے فرانسیسیوں کو بہ اعتبار قانون کے سب قوموں پر تفوق حاصل تھا انگلینڈ کا کامن لا (رسم و رواج) عام قانون جس میں دیوانی اور فوجداری دونوں شامل ہیں صرف زبانی تھا۔ قانون جو سٹیٹوٹ لا (آئین پارلیمنٹ) کے نام سے مشہور تھا وہ فضول لفظوں سے ملو تھا۔ اس میں عجیب بے ترتیب فقرے ایسے مہمل و ذومعنی ہیں کہ مقنن کہتے ہیں کہ عام قانون جس میں تغیر و تبدّل ہمیشہ رہتا ہے اس سے زیادہ قابل اعتبار ہے۔ صاحب ممدوح نے بہت کچھ اس قانون کے بابت لکھا ہے اور یورپ و مسلمان و ہندوان کے قوانین کا مقابلہ کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مسلمانوں کے قوانین عیسائیوں کے قوانین سے تہذیب میں بعض برابر بعض کم تھے مگر مسلمانوں کے قوانین دیوانی اور فوجداری ہندوؤں کے قوانین سے بدرجہا بہتر تھے۔

(۲) ٹیکس محصول لگانے میں مسلمانوں نے وہی طریقہ اختیار کیا جو ہندوؤں کے عہد حکومت میں تھا پیداوار کا ایک خاص حصہ بادشاہ کو دیا جاتا تھا اور یہی سلطنت کی آمدنی کا ذریعہ تھا۔ اکبر بادشاہ نے مالگزاری جمع کرنے کے عمدہ طریقے مقرر کئے اور مالگزاری و بندوبست کے قانون کو ایسی ترقی دی جو دوسرے بادشاہ کے عہد میں کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ جو کچھ ہندوؤں کی طرز حکومت کی بابت معلوم ہے اور جس لیاقت سے مسلمانوں نے سلطنت کے کام کو انجام دیا اس سے ہم یہ نتیجہ بخوبی نکال سکتے ہیں کہ مغلوں کے آنے سے ہندوستان میں بہت ترقی ہوئی۔ یہ بات کہ مسلمانوں نے مالگزاری کے کام میں اکثر ہندوؤں سے کام لیا اور ہندوؤں کی مدد سے اُنہوں نے اصلاحیں کیں اس خیال سے متناقض نہیں ہے کہ مسلمانوں کے عہد میں مالگزاری کا کام ہندوؤں کے زمانہ سے بہتر کیا گیا تھا۔ چونکہ پیداوار کا ایک خاص حصہ لیا جاتا تھا۔ اِس لئے

مالگذاری کے مفصل حالات سے آگاہ ہونا دشوار اور مشکل تھا اور اُس کے واسطے رعایا کے اخلاق اور زبان سے واقف ہونا ضروری تھا اور یہ واقفیت صرف ہندوؤں ہی کو ہو سکتی تھی۔ ہندو اس کام میں مدد دینے کے تو قابل تھے لیکن ان میں اتنی قابلیت نہ تھی کہ خود کر سکیں۔ مالگزاری جمع کرنے کا وہ طریقہ جو اکبر کے وقت میں اختیار کیا گیا تھا تاکہ مالگزاری کی بدانتظامیوں کا انسداد کیا جائے اور رعایا پر ظلم نہونے پائے۔ اور تحصیل میں غبن نہ ہو جس وقت تک کہ مغلیہ حکومت میں کچھ بھی قوت رہی بے کم وکاست وہی طریقہ چلا آتا تھا لیکن جب ملک کئی حصّوں میں تقسیم ہو گیا۔ اور ہر ایک صوبہ خودمختار بن بیٹھا اور وہاں کے حاکم صوبہ کی بدنظمیوں کا انسداد نہ کر سکے تو وہ طریقہ ٹوٹ گیا۔

(۵) مذہب۔ اس پر ہم بحث نہیں کرتے۔

(۶) اخلاق واوضاع مسلمانوں کے۔ اخلاق واوضاع ہندوؤں کے اخلاق سے بہتر تھے۔ ہندوؤں کا اخلاق زیادہ تر ذات کی ظالمانہ وزبوں پابندی پر مبنی تھا۔ لیکن جو اخلاق مسلمانوں کے اخلاق کی طرح نوع انسان کی مساوات واخوت پر مبنی تھا وہ اس اخلاق سے جو سرتاپا بادشاہ کی بھلائی پر مبنی ہو ایسا فرق رکھتا ہے جس کی شکل سے کوئی قیمت مقرر ہو سکتی ہے۔ ہندوؤں کا اخلاق مذہبی رسوم کے ادا کرنے پر مشتمل تھا۔ یہ رسمیں آزار رساں وبیہودہ تھیں۔ ہر ایک ہندو کی زندگانی کا بڑا حصہ بیہودہ رسموں کے ادا کرنے میں صرف ہوتا ہے یا ہونا چاہیے۔ مسلمانوں کا مذہب ہم مذہب قوموں میں سب سے زیادہ رسموں سے مبرا اور منزہ ہے۔ انسان کی زندگی کا بڑا حصہ لطیف اور لذیذ پکوانے اور کھانے میں صرف ہوتا ہے ہندو ومسلمانوں کی خوراک میں فرق تھا مسلمان گوشت خوار تھے۔ ہندو گوشت خوار نہ تھے ان کی غذا نباتات تھی۔ ان غذاؤں کے فرق سے بھی ان کے درمیان فرق تھا۔ شراب دونوں ہندو ومسلمانوں میں ممنوع تھی۔

مسلمانوں کی طرز گفتگو بہ نسبت ہندوؤں کے ملایم ودلاویز کم ہوتی ہے انگریزی حکام ان کو

پسند نہیں کرتے کیونکہ وہ ان کو محض اپنا تابعدار بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ اصل بات یہ ہی کہ ہندو خواجہ سراؤں کی طرح غلامانہ صفات میں بڑھے ہوئے ہیں۔ انگریزی حکام سرکاری کام اور خانگی امور میں دیکھتے ہیں کہ ان کے عیش اور حفاظت اور خود بینی میں ہندو سب قوموں سے کم مخل اور مانع ہوتے ہیں۔ اگرچہ مسلمان ہندو جیسے نرم نہیں ہیں مگر اسی کے ساتھ ہی وہ مردانہ وار اور طاقتور ہیں۔ وہ زیادہ تر ہمارے نیم مہذب بزرگوں سے ملتے جلتے ہیں جو کہ برتاؤ میں تو ایسے نرم نہ تھے لیکن ہندوؤں کے مقابلہ میں اعلیٰ درجہ کی تہذیب سیکھنے کی قابلیت رکھتے تھے۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ ہندوؤں کا چال چلن بہت خراب ہوتا ہے مسلمان ان سے کسی قدر بہتر ہیں۔ ظاہرداری۔ دروغ گوئی۔ بیوفائی اور دوسروں کی دل آزاری کی طرف سے بے پروائی اور زر پرستی میں ہندو اور مسلمان دونوں کی ایک سی حالت ہے مسلمانوں کے پاس جب دولت آتی ہے تو وہ فضول خرچ اور عیاش ہو جاتے ہیں۔ ہندو ہمیشہ کنجوس اور محتاط ہوتے ہیں۔

(۷) **آرٹ صناعی وغیرہ**۔ یہ بات سب لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ مسلمان فاتحین ایران کے فنون کو اپنے ساتھ ہندوستان میں لائے۔

عمارت اور زیور اور کپڑے کے بنانے میں ہندوؤں کی بہت تعریف کی جاتی ہے پہلے دونوں چیزوں میں مسلمانوں سے ہندو بہت کم لیاقت رکھتے تھے مسلمانوں کی بعض عمارتیں تو یورپ کے بہترین عمارتوں کے نمونہ کی برابری کرتی ہیں محراب بنانے کی ترکیب سے ہندو بالکل ناواقف تھے اگر ہندوؤں سے مسلمان کسی چیز میں گئے ہوئے تھے تو کپڑا بننا تھا یہ بات فیصلہ طلب ہی کہ آیا فارس کے ریشمی کپڑے اور مخمل بھی صناعی کے ایسے حیرت انگیز نمونے تھے جیسے ہندوؤں کی ململ۔ سڑکوں اور پلوں کے بنانے میں جس میں کہ سخت محنت اور ہنر درکار ہی مسلمانوں کے حملہ سے پہلے ہندو وحشی قوموں سے کچھ یوں ہی سے بہتر تھے تیمور کے قوانین کے انتخاب میں جس کا اکثر ذکر آیا ہے ہم دیکھ چکے ہیں کہ مغلوں کو ہندوستان

فتح کرنے سے پہلے ہی سے ان چیزوں کا شوق تھا۔

علم موسیقی اور نقاشی اور سنگ تراشی میں مسلمان چینی اور ہندو ترقی کے میدان میں برابر تھے۔ نقاشی کے واسطے ان تمام قوموں کا مذاق اور قابلیت ایک دوسرے سے ایسی ملتی جلتی تھی کہ حیرت ہوتی تھی۔ علم موسیقی میں ہندو ایسے ہی گھٹے ہوئے ہیں جیسے کہ سنگ تراشی میں فارس کے لوگ ہندو اور چینیوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔

فن جنگ خواہ ان فنوں میں شامل ہو سکے یا نہ ہو سکے اور انسانی قابلیتوں میں سے کتنی ہی قابلیتیں اُس کے لئے درکار ہوں مسلمان جیسا کہ امید کی جا سکتی ہے بوجہ ذہین اور عقلمند ہونے کے بہ نسبت ہندوؤں کے لڑائی کے فن سے بہتر واقف تھے جبکہ کوئی قوم جو تعداد میں قلیل ہو اپنے سے بڑی جماعت پر غالب آجائے اور اُن کو اپنا تابع رکھے تو اس صورت میں یہ نتیجہ نکالنا بالکل درست ہی (بشرطیکہ قلیل التعداد فریق کو کوئی خاص فائدہ حاصل نہ ہو) کہ بمقابلہ مفتوح کے فاتحین فن جنگ کو بہتر جانتے ہیں۔ جو باتیں ہم ان دونوں قوموں کی بابت جانتے ہیں وہ ہمارے اس نتیجہ کی تصدیق کرتی ہیں۔

(۸) **علم ادب**۔ یہ بات ثابت کرنی ناممکن ہے کہ ہندو علم میں مسلمانوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ غالباً اس بات میں کوئی بحث نہیں کرے گا کہ ہر قسم کا علم مسلمان حملہ آوروں میں ہندوؤں سے زیادہ تھا۔ علوم ہندسہ اور شاعری میں ہندوؤں کی بہت تعریف کی جاتی ہے۔

علوم ہندسہ میں زیادہ تر تعجب اس کی فرضی قدامت پر کیا جاتا ہے نہ کہ اس کی ترقی پر وہ خواہ کتنا ہی قدیم ہو۔ یہ بات بخوبی ثابت ہی کہ مسلمانوں میں بھی یورپ کا علم ریاضی اتنا موجود تھا جتنا کہ ہندو جانتے تھے اس موقع پر صرف اتنا ہی ثابت کر دینا کافی ہی۔

جو لوگ ہندوؤں کی نظم کی بہت تعریف کرتے ہیں اور تعریف کرانی چاہتے ہیں یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ فارسی نظم ہندو نظم سے بہتر ہے۔ ہندوؤں کی مشہور نظم مہابھارت کا شاہنامہ سے مقابلہ کر لو۔ شاہنامہ میں غیر حقیقی اور ناممکن باتیں اس کثرت سے نہیں پائی جاتیں جیسی

کہ مہابھارت میں اس میں واقعات بعید از عقل نہیں ہیں اور افسانے صنعتوں سے مملو ہیں۔ لیکن جس علم میں کہ مسلمان ہندوؤں سے بہت بڑھے ہوئے ہیں وہ علم تاریخ ہے ہمارا تمام علم تجربہ پر مبنی ہے اور تاریخ کی خوبی اس بات میں ہے کہ زمانہ ماضی کے واقعات کو اس طرح قلمبند کیا جاے کہ لوگ آنے والے زمانے میں اس سے سبق سیکھیں۔ علم تاریخ سے ہندو بالکل بے بہرہ تھے ہندوستان کے مسلمانوں نے ایشیا کے سب ملکوں سے زیادہ علم تاریخ کو کمال کے درجہ تک پہنچا دیا تھا تاریخ فرشتہ اور غلام حسین کے تذکرہ سیر المتاخرین ایسی سلیس عبارت میں ہیں اور ایسے معنی خیز ہیں کہ فارسی زبان میں وہ اپنی نظیر آپ ہی ہیں۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ تاریخ کے علاوہ فارسی کی بہترین نظم شاہنامہ بھی ہندوستان کے مسلمان فاتحین کے عہد میں لکھی گئی تھی۔

**(۲) دہلی میں مسلمان پادشاہوں کے پایہ تخت کا بدلنا اور ان کی عمارات کا بننا۔** جمنا کے بائیں کنارہ اور دہات تغلق آباد و مہرولی و چندراوان کے درمیان ایک قطعہ زمین ۴۵ مربع میل ہے جس سے زیادہ دلچسپ کوئی اور قطعہ زمین کہیں اور روئے زمین پر مورخوں کے مطالعہ کے لیے انقلابات و عمارات کے مشاہدہ کرنے کے واسطے موجود نہیں ہے۔ اسی میں تیرہ شہر ہندو راجاؤں اور مسلمان پادشاہوں کے دار السلطنت بنے اور بگڑے ان میں سے ایک تو اب بھی سلامت ہے۔ باقی سب کے سب اپنے کھنڈروں یا حکایتوں سے یاد دلاتے ہیں بعض کے کھنڈر اپنی خاموش زبان سے پکار رہے ہیں

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ　　آثار پدید است صنا دید عجم را

بعض کے کھنڈر بھی نہیں ہیں جو اپنی گنگی زبان سے انگلیوں کے اشاروں سے کچھ بتلائیں صرف ان کی روایتیں اور حکایتیں باقی ہیں۔ فرنگستانی محققین کی یہ رائے ہے کہ حضرت عیسیٰ سے پندرہ سو برس پہلے راجہ یدھشٹر نے پانڈو کی سلطنت عظیم قایم کی اور جمنا کے بائیں کنارہ پر شہر اندرپرست یا اندرپت آباد کیا جو بعض اوقات اس کا پایہ تخت رہا یہ شمالی ہندوستان کا دوسرا دار السلطنت تھا۔

اندرپرستھ کی تاریخ اگر کچھہ صحیح مل سکتی ہے تو وہ اندرپت مہاتما یا مہابھارت میں سے ہے اندرپرستھ نام ظاہرا اندر کے نام پر رکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کوئی اس کی وجہ تسمیہ یہ کہتا ہے کہ اندر نے یہاں پرستھ کیا تھا اس سلئے یہ نام رکھا گیا ہے۔ کوئی کہتا ہی کہ پرستھ کے معنے کھلے میدان سے ہیں اس سلئے اس شہر کا نام اندرپرستھ یعنی اندر کا کھلا میدان رکھا گیا۔ اس کو اندر کھیڑا بھی کہتے ہیں۔ اس شہر کی بنیاد ۱۴۵۰ برس پہلے حضرت عیسیٰ سے بتائی جاتی ہے۔ یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ شمالی ہندوستان میں گنگا کے کنارہ پر ہستناپور دوسرا دارالسلطنت پانڈو کا کب بنا۔ یدہشٹر کے خاندان میں بیس پیڑھی تک راج نسلاً بعد نسل چلا آیا اور حضرت عیسیٰ سے پیشتر پندرہ صدی سے ساتویں صدی تک اندرپرست پانڈو کی راج دہانی رہا۔ جب اس خاندان کے سیناپت وبیاروا نے یہ راج چھین لیا تو اس کے خاندان کے چودہ راجاؤں کا یہ شہر راج دہانی پانچسو برس تک رہا۔ بعد اس کے گپتا کے خاندان میں راج آیا جس نے اپنی راج دہانی پالی کو یو یھترا کو مقرر کیا اِسلیئے اندرپرستھ شمالی ہندوستان کا دارالسلطنت نہ رہا۔ میرے دلی دوست بڑے عالم پنڈت تشیشر ناتھہ سرگ باشی نے نہایت تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ شہر موضع دکھلہ سے موضع براری تک پھیلا تھا۔ اب تک اس شہر کی دو یادگاریں موجود ہیں ایک جمنا کا گھاٹ نگم بودھ۔ دوسری نیلی چھتری جہاں یدہشٹر نے ہوم کرکے ایک مندر بنایا تھا جسکی وہ یادگار ہے۔ اندرپرست کی جگہہ دہلی قایم ہوئی بکرماجیت راجہ اجین نے اندرپرستھ کو فتح کرکے اپنے راج میں ملایا اس شہر کو کہتے ہیں کہ تو اربنس میں سے کسی نے حضرت عیسیٰ سے ۹۱۹ برس پیشتر آباد کیا اور اس کا نام دہلی اسلیئے رکھا کہ اس کی زمین ڈھیلی ہے۔ یہاں کی زمین ایسی پولی ہے کہ اس میں میخیں نہیں گڑ سکیتں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ قنوج کے راجہ دیلو کا نائب السلطنت سُرپ دت تھا جس نے اندرپرست کی جگہہ جو ویران ہوگیا اس شہر کو آباد کیا اور اپنے راجہ کے نام پر اس کا نام دہلی رکھا مگر اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ راجہ دیلو ۳۲۸ برس قبل حضرت عیسیٰ سے ہوا ہی جس کو راجہ پورس نے مغلوب کیا ہے اور اس زمانہ میں دلی راجہ کمایوں پاس تھی اس سے بہت

پہلے دلّی آباد ہو چکی تھی۔ غرض کسی راجہ نے جس کا نام دیلو تھا اس شہر کو آباد کیا ہے گو تما بنس کے راجہ دہرم پال یا دہرنی دہر نے اپنا راج دلی میں جمایا اس کے آخری راجہ کو قنوج کے راجہ نے مغلوب کیا اور بعد اس کے کئی خاندانوں کے راج بدلے تو توار بنس کا راج قایم ہوا۔ سنہ ۷۳۱ء میں انگ پال نے دلی کو اور سنہ ۱۰۵۲ء میں اس کے جانشینوں میں سے انگ پال دوم نے اس شہر کو دوبارہ بسایا۔ ان خاندانوں کی انقلابات میں ۲۹۲ برس تک دلی کو دار السلطنت ہونے کا شرف حاصل رہا۔ یہ وہ زمانہ ہے جو اُجین کے راجہ کے فتح کرنے اور انگ پال کے دلی دوبارہ آباد کرنے کے درمیان گذرا ہے۔

سنہ ۱۱۵۱ء میں چوہان نے توار کے راجاؤں کو شکست دیکر اپنا راج قایم کیا اور ان کا آخری راجہ پرتھی راج عرف رائے پتھورا شمال ہندوستان میں سب راجاوں کا راجہ بنا اس نے ایک قلعہ بنایا جس کا نام اب رائے پتھورا کا قلعہ لیا جاتا ہے۔ یہ قلعہ سنہ ۱۱۸۰ء یا سنہ ۱۱۸۶ء میں اس غرض سے بنایا جس کا نام کہ شہر کو شمالی ہندوستان کے مسلمانوں کی حملہ آوری سے بچاسے اس قلعہ کے بعض حصےّ اب بھی موجود ہیں۔

سنہ ۱۱۹۱ء میں مسلمانوں نے دلی کو فتح کر لیا اور ان کا پہلا بادشاہ قطب الدین ایبک یہاں تخت نشین ہوا۔ شمالی ہندوستان سے ہندوں کا راج کالعدم ہوا۔ قطب الدین کے بعد جو آٹھ بادشاہ (۱) آرام شاہ (۲) شمس الدین التمش (۳) رکن الدین فیروز شاہ (۴) سلطان رضیہ بیگم (۵) معز الدین بہرام شاہ (۶) علاء الدین مسعود شاہ (۷) ناصر الدین محمود (۸) غیاث الدین بلبن ہوے۔ اُنہوں نے قلعہ رائے پتھورا ہی میں اپنا دار السلطنت قایم رکھا اور ان میں عمارات ذیل بنوائیں۔

(۱) قصر سفید سنہ ۱۲۰۵ء میں رائے پتھورا کی وفات سے سولہ برس بعد قطب الدین ایبک نے بنوایا اس کا ذکر تاریخ کی جلد اوّل میں دیکھو۔ اب اس قصر کا کوئی نشان باقی نہیں رہا۔

(۲) کوشک فیروزی اس کو شمس الدین التمش نے بنایا۔

(۳) قصر سبز یہ ناصر الدین محمود کے زمانہ میں بنایا گیا۔

(۴) چبوترۂ ناصرہ۔ ناصر الدین محمود نے بنایا۔

(۵) مسجد قوت الاسلام۔ قطب الدین ایبک نے رائے پتھورا کے مندر کی جگہہ بنوائی ان سب عمارات کا ذکر اپنے محل میں نے جلد اول میں بیان کیا ہے ۶۸۵ھ/۱۲۸۶ میں دسویں بادشاہ کیقباد نے جو نامور بلبن کا پوتا تھا موضع کیلوکھڑی میں قلعہ بنانا شروع کیا۔ اُس نے جمنا کے کنارہ پر باغ لگایا غرض اس گاؤں کو جو پہلے سے بھی مشہور تھا ایک خوبصورت شہر بنا دیا۔ ۶۸۶ھ/۱۲۸۷ میں کیقباد نے جو قلعہ بنانا شروع کیا تھا سلطان جلال الدین خلجی نے اُس کی تعمیر کو پورا کیا۔ تھوڑے دنوں بعد اس کیلوکھیڑی کو نیا شہر اور قلعہ رائے پتھورا کو پرانا شہر کہنے لگے۔

جلال الدین خلجی نے کوشک لال بنوایا جس کا اب کچھ نشان نہیں ہے۔ جلال الدین کے بعد اس کا بھتیجا علاء الدین جانشین ہوا۔ وہ کچھ دنوں قلعہ رائے پتھورا میں رہا۔ بعد اس کے اُس نے موضع سیری میں ایک قلعہ بنایا جو دہلی کی سلطنت کا پایۂ تخت تھا۔

علاء الدین خلجی کے پسر خورد مبارک شاہ کا اور اُس کے قاتل خسرو خاں کا دارالسلطنت سیری رہا۔ اس قلعہ کی قصر ہزار ستون بڑی عمدہ عمارت تھی۔ بعد اس کے خسرو خاں کو غیاث الدین تغلق شاہ مار کر بادشاہ ہوا۔ اُس نے سیری سے تغلق آباد میں دارالسلطنت کو منتقل کیا۔ ۷۲۱ھ/۱۳۲۱ میں اس شہر اور قلعہ کی تعمیر شروع ہوئی اور ۷۲۳ھ/۱۳۲۳ میں ختم ہوئی۔ اب تک اس قلعہ کو شکستہ حالی کی صورت میں جو باہر سے دیکھتا ہے تو اس کی شوکت و ہیبت دل میں ہیبت پیدا کرتی ہے اور اندر جا کر اس کی ویرانی دیکھنے سے عجب عبرت ہوتی ہے اب گوجر اس میں بستے ہیں مثل مشہور ہے کہ یا بسے گوجر یا رہے اوجڑ۔ سلطان غیاث الدین تغلق کے بیٹے محمد شاہ عادل نے عادل آباد یا محمد آباد بسایا۔ جو تغلق آباد سے تھوڑے فاصلہ پر تھا۔ اس میں دو قلعے ہیں جو قلعہ تغلق آباد کے نمونے پر بنائے گئے ہیں اور کچھ تھوڑے دنوں کے بعد اُس نے قلعہ رائے پتھورا اور سیری دونوں کو ملا کر ایک حصار اُس کے گرد بنایا اور اُس کا نام جہان پناہ رکھا۔ اس کے

جانشین فیروز شاہ تغلق نے اس دارالسلطنت کو چھوڑ کر شہر فیروزآباد بسایا۔ یہ شہر ۷۵۵ھ/۱۳۵۴ میں بسایا گیا ہی۔ پُرانی دہلی کی عمارات کو مسمار کرکے ان کا مصالحہ اس شہر کی عمارت میں لگایا گیا ہے اور عمارت کا مفصل حال تاریخ جلد دویم میں لکھا گیا ہے۔ امیر تیمور کے حملہ نے پٹھانوں کی سلطنت کا خاتمہ کیا اور سیدوں کی سلطنت کا عہد آیا ۸۱۸ھ/۱۴۱۵ میں اوّل سیدوں کے اول بادشاہ خضر خاں نے خضرآباد جمنا کے کنارہ پر بسایا۔ خضر خاں کی قبر ۸۲۴ھ/۱۴۲۱ میں بیٹے سید مبارک شاہ نے بنوائی۔ جس کو خضر کی گمٹی کہتے ہیں۔ اسی بادشاہ نے ۸۳۷ھ میں جمنا کے کنارہ پر ایک شہر مبارک آباد بنانا چاہا مگر وہ پورا نہ ہوا تھا کہ اس کے اندر وہ شہید ہوا اور شہر مبارک آباد سے نامبارک آباد ہوا۔ سیدوں کے بعد لودیوں کے خاندان کی سلطنت شروع ہوئی۔ بہلول لودی نے آگرہ کو اپنا دارالسلطنت مقرر کیا اور دہلی کو چھوڑا۔ ہمایوں نے اس کے بیٹے کو شکست دی اور ہندوستان سے نکالے جانے سے پہلے شہر دین پناہ کی عمارات کو شروع کیا اس کے پاس ایک گاؤں اندرپت ابتک اندرپرستھ کو یاد دلاتا ہے یہاں ایک چھوٹا سا قلعہ ہے جس کا نام پرانا قلعہ مشہور ہے ہمایوں نے اس قلعہ کی مرمت کی اور اس کا نام دین پناہ رکھا۔ یہاں کے دہاتی اس قلعہ کے بعض حصہ کو پانڈو کے عہد کا بتاتے ہیں۔ اس دین پناہ کا حال تذکرہ نامہ ہمایوں جلد سوم میں بیان ہوا جب شیر شاہ نے ہمایوں کو ہندوستان سے نکالا اور دہلی پر اس کا قبضہ ہوا تو اس نے بھی شیر گڈھ آباد کیا جس کو دہلی شیر شاہی کہتے ہیں۔ شیر شاہ نے دین پناہ کے حصار کو پورا کیا اور اسی کا نام شیر گڈھ رکھا جس کا بیان اپنے محل پر بزم نامہ شیر شاہی میں میں نے لکھا ہے۔ شیر شاہ کے بیٹے سلیم شاہ نے قلعہ سلیم گڈھ جمنا کے اندر بنایا پھر ہمایوں نے خاندان سور سے سلطنت چھین لی اور دین پناہ میں وہ مر گیا۔ اس کا بیٹا اکبر اور پوتا جہانگیر اکبرآباد میں رہے اس کے پڑپوتے شاہجہاں نے شاہجہاں آباد آباد کیا جس کا حال ظفرنامہ شاہجہانی میں میں نے مفصل لکھا ہے۔ یہ شہر ۱۸۰۳ء تک دارالسلطنت رہا۔ پھر اس کو انگریزوں نے فتح کر لیا۔ جب سے وہ دارالسلطنت نہیں رہا۔ مگر اب بھی وہ ہندوستان کے اعلےٰ درجہ کے شہروں میں شمار ہوتا ہے

مسلمان بادشاہوں میں سے اکثر بادشاہوں کو اپنے نام و نمود کے لئے ایک نیا دارالسلطنت بنانے کا خیال رہا اس لئے پایہ تخت نے اپنے مقامات بدلے۔

(۳) سکون کا بیان۔ مسلمانوں میں بادشاہ ہونے کے لئے ضرور ہے کہ خطبہ میں ان کا نام پڑہا جائے اور اُن کے نام کا سکہ جاری کیا جاے۔ یہ سکہ اور خطبہ بادشاہی کا قطعی ثبوت ہیں ان سکوں کا بیان فقط اس سبب سے کرتا ہوں کہ اُن کی قیمت معلوم ہوجاسے کہ کیا تھی جس کی بہت ضرورت تاریخ میں ارقام سمجھنے میں پڑتی ہے ہم اس قیمت کے بتلانے کے لئے سونے چاندی تانبے کے سکوں کے وزن لکھتے ہیں جس سے ان کی اصلی قیمت آپ ہی معلوم ہوجاے گی یہ سکے میرے پاس موجود نہیں ہیں کہ میں ان کو کانٹے میں ہندوستانی اوزان سے تول کر بتلاؤں مگر میرے پاس طامسن ایڈورڈ صاحب کی کتاب موجود ہے جس میں صاحب ممدوح نے ان سکوں کو تول کر ان کا وزن گرین میں لکھا ہے اور اس گرین کے وزن بتلانے کے لئے بتلاتا ہوں کہ قیصر ہند کا روپیہ جو یہاں ہندوستان میں مروّج ہے اس کا وزن ایک سو اسی گرین ہے یعنی ایک تولہ بس تولہ کے یعنی ۹۶ رتی کے ۱۸۰ گرین ہوے اسی سے معلوم ہوا کہ ایک ماشہ میں ۱۵ گرین ہوتے ہیں یعنی آدھی رتی کے قریب ایک گرین ہوتا ہے یہی مہر کا وزن سے تانبے کے ادھنے سکے کا وزن ۲۰۰ گرین یعنی ۱۳½ ماشہ اور ربا آنہ یعنی پیسے کا وزن ۱۰۰ اگرین یعنی ۶⅔ ماشے اس بیان سے سکون کا وزن گرین میں جو ہم لکھتے ہیں تم سمجھ کر ہر بادشاہ کے عہد کی چاندی سونے تانبے کے سکوں کی قیمت کا حساب کرلیا کرو۔ خاندان تیمور کی سلطنت تک اوّل سے چالیس بادشاہ مختلف خاندان غوری خلجی تغلق۔ سادات۔ لودھی۔ سور۔ افغان کے ہوئے ہیں۔ اُنھوں نے ۱۱۹۳ء/۵۸۹ھ سے ۱۵۵۴ء/۹۶۲ھ تک ساڑھے تین سو برس کے قریب سلطنت کی اور اُن کے سونے چاندی تانبے کے سکوں کے وزن گرین ذیل میں لکھے جاتے ہیں جن کی قیمت کا حساب کرکے بادشاہوں

کے عہد میں اجناس کی اور اس کے اور بخششوں اور انعاموں وغیرہ کی قیمتوں کو سمجھ سکتے ہیں مثلاً کسی بادشاہ کے خزانہ میں لاکھ روپیئے کے جواہر لکھے ہیں تو اس کے چاندی کے سکے کے وزن سے اپنے روپیئے رائج الوقت کی قیمت پر حساب کرکے اس آگے کی فہرست سے سمجھ سکتے ہیں۔

(۱) معزالدین بن سام اوّل سلاطین کا بانی ہے اس کے سونے کے سکوں کا وزن یہ تھا ۹۶ و ۱۶ و ۲۳ گرین چاندی کے سکے ۶۸ و ۴۷ و ۱۳۳ و ۴۶ و ۱۰۸½ گرین و چاندی و تانبے کے مخلوط سکے ۴۹ و ۳۸ و ۵۵ گرین مخلوط سکے سے سب جگہ یہ سمجھو کہ وہ چاندی اور تانبے کے مرکب کرنے سے بنائیں ہیں۔

(۲) قطب الدین ایبک کے عہد میں اوپر کے سکے جاری رہے۔

(۳) آرام شاہ کے عہد میں سونے و چاندی و مخلوط پہلے سکے جاری رہے اور تانبے کا سکّہ ۴۵ گرین کا اس بادشاہ کے نام سے جاری ہوا۔

(۴) شمس الدین التمش سونے کا سکّہ ۱۶۰٫۷ گرین چاندی کے سکّے ۴۵٫۴ و ۱۵۱ و ۱۶۸٫۵ گرین تانبے کے سکے ۴۵ و ۴۴ و ۲۸ و ۴۰ گرین و مخلوط سکّے ۵۰ و ۴۶ و ۵۳ و ۹۲ و ۳۸ گرین۔

(۵) رکن الدین شاہ کے مخلوط سکے ۵۱ گرین

(۶) سلطان رضیہ بیگم چاندی کے سکّے ۱۲۵ و ۱۶۷ و ۴۷ و ۹۴

(۷) معزالدین بہرام شاہ۔ چاندی کا سکّہ ۱۶۷ گرین مخلوط سکّے ۵۶ گرین

(۸) علاءالدین مسعود شاہ چاندی کے سکّے ۱۶۷٫۵ گرین و تانبے کے سکّے ۵۶ و ۹۴½ مخلوط سکے ۵۲ و ۱۴

(۹) ناصرالدین محمود۔ تانبے کے سکّے ۴۵ و مخلوط سکّے ۵۱ و ۱۲

(۱۰) غیاث الدین بلبن تغلق سونے کا سکّہ ۱۶۳ و چاندی کا سکّہ ۱۶۷٫۵ و تانبے کا سکّہ ۴۷½

و ۶۷ گرین۔ مخلوط ۲۶ گرین۔

(۱۱) معزالدین کیقباد۔ چاندی کا سکّہ ۱۶۸ گرین مخلوط سکّہ ۵۲ گرین و ۲۹ گرین۔

(۱۲) جلال الدین فیروز خلجی۔ چاندی کا سکّہ ۱۶۸ و مخلوط سکّے ۵۲ و ۲۹ گرین۔

(۱۳) رکن الدین ابراہیم۔ چاندی کا سکّہ ۱۵۸ و تانبے کا سکّہ ۵۹ و ۳۸ و مخلوط ۵۲

(۱۴) علاءالدین محمد شاہ۔ سونے کا سکّہ ۱۶۹٫۶ گرین و چاندی کا ۱۶۸ گرین و تانبے کا سکّہ ۶۷ و ۵۵٫۴ و مخلوط ۵۵٫۷۔

(۱۵) شہاب الدین عمر۔ مخلوط سکّے ۵۴٫۵ گرین۔

(۱۶) مبارک شاہ سونے کا سکّہ ۱۶۹٫۵ گرین و مخلوط ۵۵ گرین۔

(۱۷) خسرو خاں مخلوط ۵۵٫۷

(۱۸) غیاث الدین تغلق سونے کا سکّہ ۱۷۲٫۴ چاندی کا سکّہ ۱۷۰٫۲ و تانبے کا سکّہ ۵۳ و ۱۳۶ و ۱۰۳ و ۵۴۔

(۱۹) محمد بن تغلق سونے کے سکّے ۱۹۸٫۵ و ۱۶۷٫۳ و ۱۷۰ و ۹۹ و ۵۰٫۴ و ۲۹۹ چاندی کے سکّے ۱۴۰ و ۱۶۸٫۵ و ۵۶ و ۵۲ و تانبے کے سکّے ۵۳ و ۱۳۶ و ۱۰۳ و ۸۶ پیتل کے سکّے ۱۳۲ و ۱۲۱ و ۷۲ و ۵۵ و مخلوط ۱۴۰ و ۲۵۔

(۲۰) فیروز شاہ تغلق سونے کا سکّہ ۱۷۷ گرین۔ مخلوط ۱۴۱ گرین و ۵۴ گرین و ۴۸ گرین ۱۴۴ و ۱۷۴ گرین تانبے کا سکّہ ۵۵ گرین و ۱۰۶ گرین اس بادشاہ کے حال میں سکوں کی بڑی تفصیل لکھی ہے بعض سکّے ایسے بھی ہیں کہ ان میں دو نام فیروز شاہ و فتح خاں کے لکھے ہیں سونے کا سکّہ ۱۶۸ گرین مخلوط ۱۶۸ گرین اور ایسے بھی سکّہ ہیں جن میں دو نام فیروز اور بیٹے ظفر کا نام لکھا ہے سونے کا سکّہ ۱۶۸٫۴ گرین چاندی کا سکّہ ۱۴۰ گرین مخلوط ۱۳۶ گرین ۱۸۰ گرین و تانبے کا ۸۷ گرین۔

(۲۱) غیاث الدین تغلق شاہ دوم مخلوط ۱۳۶ گرین ۱۶۴ گرین و ۸۰ گرین و ۵۰ گرین و ۶۸ گرین۔

(۲۲) ابوبکر شاہ بن ظفر خاں مخلوط ۱۳۶ گرین۔ ۴۷ گرین و تانبے کا ۱۴۴ گرین و ۵۵ گرین و

۱۴۰ گرین و ۵۸ گرین۔

(۲۳) محمد شاہ فیروز شاہ۔ سیم قلب ۱۶۷ گرین و تانبے کا ۷۶ گرین۔ سونے کا سکہ ۱۷۰ مخلوط ۱۴۰ گرین و تانبے کا ۶۶ر۶۸ گرین ۳۰ گرین و ۲۵ گرین۔

(۲۴) ناصر الدین محمد۔ مخلوط ۱۴۲ گرین تانبے کا ۱۳۴ گرین و ۶۷ و ۲۰ گرین۔

(۲۵) محمود بن محمد۔ سیم قلب ۱۴۱ گرین تانبا ۱۴۰ گرین و ۶۵ گرین و ۲۳ گرین۔

(۲۶) نصرت شاہ تانبا۔ ۱۴۳ گرین و ۷۵ گرین و ۶۷ گرین۔

(۲۷) دولت خاں لودہی۔ اور

(۲۸) خضر خاں نے کوئی سکہ اپنے نام کا نہیں جاری کیا۔

(۲۹) مبارک شاہ دوم چاندی کا سکہ ۱۷۴ گرین مخلوط ۱۷۲ گرین ۵ر۸۳ گرین و ۴۰ گرین

(۳۰) محمد شاہ مخلوط۔ ۱۴۲ گرین تانبا ۱۳۶ گرین و ۳۳½ گرین۔

(۳۱) عالم شاہ۔ تانبا ۱۳۵ گرین و ۶۶ گرین و ۴۶ گرین۔

(۳۲) بہلول شاہ۔ تانبا ۷۶ گرین اوسط وزن ۱۴۰ گرین چاندی ۱۳۹ و ۱۴۵۔

(۳۳) سکندر شاہ لودی۔ تانبا ۱۳۹ گرین و ۵ر۵ گرین۔

(۳۴) ابراہیم سکندر شاہ۔ تانبا ۸۷ گرین و ۲۴ و ۱۱۰ گرین و ۱۲۰ گرین۔

(۳۵) ہمایوں۔ سونا ۸ و ۱۰ و ۱۳ گرین چاندی ۱۷ گرین۔

(۳۶) شیر شاہ۔ سونا۔ ۵ر۱۶۵ چاندی ۱۷۶ گرین۔ تانبا ۳۲۹ گرین۔

(۳۷) اسلام شاہ۔ چاندی ۱۶۸ گرین تانبا ۱۷۸ و ۱۷۲ گرین و ۳۱۵ گرین۔

(۳۸) محمدؐ عادل شاہ۔ چاندی ۱۷۴ گرین۔

(۳۹) ابراہیم سور۔ چاندی ۱۷۵ گرین۔

(۴۰) سکندر شاہ کے بعد ہمایوں پھر فرماں روا ہوا تانبا ۱۷۵ گرین۔

(۴۱) سکندر شاہ سکوں کا مفصل حال اقبال نامۂ اکبری میں پڑھو۔ سکوں کی اصلاح و درستی

سب طرح سے شیر شاہ کے زمانہ سے شروع ہوئی۔ اُس نے سکّوں میں جو پہلے سے عیب و نقص چلے آتے تھے دور کئے۔ اوّل سب سے بڑی بُرائی سکّوں کی یہ دُور کی کہ سب ٹکسالوں میں مخلوط دہاتوں کا سکّہ بنانا بالکل موقوف کر دیا۔ ظاہر ہے کہ جب سکّہ میں وہ دہات جن میں سے ایک بیش قیمت دوسرا کم قیمت ہو۔ کیسی بیچ بیپار میں دشواریاں پیدا کرتا ہے اور ٹکسالوں کے اہلکاروں کے ہاتھ میں دغابازی کا کیسا اوزار دیتا ہے۔ یہ تحقیق نہیں معلوم کہ شیر شاہ کے زمانہ میں سونے چاندی کے سکّوں میں مبادلہ کیا کیا نسبت رکھتا تھا مگر تخمیناً یہ تحقیق ہوا ہے کہ ۹۵۲ھ میں ان کی قیمتوں میں ۷ یا ۸ اور ا کی نسبت تھی۔ سونے کے سکّے کو چاندی کے سکّے سے نسبت ۹ ، ۴ اور ا کی تھی۔ آئین اکبری سے سکّوں کی تحققات کو ہم نے اقبال نامہ اکبری میں لکھا ہے۔ ٹنکہ اور جیتل وغیرہ سکّوں کا بیان بادشاہوں کی تاریخ میں ہوا ہی فقط

## اشتباہ

اوّل کل کتاب میں چار قسم کے سنوں کا حوالہ دیا گیا ہے (۱) ہجری (۲) عیسوی (۳) جلوس (۴) سمبت۔ زیادہ تر سنہ کے اوپر ہجری اور نیچے عیسوی لکھے گئے ہیں سن ہجری سے سنہ عیسوی کچھ سو برس کے قریب بڑا ہے اس لئے ان کے ساتھ ھ و ع کا اشارہ نہیں کیا گیا۔ بغیر ان کے فقط سنوں کے چھوٹے بڑے ہونے سے پڑھنے والے اُن کو سمجھ سکتے ہیں۔ سن جلوسی اکثر چالیس پچاس برس سے زیادہ نہیں ہوتا۔ وہ سن ہجری سے بہت ہی چھوٹا ہوتا ہی اس لئے بغیر اس کے کہ جلوس کا لفظ اوس کے ساتھ لکھا جاوے وہ خود بخود سمجھا جائیگا۔

دوم۔ خطوط قوسی ( ) کے درمیان جو نام یا لفظ یا عبارت لکھی گئی ہے اوس کی یہ صورتیں ہیں (۱) ایک مورخ کے بیان میں دوسرے مورّخ کا بیان ان خطوں کے اندر زیادہ کیا گیا ہے (۲) فارسی کتابوں میں ناموں کی املا میں بہت اختلاف ہوتا ہے۔ پس ان اختلافوں کو ان خطوط میں لکھ دیا ہے (۳) کسی لفظ کے معنی بھی لکھے ہیں۔

**سوم** ہندوستان کے مختلف حصّوں میں بعض الفاظ کی املا میں اختلاف ہے اور سررشتہ تعلیم نے اون کے کچھ قواعد مقرر کئے ہیں مثلاً پورب میں یاے معروف کے اوپر ہمزہ نہیں لکھتے وہ اس سے کو ہی بجاے ہمزہ سمجھتے ہیں مثلاً ہوئے وکئے کو ہوے وکیے لکھیں گے۔ ایسا ہی نون غنہ کا بعض الفاظ میں یہ حال ہے کوئی ہنسنا لکھتا ہے کوئی ہسنا۔ ایسی ہی ہ ہے جو الفاظ کے آخر میں ہوتی ہے اوس کی جگہہ الف بھی لکھتے ہیں جیسے بنگالہ کی جگہہ بنگالا لکھیں گے اور ان ہی کی جگہہ انہیں اور جون ہی کی جگہہ جوہیں اور بعض اور الفاظ اسی قسم کے ہیں۔

میرے قلم کو ان الفاظ میں نون لکھنے کی عادت پڑگئی ہے خواہ وہ غلط ہو یا صحیح تلفظ پر زیادہ خیال رہتا ہے۔

**چہارم** میں نے ہر جلد کے ساتھ غلط نامہ لکھ دیا ہے مگر اکثر لفظوں کی غلطیوں کو یہ سمجھ کر چھوڑ دیا ہے کہ ؎

عاقلاں پیروی نقط نکنند — یا نخوانند یا غلط نکنند

بہتر ہوگا کہ پڑھنے سے پہلے غلط نامہ کے موافق کتاب کو صحیح کرلیں۔

**پنجم** نام خواہ مقاموں کے ہوں یا آدمیوں کے اون کی املا میں فارسی کتابوں میں بڑا اختلاف ہے۔ میں نے اون کو اس لئے مختلف طرح لکھا ہے۔ حروف ثقیلہ کا تلفظ مسلمانوں کی زبان سے پہلے زمانہ میں نہیں ہوتا تھا اس لئے وہ ڈ کی جگہہ د اور ڑ کی جگہہ ر اور علیٰ ہذا القیاس لکھتے تھے۔ میں نے اِس بات پر خیال رکھا ہے۔

زمانۂ سابق وحال کے مسلمانوں کے تلفظ میں بڑا فرق ہوگیا ہے۔ میں اس تلفظ کا بھی ناموں کے لکھنے میں پابند رہا ہوں۔ فقط



**جلد ششم** - کارنامۂ جہانگیری جس میں شہنشاہ جہانگیر کا حال کل لکھا ہی قیمت - - - عہ

**جلد ہفتم** - ظفر نامۂ شاہجہاں جس میں شاہجہاں کا حال از اول تا آخر مندرج ہی قیمت - - ۱۲ عہ

**جلد ہشتم** - بادشاہ نامۂ عالمگیری یعنی شہنشاہ عالمگیر کا حال اوّل سے آخر تک درج ہی قیمت - - ۱۲ عہ

**تاریخ عہد سلطنت ملکہ معظمہ قیصر ہند** مؤلفہ جناب خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب مرحوم یہ تاریخ پانچ حصوں میں لکھی ہی (حصہ اوّل) میں بطور تمہید ۱۸۳۶ء تک لکھا ہی کہ انگلینڈ کو ہندوستان سے کس طرح تعلق پیدا ہوا اور انگریزوں نے فرانسیسیوں وغیرہ کو کیوں کر نکالا اور اپنی فرمانروائی کا سلسلہ کس طرح جمایا۔

(**دوسرے حصے**) میں ۱۸۳۷ء سے ۱۸۴۸ء تک کے حالات لکھے ہیں جس میں والیان ہند سے جنگ و پیکار میں برٹش گورنمنٹ کو فتح پانے کے حالات تفصیلی درج ہیں۔

(**تیسرے حصے**) میں ۱۸۴۸ء سے ۱۹۰۱ء تک کے جس میں ملکہ وکٹوریہ نے وفات پائی حالات لکھے ہیں اور واقعات عظیمہ ۱۸۵۷ء کے غدر و بغاوت کو بالتفصیل بیان کیا ہے دہلی کا بیان مؤلف نے اپنی چشم دید لکھا ہی۔

(**حصہ چہارم**) میں اُن محاربات عظیمہ کا ذکر کیا گیا ہے جو انگلستان کے اور ملکوں سے یورپ، ایشیا، افریقہ، میں سوائے ہندوستان کے ہوئے ہیں جیسے جنگِ کریمیا، جنگ ٹرنسوال، جنگ سوڈان اور مصر ہیں۔

(**پانچویں حصے**) کا نام آئین قیصری ہے اس میں مفصلۂ ذیل مضامین ہیں۔ ساری دُنیا میں قیصر ہند کی سلطنت کہاں کہاں ہے۔ ہند اور انگلینڈ میں گورنمنٹ کیوں کر منتظم ہوئی وقتاً فوقتاً کیا کیا تبدیلیاں ہندوستان کے لئے قوانین کیوں کر مدوّن ہوئے عدالتیں کیوں کر مقرر ہوئیں بحری و بری حدود کس طرح مستحکم ہوئیں سپاہ کیوں کر مرتب ہوئی وغیرہ وغیرہ تعداد صفحات (۲۱۳۰) قیمت ہر پنج حصص بلا جلد - - - صہ

**ملنے کا پتہ:- آنریری منیجر بُک ڈپو مدرسۃ العلوم علیگڑھ**

(دیگر ہر قسم کی کتابوں کے لئے مفصل فہرست طلب فرمایئے جو بالکل مفت روانہ کی جاتی ہی)

# بفضلِ خدا

انسٹی ٹیوٹ پریس میں (جو سرسید علیہ الرحمۃ کا قایم کیا ہوا اور محمڈن کالج کی مِلک ہونے کی وجہ سے حقیقی معنوں میں ایک قومی پریس ہی) لوہے اور پتھر دونوں قسم کے چھاپوں میں اُردو انگریزی ہر قسم کا کام بہت صحت اور کفایت کے ساتھ ہوتا اور وقت پر دیا جاتا ہی۔ اہلِ ذوق وضرورت کم ازکم ایک بار ضرور امتحان فرمائیں۔ نرخ زبانی یا خط وکتابت سے طے ہو سکتا ہی۔

مطبع کو اُس کے قدیم واہلِ نظر سرپرستوں کی جانب سے جو اطمینان بخش اسناد حاصل ہوئی ہیں اُن کی نقل عند الطلب روانہ کی جاسکتی ہی۔

علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ نامی ایک اخبار بھی اس پریس سے نکلتا ہی جو کالج کا سرکاری اخبار ہی اور جو سرسید علیہ الرحمۃ نے کالج کی بنا سے بھی قبل جاری کرنا شروع کیا تھا اور جس میں کالج کی خبروں کے علاوہ عام اور مفید و دلچسپ مضامین شایع ہوتے ہیں قیمت سالانہ مبلغ چار روپیہ ششماہی دو روپیہ آٹھ آنے۔ نمونہ مفت۔

اشتہارات کا نرخ زبانی یا خط وکتابت سے طے ہوسکتا ہی۔

ہر قسم کی خط وکتابت کے لئے پتہ:-

مینجر صاحب انسٹیٹیوٹ پریس علی گڑھ کالج